

رسول اللہ ﷺ کو یہ اس کو ملے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ (بخاری)

سُنَنِ النَّسَائِي

شَرِيف

تصنيف

إمام أبو عبد الله محمد بن النعمان بن حازم بن محمد بن شبيب النسائي

معها

شرح النسائي

جلد اول

مولانا خلیل الرحمن صاحب

صدر المدرسین دارالعلوم اسلامیہ، شیخو الدیار، حیدرآباد، سندھ

ناشر

زمزم پبلشرز

نزدہ مقدس مسجد (دوبارہ کراچی)

عقود حق نانیر محفوظ اھیں

ضروری وضاحت: ایک مسلمان دینی کتابوں میں دہشتہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کا اہمائی اہم کام کیا جاتا ہے اور کسی بھی کتاب کی غلطی کے دوران غلطی کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ و عرق ریزی کی جاتی ہے۔ ہندو قادیان تمام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ آنے والے ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نئی کے کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔

جو انکم اللہ تعالیٰ جزاؤ جمیعاً جزوینا

——————

احبابِ مومنین پبلشرز

کتاب کا نام ————— نیر غلطی

تاریخ اشاعت ————— دہشتہ

اجزاء ————— ایک

نمبر کتاب —————

مردود —————

مبلغ —————

ڈاکٹر —————

شمارہ پبلشرز ممبر، آئندہ ادارہ

فون: 021-2760374

فکس: 021-2725673

ایمیل: zamzar01@cybernet.pk

ویب سائٹ: <http://www.zamzarpub.com>

عقود حق نانیر محفوظ اھیں

●

●

●

●

●

●

●

●

●

●

●

باب الہی عن غیر الذکر، بالنسب بعد العادة "تقرئ ما جئت کے ذات اپنے ہاتھ سے

۷۵ سچے سچ پوچھنے سے مت بچ کرے گا یاں"

۷۶ المرصہ فی الملوی فی الصخرہ، فانما "فادت مکان میں مڑے ہو کر پیٹاب کرنے کی نصیحت کا بیان"

۷۸ الملوی فی لہیت جالسا "مگر میں بڑھ کر پیٹاب کرنے کا بیان"

۷۹ الملوی فی المسرفہ بمسرحا "یہ وہ ہے جو پیٹاب کرتا ہے"

۸۰ طسروہ عن الملوی "پیٹاب سے احتیاء کا بیان"

۸۱ باب الملوی فی الاثامہ "اُن میں پیٹاب کرنے کا بیان"

۸۲ الملوی فی الخطیئ "معدہ حق پرستی میں پیٹاب کرنے کا بیان"

۸۳ کو اعبہ الملوی فی البصر "بصرہ کے لئے اور پیٹاب کرنے کی ممانعت کا بیان"

۸۴ الہی عن امیر فی الماء الراکحہ "شربت پانی میں پیٹاب کرنے کی ممانعت کا بیان"

۸۵ کتر لہی الملوی فی المنسجہ "منسجہ میں پیٹاب کرنے کی ممانعت کا بیان"

۸۶ السلام عنی من بزل "اُسے بھی کھلا کر پیٹاب کرنا ہو"

۸۷ رد السلام بعد منجوعہ "اُس کے لئے کھلا کر پیٹاب کرنا"

۸۸ الہی عن الاستطافہ بالعظم "بڑی سے چھاننی کی ممانعت کا بیان"

۸۹ الہی عن الاستطافہ بالبروت "لہذا اگر برت استخوان کی ممانعت"

۹۰ انہیں عن الاستطافہ داخل من لثۃ الحمار "استخوان میں چھاننی سے منع"

۹۱ کثرت کرنے کی ممانعت"

۹۲ امر حصہ فی الاستطافہ بحجرین "استخوان و حجر میں سے کچھ ہارنا"

۹۳ باب المرصہ فی الاستطافۃ بحجر واحد "ایک ہی حجر سے احتیاء کی نصیحت کا بیان"

۹۴ الاسراء فی الاستطافۃ بالعلیاء ذون غیرہا "سرف حق کے ساتھ استخوان لے کر"

۹۵ مذکورہ میں بجزت"

۹۶ الامحاء بالماء "پانی سے استخوان کے پانی میں"

۹۷ شجرات کا لٹائی

۹۸ الہی عن الاستطافۃ بالنسب "دانت و نخوت استخوان کی ممانعت کا بیان"

۹۹ باب ذلک الیہ بالذکر بعد الامحاء "استخوان کے بعد اٹھ کر میں دانت لینے کا بیان"

۱۰۰ باب التوقیت فی الماء "پانی میں پانی کو نہ ہر کے"

۱۰۱ باب پیٹاب سے احتیاء کا جواب

۱۰۲ ترک التوقیت فی الماء "اگر میں پانی میں پانی کو نہ ہر کے"

۱۰۳ باب الخفاء بالماء "دانت جو پانی کا پانی"

- [illegible]

- ۲۹۰ باب الوضوء معا صیرت النبیؐ "اٹھ کر ٹہکی ہوئی چیز کھانے سے ضرور واجب رہے گا یہ سن"۔
- ۲۹۵ باب ترک الوضوء معا صیرت النبیؐ "اٹھ کر ٹہکی ہوئی چیز کھانے سے بعد وضو نہ کرنے کا بیان"۔
- ۲۹۸ التمسعة من النبیؐ "سننے کے لئے سونگ کرنا"۔
- ۲۹۹ التمسعة من النبیؐ "داد دینے کے لئے گلی کرنا"۔
- ۳۰۱ **ذکر ما یوجب الغسل وما لا یوجبہ**
- ۳۰۱ غسل الکافر اذا أسلم "کافر کا غسل کرنے تک وہ مسلمان ہو جائے"۔
- ۳۰۱ تفہیم غسل الکافر اذا أسلم "کافر جب مسلمان ہوئے گا اور کرتے ہوئے غسل کر لے"۔
- ۳۰۲ الغسل من موارد العشرک "شترک کو غسل کرنے کے بعد غسل کرنا"۔
- باب وجوب الغسل اذا لبس الثوبین "جب مرد اور عورت دونوں کے ساتھ کھانا کھا جائے
- ۳۰۳ فر غسل واجب ہوئے گا بیان"۔
- ۳۰۴ باب من لم یغسل من قبل یغسل من بعد"۔
- غسل المرأة ثری فی متاعها ما یرى الرجل "عورت پر غسل کرنا واجب ہو گا جب کہ وہ ثواب لیں
- ۳۰۵ وہیہ دیکھ کر جو دیکھا کرتے ہیں"۔
- باب الذی یحتلم ولا یرى الماء "انسان کے پرہیز کرنا کہ جو شخص خواب دیکھے
- ۳۰۹ اور پھر نہ دیکھے اور نہ پائے گا"۔
- باب الفصل من ماء الرجل وما العرق "مرد اور عورت کے قاتلے درمیان یا عرق یا شامہ بیان"۔
- ۳۱۰ ذکر الاعتصام من الجھن "بیش سے غسل کرنا بیان"۔
- ۳۱۱ ذکر الاغواء "الغواۃ" جو کہ عورت کے لئے عیش و عشرت کے واسطے بیان"۔
- ۳۱۲ ذکر اعتصام السجدة "سجدة کے غسل کرنے کا بیان"۔
- ۳۱۳ باب الاعتصام من العین "عین سے غسل کرنا بیان"۔
- ۳۱۴ باب العرق من دم الجھن والاعتصام "بیش کے خون اور اس کا نہ کرنے کا بیان"۔
- باب الجھن عن الاعتصام من الماء الدائم "انسان کے پرہیز کرنا کہ وہ پانی میں جھنکے
- ۳۱۶ غسل کرنے سے متعلق بیان"۔
- باب الجھن عن البول فی الماء الطراکد والاعتصام منه "نہر سے پانی میں ڈوب
- ۳۲۶ کرنے یا جھنکے پانی سے غسل کرنے کے منع کا بیان"۔
- ۳۲۷ باب ذکر الاعتصام اول الغسل "اول جب میں غسل کرے گا بیان"۔
- ۳۲۸ الاعتصام اول الغسل واخراہ "رات کے شروع ہونے پر عین میں غسل کرنا"۔
- ۳۲۹ باب ذکر الاعتصام بعد الاعتصام "غسل کے وقت پہلے کرتے کا بیان"۔
- باب ذکر القدر الذی یغسل به الرجل من الماء والغسل "پانی کی مقدار"۔

۳۲۶	یہ کہ قلم و قلم کے لئے جانی دے
۳۲۷	یہ کہ ذکر اللہ لاف علی اللہ لاف فی دلک "اے اللہ کے پاس میں ہوں اس بات پر لاف دیتی ہے
۳۲۸	کہ پانی کو شہد میں والی تھو پیش ".....
۳۲۹	یہ کہ ذکر اعتقاد الرحمن والہام من سنانہ عن امامہ "اے بات کے جو ان میں کہہ دو، یہی
۳۳۰	ایک بات ہے قلم ".....
۳۳۱	یہ کہ ذکر الہی عن الامتثال بغسل الحب "اے بات کے یوں میں کہ قلم کے لئے
۳۳۲	دے پانی سے قلم ".....
۳۳۳	یہ کہ ذکر حصہ فی دلک ".....
۳۳۴	یہ کہ ذکر الاعتدال فی الفصحی الی بعض فیج "جس بالہ میں ناگوہ میں ہے
۳۳۵	"اے قلم کے لئے قلم ".....
۳۳۶	یہ کہ ذکر ترک امر ذہن ضرور و شہادہ اعتقادہ عن الحدیث "اے بات کے یوں میں
۳۳۷	نہ کہہ دے پانی سے قلم ".....
۳۳۸	یہ کہ ذکر التمسک بالحدیث عند الاعتدال للاحرام "اے بات کے یوں میں کہ قلم
۳۳۹	دے ".....
۳۴۰	یہ کہ ذکر غسل مہرہ قبل ان مدخلیہ الاذان ".....
۳۴۱	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۴۲	یہ کہ ذکر عدد غسل البدن فی الاذان ".....
۳۴۳	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۴۴	یہ کہ ذکر غسل الاذن عن جسدہ بعد غسل مہرہ ".....
۳۴۵	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۴۶	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۴۷	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۴۸	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۴۹	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۵۰	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۵۱	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۵۲	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۵۳	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۵۴	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۵۵	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۵۶	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۵۷	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۵۸	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۵۹	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....
۳۶۰	یہ کہ ذکر قلم میں قلم ".....

۲۱۳	باب الوقت في الجاء
۲۱۴	باب النهي عن اتصال النجس في العناء الفانم
۲۱۵	باب صواء ماء البحر
۲۱۶	باب المجرورة من الفتح والرد
۲۱۷	باب منور النكس
۲۱۸	باب تعبير الاء بالقراب عن رله في النكس فيه
۲۱۹	باب منور الهرة
۲۲۰	باب منور الخنفس
۲۲۱	باب الم حصاة في فصل المراف
۲۲۲	باب النهي عن فصل وسوء المراف حرمت کے اس کے بعد ریل نہ یا سب اس کے استعمال کی ممانعت کیا جائے
۲۲۳	باب حصاة في فصل النجس
۲۲۴	باب القدر الذي يكتفي به الايمان من انشاء لغوصه والعسل
۲۲۵	كتاب الحيض والامتناع
۲۲۶	باب مذك الحبر ومن يستسني الحيض عنها في تركها كمال ما يفتي في الامتناع من كتاب
۲۲۷	ذكر الامتناع والامتناع والامتناع
۲۲۸	المارة نكحوا لغيره مملوكة نكحها كل شهر "اس مروت کے بعض کے کام پر مجبور مروت
۲۲۹	بكره الامتناع بوجاهة آراء کے لیے یا نكح
۲۳۰	ذكر الاقراء
۲۳۱	جمع الامتناع بين الصائم وغسلها اذا اجتمع
۲۳۲	باب المرق بس دم الحيض والامتناع
۲۳۳	باب انصاف والكثرة "ازداد كمالا في كماله من بعض بركا في كتاب
۲۳۴	باب حائل من الحائض وما يزل قول الله عز وجل ويسألوك عن المحيض قل هو اذى فاعتزلوا النساء في المحيض الا ذواته "باب يزل والمرت من اس مروت فانه يزل بانكسرت
۲۳۵	ازداد كمالا في كماله ويسألوك عن المحيض الا ذواته
۲۳۶	ذكر ما يجب على من في حال حيضه مع علمه بهي الله تعالى "اس بات کے بیان میں کہ جس نے حیض کی ممانعت کی یا اس کے خلاف کیا تو اس کی عبادت میں حجت نہ ہے
۲۳۷	کیا واجب ہے
۲۳۸	باب مضا حصة من نص في ثياب حيضها

۲۶۸	باب اغتسل الرجل وسهرأ من ... من الماء واحد ...
۲۶۹	باب امر حصص في ذالك "انما يثبت في اياه ... ان يان في كره او اذمرت ... ان يان في ...
۲۷۰	باب اغتسل من فصد ... فيها من العيش ... ففقد في ... ففقد في ... ففقد في ...
۲۷۱	باب امر ان يات ...
۲۷۲	باب امر ان يات ...
۲۷۳	باب امر ان يات ...
۲۷۴	باب امر ان يات ...
۲۷۵	باب امر ان يات ...
۲۷۶	باب امر ان يات ...
۲۷۷	باب امر ان يات ...
۲۷۸	باب امر ان يات ...
۲۷۹	باب امر ان يات ...
۲۸۰	باب امر ان يات ...
۲۸۱	باب امر ان يات ...
۲۸۲	باب امر ان يات ...
۲۸۳	باب امر ان يات ...
۲۸۴	باب امر ان يات ...
۲۸۵	باب امر ان يات ...
۲۸۶	باب امر ان يات ...
۲۸۷	باب امر ان يات ...
۲۸۸	باب امر ان يات ...
۲۸۹	باب امر ان يات ...
۲۹۰	باب امر ان يات ...
۲۹۱	باب امر ان يات ...
۲۹۲	باب امر ان يات ...
۲۹۳	باب امر ان يات ...
۲۹۴	باب امر ان يات ...
۲۹۵	باب امر ان يات ...
۲۹۶	باب امر ان يات ...
۲۹۷	باب امر ان يات ...
۲۹۸	باب امر ان يات ...
۲۹۹	باب امر ان يات ...
۳۰۰	باب امر ان يات ...



تقریظ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ابوسلمہ صاحب ظہن الرحمن مدظلہ حدیث دارالعلوم الاسلامیہ نقہ والہ ریاضہ کے محدث و مفسر ہیں۔
کی معتبر کتاب سنی سنائی کی شرح اردو میں تحریر فرمائی ہے ۲۸۰ صفحات تک ماسوائے ۱۰۰ کا مہسوطہ ثلثہ کردہ ہے جو خوب بہانے کے بعد
سنیوں کی کسی اصلاح پر بحث ہے جو مفصل ہے اور قدرے طویل ہے شریعت عربی زبان میں لکھا جاتا تو بہتر ہوتا الغرض مولانا کی
ہمت قابلِ داد ہے اس کتاب سے طلب اور اہل علم کو فائدہ پہنچائے۔ وماذا نلک علی اللہ بعزیز

ولی حسن

۱۸/۳/۱۳۹۸ھ



تقریظ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

آج کے حضرت مولانا فضیل الرحمن صاحب مدظلہ علم استاذ حدیث دارالعلوم الاسلامیہ نقہ والہ ریاضہ کے سنی سنائی کی مہسوطہ
شرن تالیف فرمائی ہے جس کا ایک مہتر بہ حدائق کو دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی امانہ اللہ بڑے عالمانہ مضامین جو افراد نے
تیرا جو حدیث کے ساتھ دو خطبہ دونوں کے لئے نافع ہیں، سنیوں کی پراکلیڑہ دو پوجہ میں سے کسی کی کوئی مہسوطہ شرح سوچ و فکر
ہے، میرے ہے کہ اللہ اللہ یہ کتاب میں غلام کو پر کر گئی، مدد ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نافع و مفید بنا کر دے اپنی دعا میں شریعت قبولیت
سے فواریں۔ آمین

الغیر محمد تقی عثمانی مدظلہ

مدظلہ دارالعلوم کراچی ۱۳

۱۸/۳/۱۳۹۸ھ



تقریظ حضرت مولانا مفتی محمد وجیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

حضرت مولانا فیصل الرحمن صاحب دار - اللہ یوسفیم اسناد حدیث دار احیاء علوم الدین خدو والد یار نے صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن ربیعہ کی ایک اردو شرح لکھی ہے اس کے مقدمہ اور شرح کے مقدمہ پر دیکھ سکتے ہیں کہ مطالعہ کرنے کی حقیر کو سعادت نصیب ہوئی یا شاد اللہ فیصل مفید ترین شرح لکھی ہے مسائل پر مفصل کلام ہے وجہات و تشریحات مختلفہ کو مع حوالہ کے نقل فرمانے کی سعی لی ہے اور جو باقی مفسرین و محققین ہیں جس کے مطالعہ سے شرح بخیر متعلقہ مسائل حدیث سے استفادہ ہو جاتا ہے اور مالہ کی ہر طرح شرح انسان کی سعی نہیں لکھی ہے اس غلام کو مولانا موصوف نے پر کیا ہے اللہ تعالیٰ موصوف کی اس سعی کو قبول فرمائیں اور باقی نام و عام فرمائیں اور اس شرح کی تحسین کی توفیق نصیب فرمائیں آمین ثم میں۔

امقران نام محمد وجیہ غفرلہ

دار احیاء علوم الدین یوم

۳/مقرالہ ۱۴۱۰ھ



پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین و سلام علی عبادہ النعمین

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ سلف نے اپنی مجتہدانہ شان و بخت دہی اور قوت فکر کی روشنی میں احادیث نبوی کی جو اصلی اور خبری خدمات کیا ہیں وہ ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کا اعتراف نہ کرنا بہت بڑی بے انصافی اور ناسپاسی ہوگی۔ جس طرح صحاح ستہ کی دوسری کتابوں بخاری، دو مسلم وغیرہ کی پیش بہا ضرورت قلم بند فرمائے گئے ہیں کاش کہ اسی طرز پر فن حدیث کی مستند کتاب سنن نسائی کی بھی کوئی مفصل شرح تحریر فرما گئے ہوتے تو سچ ہم جیسے حبی دانوں کے لئے اس کتاب کی تعلیم و تدریس میں گمراہ قد رساز و مسلمان فراہم ہو جاتا مگر انھوں اس سلسلہ میں کوئی مؤثر قدم اٹھایا نہیں گیا خاصوٹی سے گذر گئے اس لحاظ سے خدمت حدیث کا یہ گوشہ خالی نظر آیا بہت علامہ سیوطی نے ایک مختصر شرح بنامہ بر البرہی تالیف فرمائی جو آپ کے سامنے ہے اور علامہ سندھوتی نے مختصر ماہر علی سنن، نسائی مرسلہ فرمایا وہ بھی آپ کے سامنے ہے ہم مانتے ہیں کہ ان دونوں حضرات کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کیوں کہ ہم ان دونوں نے کور و اسباب سے استفادہ کرتے ہیں لیکن دور حاضر کے تفتیان علوم کی بیاسی، الجھانے سے قاصر ہیں کیوں کہ ان میں تفصیلی مباحث اور مسائل و مذاہب مختلفہ وغیرہ کے تذکرہ سے احتراز کیا گیا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وقت کی ضرورت اور مصلحت کے لحاظ سے اس مستند کتاب کی جدید طرز پر کوئی ایسی شرح زیر قلم لائی جانی چاہئے جو قدرے تفصیل کے ساتھ ان امور پر مشتمل ہو اور اس طرز کی شرح کی تحریر کے سلسلہ میں جو قدم اٹھایا جائے گا وہ میرے خیال میں نامناسب نہ ہوگا بلکہ دور حاضر کے طلباء کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لحاظ سے ان شاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

بہر حال تقاضائے وقت اور احساس ضرورت کی بناء پر یہ ربار دل میں خیالات آتے رہے کہ اس سلسلہ میں کوئی ناقص اٹھانے کی ضرورت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک طرف اپنی علمی کمزوری اور عدم صلاحیت اور دوسری طرف عدم ایجاب کی آمد واری کے سبب وقت کی تقبی میرے خیالات کو خاطر خواہ عملی جامہ پہنانے میں مانع رہی تاہم خدمت حدیث کی اہمیت اور عزیز طلباء کی خواہش اور بعض ائمہ علم حضرات کی فرمائش کے پیش نظر اس تہی دامن نے جنت باعدہ لی اور اس دشوار ترین منزل کے سفر کا ارادہ کر لیا جس کا سلسلہ جلد اول کے مسودہ کی تکمیل تک جاری رہا اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شرح نسائی کی جلد اول کتابت وغیرہ کے تمام مراحل سے گذر کر آپ کے سامنے آ رہی ہے، امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ شرح نسائی شریف کے علاوہ فن حدیث کی

دوسری کتابوں کے مثل مضامین وغیرہ میں بھی مفید ثابت ہوگی۔

آخر میں قارئین سے پادشہ گذراش یہ ہے کہ علمی سرمایہ سے جی رہیں زندہ ناقابل سے احادیث کے تراجم اور ان سے وابستہ مضامین اور کاموں مسائل کی تالیف و ترتیب میں اپنی بساط کی حد تک سخت محنتیں اور کاوشیں کی جس پھر بھی ممکن ہے کہ کسی جگہ ضبط و ترتیب وغیرہ میں غلطی ہوئی ہو لہذا جب آپ کی نظر سے اسکا جملہ گذرے تو اس کی اصلاح فرمادیں آپ کی اس خیر خواہی اور احسان کا بندہ ناچیز شکر گزار ہے گا اور آپ سے یہ بھی گذراش ہے کہ اپنی نیک دعاؤں کے ساتھ اس سب کا رُو بھی یاد رکھیں۔

احقر غلیل الرحمن غفرلہ ولوالدہ

۵۵/شوال ۱۴۲۸ھ



الحمد لله علی متواتر نعمہ و مرادف منہ حمد ابو حنیفہ لہذا مستحقا لفضلہ و استہمال طو لہ
و اصلی و سلم علی رسولہ خاتم النبیین و صفوۃ اصغیانہ محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین و

التعریف بالامام النسائی

امام نسائی رحمہ اللہ کا نام و نسب

امام موصوف کا سلسلہ نسب یہ ہے کہ آپ کا نام احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن عمر بن یزید انسانی الخراسانی ہے ابو عبد
الرحمن کہتے ہیں آپ حافظہ اللہ رب العزت کے لقب سے مشہور ہیں۔ (تہذیب ۲۶)

بعض مؤرخین نے ان کا نام احمد بن علی بن شعیب لکھا ہے مگر یہ درست نہیں ہے صحیح قول وہی ہے جو ابو یزید کو زوا اور اکثر
مؤرخین نے ہی کو نقل کیا ہے، نام موصوف کی تاریخ پیدائش میں اتوں ملتا نقل کیے گئے ہیں، علامہ بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ
۳۱۵ھ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور بعض علماء نے نام موصوف کی پیدائش ۲۲۵ھ لکھی ہے لیکن ان کا یہ قول غیر منقول ہے اس
لئے کہ حافظ ابن حجر نے امام نسائی کی تاریخ وفات جان کرتے ہوئے لکھا ہے ”و توفی بفسطاطین بوم الاثنين لثلاث
عشرة خلعت من صفر سنة ۳۱۵ھ“ کہ امام نسائی شہر فسطاطین میں بروز جمعہ ۱۳/ تاریخ صفر گذرنے کے بعد ۳۱۵ھ میں وفات
پا گئے مگر حافظ ابن حجر کے حوالے سے ان کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ”عاشی ای النسائی فماتوا و لمعاہین
سنة“ (تہذیب ۳۹)

اس سے امام موصوف کی عمر کا تعین ہو جاتا ہے کہ انھیں ۸۸ سال کی عمر پائی تھی، نیز علامہ ابن الاثیر نے امام نسائی کی
وفات ۳۱۵ھ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”ولہ ثمان و ثمانون سنة“ (المشذرات: ۲/ ۲۳۹) اس کے پیش نظر
۲۱۵ھ میں نام موصوف کی پیدائش کی صورت بھی درست نہیں ہو سکتی علامہ ابن حجر اور محدث مبارک پوری نے فقہ
الاحوزی صفحہ ۶۵ میں امام موصوف سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”و متبعہ ان یکون مولدی فی خمس عشرة
وصاتین“ اور غالب گمان ہے کہ میری پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی ہو اس عبارت سے ان بعض مؤرخین کا قول کہ جنہوں نے
امام موصوف کی پیدائش ۲۲۵ھ بتائی ہے غیر صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ ۲۱۵ھ یا ۲۱۵ھ کا رد بھی ختم ہو جاتا ہے اور واضح
ہو گیا کہ آپ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

جائے پیدائش

امام سنن کی مذکورہ تاریخ کے مطابق خراسان کے ایک مشہور تہذیب نوا میں پیدا ہوئے ائمہ سناؤ کوٹوں کے فتح اور مد کے ساتھ پڑھنا پڑھنا (جامع الاموال) ان کی نسبت کے وقت آخر میں یہ نسبت اتنی کر کے سنائی پڑھتے ہیں اور ان کی اسی طرف منسوب ہوا ہے بدل کر سنی بھی پڑھتے ہیں لیکن زبور و صحیح امام سنن کی ہے۔

شہر سناؤ کی وجہ تسمیہ

سناؤ کے معنی تانہ کے ہیں کہ جو تانہ کہ سناؤ لٹنی نامہ امر جس کا معنی ہے تانہ کرنا اب سناؤ کہنے کی وجہ بعض ملانے یہ بیان کی ہے۔ جب امامی لشکر خراسان میں پہنچا وہاں ملاقات کو جہاں کے دار پیدائش کرنے کا ارادہ ہوا تو اس کی خبر وہاں کے باشندوں کو پہنچی جسکی وجہ سے اس شہر کے تمام درجہاں مرحوب ہو گئے اس نے تمام سنی نسبت نہ ہوئی۔ سب بھاگ گئے اور ان کی غیر موجودگی میں وہ شہر غوثوں کا مسکن بن کر رہ گیا۔ چنانچہ علم میں کی جائے تھیں رستا کہ غوثوں سے قتال کیا جائے اس لئے حالات دیکھ کر وہ لینے کے بعد سر فرشتان اسلام نے اپنی مشورہ سے اس پہلو کو ترجیح دینی گھر وہاں کی غیر موجودگی میں غوثوں سے جنگ نہ کی جائے بلکہ اس کا حال ان کے دیکھ لوٹ آئے تھ ملتوی رکھا جائے۔ بعد ازاں اس پر غل و غبار جنگ ہو کر خرابی کا یہ بکریا بدین اپنے سر کر کے طرف دہاکی پہلے کے اسی جگہ سے وہ شہر سناؤ کے نام سے مشہور ہوا۔ لہذا اقبال لہستانی۔

طلب حدیث کے لئے سفر

امام موسوی بہت زیادہ چین و چین تھے ابتدائی قیام سے فارغ ہوئے کے بعد طلب حدیث کے شوق میں دور زیارت شہر کا سفر کیا جن میں تہذیب و اخلاق، تمام جہان اور خراسان شامل ہیں ان کو پہلے سفر خراسان کی طرف ہوا اور وہاں کے مشائخ کرام سے استفادہ کیا پھر بغداد میں قیام کرکے امام احمد اور امام حقیقہ کے پاس ایک سال دو در سے اور ان سے حدیث کا سارا کیا لیکن یہ سفر کثرت کی ناک کر کے، اختلاف ہے کہ محدث مبارک پر اپنی تمام سنائی۔ سے غور کرتے ہوئے لکھتے ہیں اپنی وحلیسی الاوسی النسی قتیبة ککانت فی سنة خمس و ثلاثین "مقدمہ نقل: ۶۶" کہ میرا یہ سفر یہ تہذیب کی طرف ۳۲ سال کی عمر میں ہوا اور علامہ ابی خلیفہ تہذیب میں لکھتے ہیں "رحل الی قتیبة و هو ابن خمسة عشرة سنة" الہدایہ صفحہ ۱۲۲ میں ماڈل ابن کثیر لکھتے ہیں "رحل الی الافاق و اشعل منماع الحديث والاجتماع بالانعة الحداق" بہر کیف ان اقوال سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام موسوی کی طلب حدیث سے کس قدر شغف اور لڑائی تھی دراصل یہی چیز ہے جو باعث مغرب کی تھی کہ انہوں نے اس مقدس تعلیمی کا خاطر میں نہ رکھتے۔ ان کا اختیار لکھنے اور ہر کتاب قلم کے مشائخ سے استفادہ کیا اور ان کے حلقہ درس میں بیٹھے اور احادیث کا تاریخ کیا اور ان سے روایت حدیث کی اجازت حاصل کی۔ بعد ازاں امام موسوی کو قیام قیون میں بصرہ و بہرہ تھی خصوصاً ان حدیث میں ایک امتیازی مقام حاصل کیا جس کی بدولت اپنے مہم کے حلقہ حدیث پر بڑی لے ملے۔

”كان السنائي اماماً في الحديث ثقة ثانياً حافظاً“ (البدایہ: امام دہ قطنی ان کی علمی صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں) ”ابو عبد الرحمن مقدم علی کل من يذكر بهذا المعنى من اهل عصره“ (الندوة: البدایہ: انبیلدب: امام ابو الاصلی لکھتے ہیں) ”هو الامام في الحديث بلا مدافعة“ (خاندان کثیر فرماتے ہیں) ”وكذا الک السنائي عليه خير واحد من الامة وشهد والده بانفصل والتقدم في هذا الشأن“ (البدایہ: ۱۱/۱۱۳) علامہ ابن ابی نجران فرماتے ہیں ”هو احق بالحديث وعسلف ورجاله من مسلم والنرمذی وابی داؤد وهو جار فی مصنف مسخاری وابی زرعة“ (توضیح الافکار) ”حاکم نے ان کے علمی مقام کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے ”سمعت بها الحسن لدار قطنی غیر مرة بقول ابو عبد الرحمن الامام السنائي مقدم علی کل من يذكر بعلم الحديث وبحجج الرواة وتعليقهم في زمانه“ ”القرطبي کہ امام و مصنف کے علمی و علمی کمالات کا اعتراف تمام محدثین اور اصحاب اشعیا کے یہاں مستم ہے۔

ایک مرتبہ امام موصوف نے مصر کا سفر کیا وہاں کچھ عرصہ تک قیام رہا اسی زمانے میں اہل مصر عرض استفتاء ان کے حلقہ درس میں شریک ہو کر تھے جس کی بدولت انہوں نے ان سے بڑا فیض پایا اور جب کبھی کوئی مقلقی اور پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا تو ان سے طالع لیا جیتے عرض کہ جب امام موصوف کے علمی فرائض سے محققان و رفقاء برحق جو اہل کلمہ ہونے لگے وہاں سے جا رہے تھے حافظ کلمہ بن گئے۔

درس و تقویٰ

امام سنائی کے علمی کمالات و اعتراف قریب ہی نے یہ ہے کہ کے ساتھ ساتھ علمی کمالات کا اندازہ حافظ محمد بن المنکدر کے اقوال سے بخوبی ہو سکتا ہے علامہ ابن ابی ان الفاظ میں بیان کیا ہے ”سمعت من صالح الحدیث بمصر اجتہاد السنائي في العبادة بالليل والنهار وأنه حرج المي المغزوم امير مصر هر صف في شهادته واقامته السنن المتواترة هي فداء المسلمين واحترامه عن مجالس السلطان الذي خرج معه“ (الندوة: ۲۴۱) ان کے علاوہ امام موصوف کی دیانت و تقویٰ کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ اتفاقاً کئی بات ہے کہ ایک مرتبہ امام سنائی اور آپ کے استاد عمارت بن مسکین کے درمیان دماغی تلخ گمان پیدا ہوئی تھی اس کے باوجود ضابطہ ملاقہ درس میں شریک ہو کر بیٹھے تھے اور کسی گوشہ میں بیٹھ جاتے تھے جہاں سے استاد کی تقریر بے تکلف سنائی جاسکتی تھی لیکن ان کے است و حادث بن مسکین کو ان کے حلقہ درس میں شریک ہونے کی کبھی اطلاع نہیں ہوئی تھی جب کہ جب کبھی امام سنائی اپنے شیخ عمارت بن مسکین سے کوئی حدیث اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں تو شدتاً درس اور تقویٰ کی بنام پر ”هكذا فرى عليه وانما سمع“ کے عنوان سے روایت کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر مشائخ سے ”حدثنا واخبرنا“ کے الفاظ سے روایت کی ہے اب غور کیجئے کہ امام موصوف اپنے استاد عمارت بن مسکین سے روایت کرنے میں کس قدر راضی و راضی کرتے تھے یہی چیز ان کے درس اور تقویٰ پر کافی شاہد ہے یہ جہت کہ علامہ سیوطی اور ابن الاثیر نے بیان کی ہے ابن الاثیر نے ایک اور جہت سے ترمذی یعنی قیل سے بیان کی ہے کہ عمارت بن مسکین کو

شیر ہوا تھا کہ شاید یہ بارشاد کا چہرہ اس سے کیوں کہ نہ سناؤں گے سر پر ہونی ٹوپی اور بدن پر طولی جبہ تھا جس کی وجہ سے انہوں نے آپ کو ملحد دین میں آئے سے روک دیا تھا پھر بھی روزانہ آتے تھے اور روزانہ وہی آؤ میں بیٹھ جاتے تھے اور خود کو نہیں پڑھتے تھے لیکن دوسرے ساتھی جو شیعہ کے روز و افراط کرتے تھے اسے غارت سے تن لیا کرتے تھے اس لئے عمارت بن مسکین سے روایت حدیث کے بات "حدثنا واخبرنا" انہیں کہتے ہیں بلکہ "فكذلك قرئ، والاسمع" کے الفاظ سے روایت کرتے ہیں یعنی عمارت بن مسکین کے سامنے چڑھنا، اور میں سن رہا تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

عادات و ازواج و اولاد

اہم وصوف کی چار نیوایاں اور کئی اونڈیاں تھیں لیکن انہوں نے ان کی اولاد کا کوئی تذکرہ نہیں کیا البتہ ماخذ ابن حجر نے آپ کے شاگردوں میں آپ کے ایک بیٹے کا نام ذکر کیا ہے جس کا نام عبدالمکریم ہے آپ کے بیٹے نہیں کہاں استعمال کرتے اور عبدو خوراک مرغوب تھی خاص کر مرغی کا گوشت جس سے آپ کی معاشرتی و معاشی زندگی کا نمایاں اوتا معلوم ہوتا ہے امام موصوف ہمیشہ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز افطار کرتے تھے اور خوش حال اور خوش مزاج تھے۔

تصانیف

اہم موصوف کی جن کتابوں تصانیف کا جس علم سے تعلق ہے وہ درج ذیل ہیں (۱) اختصاص علی (۲) الفضائل صحابہ (۳) مسند علی (۴) مسند مالک (۵) کتاب التفسیر (۶) کتاب المدلسین (۷) کتاب التبعیہ و التبعیہ (۸) کتاب الاخوة (۹) مسند منصور بن ذر از (۱۰) المبخیة السنی (۱۱) ما غریب شعبہ علی سفیان و سفیان علی شعبہ (۱۲) اسماء الروا (۱۳) التفسیر حیح، علامہ جزائری اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ولہ مسامک ألفها علی مذهب الشافعی" (۱۴) کتاب الحرج و التعلیل (۱۵) السنن الکبریٰ (۱۶) السنن الصغریٰ التمسیم بہ المبحثی۔

الجبلی کی وجہ تالیف

علامہ سید عبدالحق دہلوی نے فرمایا کہ امام سبکی نے پہلے ایک کتاب لکھی جس کا اسم السنن الکبریٰ ہے یہ کتاب بڑی ضخیم تھی لیکن بیان مختصر اور طریق حدیث کے بیان کرنے میں بے تکیف و بعض غلطیوں سے یہ بھی مقول ہے کہ جب امام موصوف اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو امیر مدینہ کو یہ کتاب بطور ہدیہ پیش کی امیر نے ان سے پوچھا کہ اس کتاب میں کتنی احادیث ہیں سب صحیح ہیں تو امام موصوف نے جواب دیا کہ اکثر احادیث صحیح ہیں اور بعض منقول ہیں جس پر پھر اس امیر نے عرض کی کہ آپ ایک ایسی کتاب لکھیں جس میں تمام احادیث دیے جن کی اصل و راویاں کلام نہیں کیا گیا ہو صحیح ہو جائیں تو امام موصوف نے الجبلی تالیف کی جس کے اندر تمام صحیح احادیث جمع کر دی گئیں خود امام موصوف کہتے ہیں "المنتخب المعتمدی صبیح کلمۃ" اور اس کتاب کو سنن مغربی بھی کہا ہے اور اس تفکاتی میں جس میں سنن سبکی کا درجہ جاری ہے یہ دونی کتاب ہے تو جب پھر میں کرامہ رواہ

کتبِ مخالفین میں ضعیف احادیث کم ہیں "لا سیما الساسی لائقا الفہام بعد التصحیحین حدیث ضعیف" (نوحیہ السطر ۱۵۲) اس سے معلوم ہو کہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث پر بحث کا اطلاق نفاذ کم: "ہے احادیثِ ضعیفہ کے بدلے ان طرح ان اصحاب نے بھی کتبِ مخالفین میں شام کی ہے لیکن علامہ زکریا علی بن ابی الصراح میں لکھتے ہیں "وتمسحہ الکتاب الثلاثة صحیحنا اما باعتبار الاعطب لان عاصمنا لمصاح و احسان وہی ملحقہ بالمصاح وانضعف منها التحقی بالحسن فاطلاق لصحة علیہا من باب التغلب" (مقدمہ زہر الریسی) (الفرش صحیحین کے بعد پانچویں دوسری کتابوں کے سلسلہ نمائی ایک جامع کتاب ہے اور محنت سے تریب تر ہے کیوں کہ اس میں حدیثِ ضعیف اور مجروح راوی بہت شائع ہیں۔

شرائطِ امامِ انسانی

تخریجِ حدیث سے متعلق امامِ انسانی کی شرائط بڑی اہمیت کی حامل ہے چنانچہ فقہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ تخریجِ حدیث کے سلسلہ میں امامِ انسانی کی شرائط امامِ مسلم سے بھی زیادہ سخت ہیں نہ انکا ابو الفضل میں ظاہر ہے کہ امامِ انسانی میں تین شرطیں احادیث ہیں۔ (۱) وہ احادیث جو صحیحین میں ہیں۔ (۲) وہ احادیث جو اپنی شرائط کے مطابق صحیح ہیں اور امام دہلوی نے کہا کہ ایت در حال کی احادیث جو انصارِ سند کے ساتھ مروی ہوں اور ان میں اضطراب اور امال کا شبہ بھی نہ ہو اور حفاظہ حدیث کا ان کے ترک کر دینے پر اتفاق بھی نہ ہو تو امامِ انسانی کی شرط پر وہ احادیث صحیح میں شمار ہوں گی جن میں اس طریق کی حیثیت اس طریق کے برابر نہ ہوگی جس کی بنیاد پر بخاری و مسلم نے صحیحین میں تخریج کی ہے۔ (۳) وہ احادیث جن کی محنت کا یقین کئے بغیر اپنی کتاب میں درج کی ہیں اور سہولت سے نہ تھوڑی سی علت بھی نقل دی ہے تاکہ اہل علم پر غلبہ نہ رہے لیکن سوال یہ ہے کہ امام موصوفہ ایسی روایت اپنی کتاب میں کیوں مانتے ہیں؟ جو جواب یہ ہے کہ ان کا مسلک یہ تھا کہ جب وہ کوئی صحیح روایت نہ پاتے تو ضعیف روایت بھی کر دیتے "لانه اقلوی عندہ من رآی التوجیل" (مقدمہ زہر الریسی) کیوں کہ امام موصوفہ کے نزدیک رجال کی رائے سے وہ حدیث ضعیف کو مستحکم قرار دیتی تھے اس لئے کہ حفاظہ کے قیام کے لئے وہ اسی کو روایت کرتے ہیں اور انہوں نے اس کے ساتھ احتجاج بھی کیا ہے اس لئے امام موصوفہ نے اپنی سنن میں اس قسم کی روایات بھی درج کر دی ہیں مگر کمالی تقویٰ اور احتیاط کی بنا پر ان کی علت کی طرف شک نہ ہی کر دی ہے تاکہ اشتباہ باقی نہ رہے، حافظ ابن الصلاح نے ابن مندوی سے نقل کرتے ہوئے لکھ ہے کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد البہادری سے کہتے ہوئے سنا "کان من مذهب النہدی ان یخرج عن کل من لم یجمع عنہی فرقہ" یعنی امامِ انسانی کا مذہب یہ تھا کہ وہ ہر ایسے راوی سے تخریج کرتے جس کی روایت کے ترک پر حفاظہ کا جناح نہ ہو اور اس لئے وہ ابو الفضل عراقی نے فرمایا "وہذا مذهب منہج" (مقدمہ زہر الریسی) لیکن یہاں پر کتاب سے بھی اہم امور ایسے ہیں کہ ان کتاب نامہ مراد ہے چنانچہ حافظ ابن خلدون نے ابن الصلاح سے اس مسئلہ سے نقل کر دیا کہ وہ امام پر تہمید کرتے ہوئے اس کی وجہ دیتے ہیں کہ "فان ارادہ انک اجماعا عاصما" یعنی امامِ انسانی کی مراد اس اجماع سے نہیں کہ اس اجماع ہے نہ کہ اجماع عام، دراصل اس صورت کے اختیار کرنے کا سبب یہ ہے کہ بخاری و دہلی کے

(۴) طرق ہذا روایت کی ثواب و نہایت کرتے ہیں اور اختصاراً اب الفاظ کو غور سے سمجھتے ہیں جیسا کہ اس مسئلہ کا انداز ہے۔ (۴) یہ اوقات یعنی حدیث پر بھی گفتگو کرتے ہیں اور آپ پہلے حدیث میں غیر معمولی حکم حاصل تھا حافظہ زہنی نے آپ کو اس فن میں امام بخاری اور یوزر مدگار جیسے قرار دیا ہے۔ (۵) کابو و دروات کے اسامہ و احباب اور کتب کے ابہام کی وضاحت و راویوں کے فقر و غنیمت کے تحت و عدم تحت بحث کا بیان اسامہ و عدم اسامہ ذکر، حدیث کے مرسل، متصل، ضعیف و منکر کی تفصیلی اور الفاظ غریبہ کی توضیح بھی کرتے ہیں ان مقامات کی توضیح گلے منوں سے ذیل میں کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

وہ مواضع جہاں امام موصوف نے فنی حیثیت سے کلام کیا ہے

(۱) آپ بسا اوقات مشیت رسول کی توضیح کر دیتے ہیں چنانچہ کتاب الحج (۱/۱۶۷) میں ایک حدیث کی سند اس طرح بیان کی: ”خبرنا ابو داؤد حدثنا مسلم بن ابو اہیم قال حدثنا اسماعیل بن قاسم عن محمد بن واسع الخ“ اس کی روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن مسلم بن قاسم ہیں ”اسماعیل بن مسلم ثلاثہ ہذا احمد لا ماس بہ اسماعیل بن مسلم بن قاسم بروی عن ابی الطفیل لا بأس بہ واسماعیل بن مسلم بروی عن ابو ہریرہ والحسن مثنو ک الحدیث“ ”اسی طرح سنائی (۲/۱۸۸) میں عید اللہ بن عبد الجبار اہل غلی سے روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں ”ابو علی المحسبی ہم اربعۃ اخوة احمد ہم ابو بکر و شریک و بشر و آخر“ اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں میں نے نمونہ کے طور پر صرف دو مثالوں کے ذکر پر اکتفا کیا۔ (۲) کبھی کبھی مشکل الفاظ کی وضاحت کرتے ہیں مثلاً حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ”جاءتہ فیہ یوم یوم“ ”فہ کورد الشکال عن الخلیل الخ“ ”فعل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ”الشکال من الخلیل ان یکون نبت فوائہ مجعلة و واحدہ مطلقہ او یکون اختلافہ مطلقہ و رجل معجلة و لیس الشکال الا فی رجل ولا یکون فی الہد“ (۲/۱۰۵)۔ (۳) سنن سنائی میں جو روایت زیادہ عریضہ سند سے مروی ہے، وہ کتاب الصلوٰۃ میں ہے جسے ”الفصل فی قراءۃ قل ہو اللہ حد“ کے ترجمہ کے تحت نقل کیا ہے اور اس میں ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے مروی ہے ”پہری سند وہاں ماخذ ہے کہ اس کے بعد فرماتے ہیں ”لا اعرف سنداً تطول فی ہذا“ (۱/۱۲۰)۔ (۴) بسا اوقات ایک حدیث نقل کرنے کے بعد اس کے مرسل و متصل ہونے کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جس کی اساتذہ رضائیں میں ہیں مثلاً ”باب تسویۃ القیام و الرکوع و القیام بعد الرکوع الخ“ کے تحت حضرت زید بن خالد روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”ہذا الحدیث عندی مرسل و طلحہ بن یزید لا اعلمہ سمع من حذیفہ شیبنا و غیرہ العلاء بن المسیب قال فی ہذا الحدیث عن طلحہ عن رجل عن حذیفہ“ (۱/۲۶۶) لیکن یہ روایت منقطع ہے نہ کہ مرسل اچھا کہ اس موصوف فرمادے ہیں یہاں یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ بعض اصولیین تو مرسل اور منقطع کے درمیان فرق کرتے ہیں اور بعض اسے ہی مثنوی پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام اور علامہ سیوطی نے اس کی تصریح کی ہے۔ اس طرح علامہ جزائری فرماتے ہیں ”وہذا اطلاق المرسل علی المنقطع من لسان الحدیث ابو زرعة و ابو حاتم و الدارقطنی“ ”(توجہ النظر ۳۷۳) تو ان حضرات کے قول سے معلوم ہوا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کا

اطلاق دوسرے پر کیا کرتے ہیں اور امام سہروردی کے اس طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی ان محدثین کے ساتھ ہیں جو مرسل اور متقطع کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے، اسی طرح کتاب الہیاء (۱/۲۱۷) میں ایک جگہ جو بنی بنی بنی بنی سے روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے حالانکہ یہ متقطع ہے اس لئے کہ روایت اور تکرار کے درمیان سے ایک روایت ساتھ ہو یا نہ ہو لیکن امام سہروردی مرسل فرما رہے ہیں اسی طرح چند صفحات آگے ہیں کہ حضرت صفہ بن یحییٰ سے روایت "لا صباہ نس لم یجمع الصیام فی الفجر" نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "وہذا من الحسن بن علی بن ابی حمزہ" امام مالک نے اسے بطریق مرسل روایت کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس روایت مرسل کو نقل کر دیا "الحال الصحاح من مسکین فراء علیہ واما السمع عن ابن القاسم قال حدثنی مالک بن انس عن ابن شہاب الزہری عن الزہری عن عائشة وحفصہ وحسیۃ عن عائشہ منہ لا یصوم الا من جمع الصیام فی الفجر" حالانکہ یہ روایت ہے، مالک نے اپنے شاگرد ابن شہاب زہری کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے متقطع ہے نہ کہ مرسل تو ان شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصحابی کے نزدیک مرسل اور متقطع میں کوئی فرق نہیں ہے، "وہذا معلوم بالنسب" (۵) وہاں روایت کی صحت و سقم کی وضاحت کرتے ہیں جیسے باب الفجر میں اس کے تحت پہلے بواسطہ ابن ابی نعیم، عطاء بن ابی حریزہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی پھر بواسطہ یحییٰ بن سعید بن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اس کے بعد کہتے ہیں "وحدیث یحییٰ بن سعید ہذا اسنادہ حسن وهو منکر واحاط ان یكون العلط من محمد بن فضال" اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت "فمن سحر وان فی السحر بركة" بطریق ابن ابی علی بن عطاء بن ابی حریزہ رضی اللہ عنہما سے صحیح ہے اور محمد بن فضال نے اسے بھری گئی بنی سعید بن ابی سلمہ بن ابی حریزہ رضی اللہ عنہما سے بیان کرنے میں خفا کیا ہے اس مثال سے ایک اصول مسئلہ واضح ہوتا ہے، "وہی کہ محدثین تراجم پر بھی تحریر طلاق کرتے ہیں چنانچہ ماذا ابن اسحاق فرماتے ہیں "واطلانی المحکم علی الفجر بالرد والکافۃ والتشدد و هو خود فی کلام کثیر من اهل الحديث" (مقدمہ ۷۶) در شاہ اسماء الکتاب میں لکھتے ہیں "فقد اطلق الامام احمد والسمانی وغیر واحد من الفقہ لفظ الصکر علی مجرد الفجر الذی لا متابع له فیحمل هذا علی ذلک" (ترجمہ ابن ابی نعیم) علاوہ اس کے حنفی میں بھی کتب ابوداؤد، ترمذی، اور بیہقی سے اس کی مثالیں مل جاتی ہیں اور سنن ابی داؤد میں اس کا نقل کیا ہے جسے اس کی مثال ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے باب الفجر (۱/۲۵۵) میں احمد بن محمد بن اسحاق سے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے کے بعد اور اسی طرح (۲/۲۳۰) میں باب الفجر کے تحت برائیم بن حسن کی سند سے حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے نقل کرنے کے بعد اس پر منکر کا لفظ متحمل کیا ہے۔ (۱/۶۶) امام سہروردی نے متقی میں اسنن الکبریٰ کے خلاف قول کیا ہے چنانچہ باب کیف صلاؤہ فی الخلیل (۲/۲۲۶) میں حضرت ابن عمر کی روایت سلو و الخلیل والشارحی شیخ کے بعد لکھتے ہیں "ہذا الحدیث عندی خطا والله تعالیٰ اعلم" حالانکہ اسی روایت سے بعض اسنن الکبریٰ میں فرمایا ہے اسنادہ جید

(السلخیص: ۱۱۹)۔ (۷) سنن نسائی کو اگر دیگر کتب حدیث کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ہمیں بعض مقامات ایسے ملتے ہیں جن میں امام موصوف نے دوسرے محدثین سے اختلاف کیا ہے چنانچہ باب الفسوق بین الجبص والاستحسان (۶۶/۱) میں فاطمہ بنت ابی شحس کی روایت کے بعد فرماتے ہیں ”وفد روی هذا الحديث غير واحد عن هشام بن عروة ولم يذكر فيه ونوضي غيرو حماد والله اعلم“ حالانکہ ہمارے ذیل لفظ توفیقی کے بیان کرنے میں حضرت انس بلکہ ان کی متابعت امام ابو حنیفہ، ابو سعید، ابو یوسف اور ابو حمزہ رحمہم اللہ سے ثابت ہے امام ابو حنیفہ کی متابعت کا ذکر توفیقی میں ہے اور ابو سعید کا ذکر ترمذی میں اور ابو یوسف کی متابعت امام غیاثی نے کتاب فروع علی انکار ابنی میں سند جدید کے ساتھ بیان کی ہے اور ابو حمزہ اسلمی کی متابعت کا ذکر صحیح ابن حبان میں ہے اسی طرح حماد بن سلمہ نے بھی ان کی متابعت کی ہے جس کا ذکر دارقطنی میں ہے (الجبوه النقی: ۱/۲۴۴۔ السلخیص العجیب: ۶۲۔ نصب الراية: ۶۲) میں ملاحظہ کیجئے اسی طرح باب کیف صلوة قناتہ (۲۴۵/۱) میں حضرت عائشہ کی روایت کے بعد امام نسائی فرماتے ہیں ”لا اعلم احداً روی هذا الحديث صبر ابی حازم الحنفی وهو ثقة ولا احسب هذا الحديث الا خطأ والله اعلم“ حالانکہ ابو داؤد اس حدیث کے بیان کرنے میں منفرد نہیں جیسے امام موصوف فرما رہے ہیں بلکہ محمد بن سعید بن ناہصہ ہانی سے اس کی متابعت ثابت ہے جیسے ابن فرید اور یحییٰ نے ذکر کیا ہے ہر ایک سنن نسائی میں اس قسم کے متعدد مواضع ہیں جہاں امام موصوف نے دوسرے محدثین سے اختلاف کیا ہے۔ (۸) بحوالہ کتاب امام موصوف ایک روایت پر جرح قدرح کرتے ہیں لیکن چونکہ روایت مختلف فیہ ہے اس لئے اپنے قول کی تائید و تقویت میں دوسرے ناقدین سے بھی جرح نقل کرتے ہیں چنانچہ (۱۲/۲) لفظ یہ نقل یوم الترویہ کے تحت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں ”قال ابو عبد الرحمن ابن خثیم لبس بالغوی فی الحديث وانما اخرجت هذا لئلا يجعل ابن جريج عن ابی الزبیر وما تھبطه الا عن اسحق بن زھریہ ابن ابی اھیم ومحمی بن عبد القطان لم يترك حديث ابن الخثیم ولا عبد الرحمن الا ان علي بن المدینی قال ابن الخثیم منكر الحديث وكنى علي بن المدینی خلق للحديث“ یہاں امام موصوف نے اپنی جرح کی تائید میں علی بن مدینی سے بھی ارفع و اخف تسلیم کیا گیا ہے اس کے باوجود اس قدر مقام اور منکر الطبع تھے کہ جہاں کہیں کسی بات کا پتہ نہ چلا تو اس کے متعلق بے تکلف صدمہ ظمہ اٹھا کر فرمادیتے چنانچہ باب انھما علی الذکاح کے تحت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت ”خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم على بعض فية“ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں ”فلم انهم فية كما

دوت یعنی میں اپنی منشاء کے مطابق غلط فہم کا معنی سمجھتا ہوں۔ کما در حقیقت یہ عدم علم بھی جگہ آپ کے تقویٰ اور فعال عمل پر ایک دلیل ہے۔ (۶۷/۲)۔ (۱۱) سنسالی میں بعض مقامات پر کچھ تکرار ملتا ہے چنانچہ آیات الصوفیت ہی العلماء، سور الکعبہ وصور انہرہ "کا بیان کتاب الطہارۃ میں آیا ہے اور پھر آئے ہیں کہ کتاب البیاد میں بھی ان کا ذکر آیات اس کے علاوہ اور بھی کر رہا ہے۔ اب وہ اصل بات یہ ہے کہ ابواب کا یہ تکرار کنایتی و انگریزی کے قیاس سے ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ایسے ابواب کے متعلق لا منسائی نے سنسالی انگریزی و انگریزی کی وضاحت کر دی ہے لہذا یہ تکرار اعتراض اور قیامت کا موجب نہیں ہے۔

امام سنسالی کا مسلک

خدا رب تعالیٰ نے طہارت شافعیہ میں امام موصوف کا ذکر قائم کیا ہے اس سے بعض لوگوں نے آپ کو شافعی مسلک کہا ہے یہی مخرج آپ نے جو ایک کتاب نام کتاب السنک لہم شافعی کے مسلک پر لکھی اس سے آپ کے شافعی ہونے کا شہرہ ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب علامۃ الجزری نے لکھی یہ کوئی پختہ کتاب نہیں جس سے آپ کو شافعی کہا جاسکے کیوں کہ دوسری طرف ابن حنیبلہ نے آپ کو حنبلی بتایا ہے جیسا کہ علامہ کشمیری فرماتے ہیں "السنسالی وامو دازد حنبلیان صرح بہ، لحاظ ابن تیمیہ" (فیض الناری) تو کیا اس بیان پر آپ کو حنبلی کہا جائے گا نہیں بلکہ وہ اس حدیث سے کسی خاص امر کی تفسیر نہیں کرتے تھے البتہ کثرت موافقت کی وجہ سے امام شافعی کی طرف منسوب ہوئے تھے چنانچہ علامہ جزری لکھتے ہیں "واہام مسلم والفریاض والسنسالی وابن ماجہ وابن عزییمہ وابو یعلیٰ ولبزار ونحوہم فہم علیٰ مذہب اہل الحدیث یسوا علیہم لہم ائمہ بعینہ من العلماء ولاہم من الائمة المجتہدین علی الاطلاق بل یعلیون الی قول ائمہ الحدیث کانتشافہی واحمد واسحق وامی عبد وامثالہم" (نوحہ النظر: ۱۸۶) اور اگر امام موصوف بقول ابن الاثیر کتاب السنک لکھتے ہیں شافعی ہیں تو کیا انہوں نے اپنی اس میں دوسرے ائمہ کی تائید نہیں کی چنانچہ سنسالی شریف کی ابتدا میں کتاب الاقرام میں ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ امام موصوف فاطمہ بنت ابی کوش کی مشہور روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "ہذا الدلیل علی ان الاقرام حیض" "اور یہی مسلک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے کہ قرآن سے مراد انہی ہے کہ کثیر فی طرق کتاب الطہارۃ (۶۷/۱) میں "الفرعۃ فی الشراک بالعی فی اللہانم" کا عنوان قائم کیا ہے جو روزوار کے لئے زوال کے بعد مسواک کی عدم کراہت پر دلالت کرتا ہے اور یہی مسلک شافعی کا ہے جب کہ امام شافعی کے نزدیک زوال کے بعد روزوار کے اوسط مسواک کرنا مکروہ ہے۔ کیا امام سنسالی کو بعض مسائل میں حنبلی کی موافقت کی بناء پر حنبلی ہیں گے ہرگز نہیں بلکہ اصل بات یہی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ اور علامہ جزائری نے فرمائی ہے کہ امام موصوف مجتہد تھے اور جزئیات میں ان کی حدیث کی طرح احادیث کے مطابق عمل کرتے تھے اور جن اثر کے مسلک کو کتاب دست کے قریب پاسے میں لایا تھا اور موافقت فرماتے تھے۔ (واللہ اعلم)

یہ نام سنائی پر حضرت مکرہ روئے روئے نے جو شیخ کا انرا سب سے پہلے نام لکھا ہے وہ بھی نہیں لکھا کہ ان سے یہ بات کہیں سنوئی نہیں کہ حضرت علی ؓ حضرت عثمان ؓ سے افضل تھے مگر یہ اس کے رد و افس تو نہیں۔ سے دشمنی رکھتے ہیں لیکن نام سنائی اپنی سن میں شیخین کے اقوال کو جلد نہایت محبت سے بیان کرتے ہیں چنانچہ سنائی (۲/۲۳۱) میں "الرجل یبع السعة فیسحق مسحقی" کے تحت حضرت سید بن جبیر کی حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں "والفقیہ بذا الک ابو بکر و عمر ؓ" یعنی ابو بکر و عمر ؓ نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہے پھر اس کے ساتھ ہی اگلے صفحہ پر فرماتے ہیں "(انہ نقل کرنے کے بعد)" "ثم فقیہ بذا الک ابو بکر و عمر و عثمان ؓ" یعنی حضرت ابو بکر و عمر و عثمان ؓ نے ایسا فیصلہ کیا ہے پھر ترجمہ باب الحدیث العلم بالفضل (۱/۱۲۶)۔ تو نام سنائی پر لکھا ہے کہ "ابو بکر و عمر و عثمان ؓ نے ایسا فیصلہ کیا ہے پھر ترجمہ ابو بکر و عمر و عثمان ؓ کی نامت کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں "فالوا بعد بالذات فی فضلہما بکر" تو کیا ایسے صحیح اصح استہار کے، جو آپ کی طرف شیخ کی نسبت درست ہے ہرگز نہیں۔

(قد ثبت توحیدہ انسانی و حمدہ اللہ)

واضح رہے کہ یہ ترجمہ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقدمہ زہری اور مولفین سہان سے، خود ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الذابیح الامام العالم الربانی الرحلة الحافظ النجعة القصدانی ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب بن علي بن يحيى النعماني قال بل قوله عز وجل اذا فُتِنْتُمُ اِلَى الصُّلُوْا فَاَعْسِلُوْا اَوْ جُوهَكُمْ وَاِيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَعْرَافَةِ

احسننا فقيہ بن سعید قال حدثنا سفیان عن الزهري عن ابی سلمة عن ابی هريرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استيقظ احدکم من نومه فلا یغسل یدیه فی وضوئه حتی یغسلها ثلاثا قال احدکم لا بدوی ابن ثابت یسده

امام نسائی نے اپنی کتاب سنن کو اسم اللہ سے شروع فرمایا نہ کہ محمد سے اس کی کیا گنجائش ہے اس کی تمہید و جہد ہیں ایک توحید مصنف نے امام رب رسول ﷺ کی اس مستند اور معتبر کتاب کی ابتداء میں حضور ﷺ کے ان خطوط مبارک اور فیوض کی پیروی کی ہے جو رسالت واجبہ ﷺ نے مسلمانان اسلام کی طرف لکھ کر بھیجے تھے کیوں کہ ان کی ابتداء اسم اللہ سے فرمائی، مرنے والے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو خط ملک سہار کو لکھ کر اس کی ابتداء اسم اللہ سے ہوتا قرآن سے ثابت ہے اس لئے قرآن حکیم کے آغاز میں اپنی کتاب کی ابتداء اسم اللہ سے فرمائی تھی یہ کہ ایک حدیث میں آیا ”اکمل امر ذی بان لا یمدافہ سہ اسم اللہ فهو اقطع ای قلیل البر کذا“ یہ حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے ایک روایت میں محمد اللہ ایک اور روایت میں بذكر اللہ مروی ہے اس حدیث کو بعضوں نے ضعیف کہا اور بعض محدثین نے صحیح کہا لیکن سب سے راجح قول وہ ہے جو شیخ نان احمد بن مکی نے طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں حاشیہ میں اصلاح سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن کے درجہ میں ہے جو صحیح سے نیچے ہے اور ضعیف سے اوپر ہے اس کی سند میں فرقہ بن عبد الرحمن ہے بقول امام نسائی ان کی متابعت میر بن عبد المعز نے کی ہے اور محدثین اور فضلاء میں معمول ہے ہر حال حدیث نو ایک ہے مگر الفاظ اس کے مختلف ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تم بائیں کا نام کو ذکر اللہ سے شروع کیا جائے خود اسم اللہ کی صورت میں ہو یہ محمد کی صورت میں یا ان دونوں کے علاوہ اور کوئی ذکر الہی سے شروع کیا جائے ہر حال حدیث مذکور پر عمل نہ جائے گا تو مصنف نے اس حدیث پر نظر رکھتے ہوئے اپنی کتاب کی ابتداء اسم اللہ سے فرمائی یہ نہایت پر ایک بات قابل ذکر ہے کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ حدیث مذکور ایک حدیث نہیں بلکہ وہ اختلاف لفظ کی وجہ سے متعدد احادیث سمجھے جیسے میں چار انہوں نے معنی کی شکل نکالنے کے لئے ابتداء کی اقسام ایہاں دی ہیں کہ بعض الفاظ کو تعلق پاو بعض انصافی اور بعض کو عرفی پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ سب مختلف سے ملی نہیں ان حدیث اور اس کے قواعد سے غلطی کا نتیجہ ہے اور ان کی تحقیق کا یہ اعداد احادیث کے تصور ہے حالانکہ ان کو اس کی تہ نہیں کہ حدیث واحد ہے مگر اختلاف لفظ میں ہے لہذا

نکھایے کہ حافظہ و محدث جسے احادیث تبریہ کی بہت بڑی تعداد پائی یاد ہو، جیسے اصطلاح صحابہ میں، اور عالم جس کو شیخ اور محدث کے ساتھ تین سو حدیثیں معلوم ہوں اور وہ ان حدیثوں کے راویوں کے احوال سے عین وحدیثیں اور تاریخ کے اعتبار سے واقف ہو۔

الصمدانی... یہ مصر سے، خود ہے جس کے مثنیٰ قصہ کرنے کے ہیں یہاں اس کے مثنیٰ ہیں "هو السبل الی بصمد لیدی الامور" یعنی مردار کو کھینچنے میں جس کی طرف ہم نہ وہ مشکل موز میں رہنا کر رہا ہے۔

تروییل قولہ عز وجل "انما نعبد الی النضرۃ الخ" یہ عمران غزوہ جس کے ہے اور آنکھ کے ابواب غزوہ فصل کے ہیں، کتاب کے شروع میں قرآن کریم کی آیت سے یہ آیت پیش کی ہے اس سے مختلف اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ کتاب اہل ہر دو میں وضو کے بارے میں جتنے کام ہیں ان کی بیان کئے جائیں گے، وقت کے تمام ہی آیت کی تفسیر و تشریح سمجھے جائیں گے۔

آیت کا ترجمہ اور اسکی مختصر تشریح

سے ایمان والوں جب تم نماز کرو گے یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو (تو وضو کر لو مثنیٰ اپنے پیروں کو دھو لو اور اپنے ہاتھوں کو بھی دھو) سمیت (وضو) دوسرے (بھیک) ہاتھ پھیر دو اور اپنے پیروں کو بھی دھو سمیت (وضو)۔

(جہاں التقرآن)

آیت میں کھڑے ہونے سے مراد ہے کھڑے ہونے کا ارادہ کرنا جیسے آیت "وإذا قرأت القرآن فاستعذ بالله" میں قرآن پڑھنے سے مراد ہے پڑھنے کا ارادہ کرنا، فقہر کے پیش نظر ارادہ کی تعبیر فعل سے کی ہے (ارادہ سبب فعل ہے اور فعل اس کا نتیجہ ہے نتیجہ ہونا کس سبب مراد لینا ضابطہ نماز میں اس سے اس تعبیر سے اس بات پر توجہ کرنی مقصود ہے کہ جو شخص بدست کا ارادہ کرے اس نے عہد کی عبادت کرنی لینا چاہئے اور وہ بدست میں فعل نہ ہو چاہئے آیت میں جن اعضا کی طلبا سے کا حکم آیا گیا ہے ان میں سے ایک منسوب پر سک کا حکم ہے ہائی جن منقول ہیں یعنی ان کو دھونے کا حکم ہے مثنیٰ اہل سنت کا مسلک ہے البتہ شیعوں کو پانچوں کے حکم میں اہل سنت سے اختلاف کرتے ہیں، اس کی وضاحت ضروری ہے بدوافض کا مسلک یہ ہے کہ وضو میں دونوں پیروں پر سک واجب ہے انہوں نے اس کے ثبوت میں بڑی قرأت سے استدلال کیا ہے کیوں کہ "لو اوجلسکم الی المسکھیں" میں قرأت کے واسطے سے دو قرأتیں نقل ہوئی ہیں ایک ام کے ذریعے ساتھ دوسرے کے ذریعے ساتھ اور دوافض کے نزدیک اصل قرأت کمرہ کی ہے جس کا عطف دوسرے ہے اور بڑی قرأت دوسرے کے کل پر عطف کی بنا پر ہے یعنی دو قسم اگرچہ باہر رسوے مجرور ہے مگر حقیقت دو قسم کے اعتبار سے منسوب ہے اس سے معنی کے اعتبار سے قرأت جر کے جو معنی ہیں وہی ذریعہ قرأت کے ہیں، غرض اس دلیل کی بنیاد پر دوافض کا مسلک یہ ہے کہ دونوں پیروں پر سک کا حکم ہے شیعوں حضرات کی یہ توجہ غلط ہے کیوں کہ اصل یہ ہے کہ لفظ پر عطف ہو بدوافض قرآن کے نقل پر عطف درست نہیں اور یہاں کوئی قرینہ اور کوئی وجہ موجود نہیں۔

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اگر ایک کلمہ گزیر کے ساتھ چڑھا جائے یا زور کے ساتھ اس کا عطف ایہ کلمہ پر ہے اس کے کہ
 اس طرح ایہ کلمہ کی حد اقلیٰ اور اقلیٰ کو قائم کیا گیا ہے اسی طرح پاؤں کی حد کھین کو قائم کرنے سے اس کے دونوں صورتیں میں دونوں
 جگہ صحت ہی مراد ہے اگر شیعوں کے قول کے مطابق ردائے علم پر عطف مانا جائے تو پھر پاؤں کے مسخ کی حد اقلیٰ العین نہ ہونی چاہیے
 جیسے سر کے مسخ کی حد نہیں بیان کی گئی کہ بڑا یہ مول کہ جب وہ عطف کا عطف ایہ کلمہ پر ہے تو پھر ردائے علم کو نام کے کسرہ کے ساتھ
 کیوں چڑھا ہے اس کا جواب اہل سنت یہ دیتے ہیں کہ نام کا کسرہ غلطی پر جو اردو کا اثر یعنی ردائے علم کے قرب و جوار میں واقع ہونے کی
 وجہ سے ہے جیسے "انہی احاف علیکم عذاب یوم الیم" میں "ایم کو کسرہ کے ساتھ ہم کے قرب و جوار میں ہونے کی وجہ سے
 چڑھا ہے اگرچہ یہ صفت ہے عذاب کی ردائے علم کی طرف سے اشکال کیا جاتا ہے کہ مگر تمہو کے اقساموں میں سے اکثر حضرات نے
 قرب و جوار کی وجہ سے کسرہ چڑھنے کو ناجائز کہا ہے اور جس نے جائز کہا ہے تو دوسروں کی بنیاد پر جائز کہا ہے ایک تو حرف عطف
 درمیان میں نہ ہوا اور یہ حرف عطف درمیان میں موجود ہے دوسرے اشتباہیہ انداز میں یہاں نام کے کسرہ چڑھنے سے اشتباہ
 ہوتا ہے کہ معلوم نہیں اس کا عطف ردائے علم پر ہے یا ایہ کلمہ پر اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا دعویٰ کیا گیا کہ آخر اہل حق نے جو اردو کا انکار
 کیا ہے اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ قرب و جوار میں واقع ہونے کی وجہ سے کسرہ کا استعمال قرآن پاک کی بکثرت آیت اور
 بڑے بڑے اہل بدعت کے کلام میں موجود ہے اس لئے اس کا انکار محض نفس پرستی اور دانستہ امر حق کا مقابلہ کرنا ہے مثال کے طور
 پر قرآن پاک کی آیت جو اردو پر گنہگار بھی ہے اس میں ایم قاعدہ کے اعتبار سے منسوب ہونا چاہئے کیوں کہ وہ عذاب کی صفت ہے
 لیکن ایم کے جوار میں واقع ہونے کی وجہ سے جس کے ساتھ چڑھا ہے اس طرح دوسری جگہ عذاب ایم بھی فرمایا ہے بھی ابھی عذاب
 کی صفت ہے ایم کی صفت نہیں ہے مگر ایم کے قرب کی وجہ سے جس کے ساتھ چڑھا ہے نیز اہل زبان استغماں کرتے ہیں "خدا
 جعوز صحت خوب" اس مثال میں خرب کا زبردستی کے جوار میں آنے کی وجہ سے ہے حالانکہ قرب ہجرت کی صفت ہے عرض جب
 قرآن کریم اور اہل بدعت کے کلام میں جوار میں آنے کی وجہ سے کسرہ کا استعمال موجود ہے تو پھر جو اردو کے انکار کی کوئی گنجائش
 نہیں ہے اور اشتباہ بھی وہی نہیں رہا کیوں کہ اہل العین فرما کر یہ بیان کر دے البتہ یہ شرط کہ حرف عطف درمیان میں نہ آئے ہو
 ضرور واقفاتی ہے بعض اہل علم اس کے قائل ہیں کہ حرف عطف درمیان میں نہ ہو کیونکہ حرف عطف عقائد پر دلالت کرتا ہے
 اور حق جو اردو کو رد دیتا ہے مگر حق بات یہ ہے کہ حرف عطف کے موجود ہونے کی صورت میں بھی حق جو اردو قائم رہتا ہے حرف
 عطف سے اتصال قائم نہیں ہوتا بلکہ چند ہوتا ہے، لکھ اور خالد الہرنی نے کہا کہ ردائے علم عطف میں سے ہے اس کی
 خصوصیات یہ ہیں کہ جن میں سے ایک جو اردو کا جواز ہے جو معطوف بالارادہ میں قائم رہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ردائے علم کے درمیان میں
 آنے کے بعد حق جو اردو باقی رہنے کی کوئی مزید دلیل نہ بھی ہو جب بھی دونوں جہوں کے دھونے کا جواب اس آیت سے ثابت ہو
 تا ہے اور جو وثوت وہیں جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اگر عطف کا عطف یہ کلمہ پر ہے ردائے علم پر ناجائز ہے اور حدیثوں میں اس
 کا بیان آیا ہے اور است کا اجماع بھی ہو چکا ہے اس لئے حرف عطف کے درمیان میں آنے کے بعد بھی حق جو اردو باقی رہنا انہی
 وجوہ سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔ (تفسیر مفسرہ ج: ۴)

اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ کھین سے مراد وہ دو بھریاں ہیں جو پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ دونوں طرف ابھری ہوئی ہیں ان دونوں ہڈیوں تک رسا کرنے کا کوئی خاص نہیں بلکہ مس قدم کی پشت پر مانتا تک ہوتے جس سے معلوم ہوا کہ آیت وضو میں پاؤں پر مس کرنا مراد وضو نہیں ہے کیوں کہ مس دونوں نچلے تک ہے معنی ہے اس لئے بڑا وضو نہ ہی مراد ہے اب رہا یہ سوال کہ جب دونوں ہڈیوں کا قلم وضو نہ ہی ہے تو پھر وضو کھانے کی تھ کیوں بیان کیا اس میں شک یہ ہے کہ اگر پاؤں کے وضو کا بیان چہرہ اور ہاتھ کے ساتھ ہوتا تو پھر ہر کا مس بیان کر کے یہ حتمی بنادیا ضروری ہوتا کہ پہلے ہر کا مس کر دو پھر پاؤں وضو نہ کر پھر پاؤں کے ساتھ غسل کی تصریح ہوتی تو کلام طویل ہو جاتا حالانکہ کھین بڑھانے سے ترتیب بھی باقی رہی اور مس کو التماس بھی نہ رہا اور کلام فصیح و بلیغ ہوا۔ (کذا قالہ بعض المحققین) علامہ زحوی شریعتیہ نے کہا کہ عام طور پر لوگ پاؤں وضو کرنے میں احتیاط نہیں کرتے سبے ضرورت پانی بہاتے ہیں جو اسراف کی حد میں داخل ہوتا ہے اس لئے قرآن کریم نے پاؤں کے وضو کا قلم ہاتھوں کے تحت بیان کیا تاکہ پانی کا اسراف نہ کریں۔

ابن رشد نے آیت کی ایک اور تاویل کی ہے اس کو اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اہل عرب غسل وضو سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ ابو یوسف وغیرہ لغت کے لہجوں نے اس کی تصریح کی ہے وہ کہتے ہیں "تسبیحاً للصلوة ای اغتسلنا للصلوة، مسح الارض العطر" استعمال کرتے ہیں فیلہ بارش سے زمین پر جل چکا ہے، لیرہ الکب و احتسہ اکرم علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ کسی راس سے مراد وہاں سیاہی اور کے ہونے کا ہوا کہ ہر پیر پیرا ہے اور مس سے مراد سیاہی اور کے ساتھ دونوں چیزوں پر ہاتھ پیر پیرا ہے جس کو غسل کہتے ہیں بعض مشائخ نے کہا کہ دونوں قرأتوں کو دو حالتوں پر رکھا جائے وارحکم کو اگر منصوب چڑھا جائے تو پاؤں سوزے سے دھوئی جانے کی صورت پر محمول کیا جائے اور اگر کسور پر چاہئے تو اس صورت پر محمول کیا جائے جبکہ پاؤں سوزے کے اندر ہوں جیسے کہ ائمہ طہارت اور وہ کہ معروف و مجہول دونوں طرح چڑھا جائے اور واقعات کے اعتبار سے ویسا ہی یہاں وارحکم کو دو حالتوں پر محمول کیا جائے اس توجیہ سے دونوں قرأتوں کے درمیان تخیل اور بقدر امکان دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اور حدیث فعلی سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوزے سے نہ تھیں تو اس پر مس فرماتے اور اگر سوزہ نہ پہنے ہوتے تو پاؤں وضو سے اس کا بیان صحیح احادیث میں آیا ہے اور وہ اثر کے ساتھ غسل کی گئی ہیں اور نچلے پاؤں پر مس کرنے کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے بلکہ وضو میں جس نوعیت کی ایڑیوں تک رہ جائے پر حفت و عید فرمائی ہے چنانچہ بخاری و مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر سوزے سے عید کی طرف جا رہے تھے اور ان سفر گزار عصر کا وقت آگیا تو لوگوں نے وضو کیا لیکن ان کی ایڑیاں خشک رہ گئی تھیں اسی وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے تحت الفاظ دلیل ملا عقاب من الازر فرمے اور اس طرح کی حفت و عید معمولی عمل کے چھوڑنے پر وارد نہیں ہوئی بلکہ ایڑیاں خشک رہ جانے کی وجہ سے الفاظ وضو ہی نہیں ہو اس لئے ترک فرض پر عید کے الفاظ فرمائے ہیں جس سے آیت کی مراد واضح ہو گئی کہ خشک پاؤں کا قلم مس نہیں بلکہ وضو کا قلم ہے اور غسل میں بھی استیجاب کی رعایت شرط ہے اگر وضو نہ ہو جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضو درست نہ ہو گا اس آیت کریمہ سے اور بھی بہت سے مسائل کا حقیق ہے بحث طویل ہو جائے گی اس لئے

بطریق مبالغہ یعنی قدر ضرورت سے زیادہ اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کرنے پر محمول ہے بالکل ادخال سے منع نہیں کیا گیا ہے اب
 رہا یہ سوال کہ سعید بن مسعود نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک برتن میں جو کہ چھوٹا تھا ہاتھ کو دھوئے
 بغیر داخل کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت برادر بن مازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے مطبوخ یعنی دھو کے لوٹے
 میں دھوئے سے پہلے ہاتھ داخل کیا ہے تو اس کا جواب یہ کہ وہ بیان جو اہل پر محمول ہے اور اس عمل سے اس بات کی طرف اشارہ کیا
 ہے کہ نمی تیز نہی ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے خود ہی اپنے قول "فان احدکم لا یدری ابنی بابت یدہ" سے جو علت حکم
 بیان فرمادی ہے وہ نمی تیز نہی کو مختص ہی ہے اور مسطور علماء اسی کے ناکل ہیں کہ حدیث میں جو ممانعت آئی ہے وہ بقرعہ طلعہ مذکورہ
 تیز نہی سے نہ نہ کہ نمی کیوں کہ نجاست کا جو دریاں قطعی یا مری یعنی آنگھوں سے نظر آئے والائیں ہیں اور چونکہ جمہور کے نزدیک
 نمی تیز نہی ہے اس لئے اگر دھوئے بغیر برتن میں ہاتھ داخل دیا تو پانی ناپاک نہ ہوگا بلکہ پاک رہے گا اور ہاتھ ڈالنے والا حرام نہ
 ہوگا البتہ اگر ہاتھ پر نجاست کا یقین ہو تو اس کا دھونا واجب ہے اور بغیر دھوئے برتن میں ہاتھ داخل دینے سے پانی ناپاک ہو جائے
 گا کیوں کہ جب اس حدیث میں احتیاط نجاست کی وجہ سے احتیاطاً برتن میں بدھون دھوئے ہاتھ ڈالتے سے منع کیا گیا ہے تو یہ
 احتیاطی وہی وقت درست ہو سکتی ہے جبکہ ہاتھ کا نجاست تلنے کا یقین ہو اور بدھون دھوئے اس کو پانی میں ڈال دینے پانی کو ناپاک
 کر دیتا ہو کیوں کہ اگر یقین کی حالت میں بھی پانی ناپاک نہ ہو تو پھر احتیاط کی صورت میں احتیاط کی کیا ضرورت ہے۔

بہر حال جب یقین ہو جائے کہ ہاتھ پر ناپاکی لگی ہوئی ہے تو اس کو برتن میں ڈال دینے سے پہلے دھو لینا ضروری ہے ورنہ
 نہیں شرعاً ملوثہ میں ہے کہ اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے غسل یہ کہ تم کو ایک امر مہموم کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے اور
 جو چیز (یعنی غسل یہ) اس مطلقاً سے وابستہ ہوتی ہے وہ واجب نہیں ہو سکتی لہذا پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کے دھو لینے
 کو فرض کہنا درست ہے ورنہ واجب کیوں کہ پانی اور ہاتھ دونوں طہارۃ مسلطہ پر ہیں مانی لئے اکثر علماء نے اس حدیث کو
 احتیاط پر محمول کیا ہے، علامہ شمس نے کہا کہ مراد ابن زبیر امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری نے ظاہر حدیث پر نظر رکھتے ہوئے کہا
 کہ اگر رات کی نیند کے بعد اٹھے تو واجب ہے کہ پہلے ہاتھ کو دھو لے پھر پانی میں ہاتھ ڈالے، امام نووی نے شرعاً مسلم میں اس
 جگہ حدیث الباب پر نہایت مفید بحث کی ہے وہاں ملاحظہ کیجئے، آخر میں لکھتے ہیں کہ حسن بصری سے جو قول مقول ہے کہ اگر ہاتھ
 دھوئے بغیر پانی میں ڈال دیا تو ناپاک ہو جائے گا لہذا پہلے دھو لینا واجب ہے تو یہ قول نہایت کمزور ہے کیوں کہ اس میں کوئی تردد
 نہیں کہ پانی اور ہاتھ دونوں پاک ہیں لہذا محض خشک سے اس کا نجس ہونا درست نہیں کیونکہ قواعد شرع کے خلاف ہے پھر تاہم اگر
 تحقیق کا مسلک یہی ہے کہ یہ حکم نیند سے جاگنے پر محدود نہیں ہے بلکہ ہر حالت میں ہے بشرطیکہ ہاتھ کے چلبہ ہونے کا فک و شبہ
 موجود ہو، یہی مسطور علماء کا مذہب ہے اور امام احمد سے جو ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ رات کی نیند سے جاگنے والے پر غسل یہ بن
 واجب ہے بدھون اس کے پانی میں ہاتھ ڈالنا مکروہ تحریمی ہے اور جب دن کو سو کر اٹھے تو پھر بدھون ہاتھ دھوئے ہاتھ ڈالنا مکروہ
 تحریمی ہے اور داؤد ظاہری نے بھی حدیث کے ظاہری لفظ معیت کی وجہ سے بوقلمون بات کا ماحذ ہے اکی موافقت کی ہے یہ
 مذہب نہایت ضعیف ہے کیوں کہ شمس رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنے قول "فان احدکم لا یدری ابنی بابت یدہ" سے حکم بیان

فرمادی ہے جس کے معنی ہیں کہ نیند سے اٹھنے کو اپنے ہاتھ پرٹاپا کی گئے کا یقین نہیں ہے محض ہاتھ کے ہٹا کر ہٹانے کا ٹکڑا دھبہ کی بنا پر نماز سے روک دی گئی اور یہ وجہ ثابت ہوئے احتمال نجاست کے ہر صورت کو شامل ہے خواہ رات کی نیند سے اٹھنے کے بعد ہو یا دن کی نیند سے بیداری کی حالت میں ہو۔ (شرح مسلم ظلوی)

حنفیہ اس کی ایک توجیہ یہ کہ ہے کہ اگر نوم حدث ہے تو اس کا حال پیشاب جیسا ہے اور اگر نوم سبب حدث ہے تو مثل مباشرہ کے ہے ورنہ امام احمد بن حنبل وغیرہ کے نزدیک پیشاب اور مباشرہ میں سے کوئی بھی پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کے دھوئے کو واجب نہیں کرتا ہے ورنہ وہ اس کے قائل ہیں کہ پیشاب اور مباشرہ کے بعد برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کا جھلکا ضروری ہے تو جب یہاں غسل یہین کے وجوب کے قائل نہیں ہوئے تو وہاں یعنی رات کی نیند سے اٹھنے کے بعد غسل یہ و تینوں واجب قرار دیا ان کی یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے نیز یہ کہ نبی کریم ﷺ نے غسل یہین کی وجہ تو ہم نجاست بیان فرمائی جتنا نیچے فرمایا۔

فانہ لا یدوی ابن جلیعت یدہ الخ: کہ اس کو کیا معلوم کہ رات کو اس کا ہاتھ کس جگہ پر اٹھا، کاغذ، کاغذی نے کہا کہ اس سلسلے میں اس علت کی طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ جس کی بنا پر پانی میں ہاتھ ڈالنے کی دھوئے سے پہلے مرغت فرمادی کہ وہ ہاتھ کے پاک ہونے کا شرط ہے کیوں کہ جب کام ساق میں ایک شرعی حکم کی تعلیم دیدی پھر اس کے ساتھ علت تکم بھی خودی چاہا فرمادی تو ظاہر بات ہے کہ ثبوت حکم اس علت کے ساتھ معلوم ہوگا جیسا کہ حدیث محرم میں آیا ہے کہ بحالت احرام حرم کے لئے خوشبو کا استعمال کرنا منع ہے جس کی علت محرم کی حالت احرام سے وابستگی ہے تو ہر طرح پہاں خوشبو لگانے کی ممانعت کا حکم علت حالت احرام کے ساتھ وابستہ ہے، اسی طرح حدیث مذکور میں دھوئے سے پہلے پانی میں ہاتھ ڈالنے کی ممانعت کا حکم علت حالت احرام کے ساتھ وابستہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (زہر الری)

اس لئے اس حدیث سے غسل یہ کا وجوب ثابت نہیں ہو سکتا حاصل بحث کا یہ ہے کہ پانی میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اس کا دھوئے واجب ہے جب کہ ہاتھ پر نجاست کا یقین ہو اور عدم یقین کے وقت منہ ہے بشرطیکہ اس پر احتمال نجاست موجود ہو، اس پر حنفیہ و شافعیہ اور کتبہ سب متفق ہیں البتہ امام احمد چونکہ تعلیل احکام کے قائل نہیں اس لئے آپ نے ظاہر حدیث سے قید عمل کو اہم نہ سمجھا کہ رات کی نیند سے اٹھنے کے بعد ہاتھ دھوئے کو واجب قرار دیا ہے، حالانکہ بدن صورت نوم شب کے ان کے نزدیک بھی غسل یہ بین واجب نہیں جیسا کہ مفتی الامین ندائہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اس حدیث سے حنفیہ کے ایک اور مسئلہ کی بھی تائید ہوتی ہے کہ اختلاف کے نزدیک نجاست غیر مرئی یعنی دو نجاست جو آنکھوں سے نظر آنے والی نہیں ہے تین بار دھوئے سے پاک ہو جاتی ہے کیوں کہ جب حدیث میں نجاست کو ہوم کی طرح کے لئے تین مرتبہ دھوئے کا حکم دیا گیا ہے تو نجاست متھک غیر مرئی تین مرتبہ دھوئے سے بطریق اولی پاک ہوگی لہذا یہ حدیث اور اس طرح کی اور دوسری احادیث اختلاف کی دلیل ہیں بلکہ بعض روایات میں تین بار کے ساتھ یہ لفظ بھی وارد ہوا ہے "فانہا تعجز عنہ" کہ اتنی بار دھو لینے سے کافی ہو جاتا ہے۔ (رواہ احمد و ابو داؤد و غیرہما)

لیکن غلبہ کے یہاں تین بار دھونڈنا شرط ہے جب میں نہیں بگاڑاں دھونڈنے والے کی غائب۔ اسی پر یہ دیکھا گیا ہے کہ حدیث میں جو قہر کے ساتھ تین بار دھونڈنے کا بیان آیا ہے وہ غالب عادت پر مبنی ہے نہ عام طور پر تین بار دھونڈنے سے اجابت زامنی ہو جاتی ہے اور اگر تین بار سے زیادہ تین بار دھونڈنے کا بیان آیا ہے تو بجز اس میں سے کسی کی حد، تو جو جاتی ہے اس کو پاک کرنے میں غلبہ کے ذریعہ کوئی غور نہیں ہے، جب ازالہ اجابت کافی ہے۔

[illegible][illegible]

وَمَكَرُوا وَجَلَدُوا النِّعَمَ بِأَذْنَانِ خَارِتٍ بِرَأْسِهِ يَلْبِغُونَ سَيْفَهُمْ يَتَنَجَّحُونَ فِي السَّحَابِ وَابْتَدَأُوا
بِزَيْنِ نَبِيِّ نَحْمَدُ بِسَمَاءِ اَنْزِلَ خَزَنَةُ كُتُبِهِ كُتُبُ كُشُوفِ الْغُشِّ لَمْ يَزَلْ يُوَفِّيهِمْ اَنْبَاءَ اَعْلَامِهِمْ عُلُومِهِمْ يَوْمَ ۛ

قلت والذی الخ اس دعا سے ہر مومن شہری یا دیہاتی نے اظہارِ مذمت کیا کہ ہارسول اللہ بھگوان ہوں ہم نے
 ان کو خیر خواہ قرار دیا ہے۔ انہوں نے بھی یہ دعا مانگنا آپ سے عہد بھی لیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: اے اللہ! میں نے
 محمدؐ سے عہد لیا ہے۔

[illegible]

یہ وقتی حدیث ہے۔ نے متعلق بحث میں رہی یہ بات کہ روایت کا حوالہ کیا بلکہ افاقہ نہیں ہے یا نہیں کچھ تفصیل

ہے اس کے بارے میں بحث انکشاف آگے کتاب بار بار دہرائی گئی۔

ولیکن اذہب امت النج یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بادشاہ سے منصب سے مستعفی تھے اس لئے انہیں یمن کے حاکم یا کرہجج پر پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ان کی معاذت کے لئے ان کے پیچھے بھیج دیا اور دونوں کو یہ ہدایت فرمادیں "یسر ولا تعسرا و یسر اولوا نفعرا و یسر عاولا و لا یختلفا" تو کس سے آسانی کا معاملہ کرو اور دشواری میں نہ آؤ اور ہر بات پر اور عذاب خدا سے ڈروں گو بہت نہ ڈراؤ یہاں تک کہ رحمت خداوندی سے مایوس ہو جائیں اور اتفاق سے کام نہ کرو اور اختلاف نہ کرو۔

باب الترغیب فی السواک

سواک کی ترغیب کا بیان

احمرنا حمید بن مسعود و محمد بن عبد الاعلیٰ عن یزید و هو ابن زریع قال حدثنی عبد الوہاب بن ابر عتیق قال حدثنی ہی قال سمعت عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السواک مطہرۃ لقلب و مریضۃ للزہد۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی شیبہ کہتے ہیں میرے والد نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں فرمایا سواک منہ سے واسطے پاک صافئی کا آہ ہے اور پروردگار کے واسطے رضا مندی کا ذریعہ ہے۔

تشریح: السواک مطہرۃ للقلب مریضۃ للزہد انما مراد وہی نے شرح امیہ ب میں لکھا ہے لفظ مطہرۃ ہم کے کسرہ دور فتح و نون صریح سے مستعمل ہے اور ابن السکیت وغیرہ نے بھی یہی دونوں غنیمت نقل کی ہیں لیکن کسرہ کے ساتھ زائد مشہور ہے جس کے لئے کہ اختلاف کے ہیں یعنی سواک منہ کی صفائی اور پاک کا آلہ ہے ازین العرب نے لکھا ہے کہ لفظ مطہرۃ اور مریضۃ ہم کے فتح کے ساتھ دونوں مصدر ہیں جو اسم فاعل کے معنی میں ہے "ای مطہرۃ للقلب و مریضۃ للزہد" تعالیٰ یعنی سواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور پروردگار کو خوش کرنے والی ہے یعنی اس کے استعمال سے رب تعالیٰ خوش ہوتے ہیں یا تو دونوں اپنی مصدر پر پڑاتی ہیں "ای سبب لظہارۃ و الرضا" یعنی منہ کی صفائی اور رضا الہی کا ذریعہ ہے، انہی میں نے کہا کہ ارشاد نبوی اسواک مطہرۃ و غسل الوضوء حب خیرۃ مجتنبۃ کے لئے معنی جس طرح اولاد لکھتی اور زہد کی پرکھنے والی چیز ہے اسی طرح سواک کا استعمال طہارت اور خیریت تعالیٰ کا خوشنودی کا باعث ہے۔

اس حدیث میں خاص طور سے صرف دو قندول کے بیان پر شاید اس لئے اکتفا فرمایا ہے کہ یہ دونوں بقیہ دوسرے فوائد سے افضل اور اہم ہیں ورنہ ان کے علاوہ سواک کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں مثلاً سواک کے عمل سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور فرشتے خوش ہوتے ہیں راتوں کی زہدی ختم ہو جاتی ہے کچھ کی پہانی چیز ہوتی ہے اور نہاد معاف ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ

تفصیل کے لئے شرح، لایحیاء للزبیدی میں دیکھیے فرض جب اس کے اسے فوائد میں خصوصاً اس عمل سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ہر نماز و عام و مسواک کے عمل کی پابندی کر کے ان سے مستفید ہونا چاہئے۔

باب الاکتفاء فی السواک

مسواک کے بارے میں بہت زیادہ ارشاد فرمانے کا بیان

اخبرنا حمید بن مسعدة و عمران بن موسى قالنا ثنا عبد الوارث ثنا شعب بن الحجاج عن اس بن مالك رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اکثرت علیکم فی السواک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے مسواک کے بارے میں تم سے بہت کچھ بیان کیا۔

تشریح: حد اکثرت علیکم فی السواک، حافظ ابن حجر نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ میں نے بار بار و مکرر مسواک کی طلب و ترغیب کے سلسلہ میں تم سے بہت کچھ بیان کیا، یہ مطلب ہے کہ تنہی احادیث مسواک کی ترغیب میں وارد ہوئی ہیں انہیں تمہارے سامنے تفصیل سے بیان کر دیا، ان آئینوں نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے، ”ای مکتون علیکم و حقیق ان الفعل و حقیق ان تطیعوا“ یعنی میں نے مسواک کے فضائل و فوائد کے بارے میں تم سے بہت کچھ بیان کیا اب اس کا متفقہ یہ ہے کہ میں خود بھی اس کا اہتمام کروں اور تمہارے لئے بھی مناسب ہے اس کا اہتمام کیا کرو، غرض آپ کے اس ارشاد مبارک سے تصدق مسواک کی ترغیب اور تاکید ہے حتیٰ کہ علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کی فضیلت میں چالیس (۴۰) احادیث وارد ہوئی ہیں مگر آئینوں سے کو اس سنت کی طرف سے عام طور پر بے توجہی ہے عوام کا کیا کہنا علم، ابھی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے حالانکہ دین، فرائض و اجابت اور سنن وغیرہ کے مجموعہ کا نام ہے۔

الفرصة فی السواک بالعشی للصابن

روزہ دار کے لئے شام کے وقت مسواک کرنے کی اجازت ہے

اخبرنا فضیلة بن سعید عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہريرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو لا ان اشد علی امتی لا امرتهم بالسواک عند کل صلوة۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر مشق نہ جانتا تو ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

عن ابی الزناد: آپ ابو الزناد سے مشہور ہیں ان کا اصل نام عبد اللہ بن ذکوان القرظی ابو عبد الرحمن مدنی ہے، شمار فقیر سے امام بخاری نے ”امو الزناد عن الاعرج عن ابی ہريرة رضی اللہ عنہ“ والی اسناد کو صحیح الاسانید قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیے نے کہا ”وہو ثقة حجة لا یعول بہ جرح“ امام ابو یوسف نے اپنے استاد ابو حنیفہ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ آپ

نے فرمایا کہ جب میری حاضری میں نہ متورہ میں ہوئی تو وہاں اسکا کہہ کر بید کے پاس بہت سے لوگوں کا جمع ہے حالانکہ اس وقت ایوانا ہوا اس سے زیادہ وقتہ تھے کرایے افتد ارسطی کے بارے میں اس نے کہا "لیس بشیہ ولا رضی" کہہ مضر اور مستند نہیں پھر اس پر اس نے کہا "لا یسمع فولی دہبہ لانیہ کان بینہما عداوۃ ظاہرہ" "ربیعہ کا قول ناقابل تسلیم ہے اس لئے کہ وہ دونوں کے درمیان کھلی ہوئی عداوت تھی، ان کا انتقال ۱۳۰۰ء یا اس کے بعد ہوا۔

عن الامام ابو حنیفہ: ابن کا نام عبد الرحمن بن ہریرہ ہے ربیعہ بن عاصم کا مطلب کا سونے تھا اور شہد مستند اور دیانت دار تھا ان کا انتقال ۱۳۰۰ء میں ہوا۔

تفسیر: قولہ ان اشق علی امتی الخ: تافہی بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ لولا حرف افتراق معنی ایک شئی کے وجود کی بناء پر دوسری شئی کے وجود کے متعلق ہونے پر دلالت کرتا ہے مثلاً کہتے ہیں "فمولا نہ لا حکم تک" "کہ اگر نر پر موجود نہ ہوتا میں تیری عزت کرتا مگر چونکہ نر موجود ہے اس لئے میں تمہاری عزت نہیں کر سکتا تو ظاہر ہے کہ صاحب کے ہم آکر کام کا سبب نر کا وجود ہے ایسا ہی ارشاد نبوی میں مسواک کے ہم آکر کا سبب خوف مشقت تھا اب اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر مجھے اپنی ضعیف امت پر دشواری اور مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر ناز کے وقت مسواک کے استعمال کا حکم دیتا مگر امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نا حکم ہوا اس لئے آپ نے ہر دھڑھلنے کے وقت اس کے لئے مسواک کا وجوب حکم نہیں دیا

امام شافعی کا ارشاد

۱۱۔ امام شافعی نے فرمایا کہ ارشاد نبوی "لا مریہم الخ" میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ مسواک کا مکمل واجب نہیں کیوں کہ اگر واجب ہوتا تو امت پر مشقت کا اندیشہ ہو یا نہ ہو میرے مورثان کو مسواک کرنے کا حکم دیتے اور یہی حکم وہ جو ب کا قول اور اکثر اہل علم کا ہے بلکہ بعض اہل علم نے تو عدم وجوب پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے قاضی عیاض نے کہا کہ کلام نبوی لا مریہم ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ خبر عنہ کا مراد وجوب کے لئے آتا ہے اور یہی قول اکثر فقہاء اور بعض متکلمین کا ہے اس لئے کہ مشقت واجبات کے ساتھ لاحق ہوتی ہے نہ کہ منہ دیات کے ساتھ فہذا اگر خبر عنہ مسواک کا امر فرمادیتے تو اس کا بھلا نا واجب ہوتا اور کسی کا کوئی اختیار نہ چلنا چاہے کہ اسے پابند کرے مگر چونکہ بطور امر ایجاب کی صورت میں آپ کو امت کے لوگوں کے مشقت میں پڑنے کا اندیشہ لاحق ہوا اس لئے رعایت مصلحت و سہولت امت کو مد نظر رکھتے ہوئے مسواک کا حکم نہیں دیا، البتہ تاکید وترغیب مسواک کی بہت زیادہ فرمائی تھی کہ وجوب تک کا خیال ہو افتد آج کے ذاکر لوں نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ بہت اچھا عمل ہے اور اس میں بڑی حکمت ہے جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی کیونکہ اکثر امراض و اختلاجات سے پیدا ہوتے ہیں لہذا ان کا علاج بھی ہے کہ بطور حفظ مقدم مسواک کی جائے بہر حال اس کے ظاہری اور معنوی فوائد بہت ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں اس تقریر مذکور سے ظاہر ہے کہ مذہب ردہ گیا کیوں کہ وہ وجوب کے قائل ہیں جو اجماع کے خلاف ہے کیوں کہ امام نووی نے مسواک کے عدم وجوب پر اجماع نقل کیا ہے اور کہا کہ مسواک کرنا سنت ہے کسی حال میں واجب نہیں ہے، نہ قیام الی اصلوۃ کے وقت واجب ہے اور نہ اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں واجب ہے، اسی پر علماء کا اجماع ہے۔

درمیان کوئی اختلاف نہیں کیوں کہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں پانچ مقامات پر مسواک کے استحباب کی تصریح کی ہے سو یہ ہیں کہ جب دانت زرد ہو جائیں، منہ میں بدبو پھوٹا دھو جائے، سونے کے بعد جب پیرا ہو، نماز کے سنے کے بعد، وقت اور بغیر کے وقت، یہاں یا اگر یہ شکل کپا جائے کہ طہیث اور استحباب کے اندر تو فرق ہے اور قرآن و حضور کے وقت سنت ہو۔ نے کا قول کیا ہے مالک شیخ ابن ہمام کی عبارت کہ روزہ اور وضو کے وقت استحباب پر روایت کرتی ہے، جو اس کا جواب آپ نے یہ دیا ہے کہ وضو مستحب نہیں اس کے درمیان کوئی تکلیف و تضاد نہیں اور شیخ خلیل کے لئے اس قدر کافی ہے اسی نے امام مالکی نے اس مسئلہ کے بارے میں شرح معانی الآثار میں، دونوں مذہبوں کے درمیان کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا بلکہ امام مالکی کے طرز سے اور امام شافعی کی عبارت ”وینسحب المسلم اک عند ما عند کل صلوٰۃ وضوء الحج“ سے جس کو مالکی قاری نے نقل کیا ہے اور شیخ ابن ہمام کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ مسواک کرنا فنی صلوٰۃ نہیں ہے بلکہ جسے جیسا کہ غنیمت و سحر میں سے ہے اب عند کل صلوٰۃ میں ایک مضاف مقدر، ان کر عند وضوء، کلی صلوٰۃ کی صلوٰۃ کی صلوٰۃ، بل تکلیف کی ضرورت نہیں رہے گی جس کو بعض متقدمین نے اختیار کیا ہے۔

روزہ دار زوال کے بعد مسواک کر سکتا ہے

بعض اخیر روزہ دار کو نہ رکھے وقت مسواک کرنے کو چاہئے کرتے ہیں حتیٰ کہ ایک مسواک ہر وقت مستحب ہے اس مسئلہ میں امام مالکی نے خطیب کی موافقت کی ہے اور یہ بات ابن کثیر سے جو حدیث مذکور سے نکالا ہے معلوم ہوتی ہے، وہ اس مخرج سے ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے معلوم ہوا کہ مسواک کو ہر نماز کے وقت واجب کہہ دینے سے اس وقت تک کہ لوگوں پر بدوئی چیز مانا نہ تھی، جس سے سمجھا گیا کہ وضو یعنی روزہ مسواک سے مانع نہیں ہے اس سے قلم کرنا درجہ استحباب کیا گیا ہے، امام مالکی کی وقت نظر یعنی ہر ایک فنی اور بعد از غرضی کا نتیجہ ہے، واللہ ذو العرفہ فیہ۔

المسواک فی کل حین

ہر وقت میں مسواک کرنے کا بیان

الخبر عن علی بن عسیر قال حدثنا عیسیٰ ومروان بن یونس عن مسعر عن المقدام وھو من شيوخ عن ابیہ قال قلت لعمامۃ ما یأتی فی مسواک فی بیتہ فالت بالمسواک۔
مقدم ابن شریک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ نے کہا میرے حضرت عاصم رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے، عن ابیہ قال یأتی بالمسواک فی بیتہ فالت بالمسواک۔ حضور ﷺ مسواک کرنا کرتے تھے۔

تشریح اس حدیث کے راوی مقدم ابن شریک بن ہانی بن یزید، مالکی کی امام احمد و امام حاتم و نسائی و ابن یعقوب بن سفیان نے توثیق کی ہے ان کے والد کا نام شریک ہے اس نے زمانہ رسالت پر یا تھا مگر حضور ارم ﷺ کی حدیث

میں نے یہ کہہ کر ہاتھ میں ہوا پتھر اٹھاتے ہوئے کہا کہ میں نے اسے اس قدر دھمکا دیا کہ اس نے میری بات مان لی اور وہ میری طرف سے گئے۔

[illegible][illegible]

ابو عبد اللہ رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں کو بتایا کہ جو شخص اللہ کے راستے میں اپنا جان و مال قربان کرے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر اسے تین سو سال کی عمر عطا فرمائے گا۔

ذكر الفطرة: الاختتان

حکمت کرنے کا بیان

اعترافه انحرافات من الممكن قراءة فقهية وانما اسعج عن اس وهب عن توسع عن ابن شهاب عن
مسعد بن ابي عبيد عن ابي هريرة عن النضر بن عبد الله عن ابي عبد الله عليه السلام قال القصد خمس الا حنانيا
والاستعداد في بعض الشارب وتقصير الاختيار ونسب الاصل

۱۰۔ عذر پرانے ہاتھ، دھنچکوں کا کلاں، فٹوں کا کلاں، غلوں کے بال بھڑکے۔

تشریح ذکر الخطیۃ یہ بیان حوالہ دے کر ہے جو یہ فعلوں پر مشتمل ہے قرآن مجید اور احادیث میں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک فقہ اہل سنت ہے، اور یہی امام مالکؒ اور اکثر اہل علم کا قول ہے ان حضرات نے حدیث باب اور حدیث "الاعتنا منہ" سے استدلال کیا ہے، امام شافعیؒ اور ان کے اکثر متبعین فقہ کرنا لے کر وہ بکتے ہیں۔ اور فقہ کر کے اہل سنت بعض علماء کے نزدیک سات برس اور بعض کے نزدیک دس برس ہے اور بعض کے نزدیک جب چاہے فقہ کرے غرض یہ کہ بالغ ہونے سے پہلے جب چاہے فقہ کرے خصوصاً احناف کے نزدیک کیوں کہ فقہ کرنا سنت ہے اور ستر ہاتھ واجب ہے بلکہ سنت اور کرنے کے لئے واجب کا ترک کرنا جائز نہیں، امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا "لا علم لہی بوقفہ ولہم برو عنہما ای العاصمین فیہ شنی" اس لئے یہ مسئلہ مشائخ کے نزدیک تشکیف فیہ بنایا، ابن حبیبؒ بھی کا قول ہے کہ فقہ فی دلت سات ماں سے دس سال تک ہے، اور ساتویں دن فقہ کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ یہود کو منہل ہے اور بعض علماء نے کہا کہ مکروہ نہیں ہے، چنانچہ ابو الفتح نے وہید بن مسلم کے واسطے سے روایتوں سے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ختن حسان وحبس لبعۃ امام" (مجموعہ روایات) کہا کہ میں نے امام مالک سے اس کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا "لا افری" (مجموعہ روایات) کہا کہ میں نے ایک طرح کی سنائی ہے اور پائیز کی ہے بغدادی، لیکن جلدی فقہ کرنا میرے نزدیک افضل ہے۔

والاستعداد ستر سے چار سو تک سنائی ذرا بھل سنا، یہی سنت ہے اور غالب میں ہے کہ ذرا بھل سنا باؤڑ سے ازلہ کیا جائے تو بہتر ہے عذر منادئی کے کیا کہ زبرد کے بال ایک ایک چیز ہے جس سے ذرا بھل سنا کمال اختیار کرتی ہے اور موٹے سے خوب صفائی اور پاکیزگی حاصل ہوتی ہے جو طبیعت سے لئے قرینہ لیکن عادت ہے بعد ازیں حکمت کے پیش نظر موٹے یا مسنون ہے۔

قص الشوارب بعض روایات میں "جزو الشوارب" اور بعض روایات میں "احص الشوارب" اور بعض میں "انہکوا الشوارب" کے الفاظ آتے ہیں ان سے اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مونچھوں کے بالوں کو کوبہ تین طرح کو کر لیا جائے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ اوپر کے بونٹ کی محال ظاہر ہو جائے البتہ غازیوں کو دیکھ کر ان پر بڑھا کر رکھنا جو غرے کیونکہ اس سے دشمنان دین و عرب برتتے ہیں اور ان کی نظروں میں دوسرے طاری ہوتی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ جس کی مونچھیں بڑی ہوتی ہیں انہیں کٹا دینا اکتانے اور ان میں میل جمع ہوتا ہے اور یہ بھوک کا طریقہ ہے جس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے نبی کریمؐ علیہ السلام نے فرمایا "شربکین کی مخالفت کر دو مونچھیں کٹر لیا کر دو اور داڑھی بڑھاؤ، غرض مونچھوں کے بال اگر لب سے نیچے ہو جائے تو اس کو کاٹنا نہایت مؤکد ہے اور قریب واجب کے ہے اور اس میں عذر یہ ہے کہ اس قدر کٹ کر دیکھا کہ سب بال برابر ہو جائیں سنت ہے، بلکہ ان میں اختلاف ہے بعض ملہ دیکر کہتے ہیں اور بعض جائز امام مالکؒ موٹے کو کٹھن مانتے تھے اور ملوک کرنے والے کو نہ وہی سزا دیتے تھے، ہر حال احتیاط ای میں ہے کہ نہ منہ اٹھا جائیں۔

تقصیم الاظفار یہ بھی اسوہ حضرت میں ہے۔ یہ کہ انھوں نے کانٹے سے خمیں ہینٹ مٹھو ہوتی ہے یہ محمود و مطلوب ہے، اگر کہ انھیں مقدار معقار سے بہت زیادہ بڑھ جائے تو بدنامی معلوم ہوتی ہے چنانچہ حضرت ابو ایوبؓ کی

اسی کے باعث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مائے ہیں اس میں تمیں "وہ یعنی ہاتھوں کے کاٹنے، بالوں کے لینے اور زیر ناف کے بال مونڈنے کا بیان ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اس امور کا بیان آیا ہے اور پیچھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں پانچ کا بیان آوا ہے وہاں توجید اور مسورۃ جمع بیان کی گئی ہے ملاحظہ کیجئے۔

قص الشارب

موجبیں کاٹنے کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال اخبرنا عیلة بن حمید عن یوسف بن صہب عن حبیب بن یسار عن ذہب بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یأخذ شاربہ فلیس منہ۔
حضرت ذہب بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی نیس نہ توے دوہم میں سے نہیں۔
ہلیس جبنا غلامہ شد گئی نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ ہمارے ان قسمین میں سے نہیں جو ہماری سنت کی پیروی کرتے ہیں اور ہمارے طریقہ کو اختیار کرتے ہیں وہ اس کلام سے مطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہیں کہ واقع میں ہمیں نہ کوئی نہ والے اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں ہر بے شک یہ کہ سنت کے واسطے تہدید و تنبیہ ہے لہذا سنت کو نہیں چھوڑنا چاہئے اور نہ اس سے سستی و غفلت برتنی چاہئے۔

التوقيت فی ذلک

بغل وغیرہ کے بالوں کے ازالہ میں وقت مقرر کرنے کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا جعفر بن ابی سیمان عن ابی عمر بن الجوزی عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قصہ الشارب وتقليم الاظفار وحلق العانة ونظف الابطن لا یشک اکبر من اربعین یوماً وقال مرة اخرى اربعین لیلة۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے وقت مقرر فرمادیا بالوں کے کترنے میں، ہاتھوں کے کاٹنے میں، زیر ناف کے بال مونڈنے میں اور بالظلوں کے بال اکھیرنے میں یہ کہ ہم چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں اور کبھی تو یوں فرما یا کہ چالیس رات سے زیادہ نہ چھوڑیں۔

تفسیر: احادیث ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابو عمران جوئی کے حوالہ میں سے سوائے جعفر بن سلیمان کے اور کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا اور ان کی روایت مستحکم نہیں کیوں کہ ان کی قوت یا روایت غراب ہو گئی تھی اور غلطی بہت ہوتی تھی لیکن امام نووی نے کہا کہ بہت سے ائمہ محدثین نے جعفر بن سلیمان کی توثیق کی ہے جو مسلمان کی توثیق کے لئے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا ان کی روایت سے احتجاج کرنا کافی ہے حالانکہ دوسرے روایتوں نے بھی ان کی متابعت کر ہے تو پھر ان کی حدیث کے اعتبار میں کیا اشکال ہے۔

ترتیب کریم میں ہے "و لا یسر فہم علیہم خلق اللہ" یعنی شیطان نے کہا تھا کہ میں ان کو یعنی تیرے بندوں کو اعمال فقہ کی بھی تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑا کریں گے اور داری سنڈنا بدین گدا، وغیرہ اعمال فقہ سے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ داری سنڈنا دتے رہے ہیں درحقیقت وہ شیطان فطرت کی بھڑکی کرتے ہیں اور بدافشاں الہی کو بگاڑ رہے ہیں تو اگر اس فعل مذکور سے غلوں دل کے ساتھ توبہ کریں اور شریعت کے مطابق داری رکھنے کا عمل اختیار کیا تو پھر تائیں مذمت اور عید شدہ کے مستحق نہیں ہوں گے، اور اس عید کے مستحق ہونے کے جس کا ذکر امام احمد اور ابو داؤد کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "من قسبہ بفہم فہم منہم" یعنی جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہو گا اور یہی مشابہت عام ہے خواہ خلاق میں ہو یا افعال میں ہو یا باطن میں ہو یا کھانے پینے میں ہو وغیرہ ذالک تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے لئے بالکل اپنا زت نہیں کہ وہ ان امور میں سے کسی امر میں غیر مسلم یعنی انہریر اور ہنود کی مشابہت اختیار کرے لیکن ایسے امور میں کہ مسلمان بجائے مشرکین کی مخالفت کے دائرہ ایا سنڈانے اور موافقیں برحقانے کا فعل صحیح اختیار کر کے ان کی مشابہت کو باعث فخر سمجھ رہے ہیں۔

بہر صورت ان کی یہ مشابہت ارشاد نبوی "خالقوا العشر کبیس الخ" یعنی تم مشرکین کی مخالفت کرو کہ دائرہ میں بڑھا اور موافقیں بہت کتر والیا تروہ کی سخت خلاف ورزی ہے اب ایسے لوگوں کو فخر اٹھ کرنا چاہئے کہ یا ابن کا شریف اللہ اور صلحاء کے زمرہ میں ہے یا فاسق و فاجر کے زمرہ میں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان گناہ کبیرہ سے بچنے کے لئے عقل سلیم عطا فرمائے، سب دینی بات کہ داری کی حدود اور شرعی کیا ہے تو اس سلسلہ میں خصوصاً اور فقہاء کرام کی تصریحات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ داری بقدر بقدر یعنی غمی کے برابر گناہ واجب ہے، ہاں چون کہ وہ سنت سے ثابت ہے اس لئے اسے سنت کہہ دیجئے ہیں، جیسے نماز، عید واجب ہے لیکن اسے سنت سے تعبیر میں لئے کرتے ہیں کہ وہ سنت سے ثابت ہے، بہر حال سنت کے مطابق داری کی مقدار مطلقاً بھر ہوئی چاہئے اس سے کم رکھنا جائز نہیں البتہ مقدار سنون سے زاد کرنا مکمل و غیرہ کی تصریح کے مطابق سنت ہے کہ داری کے سب بول برابر ہو جائیں، امام طبرانی نے کہا ہے کہ اگر آدمی داری کے بالوں کو چھوڑ دے تو اس کی وجہ سے اسے برا بھلا نہیں کہا جائے گا، اور نہ اس پر لعنہ فرض کیا جائے گا لیکن اگر اس کی داری طول و عرض میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہو تو پھر اس کا یہ عمل قابل استغفار ہے چون کہ اس نے خود کو سخرہ بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے جس کی وجہ سے ان کو فضیلت دینی کرنے کا موقع ملتا ہے لہذا داری کے غمی سے بڑھنے والوں کو ہر طرف سے کتر کر برابر کر لے تاکہ بد نہایت پیدا نہ ہو چنانچہ اس امر کے جو اثر پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو امام ترمذی نے ابن عمر بن شعیبہ عن ابیہم جہد کے طریق سے روایت کی ہے اس کے الفاظ ہیں "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یدخل من لحيته من عرو ضھا وھولھا" یعنی نبی کریم ﷺ کتر تھے اپنی داری سے عرض میں سے اور طول میں سے غمی شکی سے بڑھے ہوئے بالوں کو کتر کر درست اور برابر کرتے تھے اور یہ عفا اور توفیر لمحہ کے متافی نہیں ہے جس کا امر حدیثوں میں واقع ہے اس لئے کہ مثل عجیبوں کے داری کو کوتاہ کرنے کی ممانعت ہے اور بالوں کا طول میں سے برابر اور علاج کے واسطے لینا اس کے متافی نہیں ہے اس لئے کہ منقول ہے حضور اکرم ﷺ سے

میں ان کا مثال ہوا ان کی رداقت سے یہ مسئلہ بھی استنباط کیا گیا کہ اہل اللہ اور اس تہذیب کے متعلقین میں سے کسی ایک کی خدمت کے لئے مخصوص کر میں تو درست ہے۔

وَكُلُّنَ إِذَا ارَادَ الْحَاجَّةُ أَنْ يَأْتِيَ بِشَيْءٍ مِنْ أَعْمَالِهِ كَمَا كَانَ يَفْعَلُ فِي عَادَتِهِ شَرِيفَتِي دُوبِ آبِ
 فقائے ہند کا ارادہ فرماتے تو راستہ اور لوگوں کی نظر سے اور جگہ ہا کر فرائض حاصل کرتے بطریق کے تہذیب انار میں نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ فقائے حاجت کے لئے غصہ تک تشریف لے جاتے تھے ورنہ ایک جگہ سے جو مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اور اذکار میں ہے کہ اذکار ان احمد کہ ان رسولِ قطبِ ندوۃ لولہ مرصفاً اور غریب و غریب بھی جس طرح ایک سفر سفر میں آیا۔ اور پڑا کے لئے موزوں و مناسب جگہ کا انتخاب کرتا ہے جس میں ہر قسم کا آرام و ادوی طرح آپ دس بیٹاب کا ارادہ فرماتے تو جہں کہیں نہیں بیٹھتے تھے بلکہ مناسب جگہ کی تلاش ہوتی تھی مثلاً جگہ آؤ کی ہو، ہوا کا رخ نہ ہو بیٹاب کرنے کی جگہ نرم ہو وغیرہ غرض کہ یہ حدیث ادب کی تعلیم دے رہی ہے کہ جو کوئی فقائے حاجت کا قصد کرے وہ لوگوں کی نظروں سے دور جگہ چاہئے پھر فرائض حاصل کرے تاکہ اس کے ستر پر کسی کی نظر نہ پڑے کیوں کہ ستر و کھٹا اور آٹھانے والا دونوں مجرم ہیں نیز در کے راستہ سے جو ریاچہ و رنج ہوئی ہیں ان میں آؤ نہ ہوتی تھے اور اپنے بندہ و آواز ہوتی ہے لہذا اگر اور جو فرائض حاصل کرنے تو دوسرے کو کھڑو آؤ نہ ہوتے تھے میں نہیں آئے گی۔

وصح علی الخفین: شیخ ابوالخدیج محمد بن علی نے کہا کہ میں نے فقہ کے بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں جو ہر تو ہر تک پہنچتی ہیں، رسولی نے انہیں جمع کر کے نقل کیا ہے کہ علی الخفین کے راوی صحابہ میں ہیں حسن بصری نے کہا کہ ستر صحابہ نے مجھ کو صحیح علی الخفین کی حدیث سنائی ہے، مزید تفصیل آگئے تھیں۔

قال السیاح: یہ ابن ابی کاسرولہ ہے اور شیخ ابوالخدیج محمد بن علی نے کہا کہ سند میں جو اسامیل راوی ہیں وہ اسامیل بن علی بن ابی کاسرولہ ہیں۔

الرخصة فی ترک ذالک

ابوہد یعنی رخص حاجت کے لئے دور جانے کو چھوڑ دینے کی اجازت ہے

حدیثنا اسحق بن ابوالہم قال احبونا عینی من یومس قال حدثنا الاعمش عن شقیق عن حماد بن عمار قال سمعت امی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامتی الی ساطعة قویہ قال فانما فلتعبت عنہ لدعانی وکنت عنہ عفیہ حتی لفرغتم نوضا ووسع علی حماد

حضرت حماد بن عمار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا تو آپ ایک قوم کی کوڑی پر پہنچے اور کھڑے ہو کر بیٹاب کرنے کا ارادہ کیا اس آپ کے قریب سے پہنچے لگا تو آپ نے مجھے بلا اور میں حاضر ہوا اور آپ نے مجھے کھڑا کر دیا حتیٰ کہ آپ بیٹاب سے فارغ ہوئے پھر فرمایا کہ موزوں ہے تم کو کیا۔

تفسیر بیچ: اس ترجمہ سے امام نسائی کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ قضاءِ حاجت کے لئے در شریف لے جاتے تھے، ان کا تعلق پاخانہ سے ہے کیوں کہ اس میں آگے پیچھے دونوں طرف سے پردہ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے لیکن پیشاب کا حال اس کے برعکس ہے کہ اس میں ایک جانب آبِ آؤ کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے اگر صرف پیشاب کی ضرورت ہو تو اس درجہ کا اہتمام کرنا ضروری نہیں جس درجہ کا پاخانہ میں کیا جاتا ہے وہ توڑوں کی موجودگی میں لگے کسی کو برا رہیں پردہ کی غرض سے کھڑا کرنے کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے اس امر کے اثبات کے لئے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں کہ جب حضور ﷺ پیشاب کا ارادہ کیا تو حضرت نہیدہ بچہ بیٹے لگے کھڑا پ نے اشارے سے بلایا اور وہ پیچھے کھڑے ہو گئے پھر آپ نے پیشاب سے فراغت حاصل کی۔

فانتم منی سباحۃ قوم الحج: لفظ سباحۃ معنی کے ضرر اور آب کی تخفیف کے ساتھ مستعمل ہے اس جگہ کہتے ہیں جہاں نہہ کی اور قمار بنگلوں کے کونے کرکٹ کھئے جاتے ہیں اور بعض نے کہا کہ کڑے کرکٹ کی کوسباحۃ کہتے ہیں واقعۃً اس ترجمے کہا جہاں سباحۃ کی بڑا اضافت قوم کی طرف ہوتی ہے وہ اضافت اختصاصیہ ہے اضافت ملکیت نہیں ہے کیوں کہ وہ غیر آباد غیر جمعیہ تھی وہاں سب لوگ کناستہ والے تھے لیکن اس کے قوم کے قریب ہونے کی وجہ سے ابھی کی طرف نسبت کر دی ہے اس لئے اس کو نبی پر پیشاب کر: دوسرے کی ملکیت میں تصرف نہیں ہے جس کے لئے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے ملاحظہ فرمائیے لکھا ہے کہ شاید وہ مجہد قوم کی ملک تھی اور: لک سے روایت کرنے کے بعد اس نے اجازت دیدی ہوگی، یا اطلاقِ اجازت پر نظر فرما کر آپ نے پیشاب سے فراغت حاصل کی، کیوں کہ کوئی گندگی نہج کرنے کے لئے ہوتی ہے لہذا اس پر پیشاب کرنا اس طرح کا تصرف نہیں ہے جس سے مالک کو برا ہو اس لئے اس کی اجازت ہوگی چنانچہ یہاں یہی صورت پیش آتی کہ شاید آپ معاصرِ مسلمین میں مشغول ہو گئے ہوں اس کی وجہ سے مجلس طویل ہو گئی ہوگی، اور پھر پیشاب کی ضرورت ہوئی تو فوراً اٹھے اور دور جانے کے بجائے قریب ہی ایک کوزی پر، لک سے اجازت لئے بغیر پیشاب کیا۔

کھڑے ہو کر پیشاب کیوں کیا

اب رہ: کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی وجہ، سو اس کی وجہ متعدد ہو سکتی ہیں جنہیں علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے مثلاً بعض سناہ کا خیال ہے کہ اس کو نبی پر تعویذ کی کوئی جگہ تھی اور کوئی چرکا خردلی فصل والی ہوتی ہے اس لئے پیشاب کے ٹوٹ آنے کا اندیشہ تھا لہذا آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب سے فراغت حاصل کی۔

علامہ ساروقی اور قاضی عیاض نے کہا کہ خلافِ عادت آپ کا یہ عمل اس لئے پیش آیا کہ آپ آبادی کے قریب تھے اور چنہ کر پیشاب کرنے کی حالت میں خردلی رواجِ حدیث کی قیادت محسوس کی جس سے یہی آواز پیدا ہوئی ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کی حالت میں آواز پیدا نہیں ہوتی اس لئے کھڑے ہو کر پیشاب کیا گیا آبادی کے قریب پیشاب کرنے میں احتیاط کا تقاضا یہی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے "النبول قناحہ احصن للدمر" یعنی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دیر کے لئے ذریعہ حفاظت ہے کیوں کہ اس میں آواز نہیں ہوتی جو باعثِ حیا اور غمراں کی نظر میں ناپسندیدہ کام ہے، امام شافعی نور المامباہ سے اس بارے

میں یہ عقول ہے کہ عرب کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور دیگر کلام حق کیوں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے یہ پیشاب اپنے طرف سے بڑی طرح ناپی ہو جاتا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو بھی اس وقت تکی ذکاوت ہو اور آپ نے بھور علاج یہاں تک فرمایا ہو۔

یعنی اور ماکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کے گھٹنے میں اندرونی حصہ میں درد تھا اس کی وجہ سے آپ خود سے معذور تھے اس لئے آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس توجہ کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ اگر حدیث صحیح ہو تو دوسرے تمام بیان کردہ افعال سے مستثنیٰ کر دیتی ہے، لیکن وہ فقہی اور تعلق نے اسے اعتبار سند ضعیف قرار دیا ہے ابو ہریرہ اور ابن شاہین کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا مکمل منہوں ہو چکا ہے مگر عرب سے بہتر اور بے تکلف بات یہی ہے کہ آپ نے چنانچہ جو ان کے لئے ایسا کیا اسی کو ہم نوٹی نے ذکر کیا اور حافظ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ فقہ العزیز نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت ہے، لیکن کرمی پیشاب کرنے کو حتمی اور ضروری نہ سمجھیں، گو چنانچہ جو ان کے لئے غیر صحیح ہے جس طرح باب تشریح میں لوگوں کو مطلوب و مرغوب چیزوں کی علیحدہ دینے تشریف لائے تھے اسی طرح یہ جو ان کے لئے وہی چیزوں کا اکتفاء بھی آپ نے فرمایا ہے۔ (دعایہ الحارثی)

فقہ ضعیف عند الخ یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تک کہ آپ نے پیشاب کرنے کا ارادہ کیا تو میں اپنے کھانا کہ پیشاب کرنے کی حالت میں میری نزدیکی سے آپ کو ناگوار کی معلوم نہ ہو کیوں کہ فقہانے حاجت کے وقت آپ کی ہمت شریفہ لوگوں سے دور جانے کی تھی جس آپ نے اشارے سے مجھے حصول تسکین غرض سے قریب بلایا اور میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے اور آپ نے اس غرض سے یہ بھی بتا دیا کہ اگر صرف پیشاب کی ضرورت ہو تو دور جانا ضروری نہیں بلکہ لوگوں کی موجودگی میں کرنا بھی جائز ہے۔

القول عند دخول الخلاء

پاخاند کی جگہ میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی دعا کا بیان

احمر ما اسحق بن ابی اہیم احمر ما اسماعیل عن عبد العزیز بن صہب عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال انلھم انی اعوذ بک من الخبث والعیانہ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے "انلھم انی اعوذ بک من الخبث والعیانہ" اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ شیاطین سے پناہ مانگتا ہوں۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ: اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں انصار صمدی بخاری خزرجی جب ان سال تک انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت کی ہے حضور ﷺ نے ان کی نسبت ابو خزرجہ بھی ہے تو ان کا بیان

ہے کہ میں بقاء یا مائت الکیل رہا تھا اس کو مہرب میں حمزہ کہتے ہیں اس لحاظ سے حضور ﷺ نے میری کیفیت بومر و مکی، حضور ﷺ کی وفات کے بعد نکاح میں فرمایا، پھر لہرہ دیکھ کر تیار پڑے بروئے اور وہاں سے وہ بھی یا اس کے بعد انتقال فرمایا، لیکن مدنی کہتے ہیں کہ پھر وہ بیٹے صحابہ کے ساتھ انتقال کرے ان سب کے ذکر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، ان کی کل تعداد ۱۶۸۶ ہے۔

اذا دخل الخلاء چونکہ اسلام نے توہمات میں شیعتان سے چڑکھ کر بنے کا حکم دیا ہے اور مختلف حوا میں انسان کو تیار نہیں، نہ اپنے کی تہ اور تعصم فرمائی ہیں اور وہ قلع و خندق کی مناسبت سے ہر حالت میں تیار رہنا کہ کیا ہے اس نے بیت الخلاء میں جانے وقت اس حالت کے مناسب تہنسیہ ہے اسے بھی تہہ در تہہ کیا ہے اس کے اخلاقیہ ہیں "انفسہم ہی اعدوہم" من الخبث والنجاست اور اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا سبب ہے کہ برکت کی حالت میں شیطان کو جھینچ کر ہر ذکا موقع خوب مناسبت چنانچہ ابو ذر میں حضرت زید بن فرات رضی اللہ عنہ سے ہے "ان هذه الحشوش معسرة فاذ من احدكم الخلاء فليقلن انفسهم اني اعدو ذك من الخبث والنجاست" یعنی یہاں تو قدر کے حاکم کرتے ہیں وہاں شیاطین کا جبر رہتا ہے کیوں کہ ان کو انوار اللہ و نہایت سے ملتی ہے جہت ہے جیسے کہ سادہ نگار کا ذکر وہ مساجد میں رہتا ہے کیوں کہ ان کو پانی کی تہ طہی نہایت ہے اس سبب اسی کے مناسب تہنسیہ کی تعظیم و تہی بعض روایات میں اور ہوا ہے کہ کلمہ اللہ شریفین اور کئی دم کی مروت بھی دہن سے نہیں چھوٹے کا حکم ہے کہ درمیان میں کہ اس کے بیت الخلاء میں شیطان بعض کی شرارت سے غصہ کرنے کی تدبیر کی ہے کہ وہاں جاتے وقت تہنسیہ پڑھ کر ہر گز نہ جائے تاکہ اس عمل کی برکت سے شیطان ضرور سے غصہ نہ کر سکے، یہاں حدیث اب میں مذکور ہے ابن حبیب سے شمار و اسامی کی روایت میں انوار دخول الخلاء "کانکتاب ہے اس کی تحریف میں علامہ بیہقی وغیرہ نے فرمایا کہ اس میں لفظ عشاء اور عشی اس سے اور اور عرض مراد لیتے ہیں جس طرح آیت کریمہ "اذا قمتم لیس الصلوة" میں مراد اور ادا کرنا ہے، آیت کریمہ "اذا اقاموا الصلوة انصرفوا السبح" میں مراد اور وقت ہے ہذا یہ الفاظ آیت اللہ میں داخل ہوتے وقت پڑھتے ہیں جو ان کے پڑھنے اور اس تو یہ مذکور کی تائید میں ہے، میں اس حدیث کی قبول سے بھی ہوتی ہے چنانچہ انہوں نے اسی حلقہ سے اثبات کے لئے صحیح بخاری میں عبد الرحمن بن مسعود کے ہرے شکر و سعید بن زید کی روایت سے "اذا اراد ان یسجد حل" (یعنی جب آپ بیت الخلاء میں جاتے تھے اور فرماتے تھے) "انک تفرغ لعل فرمائی ہے اور اب بعد اس میں بقاء کی اپنی سند سے انوار ابدال حصول "اسمات علی فرمایا ہے عداوہاں کے لکن ہشام نے بھی لکھے اب ہر میں کی تصریح کی ہے کہ کلام مہرب میں لفظ ادا کے بعد مراد کی تکرار کوئی دلیل نہیں بات میں ہیں اگر کتب میدان میں فراغت کی نوبت آجائے تو چونکہ وہاں کندہ کی نہیں ہوتی اس لئے شیاطین کا اجتماع نہیں ہوتا اس لئے قہود کے وقت یہ کلمات استغفار پڑھ لینے چاہئیں اور اس کے ہر سہ کے لکھ کے اور قول میں ایک فرقہ کا قول ہے کہ حدیث کو معنی جاری یعنی مراد دخول پر عمل کی کوئی ضرورت نہیں دخول کے معنی بھی مروی ہیں بلکہ وہاں داخل

نور بھی اسلئے دیا کہ وہ کہتے ہیں: "حاجت اپنے مرنے والی شکل کی طرف بھاری ہے اور انسان کی طرف یہ کہ اسے
بصعد کلمہ الطیب اختیار کیا ہے۔"

اس میں شبہ کی جگہ نہیں ہے، تو قرآن کے معنی میں بھی یہی ہے۔ اور ان کی بات سے بھی اس میں
کوئی شک نہیں ہے کہ یہ نصیحتیں ان کے دل میں آجائیں اور ان کے دل سے نکلیں اور ان کے دل سے
نکلتے ہوئے شیطان دشمنوں کو بھی لگا لگا کر لیا جائے اور ان کے دل میں اور ان کے دل سے نکلیں اور ان کے دل سے
نکلتے ہیں کہ وہ ایک لمحہ کی مدت میں اپنی تمام تر کمزوریوں کو اپنے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے
نکلتے ہیں کہ ان کے دل میں سے ایک تھون کے مرتبہ کو نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے
نکلتے ہیں کہ ان کے دل میں سے ایک تھون کے مرتبہ کو نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے
نکلتے ہیں کہ ان کے دل میں سے ایک تھون کے مرتبہ کو نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے

دوسری قوموں کی ہے جو بھی ہو گا۔ فذلک وعدہ اللہ لکم ان یبقی منکم من یحب ان یستقر
فکلمات اللہ ذی بڑے تھون کی ہے کہ ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے
نکلتے ہیں کہ ان کے دل میں سے ایک تھون کے مرتبہ کو نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے
نکلتے ہیں کہ ان کے دل میں سے ایک تھون کے مرتبہ کو نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے
نکلتے ہیں کہ ان کے دل میں سے ایک تھون کے مرتبہ کو نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے

النهی عن استقبال القبلة عند الحاجة

فکلمات اللہ ذی بڑے تھون کی ہے کہ ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے

احسن من حسبه والحدیث میں مسکین فیراد فی علمہ والیا السبع و لفظ لہ عن ابن القمامہ قال
حدیسی عنک عن اسحق بن عبد اللہ بن اسحق بن طلحہ عن رافع بن اسحاق بن السبع قال قال ابو اسحاق
وهو یحسین بن علی و اللہ ما انری کیف اصنع بعد الذکر ایس و لہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا
ذهب احدکم الی العیاط او ابوی فلا یستقبل القبلة ولا یمسہ بها

و ان بنی النقی سے روایت ہے انہوں نے اسطے ایوان پر آئے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے
نکلتے ہیں کہ ان کے دل میں سے ایک تھون کے مرتبہ کو نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے
نکلتے ہیں کہ ان کے دل میں سے ایک تھون کے مرتبہ کو نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے

ابو ایوب نصاریؓ آپ کا ارشاد ہے ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے
نکلتے ہیں کہ ان کے دل میں سے ایک تھون کے مرتبہ کو نکال دے اور ان کے دل سے نکال دے اور ان کے دل سے

کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کے مکان پر اترے اور رسول اکرم ﷺ کے بعد بھی جب دکان کھل جاتی رکھا، اور جنگل تھنڈی میں ۳۰ دھڑوں کی وکالت ہوئی اور یہاں تو حد کے نقشیں حصہ میں دفن ہوئے۔ اہل دہانگی کے قہر طے ہوا ان کی دعا مانگتے ہیں۔

تشریح قولہ وهو بصیر اس روایت میں وہ بصیر کا لفظ ہے، مسخری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں "فقد منا الشام فر جندنا مر احیض قد سبت قبل القبلہ فکسا بحرف عھا" "توفیانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابو یوسف انصاری رضی اللہ عنہ کے عمر میں پیش آیا تھا اور موسم کی روایت سے معلوم ہوا شام میں چلائے تھے دے شیخ ابی العزین عراقی نے کہا (شرح ابو داؤد میں) کہ دونوں روایتوں میں کوئی مفاد نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ یکہ ہی سفر میں دونوں شہروں میں واقع ہوا ہو وہ جس صرح سے کہ دونوں شہروں میں گئے ہوں تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں بیت نکلا بلکہ کسی سمت بنائے گئے تھے۔

اذا ذهب احدکم الی غیرہ یہ کہ جب تم قندے حالت کے لئے جاؤ تو ایک کی جانب رخ یا پشت کر کے مت چلو اس حدیث قرطبی میں اس کے لئے نہ صرف یہ اور تو ان کا بیان ہے ہر شخص پیشاب اور پاخانہ کے وقت ضرور اس کو بٹا خیال رکھ کر قبہ کی جانب رخ یا پشت نہ کرے نہ پیچھے اس کی سمت اترے نہ کچھ سے حد نہ لے نہ استقبال اور شہد بار قبلہ کو رخ نہ لایا استقبال اور شہد بار کو رخ نہ لایا اور قبر کو قبلہ اس لئے کہتے ہیں کہ نماز میں اس کی طرف نہ لیا جائے بلکہ یہ بالکل بے مناسب ہے کہ بول دے کہ وہ قاتل میں اس کی طرف نہ کرے اس سے مضموم ہوا کہ اترام قبلہ تقصود ہے قرآن کریم کی آیات اس کی طرف اشارہ کر رہی ہیں فرمایا "جعل اللہ للکعبة المنع" کہ کعبہ کو بیت الحرام فرمایا گیا اس سے مغربی جانبت روا ہے کہ اس کا یہ ہے "قوله تعالیٰ ومن نعظم حرما اللہ المنع" نیز فرمایا "ومن نعظم شعائر اللہ المنع" "تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یادگاروں کا وہاں پر ان خصوص فی القرآن ہے اور نہ کعبہ کا بیت الحرام ہونا خود مضموم ہے ہذا شہید ظاہر ہے۔

نیز روایت سے بھی اس علت کی طرف اشارہ ہوتا ہے چنانچہ ابن خزیمہ ورائج مہار نے روایت تھیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا روایت کیا ہے "من فضل فحہ القبلۃ جاء یوم النبیامۃ وفیہ بین عبسہ" "تو جب قبلہ کی طرف تھوکنے پر یہ حدید ہے کہ قیامت کے دن تم کو کاہہ حصہ کی پیشانی پر رکھ دیا جائے گا تو پیشاب پاخانہ تو اس سے بدترین چیز ہے اس لئے مراہیل طلاس میں وضاحت کے ساتھ وارد ہے "سحق علی کل مسلم ان یقوم قبلۃ اللہ ان لا یستقبلہا بغائط او بول" اور ہذا کی روایت میں آیا ہے کہ ہر شخص پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف نہ کر کے بیٹھا ہو پھر اس کو پڑا کی "فان حروف عہا اجلا لہا لم یقم من محلہ حتی یغفر لہ" "تو ان روایت سے معلوم ہوتا کہ استقبال و شہد بار قبلہ کے منع ہونے کی وجہ اتر مقلد ہے۔

اس مسئلہ کو روئے کے بارے میں اقوال ائمہ

اس کے بعد دوسری بحث یہ ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے خود ابی حدیث حضرت ابو یوسف انصاری رحمہ

میں نے اس حدیث کے بارے میں قوم بخاری سے پوچھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ حدیث جاریہ رحمۃ اللہ علیہ صحیح ہے اس کو حدیث
واقعی سے متعدد روایتوں نے روایت کیا۔ جب وہ اب سوال یہ ہے کہ اس سے امام بخاری کی مراد کیا ہے اگر ان سے کہ ان
الحق کے مطابق ہے یہ حدیث صحیح ہے تو ہر مسلم نہیں کرتے کیوں کہ محمد بن اسحاق اور دیگر علماء کے یہاں میں بہت معتبر ہے مگر
حلال و حرام کے معاملات میں ضعیف راوی ہے اور اگر امام بخاری کی مراد اس حدیث کی صحت ہے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی
حدیث میں جس واقعہ کا بیان ہوا ہے وہ ایک واقعہ جزا ہے جس کی حیثیت بیعت بنی القریظ کے لئے راجح قرار دیا جاتا ہے یا نہی الی اب
بیان کیا گیا ہے اب اس میں متعدد اختلاف ہیں ایک تو یہ کہ اس کو حدیث صحیح کے لئے راجح قرار دیا جاتا ہے یا نہی الی اب
انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے سبب سے حدیث میں عمر کو مٹوانا مانا جائے، یا آپ اس میں سے کچھ میدان اور آبادی کے فن کو بیان کرنا
چاہتے تھے یا آپ رحمۃ اللہ علیہ عذر و مکان کے باعث اپنی خطا کے مطابق نہیں بیٹھ سکتے تھے، یا آپ یہ بتانا چاہتے تھے کہ میں نے جو
پہلے سنا تھا اس سے کئی نئی مراد بھی اس لئے یہی جواز کے لئے کیا ہو یا آپ کی خصوصیت ہو اب ان اعتراضات میں سے
تطبیق طور پر کوئی ایک متعین نہیں ہے بلکہ احادیث بھی جو صحیح اور معتبر ہیں ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جنس کی وجہ سے
کیسے چھوڑا جائے گا، اور اس قدر اختلافات کے ہوتے ہوئے حدیث الی اب اب انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کیسے شخص قرار دے سکتے
ہیں، بہر حال یہ مشرک کتاب سے حدیث الی اب عمر رضی اللہ عنہ اور حدیث جاریہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں کو شرط ہے۔

میں کے علاوہ ایک از جواب حدیث چار گاہ ہے کہ درست ہے کہ معصرت پر رہنے والے نے شہرہ علیہ السلام کو قبلہ کی طرف چھو کر اٹھائے ہوئے تھا نے حاجت کرتے ہوئے ایک ہے لیکن سوال یہ یہ ہوتا ہے کہ کہیں ایک ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تو اس لئے مشاہدہ کیا تھا کہ ان کی بہن حضرت علیہ السلام کا رکوع تھا اور وہ گھر کے آوی تھے لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ تو گھر کے آوی نہیں تھے اس لئے وہ جس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں بے شک حجازی میں پیش آیا ہوگا اب آپ ہی بتائیں کہ یہ روایت شوافع کے لئے منیہ ثابت ہوئی یا سنی کیوں کہ نبیوں نے جملہ دیباہاں اور قباہی میں تقریر کی ہے اور اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت امیرا متقبل قبلہ کئے ہوئے تھے اب اگر کوئی روایت ایسی بھی مل جائے جس سے قباہی میں دیکھنا ثابت ہو تو ایسی کوئی دلیل نہیں ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ یہ بھی ایک جزئی واقعہ ہے جو شوافع کے مسئلہ ضابطہ کا یہ اور معمول ہے کہ وقت شدہ مال کے قائل نہیں ہے حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس حدیث نہیں جس سے استدلال کیا جاسکے۔

بہر حال حدیث میں امر کا جواب تو اس کا ایک جواب غلام شوقانی نے دیا کہ لحاظ اصول جواب بہتر ہے وہ یہ کہ کیا کریم رحمۃ اللہ علیہ کا فعل قول خاص کا معارض نہیں ہو سکتا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ نفس جو مگر کی چست پر حضور کریم رحمۃ اللہ علیہ سے واقع ہوا تھا یہی نہیں کہوں ہوا کیا بات ہے اس لئے واقع ہوا کہ آپ چاہتے تھے است میں سے کوئی فرد اس پر مطلع نہ ہو نہ وہ ایسا فعل مضارع اور قانونی ہے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارک کے ساتھ مخصوص ہے اس کی وجہ سے حکم عام صادر نہیں ہوتا جس کی حدیث ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ میں تصریح ہے اب اگر کوئی کہے کہ یہ خصوصیت کیا ہے تو قول تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس کے مطلق نہیں کہ یہ مطلق یہ ہلا کہیں مثلاً حضور بعد لتسمرنا یزید یعنی تیرے اور است کو ترک فرما دیا تو اس کی

حافظ ابن عمرؓ نے اس کو قابلِ محبت قرار دیا ہے انہوں نے فرمایا یہ روایت یا تو حدیث ابنِ ابی اوبہؓ سے پہلے کی ہے یا بعد کی ہے اگر پہلی کی ہے ظاہر ہے کہ وہ حضرت ابی اوبہ انصاریؓ کی حدیث سے منسوخ ہو چکی ہے اور اگر بعد کی ہے تو مادۂ یہ ایک حال بات ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ پہلے استقبال و استدبار سے منع فرما چکے ہیں اور لوگ بھی اس پر عمل کرنے لگتے تو پھر ان کی اطاعت پر اپنے قولی "اوقد لعنواھا" سے انکار کیوں فرمایا کیا بات تھی انکار کی یہ تو ایک ایسی بات ہے جس کا کوئی مسلمان مقبول نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دانشمند شخص اس لئے اگرچہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی بلاشبہ وہ منسوخ ہو گئی۔

الغنی عن استقبال القبلة عند الحاجة

قضاء حاجت کے وقت استدبار قبلہ کی ممانعت کا بیان

احمد بن محمد بن منصور قال حدثنا صفیان عن الزهري عن عطاء بن يبريد عن امي ايوب ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها لغائط او بول ولكن صرفوا او غيروا
حضرت ابی اوبہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم پکانہ یا پیشتاب کے وقت قبلہ کی طرف نہ کر کے بھڑکنا اور نہ پیچھا دے کر مگر مشرق یا مغرب کی جانب رخ کر کے بھڑکو۔

تشریح مولودہ ولکن صرفوا او غيروا یعنی ترافت کے وقت مشرق کی جانب رخ کر کے بھڑکو مغرب کی جانب اسی حدیث میں چار دستور کا بیان آیا ہے اور اہل مدینہ اور جوگ میں مست ہر جہے ہیں انہی کو خطاب ہے کہ تم بارہ لئے ترافت کے وقت جانب شمال اور جنوب استقبال و استدبار کی اجازت نہیں کیوں کہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوبی ہے ولایت مشرق یا مغرب کی جانب رخ کر کے قضاء حاجت کی اجازت ہے کیوں کہ جب مذکور پیچہ جنوب کی طرف نہیں آئیں تو مشرق یا مغرب کی جانب ہوگی لیکن جو لوگ مشرق یا مغرب کی سمت پر جہے ہیں ان کے لئے یہی حکم نہیں ان کے لئے تو حکم ہے کہ شمال یا جنوب کی طرف نہ کر کے ترافت حاصل کریں۔

ابن عمرؓ نے اسی حدیث سے یہ مسئلہ استدبار کیا ہے کہ نماز میں استقبال قبلہ جو فرض ہے وہ صرف جہت قبلہ کی طرف رخ کرنے سے ادا ہو جائے گا میں قبلہ کی طرف نہ کر کے نہ کایا نہ نہیں بنایا مگر یہ صورت اور روزانہ علاقوں میں رہنے والوں کے لئے ہے جو لوگ بیت اللہ کے قریب ہوں ان کے واسطے جہت کعبہ کی طرف رخ کرنا کافی نہیں بلکہ میں کعبہ رخ کرنا ضروری ہوگا۔ حدیث کی یہ تشریح بخاری و سنن سابق کی حدیث کے ماتحت آ چکی ہے۔

الامر باستقبال المشرق او المغرب عند الحاجة

قضاء حاجت کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرنے کا حکم دینا

احمد بن محمد بن ابراہیم قال حدثنا عمرو حدثنا معمر قال اخبرنا ابن شهاب عن عطاء بن يبريد عن امي ايوب الانصاريؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انى احدكم الغائط فلا يستقبل

الغلبة ولكن ليس في او يعرب

تقرت ابو ايوب انصاري رضي الله عنه سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پرانا مسافر ہو تو قبلہ کی طرف رخ کر کے نہ بیٹھے لیکن چاہئے کہ پروردگار کی قسم یہ بیچشم کی طرف رخ کرے بیٹھے۔

تشریح اذا انسى احدكم الغلظة الخ اس روایت میں صرف "فلا يستقبل القبلة" یعنی گرفتہ استقبال کا بیان ہے ذکر استدبار سے سہادت ہے بلکہ اس کے علاوہ دوسری کثیر روایات ذکر استدبار سے خاموشی ہیں اور ایسی ایک روایت بھی مروی نہیں ہے کہ ان میں استقبال قبلہ سے منع نہ کیا گیا ہو لہذا یہ چاہئے کہ اگر یہ نسبت استدبار کے استقبال کی نسبت اشد ہے اور ممکن ہے کہ ایسا نام اعلیٰ سے ایک روایت مثلاً و مشر استدبار کے جواز کا بخوبی نقل ہے اس کا حامل انہیں و جوہ کی بنا پر زیادہ (واللہ اعلم بالصواب)

لیکن آپ کی مشہور روایت یہی ہے کہ استقبال و استدبار مکمل میدان الہی میں محدود و تحریمی ہے بلکہ کسب الغنہ علی السبب الاربعہ میں لکھا ہے کہ حنیف کے ہاں برفاقت کے وقت لیکن استقبال و استدبار کی کراہت تحریمی ہے، و استقبال بالادب و بالحر کے وقت بھی اگر کوئی غلطی سے بیٹھ گیا تو ایسا تو ایسی ہی رہا ہوا ہے نہ بیٹھ گیا یعنی مالک و غیرہ کے نزدیک احتیاط یا حیلہ و احتیاج ہے نہ وقت استقبال و استدبار صرف کرہ ہے نہ جائز نہیں بلکہ اس میں حدیث میں اہل حدیث کو ہدایت فرمائی گئی کہ احرام قبلہ کا قبول رکھیں اور وہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ قضاے حاجت کے وقت مشرق یا مغرب کے طرف رخ کرے نہ کہ ان کے کٹھن اور خواب کی طرف نہ کیوں کہ ان کا قبلہ غرضی ہے۔

الرخصة في ذالك في البيوت

مکانات کے اندر استدبار قبلہ کی اجازت ہے

اخبرنا قتيبة بن سعيد عن مالك بن يحيى بن سعيد عن محمد بن يحيى بن حبان عن عمه واسع بن حبان عن عبد الله بن عمر قال لقد ارتقيت على طهر بيتنا لرايت رسول الله صلى الله عليه وسلم على اثنين مستقبلين بيت المقدس لعاجته.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دو آدمیوں پر بیٹھے ہوئے قضاے حاجت کر رہے تھے اور آپ کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا۔

تشریح قوله لقد ارتقيت على طهر بيتنا الخ بخاری کی روایت میں بعض حاجتی کی عبارت ذالک ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت سے گھر کی چھت پر چڑھ قضا تو وہاں انہوں نے جو اقدار مثلاً و کیا اسے اس روایت میں نقل کیا ہے یہاں روایات کے الفاظ مختلف اور دوہرے ہیں سنائی کی روایت میں علی طہر بیتنا کا لفظ ہے بخاری کی ایک روایت میں علی طہر بیتنا کے الفاظ آئے ہیں اور ایک روایت میں علی طہر بیتنا کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت میں علی بیتنا حتی حصۃ کے الفاظ ہیں اور دو میں بھی طہر بیتنا کا لفظ ہے اور ترمذی میں علی بیتنا حتی حصۃ ہے یہ روایات سب صحیح ہیں ان میں غرضی ہے

سے کہ اس عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مکان کی نسبت مجرا ہے اس کا ذکر ہے کہ وہ ان کی بہن کا مکان تھا وہ حضرت عہد رضی اللہ عنہ کی طرف بطور اتنا تھے کہ انہیں جس کا مکان میں لے لکھا کہ جس طرح اس عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مکان کی نسبت باعتبار ان کی بہن ہونے کے پڑتی ہوئی ہے اسی طرح مکان کی اضافت حضرت عہد رضی اللہ عنہ کی طرف بھی تعلق کلی کی وجہ سے بطور مجرا کے ہوئی ہے۔ ورنہ واقعیت اس مکان کے بارے میں تو حضور ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے حضرت شوالیہ اس حدیث کے باعث حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں تفصیل کرتے ہیں کہ ان کی روایت کا تعلق کھمبہ ان سے ہے آبادی سے نہیں بلکہ انسانی نے اس مسجد میں شوالیہ کی موافقت فرمائی ہے انہوں نے اس مقصد کے اثبات کے لئے سب سے پہلے "الہی عن استنباطی الصلہ عند الحاحہ" کا منہ لیا تھا اس کے بعد درود پڑھا کے "بجز الو عصفہ فی خالک فی السیوت" کا ترجمہ قائم کیا اور ان سے ماتحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مروی احادیث حنبلیہ کی طرف سے اس حدیث کے متعدد جرائد بعنوان "الہی عن استنباط الصلہ عند الحاحہ" کے اہل میں نقل کرو۔ حدیث کی شرح میں گذر چکے ہیں وہاں ملاحظہ ہو ان کے علاوہ یہ اور مذاہب جس کو خدام میں نے نقل کیا ہے اور اسے فیض الہادی میں بھی نقل کیا تھا اور اس کے متعلق حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس جواب کی طرف لوگوں کے عام اذہان میں گئے اور مجھے بھی اس کا ہم ایک حصہ کے بعد جواب دیا کہ دراصل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے خیالات کی تردید فرمائی ہے کہ جو پیشاب پانہ کے وقت بیت اللہ کے ساتھ بیت المقدس کو بھی برابر کا درجہ دے رہے تھے اور کہتے تھے کہ قضاے حاجت کے وقت بیت المقدس کا استعمال جائز نہیں تو انہی پر انکار فرمائے کی غرض سے مذکورہ حدیث روایت کی ہے اور انہوں نے استقبال یا استدبار بیت اللہ کے مسئلہ سے قصداً کوئی بحث نہیں کی اس کی وجہ سے صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو محمد بن یحییٰ نے اپنے چچا داؤد بن جہان سے کی ہے۔ اس بات میں جہان کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور جہد اللہ بن یحییٰ کو گئے ہوئے قبلہ کی طرف پشت کئے ہوئے بیٹھ ہوئے تھے۔ جب کہ نمازات فارغ ہو کر ان کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جب تم قضاے حاجت کے لئے بیٹھو تو قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھو اور بیت المقدس کی طرف حالانکہ میں ایک گھر کی چھت پر چڑھ کر بیٹھ کر آپ ﷺ اور انہوں پر بیت المقدس کی طرف چہرہ رک گئے ہوئے قضاے حاجت فرما رہے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے معلوم ہوا ہے کہ ان کا مقصد ان لوگوں کے خیالات کی تردید ہے جو بیت اللہ کی طرف بیت المقدس کے استقبال کو بھی منع سمجھتے ہیں اور دونوں کو برابر کا درجہ دے رہے ہیں۔ بیت اللہ کو معاملہ ان عمر رضی اللہ عنہ کے مقصد میں داخل ہی نہیں ہے اس لئے انہوں نے اپنا مشاہدہ بیان کرتے وقت صرف استقبال بیت المقدس کی خبر دی ہے اس سے معلوم ہوا کہ استدبار کعبہ کا اگر حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے اس توہید کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کا استقبال یا استدبار قبلہ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ اسی حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ بنا پر امام احمد نے فرمایا کہ یہ روایت بیت المقدس کے استقبال یا استدبار کے لئے مانع ہے لیکن بعض روایات میں درمصر برائے کعبہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یعنی حضور ﷺ کی پشت برابر کعبہ کی طرف تھی وہ مروی اعتبار سے اضافہ کئے گئے ہیں جو تحقیق مست پرکھا ہے کہ بیت اللہ و بیت المقدس نہ تو ایک خط مستقیم پر واقع ہے اس لئے بیت المقدس کے

استقبال سے بیت اللہ کا استہبار لازم آتا ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بلکہ اس حقیقت کو تو علم جغرافیہ اور عرض بلد میں ہے (کہ)
 یوریت المقدس کا واقعہ علم ماہرین نے صرف کر دیا ہے کہ وہ لوں ایک نئی سمت میں واقع نہیں ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)
 لہذا بیت المقدس کے استقبال سے بیت اللہ کا استہبار لازم نہیں آتا مگر جب روایات میں مستدر برائے کعبہ کا ذکر نہیں
 ہے بلکہ ترویضہ ہے اس کی نزدیکی کی گئی ہے جس کا درست نہ ہونا معلوم ہو تو پھر کیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کی
 ہو سے حضرت ابو ایوب انصاری کی حدیث مطلقہ کوفہ کے ساتھ مخصوص کیا جاسکتا ہے کیوں کہ بیان سببی کے مطابق تو حضرت
 ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت مضموع علی سے خارج ہے۔ (ایضاح البحار)

باب النہی عن من الذکر بالیمین عند الحاجة

قضاء حاجت کے وقت داہنے ہاتھ سے اپنے سر کو چھونے سے منع کرنے کا بیان

احمرنا یعنی من درسد فان خبرنا ابو اسماعیل وهو القناد قال حدثنی یحییٰ بن ابی کثیر ان عبد
 اللہ بن اسی قنباة حدثہ عن ابيه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا بال احدکم ولا یأخذ ذکرہ
 بيمينہ۔

حضرت عبد اللہ اپنے والد ابو قناد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پیشاب
 کرے تو اپنے سر کو داہنے ہاتھ سے نہ چکے۔

احمرنا ہناد ابن السری عن وکیع عن هشام عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن ابی قناد
 عن ابيه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل احدکم الخلاء ولا یمس ذکرہ بيمينہ۔
 عن ابيه: جیمہ راجع ہے حضرت ابو قناد رضی اللہ عنہ کی طرف آپ انصاری اور سنن میں صحابہ میں ان کے علاوہ ابو قناد کسی
 کی کنیت نہیں مگر ان کو فارسی رسول اللہ ﷺ کہتے تھے۔ یعنی جیمہ راجع کا بار محمد رسول اللہ کا اصل نام حادث میں رہی ہے خواہ
 بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے مگر سناں کی عمر بانی اور ۱۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

اذا بال احدکم الخ: جس کی ذکر کی ممانعت کا حکم ان ابال احدکم کہ مرتب کیا گیا ہے اس سے کوئی یہ سمجھ نہ سکے کہ داہنے
 ہاتھ سے عضو مستور کو چھونے کی ممانعت کا حکم صرف حالت بول کے ساتھ متعلق ہے یا یہ بات قید احترازی کی صورت میں
 درست ہو سکتی ہے لیکن یہاں روایت میں حالت بول کی جو قید آئی ہے وہ احترازی نہیں ہے۔

علامہ سنن جی نے فرمایا کہ روایت میں حالت بول کی جو قید ہے اس سے بطریق معلوم تکلف غیر بول کے حالات میں مس
 اگر بالیمین کے جواز کا قول کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ معلوم تکلف کا اعتبار نہیں ہے البتہ روایت میں حالت بول کی قید اس لئے
 مکی ہے کہ کبھی کبھار قضاء حاجت کے وقت عضو مستور پکڑنے کی ضرورت پڑتی ہے پھر جب باوجود اس کے عضو مخصوص کو
 داہنے ہاتھ سے پکڑنا مکروہ ہے تو عدم ضرورت کی حالت میں بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا فرض میں ذکر بالیمین کی کراہت حالت بول

مقتال بعض القوم الخ. بعض تلامذہ نے کہا کہ ان ایٹا کا ذکر کما حقہ مکمل مذاکرہ حجاب کے بعد کیا جائے گا۔ چنانچہ دینے پر وہ سب صحیح پیش کر رہے تھے تو یہ تقریر بالفاظ استعمال کئے اس پر آپ نے اسے فہم دے دیا۔ وہ صحابہ کا یہ کہ کچھ بھی اگر انہیں کے ساتھ ہی اس معاملہ سے کیا کر کے کہ جس سے نہ آپ قبر میں جاتا تو کیا ان کی شریعت میں یہ ممنوع تھا اگر کیا ہے تو آپ نے کب کہاں تو کیا ہے کا یہ مسئلہ اساتذہ نے انوار وء شاکر اذاعت دہاں اگرچہ یہ قسم کی شریعت میں سے نہ تھی بلکہ خلاف عقل معلوم ہوا تھا کیونکہ اس میں انی نقصان تھا کہ حجاب اس سے منع کرنے پر اسے قبر میں حجاب باغی تھی۔ اس کے ساتھ پیش کر کے کہ کمالیہ و ضلالت اور مشن دونوں کے اعتبار سے مطلوب اور مطلوب ہے اس سے منع کرنے پر یہ بھی کہ انی غائب رہنے کا لفظ اس کی بنا پر غلط ہے۔ یہ ضروری

[illegible]

اس صریح اور مستحق نے بھی سوس کے قول کو راجع قرار دیا ہے آپ نے بعض علماء جیسے کے قول کو نظر کرنے کے بعد کھلکا کر دیا ہے پر فقہ دانوں کے بعد ان میں صوم بیزار کے کہ وہ قول نہ فوراً میں سے ہے وقوع و انکسار میں ہی اسے فی غلظت سے نہیں لگا جیسے یہ ہے کہ وہ لوگ چونکہ دور رہا ہیں اس کے قریب تھے اس لئے جب ان کا عار سب سے کہ خلاف حضور ﷺ کو دینے پر یہ شباب رہتے رہتے تو یہ قریب وہ غلظت سے نہ ہو رہا تھا۔

علامہ مودودی نے جو کچھ روایات پر نظر کیا ہے ان کے بعد اسے کافی غائبانہ روایت سے متعلق ہوا اور انہوں نے ان روایات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس سے ان ہمارے لئے قابل کام نہیں ہوا مثلاً وہ کہتا ہے کہ جب حضور ﷺ نے اس کا قول میں یا تو ایسا موقع یا ان کی اعلان و خبرت (ذکر) کر کے آپ نے تو انہیں غلامت کو مٹا دیا جس کا اصل معنی ہے انہی

تکبات دیتے تھے تو ظاہر ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ ان لوگوں کا پور جسم کٹ جاتا کیونکہ پیچ شتاب کا معاملہ عادی اور غیرہ
اختیار دی ہے جو بار بار واقع ہوتا ہے اگرچہ ان کو ایسے سخت حکم کا تکلف بتانا قدرت میں داخل ہے لیکن ارحم الراحمین پروردگار
تعالیٰ کی شانِ رحمت کو دیکھتے ہوئے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کو قلع جبر کا تکلف نہیں بنایا گیا۔

(واللہ اعلم بالصواب)

الاستغزہ عن البول

پیچ شتاب سے احتیاط کا بیان

اسمرنا ہناد ابن السمری عن وکیع عن الاعمرش قال سمعت مجاہداً یحدث عن طاؤس عن ابن
عباس رضی اللہ عنہما قال مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قبرین فقال انہما یعذبان وما یعذبان لہی کبیرا ما
ہنا فکان لا یستغزہ من بولہ واما هذا لانه کان ہمشی بالنمیمۃ ثم دعا بحسیب وطلب فشقہ بالنبین لغرس
علی هذا واحد او علی هذا واحد ثم قال لعلہ یخفف علیہما ما لم یہمس۔ حوالہ منسوخ ورواہ عن مجاہد
عن ابن عباس و لم یذکر طاؤس۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزار ہوا آپ نے فرمایا ان
دونوں قبروں پر عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی بڑی چیز کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے ان میں سے ایک پیچ شتاب سے احتیاط نہیں
کرتا تھا اور دوسرا دینٹلی کرتا پھر باقیہ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک قبر پر ایک پتہ
تکڑا کر دو پھر فرمایا کہ جب تک یہ دونوں نہیں خشک نہیں ہو سید ہے کہ ان کا عذاب ہلکا کر دیا جائے۔

علی ہیرین۔ صاحب قبر کو کہنے ان کے نام نہ سوں اگرچہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھکانہ فرمایا ہے جس اور نہ صحابہ کرام سے ان قبر
کی کوئی بات نقل ہوئی اور اصل بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر انتہائی نیک اور مہربان تھے در اسلام کا وہ پتہ ہے کہ اگر
کسی معاملہ کے بارے میں صاحب معاملہ کی روحانی کا اندیشہ ہو تو حقی الامکان اس کی شخصیت کو چھپانا چاہئے غالباً اسی وجہ سے ان
دونوں قبروں کے حضرات کے نام ظاہر نہیں کئے گئے۔ (کنز الدقائق الحافظ)

اب شامی حدیث میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ قبریں مسلمانوں کی تھیں یا کافروں کی بعض حضرات نے کہا کہ یہ قبریں
کافروں کی تھیں اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی کے قائل ہوئے ہیں لیکن ابن قسطلانہ نے شرح احمد میں چارے وثائق اور یحییٰ کے
ساتھ لکھا ہے کہ یہ قبریں مسلمانوں کی تھیں اور امام ترمذی نے اسی کو اکثر بخاری زیادہ ظاہر اور راجح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر نے کہا
کہ حقاً بطریق حدیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ دو قبریں مسلمانوں کی تھیں اور اصل اختلاف کا مخطاہ دو روایات کو ایک پر حمل کرنا
ہے ایک تو یہ واقعہ ہونسا کی روایت میں ہے اور ایک دوسرا واقعہ جو بنی مسلم کے قبر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک قول
حدیث میں منقول ہے۔ جعفر شامی ان دونوں روایات کو ایک سمجھ رہے ہیں حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں بلکہ دونوں الگ الگ

واقعات ہیں اور ولایات بھی دو واقعے ہونے پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ اتنا ماننا کہ "موت مغربین جہلہ میں" یعنی آپ کا گزرونی قبروں پر ہوا تھا تو نیا ہوتا اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ قبریں دور جاہلیت کی تھیں۔ سند احمد میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "انہ صلی اللہ علیہ وسلم موتہ بالبیض لفلان من دلفنم الموم حنہ" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرونی کے قبرستان سے ہوا تو آپ نے پوچھا کہ اس قبرستان میں آج تم نے کس کو دفن کیا ہے تو یہ روایت واضح طور پر مسلمانوں کی قبر ہونے پر دلالت کرتی ہے، اور سند احمد و طبرانی میں سند صحیح سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "انہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیان لمی کبیر یسلی وما یصلیان الا فی الدفین والہون" اس روایت سے معلوم ہوا کہ ان دونوں مقصود کو نصیحت اور پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی بنا پر عذاب اور دہا ہے اور یہ مصران دونوں کے کافر ہونے کی نفی کرتا ہے کہیں کہ کافر و مشرک کو اگرچہ احکام اسلام کے چھوڑنے پر عذاب دیا جائے گا لیکن مزید برآں اس کو کفر پر عذاب دیا جانا ایسا ظلمی اور ناجسبی ہے کہ اس پر تمام امت کا اتفاق ہے کسی نے اس کے خلاف نہیں کہا، علاوہ ان ثواب و قرآن کے اور بھی متعدد وجوہ ہیں جن کی وضاحت علاحدہ بحث وغیرہ کے کی جان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اور وہ واقعہ جو مسند شریف میں مذکور ہے الگ الگ دو واقعات ہیں۔

ابھی ناقص میں ابوسوی مدنی کا قول گذر چکا ہے کہ ابوسوی مدنی وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ قبریں کافروں کی تھیں ان کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے جو بعد ازین لہجہ مروی ہے اس میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے دو مقصودوں کی قبر پر گذرے یہ دونوں زندہ جاہلیت میں ہلاک ہو گئے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ ان دونوں مقصودوں کو پیشاب اور مظلوموں سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے، اب ابوسوی مدنی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ تو یقینی نہیں ہے لیکن معنی اس کا صحیح ہے اس سے کہ یہ دونوں قبر والے اگر مسلمان تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سفارش کا کوئی مطلب نہیں بنے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص مدت یعنی مجبور کی ان دونوں شاخوں کے خشک ہونے تک کے لئے فرمائی تھی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ دونوں مقصود عذاب قبر میں چلا چکے تو آپ نے اپنی شفقت اور مہربانی کی بنا پر اس کو مناسب نہیں سمجھا کہ ان کو اپنے احسان سے محروم رکھا جائے اس لئے آپ نے ان دونوں کے لئے دعا ذکر و تک کے لئے سفارش فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ عذاب میں تخفیف کا معاملہ ایک خاص مدت تک رہے گا اس کے بعد عذاب بدستور لوٹ آئے گا تو عذاب کا ایک محدود مدت کے لئے ہلاک ہونا مٹا رہا ہے کہ وہ قبریں کافروں کی تھیں، بہر حال اس قبر پر ابوسوی مدنی وغیرہ کہتے ہیں وہ دونوں قبر والے غیر مسلم تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ ابوسوی مدنی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ خود اس نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے اور اس حدیث کو امام احمد نے بھی ایسی اسناد کے ساتھ جو مسلم کی شرط پر ہے روایت کیا ہے مگر اس میں سبب تقدیب کا کوئی ذکر نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس حدیث نہ کہ میں سبب تقدیب کا بیان ابوبکر کی تخلیق یعنی خلفہ سبط سے ہوا ہے اور یہ حدیث حضرت جابر کی اس حدیث طویل کے مطابق ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور اس میں جن دو مقصودوں کا واقعہ بیان کیا ہے ظاہر وہ کافر تھے لیکن حدیث باب کے تمام طرق پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ وہ قبریں مسلمانوں کی تھیں

چنانچہ ہم پہلے یہی کہتے ہیں کہ انہی کی روایت میں ہے مگر ہم یہ جدیدین تو قبر کا کیا ہوا اس بات کا قریب ہے کہ وہ دونوں قبریں دور جاہلیت کی نہ تھیں نیز مسند احمد میں حضرت ابو اناسہ رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے اس میں آیا ہے کہ حضور ﷺ کا گذر قحج کے قبرستان سے ہوتا ہے تو آپ نے پوچھا "من دلفنم الیوم ہنہا" تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ دونوں مسلمان تھے، کیونکہ قحج مسلمانوں کا قبرستان ہے اور خطاب مسلمانوں سے فرمایا ہے کیوں کہ دستور یہ ہے کہ ہر فرقہ کا وہی شخص متوفی ہوتا ہے جو اس میں سے ہو اور ان دونوں کا مسلمان ہونا حضرت ابو بکرؓ کی اس روایت سے ثابت ہوئے ہیں جس کو امام احمد اور طبرانی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ روایت ہم پہلے حدیث اب کے ذیل میں نقل کر چکے ہیں۔ (لصحیح البیہقی: ۱/۲۷۷)

اٹھوا بیعدہان فی کعبہ : فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا ہے بخاری کی روایت میں "بلسی وانہ لکبیر" کی زانو عبارت ہے یعنی پہلے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب کسی چارے گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے پھر آپ نے فرمایا میں جس گناہ کی وجہ سے ان کو عذاب دیا جا رہا ہے وہ گناہ بڑا تھا اب وہ عذاب ارشاد مبارک میں نفی اور ثبات کی وجہ سے متعارض پیدا ہو گیا اس کے متعدد جوابات علامہ سیوطی نے نقل کئے ہیں جن کو ہم نقل کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ البرقی نے کہا کہ حضور کریم ﷺ نے اس گناہ سے کہ ان دونوں صائب قبر کو عذاب ہو رہا ہے وہ کسی بڑے گناہ کے سبب سے نہیں ہے "وہ بیعدہان فی کعبہ" ارشاد فرمایا اس کے بعد فراموشی نازل ہوئی جس میں اس بات کی خبر دی گئی کہ یہ گناہ کبیرہ ہیں معمولی گناہ نہیں اس لئے آپ نے فوراً استدراک یعنی کام سابق کی اصلاح فرمائی "بلسی وانہ لکبیر" کہ نہیں بلکہ یہ دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب تھے اس لئے عذاب قبر میں مبتلا ہو گئے۔

داؤدی اور ابن العربی نے یہ جواب دیا ہے کہ "وہ بیعدہان فی کعبہ" میں جس گناہ کبیرہ کی نفی کی گئی ہے وہ معنی آخر ہے اور "بلسی وانہ لکبیر" ارشاد میں جس گناہ کا اثبات فرمایا ہے وہ کبار سے ایک ہے یعنی قتل عمد وغیرہ کی طرح اگرچہ بہت بڑا گناہ نہیں ہے مگر درحقیقت وہ بھی بڑا گناہ ہے بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ ان دونوں کے اعتقاد میں یہ مخالفین کے اعتقاد میں خود بڑے گناہ نہ تھے معمولی تھے اس لئے تو اس سے احتیاط نہیں کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گناہ کبیرہ ہیں جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "وہ حسبہونہ ہینا و ہر عند اللہ عظیم" (سورہ بقرہ) تم اس کو بلی بات سمجھتے ہو حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے تو واقعہ ایک میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے جموعہ الزام کی بات کو چار کرنے والوں کے نزدیک ہلکا گناہ اور اپنے نزدیک عقیم گناہ بتلایا ای طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے "وہ بیعدہان فی کعبہ" سے مرتکب ہونے والوں کی نظر و اعتقاد میں گناہ خفیف اور "بلسی وانہ لکبیر" سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ عظیم ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

بعض شارحین نے کہا کہ ان گناہوں سے بچنے میں ان کے لئے کوئی دشواری اور مشقت نہ تھی پھر بھی ان سے احتیاط نہیں

نہیں کرتے تھے امام بخاریؒ اسی کے قائل ہیں اور علامہ ابن رقیؒ العید اور عطاء کی ایک جماعت نے اسی کو ترجیح دی ہے، علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جس چیز کے سرکوب تھے وہی غضب کبیرہ زہقی مگر عادی ہو جانے سے اس کو کبیرہ بتایا کیوں کہ غضب کا تعلق مغیرہ سے نہیں کبیرہ سے ہوتا ہے جیسے کہ یہی کلام اس بات کی طرف رہنمائی کر رہا ہے کیوں کہ "فکان لا یستویہ من مولہ" "ورکان یبشئ بالصبۃ" استمرار کے سینے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس گناہوں پر مدامت کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ کبیرہ گناہ ہو گئے غرض کہ جتنی بات کی گئی ہیں سب اپنی اپنی حیثیت میں معتبر اور صحیح ہیں اب نئی بات دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہو گئے اور قواعد میں دفع ہو گیا۔

واما هذا فلفظ كان یحتمل الخ حضرت ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ سیرہ سے معنی ہیں آدمیوں کی باتیں دوسروں کے سامنے ضرر پہنچانے کے قصد سے پہنچانا اور یہ بدترین برائیوں میں سے ہے حضرت عمرؓ نے حضرت کعب احبارؓ سے پوچھا کہ تم نے تو ریت میں سب سے بڑا گناہ کوئی پایا، انہوں نے جواب دیا بھلا کون سی حضرت عمرؓ نے فرمایا تو اس کے علاوہ سے بھی انہوں نے کہا ہاں کیوں کہ خن بھٹی سے قتل کا جرم پیدا ہوتا ہے، بالکل صحیح فرمایا، لگائی بھٹائی سے خاندانوں میں لڑائیاں پیدا ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ قتل کی نوبت تک پہنچا دیتی ہیں۔

فلو من علی هذا واحدا وعلی واحدا یعنی ہے پتے کھجور کی شاخ سنگائی جسے عسیب کہتے ہیں بھرا سے دو ٹکڑے کیا ایک ٹکڑا ایک ٹکڑا، شخص کی قبر پر گاڑا دوسرا دوسرے شخص کی قبر پر گاڑا، بعض شایعین نے کہا کہ سر کے نزدیک گاڑ دیا تھا جو اس طرح سے ثابت ہے۔

لعلہ یخفف الخ تخفیف عذاب کا جب کیا ہے "تایاں شاخوں کی فصیح کا اثر ہے یا کوئی اور بات ہے تو اس بارے میں حدیث ساکت ہے البتہ شایعین کے اقوال ملتے ہیں جنہیں علامہ سیوطیؒ نے نقل کیا ہے، چنانچہ (۱) علامہ ہارونیؒ نے فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے طبرستانؒ کو کوئی کی روشنی میں یہ بات خلاف حدیثی ہوئی کہ ان دونوں سے اس حد تک عذاب کی تخفیف دے گی۔

(۲) ایک قول امام قسطلانیؒ نے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے ان کے لئے اتنی ہی مدت تک کے لئے شفاعت کی ہوگی جو قول ہوگی۔

(۳) علامہ قسطلانیؒ نے فرمایا کہ تخفیف عذاب میں ترمیم شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور نہ ہی اس کی ایسی کوئی خاص صفت ہے خوشگ شاخ میں نہیں ہے بلکہ یہ حضرت نبی کریمؐ کی دعا کا اثر تھا جو آپ نے بعد از موت کی مدت تک کے لئے فرمائی ہوگی۔

(۴) علامہ کرمانیؒ نے کہا کہ شاخ میں دفع عذاب کی خاصیت تھی لیکن یہ بات نبی کریمؐ نے دست مبارک کی برکت سے حاصل ہوئی۔

ان کے علاوہ اور بھی دو جہیں بیان کی گئی ہیں جو چاہے شروعات میں دیکھ لے، ایضاً ہمارے ہمارے میں حضرت علامہ سید

فخر الدین اوزاعی جو بات فرمائی ہے، ابھی بڑی اچھی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ درخت کی تنبیح سے ہمیں زیادہ آپ کے دست مبارک کی برکت ہے جس سے آپ نے شاخ کو بیج دیا ہے اور اس کو قبر پر رکھنے یا کاڑھنے کا عمل کیا ہے اب ذرا حضور ﷺ کی عمومی شفقت اور آپ کی گزارش کا درخت کی تنبیح سے موزنہ سمجھنے کو کہہ سکتے ہیں کہ ان دونوں میں کچھ بھی بہت ہے، ملاحظہ فرمائیے کہ یہ تنبیح عذاب میں سے ہے یا تنبیح کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ سے آپ کے دست مبارک کی خصوصیت سمجھ لو یا آپ کی شفقت کا اثر کہ لو، اب اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر تکلیف عذاب شاخ کی تنبیح کا اثر نہیں ہے تو حضور ﷺ نے عالم ہمسایوں کو فرمایا ہے کہ اس وقت تک تکلیف نہ پہنچائی کہ یہ نہیں سمجھتا کہ درخت کی تنبیح اسی سے بظہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تنبیح خوالی ہی کا اثر ہے کیوں کہ خشک ہونے کے بعد شاخ لکڑی ہو جاتی ہے اور اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور وہ تنبیح بھی انقضائے حیات کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے لیکن یہ کوئی مستقل بات نہیں ہے قرآن پاک میں ہے "وَأَنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا مَعِیَ سَجْدٌ" یعنی ہر چیز اپنی اپنی استعداد کے اعتبار سے باری تعالیٰ کے لئے تنبیح خوالی کرتی ہے لہذا اگر شاخ تر ہے تو اسی کے مناسب حال اس کی تنبیح ہوگی اور اگر خشک ہو کر لکڑی ہوگئی تو وہ بھی آخر اس شئی کا اثر ہی ہے جس کی تنبیح خوالی کا بیان آیت مذکورہ میں ہوا ہے اسی لئے وہی کہ نہ مناسب حال اس کی بھی ضرور خاص نوعیت کی تنبیح ہوگی لہذا بالکل تنبیح ختم ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہر چیز اپنے اپنے شعور اور ارادہ کے مطابق تنبیح کرتی ہے اس لئے صاف بات یہ ہے کہ عذاب کی تکلیف شاخ کی تنبیح خوالی کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کے دست مبارک کے اثر ہی سے ہوتی ہے اور اس مسئلہ یہ ہے کہ قبر پر شاخ کا کاڑھنے کا عمل جو حدیث باب ست ثابت ہے وہ بخیر علیہ السلام کے ساتھ خاص تھا یا دوسرے کے لئے بھی اس کی اجازت ہے کہ وہ بھی اس طرح کا عمل کریں، اور تنبیح عذاب کی توقع رکھیں تو اس بارے میں علامہ قطابی، دارقطنی، ابن عبد البر، لکھنوی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں جس چیز کا بیان ہوا ہے کہ اس شاخ کا ایک ایک ٹکڑا ان دونوں کی قبروں پر کاڑھا یا اور مٹا دیا جائے اور یا نہ کرے یا تنبیح کرے یا نہ کہ جب تک یہ ٹھنڈیاں خشک نہ ہوں تو قیامت کے دن ان کا عذاب بڑھا کر دیا جائے گا یہ نئی کریم ﷺ کی خصوصیت تھی اسی لئے علامہ قطابی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی بنا پر لوگوں نے قبر پر شاخ وغیرہ کا کاڑھنے کا موثر طریقہ اختیار کیا ہے اور بالکل ناجائز و اور شریعت کی مرضی کے خلاف کام ہے ملاحظہ فرمائیے میں سے حضرت ابوہریرہ، حبشہ وغیرہ کی بھی رائے یہ ہے کہ آیت مذکورہ کا حاکم ابن حجر وغیرہ کے اقوال پر نظر کر کے اسی مسئلہ میں تنبیح کی کوئی طرف اور دست نہیں لہذا قبروں پر شاخیں کاڑھنا اور مٹنا اور بدعت ہے۔

حَالِیۃُ مَنصُورِ الْحِمْزِ مفعولِ امتش کی طرف، راجع ہے بینِ امتش اور منصور، دونوں حضرت حماد کے شمار میں اور اپنے امتش سے روایت کرنے میں شریک ہیں مگر اختلاف دونوں میں حماد کے ذکر و عدم آخر میں ہے امتش کی سند میں ہے فتح کا جابر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان حماد کا واسطہ ہے جس سے منصور ہوا کہ حماد نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے براہِ مدیعت اس سے ہے مگر منصور کی روایت میں حماد کی کوئی نہیں کیا جس سے منصور ہوتا ہے

روایت کی ہے "لا یسقط مول فی طست فی البین فان الملائکۃ لا تدخل بیتا لہ یول منفع" جس گھر کے اندر برتن یا سٹنگاں پیشاب کو چھن کیا جاتا ہے اور دیر تک اس میں ٹھہرنے کی وجہ سے تغیر ہو جاتا ہے اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ یہی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے "لا تدخل الملائکۃ بیت یدہ مول" تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس گھر میں پیشاب کی نجاست ہوتی ہے وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے اور حدیث باب میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ ان روایات کے خلاف ہے لہذا تو دل پیدا ہو گیا اس کا جو ب علامہ سیوطی وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ شاید طبرانی کی اس حدیث مرفوعہ میں اختراع سے مراد طول نکٹ ہے اب ان کا مطلب یہ دیکھا کہ جس گھر میں پیشاب زیادہ دیر تک رکھا ہوا رہتا ہے اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ جس پیالہ میں پیشاب کرتے شاید دو گھر میں اتنی دیر تک نہ چھوڑا جاتا کہ جس کی وجہ سے تغیر آجائے بلکہ تھو سے پیالے سے باہر ڈال دیا جاتا اب انوں قسم کی روایات میں کوئی تو دل نہیں ہے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں جو بات فرمائی گئی ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں پیشاب ہوتا ہے وہ اس گھر سے مطلق ہے کہ جس کے اندر نجاست و نذرہٹ کی کثرت ہوتی ہے لہذا ایسے مکان میں فرشتے داخل نہیں ہوں گے لیکن اس کے برعکس جو پیشاب برتن وغیرہ کے اندر مستقر اور بند ہوتا ہے اس کی وجہ سے دوسری جگہ ناپاک نہیں ہوتی ہے کیوں کہ وہ تو برتن ہی کے اندر بند رہتا ہے لہذا یہ صورت دخول مانگہ سے مانفد نہ بنے کی ہندل۔ لہذا اس حدیث علامہ نے ایک اور جواب دیا ہے کہ جب رات کو پیشاب کی ضرورت ہوتی تو تنجیر ﷺ ہوتا ہے اس میں اس پیالہ کے اندر جس کا ذکر حدیث باب میں آیا ہے پیشاب سے فراغت حاصل کرتے تھے پھر جب یہ معلوم ہوا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں پیشاب کافی دیر تک پڑ رہتا ہے تب آپ نے اس میں کو چھوڑ دیا اور حدیث باب کے الفاظ سے آخری حرکت آپ کا یہ منہ راہی ہو، ثابت نہیں ہوتا ہے لہذا روایت میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

البول فی الطست

طست یعنی برتن یا سلفچی میں پیشاب کرنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی اخبرنا قال اخبرنا ابن ہون عن ابراہیم عن الاسود عن عائشۃ قالت یقولون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوصی نئی عنی لغد دعا بان یغت لیول فیہا فانغت بنفسہ وداشر فانی من اوصی قال الشیخ ازہر هو ابن سعد السمان۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا ہیں کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، افتح کی وصیت فرمائی تھی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے پیشاب کرنے کے لئے برتن نکالا تھا پھر آپ کے اصحاب مبارکڑھیے بڑھے اور مجھے تو علم نہیں کہ آپ نے کس کے واسطے وصیت فرمائی۔

یقولون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوصی النی علی ﷺ امام قرطبی نے فرمایا کہ مر

کسی کو وصیت نہیں فرمائی کے الفاظ سے تردید فرما رہے ہیں شاید لوگ اسی کی نسبت انہیں کی طرف کر رہے ہیں۔

ع بری محل و دانش باید گریست

بظاہر یہ لوگ حضرت علیؑ کی تعظیم و تکریم کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر یہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں ان کی کوئی قدر نہیں ہے کیوں کہ انہوں نے حضرت علیؑ پر آپ کی بلند شجاعت اور صلاحیت فی اللہ بن کے باوجود مد اہنت و تعلیق اور طلب حق پر قادر ہوتے ہوئے اس سے اعراض کرنے کا انہدام لگا دیا ہے حالانکہ یہ واقع کے بالکل خلاف ہے غرض کہ حضرت عائشہؓ کا خلاف انکار کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ خلافت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے کسی کو بھی وصیت نہیں فرمائی البتہ خلافت کے علاوہ کچھ دوسری چیزوں کے متعلق وصیت فرمائی کا ذکر احادیث میں آیا ہے جس کی تفصیل فتح الباری وغیرہ میں موجود ہے۔

حدیث باب میں صفت کا لفظ آیا ہے اس کی اصل طس ہے دوسرے سین کو تاء سے بدل کر طس بنا لیا گیا ہے تاجی کے برتن کو کہتے ہیں یہ حدیث صحیح بخاری میں "باب موضح النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفدہ" اور کتاب الوصایا میں دونوں جگہ آئی ہے لیکن وہاں صرف لد نا بطس کے الفاظ ہیں لیون کا لفظ مذکور نہیں ہے حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ برتن تھونے کے لئے رنگا یا تھا فتح الباری میں لفظ کا لفظ موجود ہے لیکن جب حضرت عائشہؓ کی اس روایت میں واضح طور پر لیون کا لفظ وارد ہوا ہے کہ وہ خود فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے پیشاب سے فراغت کے لئے طس رنگا تھا تو پھر معلوم نہیں حافظ ابن حجر نے لد نا بطس کے تحت اس کی توجیہ میں لفظ حدیث کو چھوڑ کر اپنی طرف سے لفظ کا لفظ کیوں اختیار کیا ہے۔

بیر حال حضور اکرم ﷺ کے اس محل سے جو حدیث میں مذکور ہے امت کے لئے سموت اور آسانی کا راستہ کھل گیا خصوصاً انداز اور مجبوری کی حالت میں کسی برتن میں پیشاب وغیرہ کر کے اس کو باہر ڈال دینے کا جو اس سے معلوم ہوتا ہے وہ امت کو بڑی دشواری اور تکلیف پیش آتی۔

کراہیۃ البول فی الجحر

مل اور غار کے اندر پیشاب کرنے کی کراہت کا بیان

اخبرنا عبد اللہ بن سعید قال حدثنا معاذ بن ہشام قال حدثنی ابی عن قتادۃ عن عبد اللہ بن سرجس ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یبولن احدکم فی جحر قالوا الفنادۃ وما بکونہ من البول فی الجحر قال یقال انہما سکن الجحر.

حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں پیشاب نہ کرے قیادہ سے لوگوں نے پوچھا سوراخ میں پیشاب کرنا کیوں مکروہ ہے انہوں نے جواب دیا کہا جاتا ہے کہ ان سوراخوں میں جنات رہتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن سرجس لفظ سرجس کن کے فتح راہ کے سکون اور چہرے کے کمرہ کے ساتھ ہے طہرت اور مجہد کی

سے نہ غسل ہو سکے گا، ورنہ وضو اس لئے رکے ہوئے پانی میں پیشاب نہ آنے کی ضمانت کروئی ہے اور اگر پانی کثیر ہو تو وہ پیشاب وغیرہ سے تپا پاک نہیں ہوتا لیکن اگر خفیہ ہونے لگتی رنگ و حرہ اور بوبدل جائے تو وہ پانی پاک ہو کر ناکاش استعمال ہو جائے گا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر پانی کثیر بھی ہو اور پیشاب وغیرہ سے فی الفور ناپاک نہیں ہوتا ہے پھر بھی اس میں پیشاب وغیرہ اگر وہ اس کے خلاف ہے اس لئے کہ شاید اس کے دیکھا نہ گئی دوسرے نوک پیشاب کریں گے جس سے عادت پڑے گی اور رنڈ پانی میں تغیر آجائے گا اس لئے رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت سداطرب یعنی لوگوں پر بند پانی میں پیشاب کرنے کا راسخ بند کرنے کے لئے اور مستقبل میں تغیر ہو جانے کے اندیشہ کی کمی ہے تو حدیث راوی پر بھی تحریم کے لئے ہے اور تقدیر طائی پر مبراہت کے لئے اب رہی یہ بات کہ قبل اور بعد کی حد کیا ہے تو اس کا بیان شاہ احمد آگے آئے گا۔

کراہیۃ البول فی المستحم

غسل خانہ میں پیشاب کی کراہت کا بیان

اخبرنا علی بن حجر حدثنا ابن المبارک عن معمر عن الاشعث بن عبد الملک عن الحسن بن عبد الله بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یبول احدکم فی مستحبه فان عافاة الوساوس عد۔

اشعث بن عبد الملک نے حسن بصری سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے اس لئے کہ اکثر وساوس اس سے پیدا ہوتے ہیں۔

حسن الاشعث بن عبد الملک الح: امام نہائی نے حسن بصری سے روایت کرنے والے راوی کا نام اشعث بن عبد الملک دیا ہے حالانکہ یہاں پر والدہ کا جو نام لایا گیا وہ صحیح نہیں ہے بظاہر یہ کاتب کی غلطی سے اندارج ہو گیا ہے جیسا کہ میزان میں حافظ ذہبی کا کلام اس پر دلالت کر رہا ہے اور صحیح دسی ہے جو علامہ سیوطی نے شرح میں لکھا ہے کہ اس راوی کا نام اشعث بن عبد اللہ بن جابر اندلسی الازدی اشعری ہے امام نسائی وغیرہ نے اسکی توثیق کی ہے اور اشعث کا سارے اپنے استاد حسن بصری سے ثابت ہے اور احکام عبد الحق میں یہ جو نقل ہوا ہے کہ اشعث کا سارے حسن بصری سے ثابت نہیں ہے اس کے بارے میں شیخ ابوالدین عراقی نے کہا کہ یہ غیر صحیح ہے لہذا اس کا اعتبار نہیں ہے اور شیخ موصوفی نے یہ بھی فرمایا کہ امام احمد بن حنبل سے اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت حسن بصری نے حضرت عبد اللہ بن مغفل سے حدیثوں کا سارے کیا ہے۔

لا یبولن احدکم فی المستحم الف: مستحکم اس کے فتح اور ضم کے تہہ پر کہہ رہے ہیں قلت میں اس جگہ کہتے ہیں جنہیں گرم پانی سے غسل کیا جاتا ہے پھر مطلق منقطع یعنی غسل خانہ کے لئے استعمال ہونے لگا ہوا وہ جس لفظ سے مستحکم

کے بعد اختلاف الفاظ کے ساتھ امام احمد کی روایت میں "ثم يتوضأ فيه" اور حسن بصری کی روایت میں "ثم يغتسل فيه" آیا ہے، ملاحظہ فرمائیے، فرمایا کہ درست یہی ہے کہ آگے آئے والے ارشاد "فان غسل الوضوء من" میں جس علت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے معلوم: "داکر لا یسونن" "نمی کا غسل غسل خانہ میں پیشاب کرنے پھر اس میں غسل کرنے یا وضو کرنے دونوں چیزوں کے مجموعہ سے ہے کیونکہ وہ اس وضو دوں چیزوں کے قطع کرنے سے پیدا ہوتا ہے ورنہ نہیں ایسی لے اگر کسی نے غسل خانہ میں پیشاب کیا پھر اس کے بعد اس میں غسل نہیں کیا، وضو میں غسل کر لیا اور اس میں پیشاب ہی نہیں کیا تو یہ صورتیں "لا یسونن" کی مخالفت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے جائز ہوں گی۔

بہر حال بقرہ ثقلیل مذکورہ اس کا اصل سبب دونوں چیزوں کا جمع کرنا ہے کہ پہلے غسل خانہ میں پیشاب کرے پھر اس کے بعد اسی جگہ میں جو پیشاب کی وجہ سے ناپاک ہوگی غسل یا وضو کرے جس سے وضو نفسانی پیدا ہوتا ہے کہ شاید چھینٹیں چریں ہوں پھر وہ رفتہ رفتہ دل میں جم جاتا ہے جو باعث تشویش ہے اور اس سے محفوظ رہنے کی وہی تدبیر ہے جسکی تدبیر علیہ السلام نے تعلیم دی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے پھر اسی جگہ غسل یا وضو بھی کرے کیوں کہ اس سے وضو پیدا ہوتے ہیں جو باعث تشویش ہیں۔

لیکن اگر غسل خانہ کی زمین ایسی ہو کہ اس میں نہانے سے چھینٹیں اٹھ کر نہ آتی ہوں یا اس میں سوراخ بنا ہو اور جس سے سارا پیشاب باہر نکل جاتا ہو تو ایسے غسل خانہ میں پیشاب کرنا مکروہ نہیں ہے کیوں کہ پہلی صورت میں جب ریشاش لوٹ کر بدن پر پڑے گا اندیشہ نہیں ہے تو غسل خانہ میں پیشاب سے کوئی وضو پیدا نہ ہوگا اور دوسری صورت میں تو سوراخ پانی اس زمین پر بہا دینے سے وہ ناپاک ہو جائے گی اس کی تائید علی بن محمد غفلقنی کے قول سے ہوتی ہے جو ان کے بعد نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے: "فرماتے ہیں: "استأخذوا فی الحظیر فاما الیوم فغسلنا فہم الجھض والصلو وج والقبور فاذا بال فارسل عذبه الصاء لاجاس" یہ "یعنی غسل خانہ میں پیشاب کرنے کے بعد اس میں غسل کرنے سے وضو پیدا ہونے کا بیان جو حدیث میں آیا ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ زمین مٹی اور نرم ہو اور اس میں پانی نکلنے کا راستہ نہ ہو بلکہ غسل خانہ میں ٹھہرا جاتا ہو یا زمین جذب کر لیتی ہو تو چونکہ اس کا یہ عمل وضو کا سبب بنے گا لیکن چونکہ اس دار میں غسل خانہ کی زمین چرنے وغیرہ سے پلٹنے کی ہوئی ہوتی ہے اور پتھروں کا فرش لگایا جاتا ہے اس لئے اگر اس میں پیشاب کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ جب اس پر پانی ڈال دیا جائے گا تو پانی کے ساتھ باہر نکل جائے گا اسی طرح امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مبارک کا جو قول نقل کیا ہے اس سے بھی مسئلہ مذکور کی تائید ہوتی ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: "قد وصع فی السول فی المغسلی اذا جرى الماء فیه" "یعنی جب غسل خانہ کا فرش چکا ہو اور اس میں پیشاب کے بعد اس پر پانی بہا دینے سے نکل جانے کا جگہ بھی ہو تو اس میں پیشاب کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

اس موقع پر خدیہ المتقہ دوا لے نے اور ان کی موافقت کرتے ہوئے صاحب عون السیود نے کہا کہ کوئی یہی ہے کہ مستقل یعنی غسل خانہ کو چکا اور نرم ہونے اور چکا اور سخت ہونے کے ساتھ مقید نہ کیا جائے کیوں کہ وضو دوں قسم کے غسل خانوں

میں پیشاب کرنے سے پیدا ہونے والے نڈر غسل خانہ میں مطافاً پیشاب کرنا جائز نہیں ہوگا، ان کا یہ قول درست نہیں کیوں کہ رائل کے بیٹرو اور امام غلام شاکائی نے کہا کہ سلف کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جب غسل خانہ میں پیشاب کے لئے سوراخ بنایا گیا ہو جس سے وہ باہر نکل جاتا ہے تو اس میں پیشاب کرنا مکروہ نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نام خود غلام شاکائی بھی مقتضی کو پختہ نہ تھے کہ ساتھ متذکرہ کے ساتھ ان میں اگر کچھ ہو اور سوراخ بھی ہو تو اس میں پیشاب کرنا جائز ہے اور اگر نرم و گچی زمین ہو تو اس میں مکروہ ہے لہذا ان دونوں صاحبان کا قول کی طرح درست نہیں اور حدیث باب میں غسل خانہ میں پیشاب سے ممانعت کا جو حکم فرمایا گیا ہے وہ بھی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

السلام علی من ینزل

اپنے شخص کو سلام کرنا جو پیشاب کر رہا ہو

اعبرنا محمود بن غیلان قال حدثنا زید بن العباب و فیصۃ قالا حدثنا سفیان عن الضحاک بن عثمان عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال مر رجل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یبول فسلم علیہ فلم یرد علیہ السلام۔

انح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے اور سے ایک آدمی کا گذر ہوا تو اس نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

فلم یرد علیہ السلام یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب میں مشغول تھے اس لئے اس شخص کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ پیشاب کی حالت میں کوئی شخص سلام عرض کرے تو باوجودیکہ سلام کا جواب دینا واجب ہے لیکن ایسی حالت میں سلام کرنے والا شخص جواب کا مستحق نہیں ہے اور نہ جواب دینا ضروری ہے لہذا جو شخص پیشاب میں مشغول ہو اسے سلام نہ کرنا چاہیے اور فقہاء وغیرہ نے بحالت پیشاب سلام کو مکروہ کہا ہے اس کے علاوہ بعض اوقات موقع پر بھی سلام کرنا مکروہ ہے پتا نچان کی تعمیل مدد الطری کے حکم میں جسے صاحب در الثمار نے نقل کیا ہے مذکور ہے۔

ومن بعد ما یدعی یمن و یشرع
عظیم ومن یمشی الیہم و یسبح
ومن یحشوا فی الفقہ دعہم لیفکوا
کذا اجنبیات الصیات ائع
ومن هو مع اهل لئ یمنع
ومن هو فی حال التغوط اشع
وتعلم منه انه لیس بمنع

سلامک مکروہ علی من یسمع
مصل و قال وذا کسر و محدث
مکرر فقہ جالس لغضابہ
مؤذن ایضاً او مقیم مدرس
ولعاب طمرنج و شبہ بخلفہم
ودع کافر ایضاً و مکشوف عودہ
ودع اکلاً الا اذا کنت جائعاً

آپ پر خطاب کرو ہے تھے اس لئے سلام کا جواب نہیں دیا پھر آپ نے وضو کیا اور سلام کا جواب دیا۔

عن حطین ابی ساسان: راوی حدیث ہمیں کے والد کا نام منذر بن عازث الرقاشی ہے اور رقاشی بنت قیس بن ثعلبہ کی طرف نسبت رکھے رقاشی کہتے ہیں، ابو ساسان ان کا لقب ہے اور ابو محمد ان کی کنیت ہے بصری میں جنگ مصیبن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جند الدانی کے ہاتھ میں دیا تھا اس کا انتقال ۳۷ھ کے شروع میں عراق منہالی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن خراش نے انہیں محدث کہا اور ابن مہان نے بھی غلات میں شمار کیا ہے۔

عن المهاجر بن قنفذ: الفقه فقه حجاز اور قنفذ کے ساتھ ہے یہ عیسٰی بن جهمان بن عرفاضی القرظی کا بیٹا ہے اور مهاجر کے والد کا نام ہے، علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ لفظ مهاجر اور قنفذ دونوں لقب ہیں اور اصل نام مهاجر کا عمرو اور قنفذ کا نام خلف ہے اور عسکری نے لکھا ہے میں نے ابو سعید حسن بصری سے سنا ہے کہ جب وہ ہجرت کرنے لگے تو مشرکوں نے ان کو پکڑ لیا اور ایک اونٹ پر دبی سے مضبوط بنا کر باہر ایک چٹک ان کو لے کر آیا، ایک اونٹ کو مار دیتے تھے، ہر حال وہ کسی طرح سے بچ نکلے اور مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا: "هذا المهاجر حقا" ابن سعد وغیرہ نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مهاجر بن قنفذ کو اپنے دور خلافت میں گلہ پوچھ کر اس کا حکم مقرر کیا تھا۔

حتى توضأ فلما توضأ رد عليه: یعنی جس وقت مهاجر قنفذ رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اس وقت آپ پر خطاب میں مشغول تھے اس لئے ان کو سلام کا جواب نہیں دیا بعد ازاں چونکہ بغیر رضی اللہ عنہ کے آپ ﷺ نے مناسب نہ جان کر بغیر وضو خدا کا نام نہیں کیوں کہ سلام کے جواب میں ولیم السلام کہنا ہوتا ہے اور حدیث مرفوعہ میں آیا ہے کہ سلام باری تعالیٰ کے واسطے ہے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے بلا وضو فوراً جواب نہیں دیا بعد آپ نے وضو فرمایا پھر ان کو سلام کا جواب عانت فرمایا۔

نسائی کی روایت مختصر ہے تفصیلی روایت ابو داؤد میں ہے اس میں آیا ہے: "ثم اعتذر اليه قال اني محروم ان اذكر الله الا على طهر" یعنی جواب عانت فرماتے کے بعد یہ نذر بھی بیان فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند معلوم ہوئی کہ غیر طہرہ کی حالت میں اللہ کا ذکر کروں اس لئے وضو کے بعد جواب دیا: آپ ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جو کوئی مسجوب غلو کے فوراً سلام کا جواب دینے سے قاصر ہو تو مستحب ہے کہ اس کو بعد از اس بیان کر دے تاکہ تکبر کی طرف منسوب نہ کیا جائے یہاں وہ قہر بیان ہوئے ہیں ایک تو مهاجر بن قنفذ کا ہے دوسرے کا ذکر اسی عنوان سے متصل سابق عنوان کے تحت حضرت ابن عمر کی روایت میں ہو چکا ہے آگے باب ششم میں تیسرا واقعہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آ رہا ہے اب سائل یہ ہے کہ تینوں واقعات الگ الگ ہیں تینوں ایک ہی ہیں اس بار سے میں مجھے کافی تردد پایا پھر امتناع البخاری میں علامہ سیوطی نے ابن احمد کی تحریف نظر سے گزردی ہم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں غلو واقعہ اور دو واقعہ جو حدیث ابن ماجہ میں آ رہا ہے الگ الگ ہے چنانچہ وہاں باب ششم کی تحریف کے تحت حضرت ابو بکر کا واقعہ نقل کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ بھی کہ سلام کرنے والے نے اس وقت سلام کیا تھا جب آپ ﷺ پر خطاب میں مشغول تھے لیکن آیا یہ روایت اور وہ روایت

استحباب کرنے میں قربت نہیں ہے جیسا کہ ابن جریر طبری کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اونٹ کی ایک سوچی ہڈی تھی آپ اس سے استحقاق کرتے "ان عظم من العظام مکان لہ عظمہ مستحبی بہ لہ بعد وضوء و غسلی" لیکن ضروری یہ ہے کہ وہ تکلیف دہ نہ ہو اور اس سے جسم پر غرض و غیرہ کا نہ بیش ہو تو اس کا استعمال درست نہ ہو اسی طرح اسی ضرر رساں چیز میں ہیں مثلاً یونانی کی نوک و زائید و غیرہ و انکا استعمال درست نہ ہو گا۔

نیز ہڈی سے استحقاق کی ممانعت کی وجہ جنس و ریائت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جنات کی غذا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے "ان العظم زاد اخوانکم من اللجن" ہڈی کے ذرائع میں ہونے کا مطلب کیا ہے اس بارے میں اصل بات وہی ہے جو حاکم نے روایت کی ہے آپ نے وائیل العظمہ میں بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ یہ جن مسکین کا فہ ہے جو میرے پاس آیا اور درخواست کی کہ ہمیں زاد یعنی نو شہبہ دیا جائے تو میں نے ان کو عظم و روٹ اور برقعہ کا تو شہبہ دیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کیا کام ہو چکے آپ نے فرمایا کہ جنات جب اس ہڈی سے گندہ رہتے ہیں جس کو انسان نے کھا کر ڈال دیا تو اس کے اوپر اتنی گوشت پیدا کر دی جاتی ہے جتنا کہ انسان نے اس سے کھایا تھا۔

لیکن بعض محققین نے لکھا ہے کہ پرانی ہڈیوں پر نہیں بلکہ اس کا تعلق تازہ ہڈیوں سے ہے۔ بلکہ انہی ہڈیوں پر انی ہڈیوں کے متعلق نہ ہوئی جن کے مساوات قادم کی وجہ سے کھل جاتے ہیں اس لئے ان سے استحقاق کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ اہل طبری کی روایت میں آچکا ہے اور رقم نے اس روایت میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ جنات کے لئے اس روٹ میں اتنی غذا اور دہن پیدا ہو دیا جاتا ہے جتنا جو پاؤں نے کھایا تھا اس لئے تم میں سے کوئی شخص عظم اور روٹ سے استحقاق نہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ ہڈی اور گوبران کی غذا انہیں ہے بلکہ ان سے جنوں کی غذا کا تعلق ہے لہذا ہڈی کو گوبر سے استحقاق کرنے کے اس کو خراب نہ کیا جائے بلکہ اس کے مطہرات کا احترام کرنا چاہئے اور اس امر مذکور کی تائید بخاری کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے اس میں آیا ہے کہ "فما لیس فی الشرا قد دعوت اللہ لہم ان لا یعزوا عظم ولا یورثوا الا و جدوا علیہا طعاما" لیکن صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گوبر بھی وغیرہ ان کے چوپاؤں کی غذا ہے کہ جنات نے جب منصور رضی اللہ عنہ سے زاد یعنی نو شہبہ درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ہڈی کی ہڈی سے جس پر خدا کا نام لیا گیا ہو تمہیں اس مقدار سے بھی زیادہ گوشت ملے گا جتنا کہ پہلے اس پر تھا" یعنی بھرہ علف لعلکم (۱/ ۱۸۶) یعنی نو پر بھی تمہارے ادواب کی غذا ہے۔

غرض ان روایات سے معلوم ہوا کہ شریعت نے حق الفیہ کے احترام کا کس قدر اہتمام کیا ہے مگر یہ ہے کہ اس نے اشیائے جس جنات کے مطہرات کا استعمال کرنا ناجائز قرار دیا ہے کیوں کہ ان کے کھانا کا حق وہاں سے ہے لہذا اس کا احترام ہونا چاہئے طبع میں ہے کہ جب حدیث شریف میں حدیث اور ان کے ادواب کی غذا سے استحقاق کی ممانعت آئی ہے تو انسان اور اس کے مویشی کی غذا سے استحقاق نہ کرنا درجہ اولیٰ سطح ہوگا شرع تقابض ہے "یسجد الا منسجما" لیکن جامد طاهر معی فلاح للانس غیر مود لبس بدلی حرمہ ولا شرف ولا یعلق بہ حق العبر" اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جو کسی بھی انسان سے قابل احترام ہو مثلاً پہنے کا کپڑا اور قابل استعمال کا لکڑا وغیرہ اگر کارآمد چیزیں ہوں گی تو ان کا استحقاق میں مشمول نہ کرنا درست

نہیں ہے لیکن ہر غیر محترم پاک چیز سے جس کا نشو و نما نہ ہو جو عیاست کے ازالہ کی سلاطیت نہ تھی جو ضرور رساں نہ ہو اور اس سے حق الفکر متعلق نہ ہو اسلئے اگرنا درست ہے پھر پارہیلے کی کوئی تخصیص نہیں لیکن وہاں ظاہری کہتے ہیں کہ اجماع کے خلاف اور کسی چیز سے احتیاج کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کے بعد دوسری بحث یہ ہے کہ یہاں صحیح مسلم اور ترمذی کی روایات میں تضاد میں معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ابو مسلم کی روایت آج بھی ہے اس میں مذہبوں جو نوکر فیہ آئی ہے لیکن ترمذی کی روایت سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے آپ نے سورۃ الخلاف کی تفسیر میں جو روایت ذکر کی ہے اس میں یہ الفاظ آئے ہیں "کمل عظیم لم یدکر اسم اللہ علیہ بقیع فی ابدکم او قومکما لجمعاً" اس میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ مرداد جانور کی مذہبوں پر اس مقدار سے زیادہ گوشت پیدا کر دیا جو ۳۰ ہے چنانچہ اس پر قہر میں تقدیر کا جواب حضرت مولانا نور شاہ تحفیری صاحب نے دیا ہے جس کو صاحب مدارک (۱/۱۲۶) میں نقل فرما رہے آپ نے فرمایا کہ اس تضاد میں اس طرف اور اس کے جواب کی طرف سوائے صاحب یہ ۳۰ صلیہ کے اور کسی نے توجہ نہیں دی اسلئے اس تضاد میں کا جواب یہ دیا ہے کہ مسلم کی روایت میں جو مذہبوں جانور کی ہڈی کا ذکر آیا ہے وہ مسلمان نبیوں کے لئے ہے اور ترمذی کی روایت میں جو مردار کی ہڈی کا ذکر ہوا ہے وہ کافر جنوں کے لئے ہوئی لیکن حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جواب مفید نہیں ہے کیونکہ یہ ایک ہی حدیث ہے اب رہا الفاظ کا اختلاف تو وہ مذہبوں کے اختلاف کے بناء پر ہے لہذا میرے نزدیک جواب یہ ہے کہ دونوں قسم کی روایات میں سے مسلم کی روایت کو قویٰ سند کے اعتبار سے ترمذی کی روایت پر ترجیح ہوگی یا پھر محدثین کے ایک ضابطہ یعنی حفاظ کل المکتوفہ والاخر پر مبنی لیا جائے یہ ایک اہم ضابطہ ہے جس سے ایسے مواقع پر تحقیق کی روائل آتی ہے یعنی بعض اوقات آپ بھی ہوتا ہے کہ ان روایات نے دیا تین ارشاد فرمائے ماصحین میں سے ایک کو ایک بات یاد رہی اس نے اسے روایت کر دیا اور دوسرے کو دوسری بات یاد رہی اس نے اسے روایت کر دیا اور تین اقوال روایات میں اپنی جگہ درست ہوئی ہیں تو یہاں بھی میں صورت واقع ہوئی کہ غیر علیہ اہل اولیٰ و الاصلوۃ والاسلام نے یہ ارشاد فرمایا ہوگا کہ ہڈی پر اندک کام لیا جائے یا نہ لیا جائے ہر دو صورت میں وہ جنت کی نعا دہنی ہے ایک روای نے پہلی بات کو نقل کر دیا دوسرے روای نے دوسری بات کو۔

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ احادیث متعارضہ کے درمیان جمع کے سلسلہ میں یہ ضابطہ مذکورہ ہے۔ تاہم یہ ہے لیکن تعجب کی بات ہے کہ محدثین نے اسے نظر انداز کر دیا ہے اس لئے اصول حدیث کی کتابوں میں اس کا ذکر ہی نہیں ملا البتہ حافظ ابن حجر نے شہادہ الہی میں مختلف مواضع پر اس اصول کا ذکر فرمایا ہے۔

النهی عن الاستطابة بالروث

لیدوگو بر سے استیجا کی ممانعت

اخیر فنا بقولہ سن ابراہیم قال حدثنا یحییٰ یعنی ابن سعید عن محمد بن عجلان قال اخبرنی

الضعفان عن امی صافح عن امی هريرة رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما انا لکم مثل الوالد احذکم اذا ذهب احدکموا فی الجلاء فلا یستعمل اللیلہ ولا یسدیرہ ولا یسبح بیمہ وکان یامر بملانہ احذوا ونبی عن الروث والرمۃ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے دوسرے مثل چل چلا رہا ہوں تم کواریں کی تعلیم دیجو ان جب تم میں سے کوئی شخص بیت اللہ میں جائے تو قبل کی طرف منہ کرے اور پیچھے نہ دیکھے اور نہ اپنے ہاتھ سے استنجہ کرے اور تمیں چھروں سے استنجہ کرنے کا حکم فرماتے اور منع کیا کہ براہ راست منہ کی گتھ استنجہ کرنے سے۔

محمد بن عجلان حدیث باب کے راویوں میں ہے۔ جن میں بخاری نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے لیکن امام احمد اور ابن کثیر نے ان کو قویٰ قرار دیا ہے۔

جماع الن کے والد امام بیہق رحمہ اللہ نے فی المدنی ہے کہ ہاتھ اور زبان میں نہ لیں۔ نہ ان کو شستہ کر دیا جائے اور نہ جہان سے نہ لیں شستہ میں شمار کیا ہے۔

ابو صالح آپ جویریہ بنت جحش نطفانی کے مولی ہیں یہ بخاری اور احمد میں ہیں ان کا اس نام ذوالی المدنی ہے اور ان کا نسب متنازع ہے۔

انما انالکم مثل الوالد الخ یہ بڑا روایت کا طرز ہے کہ جس طرح والد اور والدہ کو آپ حکماتا ہے اس طرح میں تمہیں امور دین کی تعلیم دیتا ہوں اس کا یہ مطلب ہو کہ نہیں کہ امت کے لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقائد و احادیث رکھتے ہیں اور آپ ان کے والد جس کی ہیں البتہ ایک اور بڑی بڑا روحانی ہے بلکہ حاصل ہے چنانچہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور رسول روحانی مرنے کی وجہ سے روحانی باپ ہوتا ہے اور آپ اس اذکار و حانیہ میں اس روحانی ہیں کہ سب رسولوں سے افضل و اکمل ہیں اور وہ روحانی اذکار و حانیہ کی روحانی ہے اس لئے آپ نے ان کا تعلق مرنے والی روحانی کے جن امور دین کی تعلیم و تربیت فرمائی ہے اس کی شان بھی بڑی ہوگی اور ان کا عقائد و عقاید فرض ہے انما انالکم مثل الوالد "میں اسی طرح اشارہ ہے۔

اذا ذهب احدکم الخ ان امور میں سے جن کی آپ نے تعلیم دی ہے پس تو یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی پاخانہ میں جائے تو قبل از شہوہ شستہ کر دیکر بیٹھے۔

دوسری چیز یہ کہ اگر کسی ہاتھ سے استنجہ نہ کرے اس کی کثرت مانگیں میں گذر سکتی ہے وہیں دیکھنی جائے تیسری یہ کہ آپ تمیں چھروں سے استنجہ کرنے کا حکم فرماتے تھے جو بظاہر نہ ملامت کے وجہ پر دانت کر دے اور اس سے سلف شرائع کی تائید ہوتی ہے دو تہیکٹ و تفسیر دہی کہتے ہیں اس کی پوری بحث اور حنفیہ کی طرف سے اس کو جواب اٹھانے عنوان کے تحت آ رہا ہے اس حدیث میں جو احادیث کی قید آئی ہے وہ انھیں حکم کے لئے نہیں ہے کیوں کہ اس امر مقصود نہایت کا اذکار و حانیہ استنجہ کی صفائی

جس نے اس طرح جہاد طلب کیا، وہ خود بخود ہی اس سے ہمت و کورہ لے لیتا ہے۔ کیا یہاں کہہ سکتے ہیں کہ یہ حق ہے کہ جو اللہ کے لئے جہاد کا ذکر فرماتا ہے، اس سے مراد ہے کہ جو اللہ کے لئے جہاد کے حربہ و حربہ میں، جو لڑائی سے جہاد کا تقاضا ہے، اس سے لڑائی کا تصور بھی ہوتا ہے۔ اجماع نے اس پر اتفاق کیا۔ واکم فیما بآید، خدا شاء، نہ کہ یہ مطلب یہ نہیں ہے۔ اس لیے صرف ایسے کے ساتھ جاننا ہے اور کسی چیز سے جاننا نہیں۔

مذہبِ مسلمی نے اپنا کرمہ بٹ میں بڑا چھڑکا دیا۔ آپ اس کے شمارِ طالبِ اعلیٰ میں سرفراز ہو رہے ہیں۔۔۔
 حضور اللہؐ کے اور خیر کی مراد ہوتا ہے عظیم درجہ کو اختیار کرنے کا کہ کئی مذہبِ حاصل نے ہو گا لیکن ان میں حق کے لئے
 صرف چھ برس متعین ہوا آپ صرف عظیم درجہ کو منتقلی نہ فرماتے بلکہ چھ کے مابین درجہ میں کسی حق کے لئے نیلے طریقہ کے
 امتثال کو بھی علی الاطلاق منع فرماتے فرما رہے ہیں۔ عظیم درجہ کو منتقلی کر کے اس سے اعتدالی کی ممانعت اس بات کی دلیل ہے کہ
 حضور ﷺ کی مراد ہجر سے اہل بیت جو اپنے گھر کو بی گناہ بنائی وہ لوگ سے اعتدالی کی ممانعت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ
 جنت کے لئے بھی نہیں ہو سکی حالانکہ آپ نے صحیح روایت کی کہ جنتی میں ممانعت کی کسی ممانعت نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تُصْنَعُونَ

الشيء عن الاكتفاء في الاستطابة باقل من ثلثة احوار

سچا، جلیل القدر، متین و احمیلوں سے کم پرکھتے کرنے کی عمدہ نعت

اجبرت استحقاق من ابراهيم اخبره ابو معاوية حديثنا الانصاف عن ابراهيم عن عبد الله بن يونس عن سليمان بن يسار قال لاني لرجل ان صاحبكم يهاكم حتى اخبروا في رجل احل بها ان يستقبل نفسه بها او يقول او يستحي ما بان او يكشف بها من ثلثه احذر

حضرت سلمان چنانچہ روایت کرتے ہیں کہ ان سے ایک مشرقی شخص نے کہا کہ تم ہمارے صاحب (عظیم جلیقہ) ائمہ کی
ہر چیز معلوم ہے جس پر ان کا پرہیز ہے۔ ان سے کہنے کے لئے ایک لکھا ہوا نسخہ ہے۔ یہ نسخہ حضرت سلمان نے اپنے پاس محفوظ
رکھا ہے۔ اس وقت کے کرم پیکار بھی شہاب نے اس وقت قبول کی طرف سے اس کا کتب خانہ میں رکھا ہے۔ اس نسخہ میں یہ تحریر ہے کہ جو
اس نسخہ میں ہے۔

عن سلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے رسول کے ساتھ ملے گا، اللہ اس کے ساتھ ہوگا۔ (صحیح مسلم)

ان کے بارے میں "مسلمان من اهل الیوم" فرمایا اور ان کی عمر بڑی طویل ہوئی بعض کہتے ہیں کہ سن سو پچیس برس کی تھی اور بعض کہتے ہیں از حدیثی سو برس اور یہی صحیح ہے آپ اپنے ہاتھ کی کمانی سے کھاتے تھے وہ ان میں سے ایک تھے۔ ان کی وفات ہوئی اور ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ (کذا فی المواقف)

قال قال له رجل: اولى قال کا فاضل عبد الرحمن بن یزید ہے جنہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ابن معین اور ابن سعد وغیرہ نے ان کو ثقہ کہا اور ثانی قال کا فاضل رجل ہے اور لڑکی جیمہ کا مرجع حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہے جن کے ساتھ اس شخص نے "ان صاحبکم لیعلمکم حتی الخواء" (طہریہ کلمات سے مستخرجاً) خاص مشرکین میں سے تھا جو ان کی بابت روایت سے معلوم ہوتا ہے اس میں "من المشركین" ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کی بے یلغاری سے کہنے والا مشرک بنی تھا۔

حدیث میں فقہ خرافہ آیا ہے اس کو خامہ محسورہ اور راہ کے زبر اس کے بعد دال الف کے ساتھ پڑھنا چاہئے جس کے معنی قصائے حاجت کے وقت پیچھے کے خریفے ہیں علامہ سیوطی نے اپنی شرح میں علامہ خطابی کا قول نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ لوام الناس ان یفقدوا خواہ مسودہ کے ساتھ پڑھتے ہیں، جو صحیح نہیں کیوں کہ اس سے اس کے معنی بدل جاتے ہیں لہذا اسے خامہ محسورہ اور الف محسورہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے لیکن علامہ سندھی نے صحاح کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ خرفی خرافہ باب سج سے ہے جو کرہ کرہیہ کے ہم وزن ہے لہذا اسے خامہ مستندہ کے ساتھ پڑھنا بھی صحیح ہے بشرط مسلم میں ہے کہ لفظ خرافہ خرافہ کے برابر الف محسورہ اور تاء کے ساتھ ہے کہ نفس حدیث کو اور کسرہ اور فتح کو اور کسرہ تاء کے نفس حدیث کو کہتے ہیں زہری نے کہا ہے کہ خامہ کے زبر کے ساتھ مسودہ ہے اور کسرہ کے ساتھ ہم ہے احیاء حدیث کہتے ہیں۔

قال اجل: انفس نے کہا کہ اجل اور فمردوں حرف ثوات اور نفی کی تصدیق کے لئے آتے ہیں اس لئے حرف تصدیق کہلاتے ہیں لیکن خبر مراد اجل کا استعمال لغو سے زیادہ بہتر ہے اور استنباط میں لغو کا استعمال اجل سے زیادہ بہتر ہے۔

غرض جب اس مشرک نے قصہ استہزاء یہ بات کہی کہ تمہارے نبی تم کو ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی بھی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ قصائے حاجت کے وقت قعود کے طوطیوں کی بھی تعلیم دیتے ہیں یہ بھی کوئی دین ہے جس کو تم نے قبول کیا ہے اس کی اس ناراجا حرکت پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اس کا چوراہی تھا کہ اس کو زجر تو بیع فرماتے یا بالکل جواب ہی نہ دیتے لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ اس کی ناشائستہ بات سے صرف نظر کرتے ہوئے نہایت خوش سلوکی سے اس کو جواب دیا جس طرح ایک مرشد کامل شخص سائل کے جذبہ طلب کو مہیا کرنا ہے کی چیزیں بتلادیا کرتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں ہی کریم ﷺ کی بعثت کی حرکت سے جو دین مل رہا ہے وہ ایک جامع دین ہے اس میں بڑی چھوٹی جتنی بھی دین کی باتیں ہیں ہرے نبی ان سب کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ ہول و ہرا کے آداب بھی سکھاتے ہیں لہذا یہ اس بات کی کچی پکی دلیل ہے کہ ہمارا دین کامل و مکمل ہے اور ہم دین کی یہ شان ہے اس پر فہم و تشخیص کرنا اور اس کا نفی مذاق ازادنا جس طرح کرتے ہیں معوض ہے بعد وہ دین حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے لہذا علامہ ادوی لفظ چھوڑ دو اور طریق مستقیم کو اختیار کر دنا کہ تمہارے ظاہر

و باطن کفر و شرک کی گندگیوں سے پاک و صاف ہو جائیں پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان امور کا ذکر فرمایا جن کی نبی کریم ﷺ نے لحدائے حاجت کے وقت ممانعت فرمادی ان میں دل و دلوں امر کی تشریح پیچھے ہو چکی ہے تیسری چیز کہ احتیاج میں تین احجار کا عدد ضروری ہے یا نہیں یہ ایک تنقید فی مسئلہ ہے امام شافعی و امام احمد و ائمتہ بن داؤد یہ اور ابو یوسف کے نزدیک احتیاج میں اللہ جل کے ساتھ شکیست یعنی تین ڈھیوں کا ہونا ضروری ہے ان کی ایک دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو اوپر والے عنوان کے تحت نقل کی گئی ہے اس میں "وکان ماضیاً بملالة احجار" کے الفاظ آئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ شکیست شرط ہے دوسری دلیل حدیث باب ہے اس میں "او فکفنی بافل من للہ احجار" کے الفاظ آئے ہیں اس روایت میں تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ احتیاج کرنے سے منع فرمایا گیا ہے طرز استدلال یہ ہے کہ اگر کوئی عدد ممکن کا شریعت میں انتہار نہ ہو تا تو بیحدہ امر یا بھی اس کے ذکر کی ضرورت نہ تھی معلوم ہوا کہ احتیاج میں تین کا عدد بھی مطلوب ہے اگرچہ مقصور یعنی اللہ جل جس تین عدد سے کم ڈھیلوں سے حاصل ہو جائے ان حضرات نے اپنے قول کی توثیق و تقویت میں ایک نظریہ پیش کیا ہے کہ قرآن پاک میں ہے کہ میض کے مسئلہ میں تین میض کا عدد مطلوب ہے اگرچہ جمہر کی پاکی و صفائی کا متعدد ایک ہی میض سے حاصل ہو جاتا ہے لیکن شریعت کی نظر میں تین کا عدد بھی مطلوب ہے اس لئے تین میض کا ارتقا ضروری ہوگا اسی طرح احتیاج کے مسئلہ میں متعدد روایات میں ثلاث کا لفظ آیا ہے بلکہ بعض روایات میں اس کے متعلق حدیث امر بھی وارد ہوا ہے جس سے عدد و محاث کے وجوب کا خیال اور بھی پختہ ہو جاتا ہے لیکن اگر تین ڈھیلوں سے بھی صدائی مکمل کی حاصل نہ ہو تو بقدر ضرورت تین سے زیادہ کا استعمال کرنا واجب ہے تاکہ طہارت کا متعدد حاصل ہو جائے لبت ان زیادہ ڈھیلوں میں اتنا رکھنا مستحب ہوگا چنانچہ امام بخاری نے امام ابو داؤد کی روایت "عن انس جمر فلبونو من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج" کے بھی معنی مراد لئے ہیں کہ تین سے زیادہ کے استعمال میں اتنا ہی رعایت مستحب ہے یہ ہے حضرات شوافع کے استدلال کا خلاصہ۔

حضرت امام ابو حنیفہ امام مالک اور داؤد کا یہی وغیرہ کے نزدیک شکیست شرط نہیں اصل متعدد اتفاقاً مکمل ہے ان حضرات کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اگلے باب میں آ رہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے احتیاج میں دو حجر استعمال فرمائے تیسرے کا استعمال ثابت ہی نہیں اس کے متعلق مزید بحث دہاں آئے گی۔

حضرات شوافع کے مستدلات کے جوابات یہ ہیں کہ آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ کی روایات کی بناء پر احتیاج میں شکیست کا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ اصل مدار احتیاج میں مکمل کی صفائی اور ضرورت کے پورا ہونے پر ہے اور چونکہ اکثر حالات میں مکمل احتیاج کی صفائی کے لئے تین عدد و حصیل کافی ہو جاتے ہیں اس لئے تین کا عدد امدادیت میں کثرت سے وارد ہوا ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو ابو داؤد میں ہے اس بات کی طرف رہنمائی کر رہی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بیت اظلاما جائے تو پاکی حاصل کرنے کے لئے اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے "فہذا حوزاء عنہ" اس لئے کہ یہ تین پتھر اس کے لئے کافی ہو جائیں گے اس حدیث کی اسناد صحیح اور منہجہ سمعہ قال

نے استہزاء میں لگی کہ ہونکا عام طور پر نین ڈھیلے کفایت کر جاتے ہیں اس لئے روایات میں بار بار اس کا ذکر آتا ہے ضرورت کی حد تک کسی مد کو واجب نہیں سمجھتے تو اس میں ان کا کیا قصور ہے نیز یہ کہ حدیث کے لحاظ پر شائع بھی عمل نہیں کرتے کیوں کہ اگر ایک ڈھیلے کے تین گوشوں کو استعمال کیا جائے تو ان کے نزدیک جائز ہے نہ لاکر ایک کلورخ کے تین گوشوں کا استعمال کرنا ظاہر حدیث کے مطابق نہیں ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ حلیت اختیار آپ کے نزدیک بھی واجب نہیں ہے۔

نیز شوافع پہ بھی سمجھتے ہیں کہ اگر تین عدد سے قل کی صفائی حاصل نہ ہو تو اس سے زائد کا استعمال کرنا واجب ہے جاباںکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مذکورہ صاف ظاہر ہے کہ تین ڈھیلے کفایت کر جاتے ہیں لیکن شوافع عدم کفایت کا قول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تین گوشوں سے لٹا بھی ممکن نہ ہو تو ان سے زائد کا استعمال واجب ہے جس سے لازم آتا ہے کہ وہ خود بھی ظاہر حدیث پر عمل نہیں کرتے اور خود انہوں نے عدد ثلاث کی تحدید کو چھڑ دیا ہے جس کا ذکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے غیر وہی حدیث میں کیا ہے اب یہ کہ انہوں نے جس استہزاء کے مسئلہ کو مشافہ قراء پر نہیں کیا تو وہ بھی درست نہیں یہ دونوں ایک دوسرے سے باطل مختلف ہیں کیونکہ حدیث کے مسئلہ میں تین کا عدد نفس قرآنی اور حدیث کی رو سے شرعاً ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری نفس معارض نہیں ہے بخلاف اس عدد میں کے جو استہزاء کے معادہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے وضع کی روایت میں آیا ہے اس کے معارض موجود ہے، چنانچہ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریقے سے روایت ہے: من استحضر فلیوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلاحا حرج نظام ہے کہ یہ روایت ان روایات کے معارض ہے جن میں تین دھیلوں کا حکم دیا گیا ہے۔ تین دھیلوں سے تم کے ساتھ استہزاء کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، کیوں کہ اس روایت میں اتنا یعنی طاق عدد دینے کے بارے میں فرمایا کہ جس شخص نے تیلہ کی رعایت کی اس نے اچھا کیا اور جس نے نہیں کی تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے اس اجتہاد میں تین کا عدد بھی داخل ہے معلوم ہوا کہ یہ تین ڈھیلے کا حکم جو اب ضرورت کے دور کا نہیں ہے بلکہ استحباب کے درجہ کی چیز ہے۔

غرض کہ اس قضیہ میں سے واضح ہوا کہ استہزاء کے معاملہ وحدت بالاتر وہ پر قیاس کرنا ماننے کے لئے مغیرہ نہیں۔

(واللہ اعلم بالصواب)

الرفعة فی الاستطابة بحجرین

استحباب عدد پتھروں سے بھی جائز ہے

اخیرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا ابو نعیم عن زہیر عن ابی اسحق قال لبس ابو عبیدہ ذکرہ ولکن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ انہ سمع عبد اللہ بنول اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفائط وامرہ ان اتیہ ثلثة احجار فوجدت حجرین والثلث فقلت فاجدوا روثہ فابیت بہن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فادخل الحجرین والقی الروثہ وقال ہنہو کس قال ابو عبد الرحمن الرکس طعام الجن۔

عبد الرحمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے سنا کہ نبی

کریم علیہ السلام قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور مجھ کو حکم دیا کہ تین چتر لے کر آؤں مجھے دو چتر ملے تیسرا تلاش کیا مگر نہیں ملا تو میں نے فوراً کھانا اٹھالیا پھر ان کو آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے دونوں چتر لے لئے اور وہ کو بیٹھا دیا اور فرمایا یہ ناپاک چیز ہے۔

عن ابي اسحق قال ليس ابو عبيدة ذكره الخ حافظ ابن حجر في شرح بخاری میں لکھا ہے کہ چونکہ ابو عبيدہ کا سماع اپنے والد محترم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح طور سے ہے؛ لہذا ہمیں ہے اس وجہ سے وہ روایت منقطع تھی اس لئے ابوہریرہ نے ان کی روایت کو باوجود اس کے علی ہونے کے چھوڑ دیا اور اس کی جگہ عبدالرحمن بن اسود کی روایت وصول کو اخصیار کیا گو ابوہریرہ نے اس کلام مذکور کا نقل کر کے یہ کہنا چاہتا ہے کہ "ای لست از وہ الان عن ابي عبيدة و انما از وہ عن عبد الرحمن" یعنی میں اس وقت ابو عبيدہ کے طریق سے جس میں انقطاع ہے روایت نہیں کرتا بلکہ عبدالرحمن بن اسود کے طریق سے جو متصل ہے اس کو ذکر کرتا ہوں۔

راوی حدیث اسود اپنے ہیں بڑے بن قیس نخعی کے ابو عبد الرحمن ان کی کثرت ہے اور ابواہم نخعی کے ماموں اور حضرت ابن مسعود کے شاگرد ہیں ائمہ فہرہ اور زام تھے ان کا نقل ۵۷۷ میں ہوا ابن اثنین نے لکھا کہ وہ اسود بن عبدغوث الزہری ہے نہ کہ ابن یزید النخعی حافظ ابن حجر نے ان کی اس بات کو بالکل غلط قرار دیا ہے۔ کیوں کہ اسود زہری تو اسلام تک نہیں لانے تھے چہ جائیکہ وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے تک زندہ رہا ہوں۔

بہر حال اس حدیث کی روایت متعدد طرق سے ہوئی ہے لیکن امام نسائی نے یہ روایت بطریق زہیر بن ابی جحش من عبد الرحمن بن الاسود بن ابیہر من عبد اللہ بن مسعود ذکر کی ہے اور ساتھ ہی ابوہریرہ کا وہ قول مذکور بھی نقل کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ابوہریرہ کے شاگرد زہیر کا طریق رائج ہے جس سے اسناد متصل ہو جاتی ہے نہ کہ اسراصل کا طریق جو ابوہریرہ کے دوسرے شاگرد ہیں جس سے اسناد منقطع ہو جاتی ہے کیوں کہ جو حافظ ابن حجر کے ابو عبيدہ کا سماع اپنے والد محترم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے امام بخاری نے بھی اس روایت کو ترجیح دی ہے جو زہیر کے طریق سے ہے اور اپنی جامع صحیح میں اسی کو جگہ دی ہے لیکن ان کے شاگرد امام ترمذی نے یہ روایت بطریق اسراصل من ابی اثنین من ابی عبيدہ نقل کی ہے اور وہ بھی کہ ہے کہ ان کی روایت کا طریق امام بخاری کے طریق روایت سے زیادہ صحیح ہے پھر اول آئمہوں نے اپنے استاد میر ابوہریرہ بن ابی الحدیث امام بخاری کی زہیر سے کی ہوئی روایت پر کلام کیا ہے اور آخر میں اپنی اسراصل والی روایت پر بھی انقطاع کا اعتراف کیا ہے کہ ابو عبيدہ کا سماع اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے معلوم ہوا کہ اس روایت میں انقطاع ہے۔

اب رہے یہ سوالات کہ امام ترمذی نے امام بخاری کی نقل کردہ زہیر والی روایت پر کیا نقد کیا ہے وہ محدثین نے امام بخاری کی طرف سے اس کا کیا جواب دیا ہے پھر انہوں نے جامع ترمذی میں اسراصل کے طریق سے کی ہوئی روایت پر بھی منقطع ہونے کا جو اعتراض کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں گڑبجج ہے جیسا کہ وہ خود فرما رہے ہیں تو پھر انہوں نے زہیر والی روایت موصولہ کو چھوڑ کر اسے اپنی کتاب میں کیوں ذکر کیا اور ان کی اس عرض غیر معقول ہے جیسا کہ حافظ عینی وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے

کہ ان کے نزدیک ابو حنیفہ کا مائع اپنے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور انہوں نے اس کو دلیل سے ثابت کیا ہے غرض کہ ان سب امور کے ذکر کا مگر یہاں نہیں ہے ان کے لئے شروعات بخاری یعنی وغیرہ اور شرح ترمذی معارف السنن للعلامة ابن ماجہ کی طرف رجوع کریں۔

پھر پچھلے منوں میں اشارہ کر چکا ہوں کہ حضرات حنفیہ کی دلیل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے وہ یہی حدیث ہے یا منسلک یا باوجود اضافی منسلک ہونے کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر "الرخصة هي الامتناع بغير حق" کا میزان رکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تحقیق پر بھی اس موقع پر صرف دو تحروں کا استعمال ثابت ہے۔

امام طحاوی نے بھی اس حدیث سے تنبیہ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے کیوں کہ اگر تین کلموں کا لینا ضروری ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیسرا تحریض و طلب فرماتے حالانکہ کسی مستند و معتبر روایت سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ آپ نے بعد میں تلاش کر لیا ہوا اس سے معلوم ہوا کہ امتکا وہ میں تین دھیموں کا زور ضروری نہیں ہے لیکن حافظ ابن حجر اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ استدلال مذکور ضعیف ہے اس لئے کہ مستند احمد میں سحر کے طریق سے پندرہ کلمے کے بعد "انسی بعجو" کا جملہ بھی نقل ہوا ہے یعنی فرمایا کہ یہ گویا کثرتاً پاک ہے ایک اور تحریض کے بعد جس سے معلوم ہوا کہ آپ نے تیسرا تحریض کرنے کا حکم فرمایا تھا پھر آگے چل کر حافظ نے لکھا "ووجہ غفلت" یعنی اس حدیث کے سب راوی شافعی ہیں مگر یہ اشکال کیا جائے کہ ابو حنیفہ کا مائع ملکہ سے نہیں ہے تو کراہی نے اس حدیث کا مائع ثابت کیا ہے اور اگر مرسل ہی مان لیا جائے تو وہ بھی مخالفین کے نزدیک حجت ہے، حافظ ابن حجر نے یہ بھی فرمایا کہ شاید امام طحاوی کو مستند احمد کی اس روایت سے غفلت ہوئی ہے۔

(فتح الباری ۱/۱۸۱)

محققین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ امام طحاوی سے غفلت نہیں ہوئی بلکہ غفلت انہی لوگوں سے ہوئی ہے جو امام طحاوی جیسے وسیع و سخی حافظ حدیث کی طرف غفلت کو منسوب کرتے ہیں جو یہ ہے کہ امام احمد نے اس حدیث کو بطریق اپنی حجت ملکہ سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے نزدیک ابو حنیفہ کا عدم مائع ملکہ سے متعلق ہے قطعاً ہے لہذا حدیث مذکور تحقیقی نظر سے منقطع ہے جس پر محدثین کرام اعتماد نہیں کرتے مزید تفصیل کے لئے عمدۃ القاری (۱/۷۲۷) میں ملاحظہ ہو۔

ابوہریرہ جو حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اگر مرسل ہی مان لیا جائے اور ابویہ جیسے جہم نہیں کیوں کہ ہم حدیث مرسل کو علی الاطلاق حجت نہیں مانتے بلکہ حدیث مرسل بالعمی الاعتراف کو حجت مانتے ہیں نہ کہ اس کو جو مترادف ہے منقطع کے نیز یہ کہ صرف تیسرے کی تلاش کرنے کا حکم دیتے ہیں یہ کہیں سے ثابت کرو گے کہ واقع میں تیسرا تحریض و طلب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی آئے تھے ظاہر تو یہی ہے کہ آپ نہ لائے اور ایک روایت جو لائے ثبوت میں ابو الحسن بن القصار روایت سے مروی ہے اس کو نور حافظ ابن حجر نے بھی قائل اعتبار نہیں سمجھا اور اسے لایم کہ کہ روایت دیا ہے غرض کہ جب تیسرا تحریض و طلب لانا ثابت نہیں ہے تو امام طحاوی پر اعتراض کیا؟ فیض الباری (۱/۲۶۰) میں حضرت شامی صاحب کا قول مذکور ہے کہ حافظ ابن حجر نے امام طحاوی پر تو اعتراض کیا ہے کہ ان کا "والنقص الزوائد" سے استثناء بالجہد پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس جملہ کے بعد "انسی بعجو" کی

زیادتی بھی متحسب ہے آپ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حافظہ صرف امام بخاری پر کیوں برستے ہیں ان پر جو اعتراض کیا ہے وہی
وعترض امام ترمذی پر بھی پڑ رہا ہے، اکیس کہ انہوں نے بھی اس حدیث پر ترقیہ باب الاستحباب اور عین قائم کیا ہے جس سے معلوم
ہوا کہ انہوں نے بھی زیادتی نہ کر لی تھی "و انسی منال" کو قبول نہیں کیا، اسی طرح امام نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی
حدیث پر "المرحصة فی الاستطابة بحجرین" کا عنوان رکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی مذکورہ زائد نہ کیا اور ترمذی کو
محدثانہ نقطہ نظر سے احتجاجی قبول سمجھا ہے اب ہم حافظہ ابن جریر سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے تو امام بخاری کی غفلت بتلائی ہے کیا
وہی غفلت امام ترمذی کا دام نہ لائی کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے۔

نہا، وہ اس کے حضرات حنفیہ کی بڑی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا
ہے "من استحل فلیونہ من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج ومن استحصر فلیونہ من فعل فقد احسن ومن
فلا حرج" حافظ ابن جریر نے اس حدیث کی اسناد کو مد کہا ہے کافی ثلث الا وہاں اس حدیث میں احتیاج کے بارے میں فرماتے ہیں
کہ جس شخص نے احتیاج یعنی حاق عدوی رعایت کی تو اس سے بعد احتیاج پر عمل کرنے کے اچھا کیا اور اس احتیاج میں تین کا بعد بھی
داخل ہے لہذا معلوم ہو کہ احتیاج تین پتھروں سے کہ شرط اور واجب نہیں ہے جیسا کہ شوافع، ہی کے قائل ہوئے ہیں بلکہ اس
سے کم کے ساتھ بھی احتیاج جائز ہے اس لئے اگر کسی نے ایک ہی پتھر سے احتیاج کیا ہے تو اس نے اس حدیث کے مقتضی پر بلاشبہ
عمل کیا ہے اسی طرح حدیث کا جزو بنی یعنی "ومن لا فلا حرج" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس شخص نے احتیاج میں طاق
عدوی رعایت نہیں کی خواہ وہ ایک پتھر ہو یا تین بلکہ دو پتھروں سے احتیاج کیا تو ظاہر میں یہ یعنی اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے تو اس
سے معلوم ہوا کہ تین پتھروں کا استعمال ضروری نہیں ہے کیوں کہ اگر ضروری ہوتا تو پھر اس کے بھروسہ پر ظاہر حرج فیہ فرمانا کیسے
درست ہوگا۔

غرض کہ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں کہ نہ احتیاج ضروری ہے اور نہ تین وصیلوں کا استعمال ضروری ہے بلکہ تمام
روایات پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ شوافع رضی اللہ عنہ کا اصل مقصد عمل نجاست کی منافی ہے اب وہ جتنے وصیلوں سے بھی حاصل
ہو جائے کافی ہے ضرورت کی حد تک کسی حد و ماس کو جو جب کا وہ نہیں، یا چاکسٹا لیکن چونکہ عام طور پر نجاست کو دور کرنے کے لئے
تین اھیلے کافی ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ احتیاج کی بھی رویت ہوتی ہے، ہذا الشرح تھمن ہے اس لئے احادیث میں انکا
ذکر اکثر آتا ہے، عجیب بات ہے کہ شوافع تین اھیلے لینے کو واجب سمجھتے ہیں لیکن اگر ان سے طہارت حاصل نہ ہو تو تین سے زیادہ
استعمال کرنا ان کے نزدیک واجب ہے جس سے وہ خود ظاہر حدیث کی تجدید کو چھوڑ رہے ہیں علامہ اس کے دوسری بات یہ ہے کہ
جب شریعت احتیاج یعنی طاق عدوی کا حکم دیتی ہے تو اس کے ساتھ "من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج" کے الفاظ سے اختیار
کو بھی ظاہر کر دیتا ہے اور جب حدیث کو بیان کرتی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اجزا، امارا، استنا، یعنی تین اھیلے کافی ہو جائے کو متذکر
ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں "لیفہب معہ ثلاثہ احوار" کے بعد "فانہا تعوی عنہ" کے الفاظ اور
ہوئے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اتاری کی طرح تکلیف بھی مستحب ہے شرط اور واجب نہیں ہے اور بعض روایات میں جو تین وصیلوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اذ استعمروا ثاؤنر۔

سلمان کہیں رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب تم زمینوں سے استعمرو گرو تو حق عدا اختیار کرو۔

تشریح: امام اہل کی کامیاب شافعی مسلک کی طرف ہونے کے باوجود ان "باب الوضوء فی الاستطابة" جعفر واحد" کا نام لیا ہے اس سے پہلے انہوں نے "باب الوضوء فی الاستطابة صحیحین" کا عنوان رکھا ہے جس کے ماتحت حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کی جس سے دو پتروں سے استنجا کرنے کا نبوت ہوتا ہے اور اس عنوان کے ماتحت حدیث سعید بن قیس لائے ہیں جس میں ہی الاطلاق اتیار کا ذکر ہے اس لئے وہ استنجا کو واحد کو بھی شامل ہے اس لئے اگر ایک اصیلا کفایت کرے تو دوسرے کا استعمال ضرورت سے زیادہ ہوگا ایک پاک چیز کو بد ضرورت پاک کرنا یعنی مثل نہیں تو اور کیا ہے اس سے بیکر ظاہر ہوتا ہے واللہ نعم کرمہ انسان استنجا میں تین: پہلے اپنے کو شرط اور ضروری نہیں قرار دیتے بلکہ خیر و مالک و حرلی شافعی کے مسلک کو رہاں سمجھتے ہیں کہ استنجا کے لئے نہ ۲۰ ش کو واجب کا وجہ نہیں دیا جائے گا بلکہ اصل مقصود صفائے گل ہے اور جتنے بھی ملبوسات حاصل ہو جائے گا لی ہے، (فتاویٰ ہندیہ: ۱/۲۰۱) جس سے البس فی الاستنقاء عدد مستون واسما الشرط هو الاشياء حتى لو حصل بجمع واحد بصير متبعا للمنه ولو لم يحصل بثلاثة احجار لا بصير متبعا للمنه۔

الاجتزاء فی الاستطابة بالحجارة دون غيرها

صرف پتھر کے ساتھ استنجا کرنے پر بس کرنا نہ کہ دوسری چیز سے

احمدنا قنیہ قال حدثنا عبد العزیز بن ابی حازم عن ابیہ عن مسلم بن قرض عن عروۃ بن عائشہ رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ذهب احدکم الی اعطط قلبہ ذہب معہ بثلاثة احجار فلیستط بھا فینھا نجری عتہ۔

۱۰۰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے اور ان سے پاکی حاصل کرے اس لئے کہ تین پتھر کا لی ہو جائے ہیں۔

ابی حازم عن ابیہ آپ اس حدیث کے راویوں سے ہیں ان کا اصل نام سلمہ بن وجارہ ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کا آزاد کوئی ہوا الخام تھان کا شمار اور خلا حدیث میں ہے اور شہ تھے ان کا انتقال نہایت انصاف کے دور میں ۳۵۱ھ ہوا اس کے بعد ہوا۔

عن مسلم بن حوط نبیہ ہارم کے شاگرد ہیں جن سے روایت کرتے ہیں لفظ قرعہ کاف کے پیش اور را کے

سکون کے ساتھ ہے، حافظ ابن حجر و غیرہ نے کہا ہے کہ ابن حبان نے انہیں غثات میں شمار کیا ہے مگر انہوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے ”ہو بطلی“ یعنی وہ غلطی کرتے تھے اس کے بعد حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی کم روایت کرتے تھے اور جبکہ وہ باوجود قلت حدیث کے غلطی کرتے تھے تو ان کا شمار ضعیف راویوں میں سے ہوگا آگے چل کر کہتے ہیں ”وقد فرأت بسخط المذهبی لابیہوف“ مگر وہ غلطی نے ان کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

تَفِيْضُ هَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ اَحْجَلُو : رواؤ کا ظاہری کے نزدیک علاوہ ہجر کے اور کسی چیز سے استثناء کرنا جائز نہیں ہے۔
 ۱۔ جمہور ائمہ کہتے ہیں کہ حدیث میں اخبار کا جزو کر آیا ہے وہ تخصیص حکم کے لئے نہیں ہے اس لئے یہ وہ چیز جس میں جذب کی صلاحیت ہو اور نجاست کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو بشرطیکہ غیر محترم مرد و بھی پتھر کی کے ٹکڑے میں ہے لہذا اس سے استثناء کرنا درست ہے اور حدیث میں اخبار کا ذکر کرنا اس لئے آیا ہے کہ وہ عرب میں ہر جگہ سہولت ملتے تھے۔

(والله اعلم بالصواب)

حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ تصحیح مناصب چونکہ منصوصات میں بھی جاری ہوئی ہے اس لئے امام ابو حنیفہؒ نے اس کی روشنی میں فرمایا کہ اگرچہ حدیث میں صرف پتھر کی کا ذکر آیا ہے لیکن حکم عام ہوے گا اس لئے ہر غیر محترم یہ کہ و صاف چیز کو جس سے نزاع نجاست ہو سکے تحصیل مقصود میں مشارک ہر قرار دیا ہے ہجر آگے چل کر (حضرت شاہ صاحبؒ نے) فرمایا کہ غیر **مُطَهَّر** کی تعلیم کا طریقہ تعلیم بالعمل ہے یعنی جو کچھ راست سے کرنا چاہا اس کو اسے عمل سے نکال دیا پھر ان کو اس کی پیروی کا حکم دیا آپ کا طریقہ یہ نہیں تھا کہ ایک جامع مانع عبارت درست کر کے اسے دوسروں کے سامنے پیش کر دیں، کیوں کہ یہ قیّد ایسا طریقہ کھٹ ہے جو متفقہ فطرت کے خلاف ہے، بہر حال جب یہ ایک ناقابل انکشاف حقیقت ہے کہ شارع **ﷺ** کا طریقہ عملی تعلیم دینے کا ہے اس لئے آپؐ نے اہل حجاز کی حدیث کے مطابق استنجا میں پتھروں کا استعمال فرمایا نیز وہ باستانی ہر جگہ ملتے تھے محاسن سے آپؐ کی غرض عام تھی اس لئے آپؐ کے افعال یا قول سے صرف اخبار کیساتھ استنجا کو جائز اور دوسری چیزوں سے عدم جواز ثابت کرنا چاہئے جیسے رواؤ کا ظاہری اور ابن حبان کے قسمن ہاشمی کے قائل ہوئے۔

الاستنجاء بالماء

پانی سے استنجا کے بیان میں

اخبرنا اسحق بن ابراہیم اخبرنا النضر اخبرنا شعبۃ عن عطاء ابن ابی مبوءة قال سمعت انس بن مالک **ﷺ** يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل الخلاء حمل انا و غلام معي نحوى اداوة من ماء فبستنجى بالماء۔

عطاء ابن ابی مبوءة سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک **ﷺ** سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اکرم **ﷺ** جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو میں اور میرے ساتھ ایک لڑکا جو میرا ہم عمر تھا پانی کا چھٹاگل لے کر ساتھ ہوتے آپؐ

حاصل کرتے تھے، اور وہ لوگ اس وصف خاص میں اور مہاجرین سے ممتاز تھے ورنہ حضور و انصار میں مہاجرین بھی کرتے تھے، نیز یہ کہ روایت مرفوعہ بھی اشارۃً بخاری ہے کہ ذیل اور پانی دونوں کو جمع کرنا مستحب ہے چنانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قصے حاجت کے لئے شریف لے گئے پھر دھوئی ہو کر پانی طلب فرمایا اور یہ بات مستبعد معلوم ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدون استنجاء بالخر کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس شریف لائے ہوں کیوں کہ یہ تو ایسی صورت ہے جو موجب نکوت ہے اور تیری نیک کے لئے بھی نجاست سے آلودہ ہونے کی حاجت میں رہنے کو آپ کی پاکیزہ طبیعت کیسے تحمل ہو سکتی ہے بلکہ بظاہر بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صبح کے استنجاء سے فراغت حاصل کرنے کے بعد خدام کے پاس شریف لائے تھے پھر جب اس کے بعد پانی سے استنجاء فرمایا تو آپ کے فضل سے جمع میں الخمر والہ کا ثبوت ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی جمع ہوت ہے "سکھالی الام للثعلبی" متفق ہوتا ہے فرمایا کہ جب رسول و خلف کا سبک اور دس چیز پر تمام اہل فتویٰ متفق ہیں وہ یہ ہے کہ افضل صورت ذیل اور پانی کو جمع کرنے کی ہے لیکن کسی ایک پر اکتفاء کرنے کی صورت میں کوئی نیک فعل ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ پانی نجاست کے میں اور اثر و دنوں کو صاف کر دینا ہے اور دھیلوں سے صحت نجاست کا ازالہ تو ہو جاتا ہے مگر اسکا اثر باقی رہتا ہے اس لئے صاف و شامع ہوتا ہے کہ پانی سے طہارت اور صفا کر دیا ہوئی ہے بلکہ انفرادی صورت میں پانی کا استعمال افضل ہونا چاہئے۔

شیخ ابن حام کا فتویٰ

شیخ ابن حام کا فتویٰ جو فیض الباری (۱/۲۵۸) میں مذکور ہے "والفقی الشیخ ابن الہمام یسئبہ ای الجمع بین الصحیر والمعذ فی زمانہ لان الناس لکمثرۃ اکثرہم یطلون نفاً" شیخ ابن حام نے فتویٰ دیا ہے اس زمانہ کے لوگوں کا پانچواں ذیادہ کھانے کی وجہ سے غم اور پتلا ہوتا ہے اس لئے ذیل اور پانی دونوں کا استعمال سنت ہے۔

احمد بن ابراہیم غلام معنی دعوی الخ: "ای مقارب لسی فی السن" یعنی دیگر کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ہم عمر تھا اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرا لڑکا جو ان کے ہم عمر تھے پانی کا برتن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بجا رہے تھے۔

غلام کا اطلاق دس (۱۰) سے بارہ سال تک کے لڑکے پر ہوتا ہے "قال ابو عبیدہ" "عظم میں ہے کہ درود بچرانے کے وقت سے سات سال کی عمر تک کے لڑکے کو غلام کہتے ہیں غلامہ و محشرٹی نے اس اس البانہ میں لکھا ہے کہ غلام کا اطلاق داڑھی نکلنے کی حد تک چھوٹے لڑکے پر ہوتا ہے پھر اگر اسے داڑھی اگنے کے بعد تمام کہہ دیا جائے تو یہ بجا رہی ہوگا۔

اس روایت میں غلام سے کون مراد ہے روایات میں اس کی کوئی تصریح نہیں حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس سے مراد انبیا مسعود رضی اللہ عنہ ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر غلام کا اطلاق درست نہیں کیونکہ اس کا اطلاق ایسے لڑکے پر ہوتا ہے جس کی مونچھیں اگنے والی ہوں، یا عمر اور داڑھی والے ہوں اس کا اطلاق نہیں ہوتا، اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جو شیخ یعنی بڑی عمر والے تھے اور بارش تھے غلام نہیں کہہ سکتے نیز یہ کہ بعض روایات میں الانصار کی تصریح ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

انصاری کہیں جگہ مہاجرین میں سے تھے اس لئے یہاں غلام سے ان کے علاوہ اور کوئی انصاری نرا کار مراد ہے اور یہی معنی روایات کے ظاہری الفاظ کے ساتھ زیادہ مطابق ہے۔

فیصنعون صحیحاً بعض شارحین نے کہا کہ یہاں میمونہ سے روایت کرنے والے علماء کا قول ہے لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح کیا ہے کہ یہ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے، قال میمونہ۔

ترجمہ کے ماتحت کی دوسری حدیث ترمذی میں بھی موجود ہے امام ترمذی نے اس کی تحسین و تصحیح کی ہے اور فرمایا کہ اس پر اہل علم کا عمل ہے ورنہ وہ پانی سے استنجاء کرنے کو افضل کہتے ہیں اگرچہ صرف ڈھیلے پر استنجاء کو بھی جائز سمجھتے ہیں بلکہ عام کا حاصل یہ ہے کہ یہاں تک امور ہیں ایک تو استنجاء بالجمہور ہے، دوسرا استنجاء بالمالہ ہے، تیسرا ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجاء کرنا بجا و دل چیز کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہے جو حضرت ابن مسعود، حضرت ابویہ، انصاری اور ابن عمر اور جامع وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، دوسری بھی احادیث مشہورہ سے ثابت ہے چنانچہ اس بارے میں احادیث حضرت انس رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے مروی ہیں، تیسری چیز یعنی ڈھیلے اور پانی دونوں کو جمع کرنا تو اس بارے میں کوئی حدیث صحیح مرتب سے اس کا ثبوت نہیں ملتا البتہ احادیث ضعیفہ جو دونوں کو جمع کرنے پر دلالت کرتی ہیں، ان میں زیادہ مرتب حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے جس کو بزار نے روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں "انما صنع الاستنجاء الماء" یعنی ہم پھر کے ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے استنجاء کرتے ہیں اس کے راوی محمد بن عبد الغفر بن محمد بن عیین کے ہاں ضعیف ہے پھر بھی چونکہ دونوں کو جمع کرنے کا عمل باب فضائل سے ہے اس لئے حدیث قابل اعتبار ہے نیز یہ کہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ عمدہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اثر ہے "ان من کسان قبلکم کانوا یبعرون بعر او انتم تفلحون فاجعلوا الاستنجاء الماء" اس بات کی سند میں کسی نے کام نہیں کیا اس کو ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے، اور عبد الرزاق نے بھی اپنی مصنف میں خر تاج کر ہے اور بیہقی نے بھی اپنی سنن میں طرق متعددہ سے نقل کیا ہے امام ذہبی فرماتے ہیں "هو الو جهنہ" (نصب الراية) کہ اگر صرف طور پر دونوں کو جمع کرنے پر دہل ہے۔ اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگرچہ حدیث صحیح سے واضح طور پر جمع کا ثبوت مشکل ہے لیکن بعض احادیث ضعیفہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے اس بات کا اثبات ہوتا ہے اور اس کے اعتبار پر جمہور سلف و خلف متفق ہیں، مگر حضرت حسن بصری نے کہا کہ ڈھیلے کے استمنان کے بعد پانی سے استنجاء کرنا اس زمانہ میں سنت ہے کسی نے ان سے دریافت کیا کہ عہد رسالت میں تو صحابہ کرام ڈھیلے کے استعمال پر استنجاء کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ "انہم کسانو یبعرون بعر او انتم تفلحون للہا" یعنی ان کا پانچا نہ طبعی کی طرح سخت اور بہت ہوتا تھا جو اپنے گل سے ہی متعلق رہتا ہے اس لئے ڈھیلے کا استعمال کافی تھا اور تمہارا پانچا نہ ہلکا اور غیر بہت ہوتا ہے جس کی وجہ سے نجاست اپنے خر تاج سے جدا ہو کر ادھر ادھر پھیل جاتی ہے اس لئے دونوں کی رعایت کرنا چاہئے اور وہ فرماتے تھے کہ دونوں کو جمع کرنے کا عمل عہد رسالت کے بعد اجازت صحابہ سے مستثنیٰ ہوتا قرار پایا ہے جیسا کہ تراویح کی میں رکعت پر صحابہ کا اجماع ہے، اسی طرح ابن تیمیہ نے بحر میں لکھا ہے "ولیس المجمع سنة فی زماننا وقیل سنة علی الاطلاق وهو الصحیح وعلیہ الفتویٰ، کذا فی سراج الوہاج"

(مقطعاً من معارف السنن للعلامة النبوری)

الغشی من الاستنجاء بالیمین

داہنے ہاتھ سے استنجاء کی ممانعت کا بیان

اخیرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا هشام عن يحيى عن عبد الله بن ابي قتادة عن ابي قتادة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا شرب احدكم فلا يتنفس في امانه واذا انسى الخلاء فلا يمس ذكره بيمينه ولا يتصمغ بيمينه.

عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پانی پئے تو برتن میں سانس نہ ڈالے اور جب تھامے حاجت کرے تو داہنے ہاتھ سے منہ مستور نہ کرے اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے۔

احمرنا عبد الله بن محمد بن عبد الوارث عن حماد بن عبد الوهاب عن ايوب بن يحيى عن ابي كعب عن ابن ابي قتادة عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يتنفس في الاثاء وان يمس ذكره بيمينه وان يستطبع بيمينه.

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے برتن میں سانس پینے سے منع فرمایا اور دائیں ہاتھ سے منہ مستور نہ کرنے سے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے۔

احمرنا عمرو بن علي وشعب بن يوسف واللفظ له عن عبد الرحمن بن مهدي عن سفيان عن منصور والاعمش عن ابيه عن عبد الرحمن بن يزيد عن سلمان قال قال المشركون اننا نرى صاحبكم يعنكم الخرافة قال اجل نهيانا ان يستحى احدنا بيمينه ويستقبل القبلة وقال لا يستحى احدكم بدون ثلثة احوار.

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شرکیوں نے کہا ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے ساتھی (یعنی منصور رضی اللہ عنہ) تم کو پانہ نہ کرنے کا طریقہ بھی سکھا رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ کبھی ہاں جہ نہ تھا ﷺ نے ہم کو داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا اور بلکہ رخ پھینکنے سے اور فرماتے کہ کوئی شخص بدون تین چھروں کے استنجاء نہ کرے۔

اذا شرب احدكم الخ فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پانی پئے تو سانس برتن میں نہ ڈالے۔ سانس پینے وقت برتن کو منہ سے علیحدہ کر لو اور تین سانس میں جو اس ارشاد مبارکہ میں جس آب کی تعلیم دی گئی ہے اس میں مصلحتیں ہیں جن کی طرف علامہ بخاری اور قاضی بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا ہے کہ اگر تین سانس میں پانی پیا جاوے تو تھوڑے پانی سے پیاس رفع ہو جاتی ہے اور میرا اصل ہو جاتی ہے اور بغیر کرنے پر مددگار ہوتا ہے اور اس سے معدہ کی حرارت پر بھی زیادہ دھڑکنیں پڑتی ہیں اور

پٹھے بھی کڑو نہیں ہوتے، مثال ترمذی میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ تمکس سانس میں پانی پیتے تھے اور ہر دفعہ برتن کو منہ سے ٹھیکہ کر لیتے پھر برتن سے باہر سانس لیتے اور فرماتے "ھو اھو وادو ع" یعنی تین سانس میں پینے کا عمل بہت مفید ہے اور اس سے اچھی طرح پیوس بھیج جاتی ہے اس کے برعکس اگر ایک سانس میں پانی پی جائے تو اس کا اندیشہ ہے کہ پانی زیادہ مقدار میں یک دم معدہ میں جائے گا اور اس سے ممکن یہ ہے کہ معدے کی دو حرارت باقی نہ رہے گی جو غذا کو پکانے کا کام کرتی ہے پھر جب اس کی حرارت بجھ جائے گی تو معدہ اپنے عمل میں کمزور ہو جائے گا جس کی وجہ سے غذا کھنکھائی دے جائے گی پھر یہ غذا جگر میں پہنچے گی اور وہ بھی اپنا کام بخوبی انجام نہ دے سکے گا لہذا غذا کا جو اصل مقصد ہے وہ جو رانہ ہو سکے گا اور غذا کا اصل مقصد یہ ہے کہ جسم کے ہر حصہ کو غذا پہنچاتی رہے خون کی جگہ خون فون پھنی جائے اور مفرغہ اسی طرح سودا اور بلغم بھی اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ جائیں اور یہ سب چیزیں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں جب غذا اچھی طرح چک جاتی ہے لیکن اگر چوری طرح غذا نہیں چک سکتی تو بدن کے تمام اعضا کو اس کی تقسیم بقدر ضرورت نہ ہو سکے گی لہذا بدن بھوکا رہے گا اور کمزور ہو جائے گا علاوہ اس کے ایک سانس میں سارا پانی پی لیا کہ لڑکوں کی شکل ہے اور یہ حیوان درجہ پایوں کی عادت ہے جس کی روایت میں مراعیت وارد ہوئی ہے فرمایا "ولا تشربوا واحدا کشر البعیر ولكن تشربوا منی و ثلاث" یعنی اونت کی طرح ایک سانس میں پانی مت پیو بلکہ دوش سانس میں لی لیا کرو۔

آخر یہ بات معلوم ہوا کہ دو تین دفعہ سانس پینے سے چند محنت میں پیاس ختم ہو جاتی ہے اور ایک سانس میں پینے سے خصوصاً سخت گرمی میں اور شدت پیاس کی حالت میں پیاس کی بھڑک براہ جاتی ہے ایسی حالت میں پیاس کو دفع کرنے کے لئے زیادہ پانی نہ پیا جاتا ہے جس سے معدہ بوجھن ہو جاتا ہے جو موجب تکلیف ہے نیز برتن میں سانس لینا لطافت کے بھی مخالف ہے کیوں کہ بعض اوقات سانس کے ساتھ صلاب و تن یا آب بینی کی گندھی بھاپ منہ سے غارن ہو کر پانی کو مکھڑا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے دوسرے پینے والوں کو بلکہ خود پینے والے کو بھی بعض اوقات اس پانی سے نفرت ہو جاتی ہے ان تمام معارج کی رعایت رکھتے ہوئے شریعت نے ادب سکھایا ہے کہ پانی ایک ہی سانس میں مت پیا کرو بلکہ تین سانس میں پیا کرو اور عطر کے وقت برتن کو منہ سے الگ کر لیا کرو۔ (ایضاح البخاری)

وإذا اتى الخلا الخ فرمایا کہ جب ترمیم سے کوئی قضاے حاجت کے لئے جائے تو داہنے ہاتھ سے عضو مستور کو نہ چھوئے اور نہ داہنے ہاتھ سے احتیاج کرے۔

اس حدیث میں دو محلے استعمال فرمائے ہیں پہلا جملہ "قد لا یس ذکرہ بیسہ" دوسرا جملہ "ولا ینصح بیسہ" اب دونوں کا مفہوم ایک ہے کہ فرق ہے علامہ طینی نے فرمایا کہ پہلے جملے کا تعلق چھوئے اسٹے معنی چھاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق پانہ سے امام موصوف نے جو توضیح کی ہے بظاہر قرعہ کا تعلق سے معقول معلوم ہوتی ہے کہ نہ چھاب کرتے وقت داہنے ہاتھ سے آگے تا کہ اس کو چھو یا جائے اور نہ پانہ سے قاصر ہونے کے بعد اس ہاتھ سے احتیاج کیا جائے یہ نہ کی جو حدیث باب سے معلوم ہو رہی ہے جس پر کے نزدیک نمی تخریج ہے اصحاب خواہر میں تو تخریر پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

اگر رائے ہاتھ سے استغفار کرے گا تو شرع کی راہ سے درست نہ ہوگا بعض حجابہ اور بعض شرفیہ بھی اسی کے ہم نوا ہیں۔

(عمدة القاري: ١/ ٧٢٧)

[illegible]

غرض کہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ شرافت والے امور کے لئے دانا ہاتھ استعمال فرماتے۔ اور وہ چیزیں جن سے طبیعت نفرت کرتی ہے بن کے لئے بایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔ علیہ السلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ عادت شریفہ مذکور ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب سے میرا یہ رسول اکرم ﷺ سے بیعت کی ہے اس وقت سے میں نے دہانے ہاتھ سے عضو مستور کو نہیں چھو یا ٹھیک یا دوسری وجہ یہ ہے کہ کھاتے وقت دہانے ہاتھ کا استعمال کرتا ہے اور جب کھانے کے دوران وہ بات کرتے ٹھیک کی کہ اس جسم سے تو احتیاج بھی کیا تھا تو اس سے طبیعت میری نفرت پیدا ہوگی۔

اس سیکے بعد دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حدیث باب میں جس لفظ کا حکم مذکور ہے وہ حکم خاص یہ یا حکم عام ہے ترذی شر
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "أن السی صبی اللہ علیہ وسلم نہیں ان صبی الرجل ذکوة یحییہ" بظاہر یہ
حدیث مسلکنا کے مذکور کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہے حالانکہ اس کے برعکس سنائی کی روایت جو اس عنوان کے ماتحت مذکور ہے
دوسری وہ حدیث جو صحیح "باب التہی عن من الذکر بالیمن عند الحاجة" کے ماتحت ناس القاطعاً لکن ہے "ن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمال ادا مال احمد کم ولا بہ حدیث ترقیہ بمعنیہ "ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعمت بحالت اولیٰ اور استیجاب کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے اوقات میں یہی کہنے کی ممانعت نہیں، لہذا روایات میں فقہاء نے طائفہ انسانی امتیں انہی نے ان کا یہ جواب دیا ہے کہ احادیث مطلقہ و مقیہ پر عمل کیا جائے گا بشرطیکہ ان میں سب کا عرفی ایک ہو، اور ان روایات میں "الامانی احمد کم" وغیرہ کی قید آئی ہو، زیادہ شدت کہ باید سر بہ قبول ہے۔ (فتح الباری و وعدۃ النفاہ)

اسی طرح قاضی ابوالغنیہ نے بھی کہ (وہر لاری) اور اس سلسلے میں بھی روایات میں سب کا عرفی ایک ہو، اور ان روایات میں "الامانی احمد کم" وغیرہ کی قید آئی ہو، زیادہ شدت کہ باید سر بہ قبول ہے۔ (فتح الباری و وعدۃ النفاہ)

عبداللہ بن ابی قحزہ من ابیہ ہے کہا قاضی سیوطی، لہذا اس وقت و بعد کے قوال مذکور کے مطابق ترقی کی روایت مطلقہ کو سنائی کی روایت مقیدہ پر محمول کیا جائے گا، لیکن امام نووی وغیرہ نے کہا ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ روایات استیجاب اور غیر حالت استیجاب کے درمیان کوئی فرق نہیں، اور حدیث میں حالت استیجاب کا ان کے مابین صحیح کی غرض سے دعوت کیوں کہ جب میں نے سر پہیہ میں کوئی مخصوص کو دیکھا ہے یا نہ ہے کفر استیجاب کی حالت میں کہہ رہا ہوں، اس کے بعد اس حالت میں بھی کہی اس کے استعمال کی ضرورت بھی ہوتی ہے تو پھر ان کے مابین غیر ضروری حوالہ میں دینے یا نہ دینے سے غلط فہمی نہ پھیلے، اور ان کو اولیٰ کرہ ہو گا کہ اپنے انہی میں ہاتھ میں ہر دو میں کی وجہ سے اس کا احتمال نہیں کر سکتا و پھر میں۔ تو اب سچا فرقہ نہ ہو گا بلکہ ہر دو کا۔

(شرح تہذیبہ الغریبہ) حکماء اس عہد میں فی حاشیہ علی السحر ترجمہ کے تحت کی دوسری اور تیسری حدیث کی مطابقت کر رہے۔ ظاہر ہے ان دونوں میں حدیث اولیٰ اگر پہلچانہ الفاظ کچھ مختلف ہے لیکن بخلاف دوسری حدیث سابق کے موافق ہے البتہ اس میں بقیہ حالت استیجاب کے بھی اطلاق "وان بعضہم دیکوہ بمعنیہ" کے الفاظ نہ ہوئے ہیں جس کی تو یہ تفسیر اس میں تھا ان وقتیں الیہ وغیرہ کے قوال سے خواہت سے ہو پر نقل کر چکے ہیں۔

واللفظ لہ تیسری حدیث میں سند کے باقی میں اس کی زبانی ہے نہ کسی تفسیر میں ہے، ثوب بن یزید کی طرف حافظہ ابن مبارک نے کہا کہ اگر کوئی حدیث راوی کے نزدیک درست یا اس سے زائد شے سے پہلے ہو، اور وہی طائفہ دونوں روایت میں تفاوت ہو لیکن باعتبار معنی ایک ہو تو ایسی صورت میں راوی حدیث اس میں دونوں کو جمع کر دیتے ہیں، پھر ان دونوں میں سے کوئی ایک نام شیخ کے الفاظ روایت کرتے ہیں مثلاً کہ مجھ سے قاضی اذکار نے یہ حدیث بیان کی ہے، لیکن الفاظ اس کے ہے اس سے روایت استیجاب ختم ہو جاتا ہے، صیغہ کہ یہاں آخری حدیث امام سنائی نے اپنے استاد عمرو بن علی اور شیبہ بن یزید دونوں سے حاضر کی ہے، لہذا اس حدیث کے مطابق اس میں دونوں کا ذکر کیا ہے لیکن الفاظ حدیث کو نقل کر رہے ہیں، و نام شیبہ بن یزید کے ہیں اس لئے والفاظ اس کا ہے، انہی کے الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یہ تیسری حدیث حضرت عبدالرحمن بن زید کی دعوت ملتان قادری نے پہنچائی ہے، جس کی تفسیر پہلے "ان" البھی عن الاکھفاء الخ" کے تحت مذکور کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ اس حدیث کے الفاظ اس میں یسعی احد بمعنیہ ترجمہ کے مقدم میں داخل ہے، اور اس کو اس نے پوری مطابقت ہے اس لئے اس نے ممانعت اس سے نہیں۔

باب دیک الیہ بالارض بعد الاستنہاء

استنہاء کے بعد ہاتھ کو زمین پر مل لینے کا بیان

احمر بن محمد بن عبد اللہ بن المبارک المنعمی قال حدثنا وکیع عن شریک عن ابو اہیم بن جریر عن ابی ذرۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضع یدہما فلما استنجی شک بدۃ بالارض

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاے حاجت کے بعد استنہاء سے فارغ ہو جاتے تو ہاتھ کو زمین پر دگر لیتے تھے۔

احمر بن احمد بن الصلاح قال حدثنا شعب یعنی ابن حور حدثنا ابن بن عبد اللہ النجفی قال حدثنا ابو اہیم بن جریر عن ابیہ قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتمی الخلاء فقصی الحاجۃ ثم قال یا جریر ہات طہورۃ فیتیم بالحاء فاستجی بالمد، وقال یدہ فدلک بہا الارض قال ابو عبد الرحمن هذا الشیء بانہو اب من حدیث شریک واللہ اعلم۔

ابو نعیم بن جریر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ قضاے حاجت کے لئے تشریف لے گئے قضاے حاجت کے بعد آپ نے فرمایا اے جریر پانی لے آ کر جریر کہتے ہیں کہ میں نے احتمال امر کو باقتضا سے نہایت خدمت میں پانی پیش کیا پھر آپ نے پانی سے استنہاء فرمایا بعد ازاں ہاتھ کو زمین پر مارا اور مدنی سے کہنے لگا۔

حسن ابی ذرۃ، ان کے نام میں اختلاف ہے بعض اصحاب رجال نے لکھا ہے کہ ان کے نام اور کنیت میں کوئی فرق نہیں ہے کنیت بھی یہی ہے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ دار ہوا ہے لیکن حدیث کا سننا ثابت نہیں ہے البتہ اپنے والد جریر بن عبد اللہ اور حضرت معاذ بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خاص تعلق تھا عقد ہیں یہ ابو ہریرہ ابن مروان بن جریر بن عبد اللہ النخعی الکوفی اس حدیث کے راوی ابو نعیم بن جریر کا چھوٹا بیٹا ہے نیز باعتبار نسب یہ روایت اگر عمر بن اصغر ہے کیوں کہ ابو نعیم بن جریر کا چچا بڑے ہونے کے باوجود اپنے چچے ابو ہریرہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں لیکن چونکہ باعتبار عمر ابو ہریرہ اپنے چچا ابو نعیم سے بڑے ہیں اس لحاظ سے یہ روایت روایت الکا بر بن الامام عمر کے باب سے نہیں ہے۔

اس کے بعد دوسری بحث حدیث باب سے متعلق ہے جو عن شریک عن ابو نعیم بن جریر کی سند سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ اس حدیث میں لکھا گیا ہے اور میں کو معمول قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں اس حدیث میں دو ٹھنک ہیں ایک تو راوی مدیث شریک کی قوت حافظہ کا مجر ہانا اور مشہور بلاد میں ہونا دوسری ابو نعیم بن جریر جس سے شریک نے روایت کی دو بحوالہ ہے لہذا حدیث

فانما "اور" باب ما یقول اذا اراد دخولہ الخلاء "المنہ دخلہ"۔

فذلک بہا الادھن یعنی آپ استنجاء کے بعد ہاتھ زمین پر مثل کر دھوئے تاکہ ہر پوختہ ہو جائے اور خوب اچھی طرح پاک و صاف ہو جائے ورنہ اسکی نہایت تو صرف دھونے سے بھی حاصل ہوتی ہے کیوں کہ اگر سے نجاست کا شین اور اثر دونوں کا اثر نہ ہوتا ہے۔

اب اشکال یہ ہے کہ علماء نے حضور اکرم ﷺ کے فضلات کو پاک کہا ہے اور اس پر امت کا اتفاق ہے لہذا استنجاء کے بعد آپ کا ہاتھ بدبو نہیں ہو سکتا اس کا جواب بذل الحمد میں یہ دیا ہے کہ آپ ﷺ کو یہ فعل تنعیم امت کے لئے تھا کہ جب امت کے وگ استنجاء کریں گے تو شاید ان کا ہاتھ نجاست سے طرٹ ہو یا نجاست کا کچھ اثر ہاتھ میں باقی رہا ہو جسکی حالت میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ فی فضل کی عظیم حدیث باب میں فرمائی ہے کہ استنجاء کے بعد ہاتھ کو زمین پر مثل کر دھولیا جائے اس سے خوب اچھی طرح سے پاک و صاف ہو جائے گا اور بد پوختہ ہو جائے گی اس بناء پر علماء نے اس کو افضل قرار دیا ہے۔

باب التوقیت فی الماء

بیان میں پانی کی تحدید کے

اخبرنا حفص بن عمر بن الحرث عن ابی اسامۃ عن الولید بن مکیہ عن محمد بن جعفر بن عباد عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الماء وما یوہ من الدواب والسباع فقال اذا کان الماء قلیقین لم یعمل الخبث۔

حضرت محمد اللہ بن مرثیہ والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے اس پانی کے متعلق پوچھا گیا جو مثل و بیابان میں ہوتا ہے اور اس پانی سے چوہے اور بکے پیچے ہیں فرمایا آپ نے کہ جب پانی قلیقین ہو تو نہ اٹھنے کا پانی کو۔
تشریح اس ترجمہ کے انعقاد کا مصل یہ ہے کہ کس قدر پانی میں نجاست کرنے سے وہ پاک ہوتا ہے اور کتنا پانی نا پاک نہیں ہوتا اس مسئلے میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت لاکر بتلادیا کہ اگر پانی بقدر قلیقین ہو تو پاک نہیں ہوتا اور اگر اس مقدار سے کم ہو تو نا پاک ہو جاتا ہے اس حدیث پر نہ اٹھنے والے نے اس کی تفسیر کی اور نہ ابن حنفیہ نے حضرت امام شافعی نے اس پر عمل کیا ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل بھی اس کے ساتھ ہیں ان دونوں حضرات نے اس حدیث کی بناء پر قلیقین کو کثیر اور قلیقین پانی کے نہ میان حد مصل قرار دیا ہے کہ اگر پانی قلیقین کی مقدار کو پہنچ جائے تو کثیر ہے لہذا اچھے اوپر پانی کو نہیں آنے دینا البتہ اگر نجاست کی وجہ سے پانی کو کوئی وصف بدل جائے تو وہ نہ پاک ہو جائے گا اور نہ پانی قلیقین سے کم ہو تو وہ بالکل ہے اس میں نجاست کر پانے کے بعد خود نا پاک ہو جاتا ہے، مگر کثیر تغیر وصف کا اعتبار کرتے ہیں لیکن جس درہ شاذہ کے اعتبار سے تہذا اگر پانی میں نجاست کا اثر ظاہر ہو گیا تو خود پانی سمجھا جائے گا ورنہ کثیر ہے ان کی دلیل ایک تو حضرت ابو اسامہ کی روایت ہے جس

ہیں "ان السماء صاھر الا ان یصور (یعنی اللع) کے الفاظ آئے ہیں جنی پائی پائے ہے جب تک کہ اس کی جویا سزا یا تک نہ ہو سکاں نجاست کی وجہ سے جو اس میں واقع ہوئی دوسری وہ بیٹ ہے جس میں بستر بشارت کے تحقیق خصوصاً انہیں نے فرمایا "ان السماء ظہور لا ینجمہ شئی" کہ پائی پاک ہے اس کوئی چیز نہ کہ نہیں کر سکتی اب یہ تصریح اوصاف کے بعد پائی قلیل ہو یا کثیر تا پاک سمجھا جائے گا۔ ہر حال مالک شوافع کی طرح محمد یہ ما کے قابل نہیں ہیں ان کے نزدیک جہاد نجاست کے دو میدان اوصاف کی تبدیلی سے حاصل ہے اگر اوصاف بدل گئے تو پائے سے دور اگر پائی اپنے اوصاف پر قائم ہے تو پاک ہے پائی کہ وہ زیادہ زمان میں پاک رہنے کا جہان کے داخل کا جواب دیتے ہیں۔

حضرات حنفیہ بھی محمدیہ کے قابل نہیں احناف کثیر اور قلیل پائی کے دو میدان ملک و مملکت و مملکت کے اس کو ضرور نے والے شخص کا کمان غالب ہو کہ دوسری جانب میں نجاست نہیں پہنچی ہے تو ایسے تا اب درجوں کا پائی پائی سمجھا جائے کہ کھنڈاں پائی سے جہاد کا جواز ہے اور نہ نہیں کسی طہرہ است ہے ہوا ہوا معظم سے متغیر ہے اور انہوں نے اس کی طہرہ رجس کیا ہے تو ہوا الاصح کما فی الغایۃ وغیرہا۔

اور یہ جو بعض کتب فقہ میں پیش پائی کی محمدیہ زور دہے کہ نہ کہا جان پائے اس کی نسبت تبار کے اثر شاذ کی طرف گہر درست نہیں ہے صاحب عروغیہ کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محمدیہ نہ نور ہوا الا ینجمہ سے ثابت ہے ورنہ امام ابو یوسف سے اور نہ امام محمد بن حسن سے جہاد واقعی یہ ہے کہ امام محمد سے کسی نے دعویٰ کثیر کے بارے میں سوال کیا تھا تو اس کے جواب میں فرمایا "کم جہاد" البھوکوں نے اس کی پائش کی تو بہت رو بہت پلایا اور بعض حضرات نے کہا کہ انہوں نے جہاد بہت اور بہت اور بہت خیراتی و خیراتی زور دیا۔

مخالفان ہر ترے فتح القدر میں نکلا ہے کہ امام محمد نے اس سے رجوع فرمایا ہے اور فرمایا کہ لا اوقت فیہ شینا یعنی میں پائی کو خاصہ مقدور کے ساتھ محمدیہ نہیں کر رہا۔ بعد میں امام محمد بن حسن نے حضرت شیخ ابن کثیر کی بات کو اپ فرماتے تھے مجھے بھی تک اس کے ثبوت میں تردد ہے کہ ان کا مذہب ہے یا نہیں رجوع تو بعد کو بہت ہوگا۔ ہر حال امام محمد نے جو بات حنفیہ طور پر فرمائی تھی اسے ان کا مذہب قرار دینا صحیح نہیں لفظ کاف قرعنی اندر نہ ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہے بلکہ ان کا مذہب بھی وہی ہے جو امام معظم اور امام ابو یوسف کا ہے کہ غالب رائے کا اعتبار کرتے ہیں البتہ متاخرین علماء مذہب نے مثلاً صاحب ہدایہ اور تاج فی خان وغیرہ نے عام لوگوں کی مصالغ پر نظر نہ دے کر دوردور کی محمدیہ کا قول لیا۔ انہوں نے دیکھا کہ اگر مسلمانی رائے پر پھوڑ دیا جائے تو عجیب نہیں کہ لوگ خط معاد کرنے لگیں۔ کوئی تسمان چن ان کے ہاتھ میں ہوئی پو پنے جسے قلیل اور کثیر پائی کے دو میدان فرق کرنے میں وقت بیکش نہ آئے اس پر بہت فرخین نے ان کی بہت سوئے کہ نظر رکھتے ہوئے دوردور کے ساتھ خودی رہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دوردور کے ساتھ محمدیہ درحقیقت اس باب میں کوئی مستقل قری نہیں بلکہ ایک خاص شکل میں مذہب امام کی تحریر ہے لہذا جس نے اس کو مستقل قری سمجھا کر آپ کے جملہ قول میں سے ایک قری قرار دیا ہے نہ ان کی فکر اس بار یک بات کی طرف نہیں ہوئی ہوگی۔ (واللہ اعلم)

یہاں اور ایک بات قابل ذکر ہے کہ روایہ آپ کا ہے کہ احناف متکلی بہ کے تھے نہ لب کو سد فاصل قرار دیتے ہیں صاحب
درہنہ اور علامہ شامی کی تصریح کے مطابق ہمارے ائمہ ثلاثہ کی ظاہر روایت یہی ہے لیکن اس کے برخلاف ہوا ہے وغیرہ میں خبر نہیں کہ
یہی تعریف کی ہے "مثلاً بصحرک فید بصحرک العطف الا نحو" یعنی بڑے تالاب اور خوش فتن کو کہتے ہیں جس سے
ایک کنرو پر پانی کو حرکت دینے سے دوسری جانب پانی میں حرکت پیدا ہوتی ہے معراج الدردایہ وغیرہ میں اس کو بھی ظاہر مذہب
قرار دیا ہے اور یہ عقیدہ میں خلیفہ کا قول ہے کہ صاحب دلائل اور مبدی نے کہا کہ "الشفقت المسروایۃ عن اصحابنا
المستفیدین انہ يعتبر بالتحریک" اور تاہم تاہم یہ ہے کہ اعتبار تحریک کا قول کتب مشہورہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ سے
مقول ہے غرض کہ اس سے معلوم ہوا کہ کثیر اور قلیل پانی کا دار و مدار تحریک پر ہے اب بظہر دونوں اقوال میں تضاد معلوم ہو رہا ہے
کیوں کہ سستی بہ کے ضمن غالب کا اعتبار ایک امر باطلی ہے جو رائے قائم کرتے و انوس کے اختلاف سے مختلف ہو سکتا ہے لیکن ایک
کن رو پر حرکت دینے سے دوسری جانب میں حرکت پیدا ہوتا دیکھیں بلکہ یہ امر کسی ہے جو ہر فتنہ مشابہہ کر سکتا ہے اور مختلف
ہیں ہوتا ہے جو اس کے دونوں میں سے ہر ایک قول کتب معتبرہ کی تصریح کا ذکر کے معنی ہمارے ائمہ ثلاثہ کی ظاہر روایت ہے یہ
کس طرح ہو سکتا ہے صاحب دلائل انہما نے اس کو غرض کرنے کے بعد دونوں میں اس طرح تفصیل دی ہے "فان النوراد غلبۃ
المظن سادہ لو حوک لوصل الی الجانب الآخر اذا لم یوجد التحریک بالفعول (امانی الاحسان ۵/۱)"
اب دونوں میں کوئی تضاد نہیں رہا، بہر حال اس تفصیل مذکور سے معلوم ہوا کہ احناف کا مسلک اکیہ کے مسلک سے مختلف ہے
احناف کثیر اور قلیل پانی کے درمیان فرق کے قائل ہیں۔ درہنہ کا حکم بھی الگ الگ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر گھوڑے پانی
میں نجاست گرم سے تو تغیر اوصاف تک واقع نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ فوراً ناقابل استعمال ہو جائے ہے لیکن اگر کثیر پانی میں
نجاست واقع ہو جائے تو کرتے ہی وہ اس پر اثر انداز نہیں ہوتی لہذا پانی عدم تغیر اوصاف تک پاک رہے گا لیکن اگر ان میں سے
کوئی ایک نصف بدل گیا ہو پانی پاک ہو جائے گا کیوں کہ شریعت نے ماہ کثیر کی طہارت و نجاست کا عدم تغیر اوصاف عدم تغیر
پر رکھا ہے، لہذا جہاں مکمل نجاست یعنی تغیر پایا جائے وہاں پانی کا حکم بدل جائے گا یعنی پانی کو ناپاک قرار دیا جائے گا اور جہاں
نیم نکتہ ملے پانی اپنے اوصاف پر قائم ہے تو پانی طہارت اصل پر پانی رہے گا۔

الغرض شریعت کی طرح احناف بھی کثیر و قلیل کا فرق کرتے ہیں ماہ کثیر میں تغیر اوصاف کو دیکھتے ہیں لیکن وہ پانی جس کی
مستند اقلیم ہوائی میں نجاست کرنے سے تغیر اوصاف ہو نہ ہو بہر صورت ناپاک ہو جاتا ہے جس پر روایت و اذیت کرتی ہیں
اب ہم انہیں مل کرتے ہیں۔

لیکن اول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں "اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم
فسیر فہ نہ لیعللہ مع حیوان" (رواہ مسلم وغیرہ) اس حدیث کے تمام راوی محدثین وغیرہ علی الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے
کہ جب کتا کسی کے برتن میں نہ االی کر پانی پئے تو اس کو گرا دے پھر مرات دفعہ دہلے ظاہر بات ہے کہ کتے کے صرف منہ
نہانے سے پانی وغیرہ میں رنگ، حر، بو کچھ نہیں بدلتا لیکن اس کے باوجود رسول اکرم ﷺ نے برتن دھونے اور پانی وغیرہ کے

ہیں جن محمد بن معمر بن ابی عیسیٰ بن عبد اللہ بن عمر معمر سے اور جس نے اس کو چھوڑ کر کسی اور طریق سے روایت کی اس نے سلسلے کی تکمیل کے لئے تخلص النضر ملا خذہ ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کے اختلافات سے بچائے ریح اضطراب کے کہ اس کو اور زیادہ تقویت ملتی ہے بہر حال حدیث مذکور عدم ضبط راوی کو ظاہر کر رہی ہے جو ضعف حدیث کا موجب ہے اس کی تائید امام ترمذی کے اس حکم اضطراب سے ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی مشن میں حضرت زید بن ارقم کی حدیث "الطہم اتی ابو ذہبک من الخبث والعیانہ" پر لگایا ہے انہوں نے باب کے آخر میں کہا "قال ابو عیسیٰ صالت معہ ا عن ہذا" "یعنی امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد امام بن زری سے حدیث زید بن ارقم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا "یحتمل ان یکون قنادہ روی عنہا جمعہا" کہ ممکن ہے قنادہ نے حضرت بنی افس اور قاسم بن عوف شیبانی دونوں سے سنا ہو دیکھئے اپنے شیخ کے اس قول کے باوجود اس کی طرف کوئی توجہ کسی اور حدیث زید بن ارقم کی اسناد میں اضطراب کا حکم لگانے سے باز نہیں رہے غرض کہ کسی ایک طریق کو راسخ قرار دیا جائے اور دوسرے کو مرجوح یا جمع بین الطریقین کی صورت نکالی جائے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے وار قطنی کے طرز پر طے ہوئے اختیار کی ہے بہر صورت اختلاف حفاظ کی وجہ سے اس حدیث کی سند میں تردد ضرور باقی رہ جاتا ہے۔

دوسری غلطی اس حدیث میں اضطراب لغوی بہت ہے کسی روایت میں طہمین ہے اور کسی میں طہمین اولیٰ ہے کسی میں اربعین اولیٰ ہے کسی میں اربعین غربانہ ہے اور ایک صحیح روایت متوفیٰ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اربعین قلہ ہے اور ایک روایت میں جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع نقل ہوئی ہے اربعین قلہ ہے تیسرا اضطراب اس حدیث کے لفظ قلہ کے معنی میں ہے قلہ چھوٹی ٹھکانا کو بھی کہتے ہیں بڑے ٹکے اور مشک کو بھی کہتے ہیں "راس الجبل" یعنی پہاڑ کی چوٹی کے معنی میں بھی آتا ہے اور مست انسان کو بھی کہنا جاتا ہے تو یہاں ابن سعالبی ٹکڑے میں سے کوئے معنی مراد ہیں پہلے اس کا تین ہونا چاہئے جب تک اس کا تین ہونا اس سے قلعین کی طہارت پر استدلال نہیں ہو سکتا حدیث سے تو اس کی تفسیر ثابت نہیں ہو سکتی اس کی تفسیر کی گئی ہے شوافع نے کہا کہ ہم اس مقام میں قلہ کے معنی ٹکے کے میں گئے لیکن ہول یہ ہے کہ ٹکے میں بھی چھوٹے بڑے ہر قسم کے ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ دو ٹکے ہجر کے مراد ہیں (ہجر عربین کے ایک صوبے اور شہر کا نام ہے) وہاں کے ٹکے بڑے بڑے ہوتے ہیں اس پر اپنی سند میں امام شافعی نے ایک روایت پیش کی ہے جس میں من قال جری تخرج ہے مگر ساتھ ہی کہہ دیا "باسناد لا یحضرہ" ذکرہ "اس حدیث کے معنی ایسی چیز ہے کہ میں نے ہجر کے قلعوں کو دیکھا" فالقلۃ سبع فرصین وجبا" امام شافعی نے فرمایا کہ ہم نے کچھ زیادہ کہنے کے مطابق حیاط کے واسطے ازہالی مشک کر لی تو ان کے مذہب کے مطابق دو قلعوں کے پانچ ٹکے ہیں اور مشک بحساب شرع کے پچاس سیر پانی ہے تو قلعین دو سو پچاس سیر پانی ہوا۔ (واللہ اعلم)

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کی بناء پر قلہ سے ہجر کے ٹکے مراد لینا درست نہیں کیوں کہ اس کے اندر ایسی چند غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے وہ ناقابلِ حجت بن جاتی ہے علامہ زبدی نے ان کی نشان دہی کی ہے۔

ایک تو اس روایت مذکورہ کے راوی مسلم بن خالد جن سے امام شافعی نے روایت کی ہے ان کو محدثین کی ایک جماعت مثلاً

علی بن المدینی اور امام بخاری وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور خود امام بخاری نے "کتاب من زعم ان النور اوبیح بالجماعۃ الضعیف" میں انہیں ضعیف کہا ہے۔

دوسری علت یہ ہے کہ وہ حدیث بطریق ائساد کے ہے جیسا کہ خود امام شافعی کہتے ہیں "لناستاد لا یحضرہ ذکرة" کیا اس حدیث میں اسناد کی اسناد مطلقاً معلوم ہو کہ وہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس حدیث کی اسناد مجہول ہونے کی وجہ سے اس حدیث کے درجہ میں ہے اور حدیث قطعاً صحیح نہیں بن سکتی۔

تیسری علت یہ ہے کہ امام شافعی کا قول "وقال فسی الحدیث بخلال ہجو" سے ظاہر وہم ہوتا ہے کہ یہ لفظ ہجو (ہجو) کا ہے لیکن ابن جریر کی روایت سے جس کو بخاری نے اس روایت مذکورہ کے بعد سنن کبریٰ میں لایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لفظ بخاری بن عقیل کا ہے چنانچہ ہاں ہے کہ ابن جریر کے شاخ محمد نے اپنے استاد بخاری بن عقیل سے پوچھا کہ "اذا کان الماء فلیس الخ" میں قلعین سے قتال جبر مراد ہے تو انہوں نے کہا قتال لہجہ کے یہاں مراد گلے جبر کے ہیں اور بخاری بن عقیل صحابی نہیں لہذا ان کے قول سے قلعین کی تفسیر کہ انور اس سے استاد لال سمجھیں ہے بہر حال قلعین کی تفسیر کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں اس کی تفسیر محض قیاس سے کی گئی ہے اور جب حق کے معنی ہی معلوم نہیں ہوئے اور مقدار ہی متعین نہیں ہو سکتی تو حدیث قلعین ضعیف ہو گئی اس لئے اس سے پالی کی حد مقرر نہیں کی جا سکتی کہ قلعین کو ماہ کثیر اور اس سے کم کو ماہ قلیل کہا جائے چنانچہ امام طحاوی نے اسناد کی بحث تو نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ اس پر عمل نہیں ہو سکتا "انما تشرکناہ لانا لانعلم ما القلتان" یعنی اس حدیث کو ہم نے اس واسطے ترک کر دیا کہ ہم نہیں جانتے دو قلعے کیا ہیں، حافظ ابن وکیل العید نے کہا ہے کہ حدیث قلعین صحیح ہے محدثین کی ایک جماعت نے اس کو صحیح کہا ہے البتہ وہ منظر بالاسناد ہے اور اس کے بعض اختلاف میں اختلاف ہے جس کا صحیح جواب دیا جاسکتا ہے لیکن میں نے اس کو اس لئے مجوز دیا کہ ہمارے نزدیک مقدار قلعین کی تعین بطریق استدلال نہیں ہو سکتی جس کی طرف شریعہ رجوع کرنا واجب ہو بقریل حافظ ابن حجر کے اس کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس کو ابن عری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے "اذا بلغ الماء قلعین من قلال ہجو لم ینجسہ شئی" لیکن عری نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ قول میں قلال لہجہ محض نہیں صرف اسی حدیث میں ذکر کیا گیا ہے اور کسی حدیث میں اس کا ذکر ہی نہیں اور اس کی اسناد میں غیرہ بن علقم اپنی روایت منکر الحدیث ہے اور قلعین نے کہا "لم یکن مؤلفاً علی الحدیث"۔

بہر حال اس تفصیل مذکورہ سے واضح ہوا کہ حدیث قلعین ایسی تین اور مستند نہیں ہے جس پر طہارت و نجاست کے سارے احکام و مسائل مرتب کئے جائیں اور اگر ہم سند اور متن سے واضح اعتراض کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی مقدار کا اختلاف اس پر عمل کرنے سے مانع ہے چنانچہ محقق ابن عبدالبر الحلی نے بھی تنبیہ میں یہی مقرر بیان کر کے نا قابل عمل قرار دیا ہے فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے جس مذہب کا اثبات حدیث قلعین سے کیا ہے وہ بطریق تضرع ضعیف ہے اور عیث اثر غیر ثابت ہے کیوں کہ حدیث مذکور میں اہل طہر کی ایک جماعت نے کام کیا ہے علاوہ اس کے قلعین کی مقدار بھی کسی حدیث یا اجماع سے ثابت اور متعین نہیں ہو سکتی اور موصوف نے استدلال میں فرمایا کہ حدیث قلعین منقول ہے اور شیخ ابن حاتم نے کہا جافع ائحد یرس کہ اس حدیث کو جن

محدثین نے ضعیف کہا ان میں سے حافظ بن عبد البر، ناکی اور کاظمی، ابن ابی اعلیٰ اور بوکر بن العربی، ناکی ہیں اور بدائع میں ہے "عن ابن المصدینی لا یثبت حدیث القطعین" یعنی ابن المدینی نے کہا حدیث قطعین مرفوعہ حضور ﷺ سے ۲۰ مرتب نہیں ہے، ازہقی نے کہا ہے کہ حدیث قطعین ۱۰ مرتب نہیں محدثین کی ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے "حدیثی قتال البیہقی من الشافعیۃ انہ غیر قوی" حتیٰ کہ امام بیہقی جس کے متعلق معضوں کا خیال ہے کہ سارے شوافع پر ان کو احسان ہے وہ بھی حدیث قطعین کو غیر قوی قرار دے ہیں، اور امام غزالی اور رویانی نے باوجود امام شافعی کی شدت انتہاء کے اس حدیث کو ضعیف ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم نے حدیث قطعین کی سند کو صحیح تسلیم کر لینے کے باوجود یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اس کا متن غیر صحیح ہے کیوں کہ صرف صحت سند سے کسی حدیث کو صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ اس سے شدت اور علت نعمت نہ ہو جائے اور یہ دونوں امور حدیث مذکور سے روز نہیں ہوئے اب کیا شذوذ اور کیا علت ہے اس کی تفصیل کے لئے تہذیب السنن لابن القیم میں ملاحظہ کیجئے اسعارف السنن لغات البیہقی (۱/۲۲۲) میں ملاحظہ ہواں میں بقدر ضرورت بحث بحوالہ تہذیب السنن نقل کی ہے۔

اب خلاصہ مکالمہ یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کے باوجود اگر وہ حدیث ہر قسم کے مضطرب سے سالم اور صحیح مان لی جائے تو ہمارے نزدیک اسی صورت پر محمول ہے جبکہ پانی زمین پر پھیلا ہوا ہو جس کا حوض و تالاب اور حوض میں ہوتا ہے اس کی دلیل قرآن کی حدیث ہے اس میں "عن العلاء کے بعد یسکون فی الافلاک من الارض" کی تفسیر ہے اسی سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ سے جنگل کے پانی کے متعلق دریافت کیا گیا تھا جس سے درندے پانی پیتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب پانی بقدر قطعین ہو تو دنیا پاک نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ جنگل کا پانی اکثر پھیلا ہوا ہوتا ہے اور درود پانی زمین پر پھیلا ہوا ہونے کی شکل میں اگر اس کی گہرائی اس قدر ہو کہ چلو بھر کر پانی لینے سے زمین ظاہر نہ ہوتو پھر وہ پانی وسیع جگہ میں ہوگا جس کے ایک کنارہ کی حرکت سے دوسری طرف حرکت نہیں کرتی ہے اور ظاہر مذہب میں اس پانی کو ماء نثر کہتے ہیں اور وہ درودہ کی حد تو انتظام عوام کے لئے ہے اجماع الامار (ص ۶۸) اور حدیث کی صحت تسلیم کر لینے کے بعد اس کا عمل ماء نثر ہونا اسی واقعہ سے بھی معلوم ہو رہا ہے جو علامہ سمعانی نے امام ابو یوسفؒ سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف نے کہا کہ ایک دن مجھ سے امام اعظمؒ نے پوچھا کہ اس حدیث "لانی اذا کان النساء قطعین الخ" کے کیا معنی ہیں تو میں نے کہا معنی یہاں کے مگر میرے شیخ راہنی میں سے تو میں نے کہا آپ بیان فرمادیں تو فرمایا کہ اس کے معنی ہیں "اذا کان جازوا" (جاری سے مراد شیر ہے) گویا کنایہ ہے کہ کثرت ماء سے جو روانی کی حد سے نکل گیا اور معادن کی حد میں داخل ہو گیا کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ اس قدر خوش ہوئے کہ امام اعظمؒ کی خوشنودی پر دم لی اور شدت فرح سے رونے لگے پھر حال اس حدیث میں تصدیق ہو گئی بلکہ کنایہ ہے "اذا کان النساء مکتبراً" سے۔

(واللہ اعلم)

اب مالکیہ کے مستند کا جواب انہوں نے ایک نوحد ہش ہنو بضاہ سے استدلال کیا ہے دوسرے حدیث ابواء میں ﷺ

بائی سے۔

وہ کہتے ہیں کہ "ان السماء طہور لا ینجسہ شینی" میں الف لام جنس کے لئے ہے کہ اگرچہ سورۃ نوح ہے مگر حکم عام ہے لہذا ان کے نزدیک پانی تھوڑا ہو یا بہت، پاک نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف کا تغیر نہ ہو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ الف لام اناء میں جنس کے لئے نہیں بلکہ عود خارتی کے لئے ہے اور سورۃ بضاء نامی کنواں ہے جو حدیث میں ایک معروف کنواں ہے کیوں کہ صحابہ کرام نے سوال بفسور بضاء کے متعلق کیا تھا نہ کہ عام کنویں کے متعلق لہذا جواب بھی اس کے مطابق دیا گیا نہ کہ مطلق بلکہ پانیوں کا قسم اس حدیث میں بیان کیا گیا، یہاں تو صرف بفسور بضاء کے پانی کا ذکر بیان فرمایا ہے لہذا اناء طہور کا مطلب یہ ہوگا کہ تم جس کنویں کے متعلق دریافت کر رہے ہو اس کا پانی طہور و مطہر ہے جب تک کہ اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کا تغیر نہ ہو اس قید کی اس لئے ضرورت ہے کہ تغیر اوصاف کے بعد پانی بدیل و خارج ناپاک ہو جائے اور اس کنویں کا پانی جاری تھا اس کے پانی سے بات نہ سیراب کئے جاتے تھے جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے واقعہ سے نقل کیا ہے اور واقعہ کا قول سیر و انبار اور ان واقعات میں جو زمانہ رحلت میں اور حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد واقع ہوئے جہت ہیں اور جب دو جاری تھے تو اس کا پانی ناپاک نہیں ہو سکتا۔

بہر حال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حدیث بشر بضاء اپنے اطلاق اور عموم پر نہیں ہے بلکہ اس کے اطلاق کو یہ حدیث بھی باطل کرتی ہے فرمایا "لا یبولن احدکم فی السماء الذی لا یجری ثم یعسل فیہ" رواہ البخاری، اگر کر کے ہوئے غیر جاری پانی میں یہ شرب کرنے سے وہ پانی ناپاک نہ ہوگا پھر حرمانت کا کوئی ناکہ نہ ہوگا اسی طرح "ذوالع الکلب فی اناء احدکم فلیہر فہ الخ" اور "اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یعمسن بدہ فی ووضوئہ الخ" روایات بھی حدیث بشر بضاء کے اطلاق اور عموم کو باطل کرتی ہیں لہذا ارشاد مبارکہ "السماء طہور لا ینجسہ شینی" سے الکیہ کا اپنے مسلک کے لئے تمسک کرنا صحیح نہیں ہے۔

مالکی کی دوسری دلیل حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جیسا کہ اوپر اس کا ذکر آچکا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ایک مادی رشدین بن سعد ضعیف ہے ترمذی وغیرہ نے اس کو ضعیف کہہ شیخ ابن قاتم نے کہا کہ اس کو بہت سی اور دو طریق سے روایت کیا ہے ان میں رشدین بن سعد نہیں ہے ایک طریق میں "ان السماء طہور الا ان یشعور رجحہ او طعمہ او لونہ بحامہ تحدث فیہ" دوسرے طریق میں "السماء لا ینجس الا ما غیر طعمہ او رجحہ" کے الفاظ آئے ہیں یہی ہے کہا "والحدیث غیر قوی" یعنی یہ حدیث قوی نہیں، غرض یہ کہ استناد وال حدیث مذکور قوی نہیں ہے۔

(واللہ اعلم)

ان سب تحقیقات کا حاصل یہ ہے کہ اس باب میں حنفیہ کا مذہب بہت احوط ہے لہذا اسی پر عمل کرنا چاہئے کیوں کہ جو پانی حنفیہ کے نزدیک پاک ہوگا وہ امام شافعی اور امام مالک اور احمد وغیرہم کے نزدیک بالافتاق پاک ہوگا اور برعکس اس کے مخالف ہے بعض کے نزدیک پاک اور بعض کے نزدیک نجس۔

ترك التوقيت في الماء

اس امر کے بیان میں کہ پانی میں کوئی تحدید نہیں

اخبرنا قتیبہ قال حدثنا حماد عن ثابت عن انس ان اعرابا دالا في المسجد فقام اليه بعض القوم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعوه لا تزددوه فلما فرغ دعا بذلو فصب عليه فان ابو عبد الرحمن يعني لا تقطعوا عليه .

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا بعض لوگ اس کو پکڑنے کے لئے دوڑے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو پھر جب وہ پیشاب سے فریاد کیا تو حضور ﷺ نے پانی کا ڈال مٹا دیا اور اس کے پیشاب کی جگہ پر بہا دیا۔

اخبرنا قتیبہ قال حدثنا عبد الله بن يحيى بن سعيد بن انس من مالک بن مالک قال قال اعرابي في الماء جند قاصر النسي صلى الله عليه وسلم بذلو من ماء فصب عليه

احمد بن محمد بن نصر حدثنا عبد الله بن يحيى بن سعيد قال سمعت انس يقول جاء اعرابي الى المسجد فقال فصاح به الناس فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتركوه فتركوه حتى بان ثم امر بذلو فصب عليه

اخبرنا عبد الرحمن بن ابراهيم عن عمرو بن عبد الواحد عن الاوزاعي عن محمد بن الوليد عن الزهري عن عبد الله بن عبد الله عن ابي هريرة قال قال اعرابي قال في المسجد فنتوله الناس فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم دعوه وامر بقوا على ما لؤا من ماء فانما بعثتم ميسرين ولم تعذبوا معسرين .

تشریح اعرابی وہ قادی میں ہے کہ اعرابی کی نسبت اعراب کی طرف سے ان کا واحد مستعمل نہیں ہے، دیہات کے باشندوں کو کہتے ہیں عربی ہوں، انہی اور عرب کی نسبت عرب کی طرف سے، بزحیر کے باشندوں کو کہتے ہیں۔ جس یہ شخص کے مسجد میں پیشاب کرنے کا بیان اس حدیث میں آیا ہے وہ کون تھا اس میں اختلاف ہے کسی نے کہا کہ وہ قرآن بن عباس تھا اور کسی نے کہا کہ وہ عیسیٰ بن صہب تھا اور کتاب لکھا ہے میں: ابو ذریٰ جلی کی روایت میں آیا ہے: اطلع ذو الحویصرۃ البدنی زکات وحلا حاضبا الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذوالخویصر نہایت تھا اور صاحب قاصوں نے کہا ہے کہ: الخویصرہ یثانی مکانی تھے اس نے ہی مسجد میں پیشاب کیا تھا۔ (والعلم عند اللہ تعالیٰ)

فقام اليه بعض القوم تیسری روایت میں لفظ ہے یا ذریٰ کے الفاظ آئے ہیں جو توحید میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں فتاویٰ الناس آیا ہے قادی میں بھی اسی طرح ہے حافظ ابن حجر نے ان الفاظ کو حذف کر لیا

کرنے کے بعد کہ کہ روایات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں نے اس کو باجمہ سے چڑھ کر روکنے کی کوشش نہیں کی بلکہ زبان سے اذیت دینے کو ہشام نے فعل سے روکنا چاہا۔

دھوہ لا تزدوہوہ : امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو باجمہ اپنے میں صحابہ کرام میں کسی کی راہ دہت نہیں کرتے تھے اس مسئلے میں ان کا حوصلہ بہت بلند تھا چونکہ جب انہوں نے اس اعرابی کے پسندیدہ فعل کو دیکھ تو ان کو زور دینا نہیں منظور و کرم ﷺ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حاسن بن سلمان، واثقا قبولی اسلام کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا اس لئے وہ آداب مسجد سے ناواقف ہوئے کی بنا پر منع اور تھا اور مسجد میں عدم جواز قبول کا اس کو غم نہیں تھا۔

بعض شارحین نے کہا کہ اس دیہاتی شخص کے ساتھ جو رہا تھا، ان کے گھبراہٹ کے ایک ضابطہ کے تحت تھا ضابطہ یہ ہے کہ "اذ اقبلت الی انسان بلبشین للبحر اھونھما" یعنی انسان جب دو مصیبتوں میں گھربائے تو اسے آسان والی مصیبت کو اختیار کر لیتا چاہئے کیوں کہ بکئی نذر عقل ہے اور یہی تھا حضرت عیدیت ہے اب یہاں دو مصیبتیں ہیں ایک تو کوٹھ مسجد دوسری اعرابی کی جان کا خطرہ مجھ تو مجبوسہ سے آگاہ ہو چکی کیوں کہ اس نے پیشاب کرنا شروع کر دیا تھا لیکن پوری مسجد میں نہیں ایک جانب میں شروع کیا تھا جیسا کہ ابوہریرہ اور بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اور اس میں ہے "لہ لم یلبث ان یدخل فی ساجۃ المسجد" یعنی اس اعرابی نے درجیس کی نوآر مسجد کے ایک کنارے پر پیشاب کرنا شروع کر دیا اور بخاری میں ہے "ان فی طائفۃ المسجد ای ناحیۃ المسجد" یعنی مسجد کے ایک کونے میں یہ پیشاب کرنے کا بہر حال اس کو روکنا بے فائدہ تھا کیونکہ جب اس نے پیشاب کرنا شروع کر دیا تو مسجد کے فرش کی حفاظت ناممکن تھی چنانچہ آپاک ہوا تھا وہ تو چکا اور اس کی صفائی بھی کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن اگر اس کو نفی سے روکنے کی کوشش کی جاتی تو وہ مسجد کا خطرہ تھا کہ یا تو اس پر خوف طاری ہوتا اور دوران پیشاب اس کو بدل گاتا جس کی وجہ سے اس کو سخت تکلیف ہو نفی بلکہ پیشاب کی بندش سے جان کا خطرہ پیدا ہوتا تو وہ خوف کے مارے پیشاب کرتے ہوئے ادھر ادھر بھاگتا جس کی وجہ سے اس کا بدن اور کپڑا پاک ہو جاتا اور جو پیشاب ایک جانب میں تھا اب مسجد کی مختلف جگہوں میں پھیل جاتا اس لئے ہلکی مصیبت کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا انہو لیکن اس کو پیشاب کی حالت میں چھوڑ دو اور بلا خوف و ہراس اس سے غارغ ہونے دو بہر حال جب وہ غارغ ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ نے اسی موقع پر صحابہ کرام کو آپاک شدہ فرش مسجد کے پاک کرنے کا طریقہ بتلادیا جس کا بیان حدیث باب میں آیا ہے کہ "دفع یدلو فصبہ علیہ" یعنی پانی کا ذول سنگا اور اس کے پیشاب پر بہاؤ پھر رسول اکرم ﷺ نے اس اعرابی کو بلایا اور اس کو نوزی سے کھادیا کہ ان مسجد کی تعمیر کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان میں پیشاب کیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان میں صرف نماز و تلاوت قرآن و ذکر اللہ وغیرہ کیا جائے ان کا ذکر اگر چہ سنائی کی روایت میں نہیں ہے مگر بخاری و مسلم کی روایت میں ہے اور صحابہ کرام کو بھی براہ شفقت و محبت نصیحت فرمادی جس کا ذکر اس ترجمہ کی آخری روایت میں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زمین میں پیشاب پڑ جائے تو اس پر بکثرت پانی ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہے یہی قول امام مالک و امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا ہے اور ان کے نزدیک سوائے اس کے زمین کی صفائی اور پانی کا اور کوئی

طریقہ نہیں ہے ان حضرات نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

حضرات حنفیہ کہتے ہیں کہ ناپاک زمین کی تطہیر تین طریقے سے ہو سکتی ہے زمین کو کھرج کر ناپاک مٹی کو پھینک دینے سے پاک ہو جاتی ہے مگر اتنا کھود جائے کہ جہاں تک نجاست کی تری پہنچی ہو وہاں تک کی مٹی نکال دی جائے اور ناپاک پر کثرت سے پانی بہا رہے سے مٹی پاک ہو جاتی ہے اور سوکھنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے خواہ وہ خشک ہو یا دھوپ سے ہو یا ہوا سے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ حنفیہ مگر یعنی ناپاک مٹی کو کھود کر پھینک دینے کو واجب نہیں کہتے خواہ مٹی نرم ہو یا سخت جیسا کہ مخالفین جھگٹے ہیں بلکہ حنفیہ یہی کہتے ہیں کہ مختلف کو اختیار دیا گیا ہے کہ ان تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے ناپاک زمین کی طہارت حاصل کر لے اور حدیث باب میں جس حکم کا بیان آیا ہے وہ حصول طہارت کے مختلف طریقوں میں سے ایک صورت ہے حنفیہ کے نزدیک بھی مسلم ہے لہذا حدیث باب ہمارے خلاف نہیں ہے جیسا کہ لوگوں نے سمجھا ہے حنفیہ کا اصول ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں متصو روایات مروی ہوں تو جہاں تک ممکن ہو سکے ان سب کو جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر جمع کرنے کی کوئی شکل نہ ملتی ہو تو ترجیح کا طریقہ اختیار کرتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ناپاک زمین کو پاک کرنے کے مسئلہ سے متعلق تین روایات متصور ہیں حنفیہ نے ان کو اپنے موقع کے مطابق قابل عمل سمجھا ہے بخلاف شوافع وغیرہ کے انہوں نے زمین کی طہارت کو صرف پانی بہا دینے ہی میں انحصار کر دیا ہے جس سے تطہیر یا بکھر اور تطہیر یا بکھوس کی روایات کو ترک کرنا لازم آتا ہے مقام نہرت ہے کہ پھر بھی وہ حضرات اہل حدیث کہلاتے ہیں اور حنفیہ کو اہل اہل رائے سے ملقب کرتے ہیں جو بالکل انصاف کے خلاف ہے۔

اب ہم ان روایات کا ذکر کرتے ہیں جن کی روشنی میں احناف کہتے ہیں کہ جس طرح ناپاک زمین پر پانی بہا دینے سے زمین پاک ہو جاتی ہے اسی طرح خشک ہو جانے سے مٹی پاک ہو جاتی ہے بشرطیکہ نجاست کا خرابی اثر باقی نہ رہے، چنانچہ محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ (تالیف امام) سے روایت ہے "اذا حلفت الارض فقد رکت" یعنی فرمایا کہ جب زمین خشک ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے اس کو اہل الی شیعہ نے اپنے معنی میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی جماعت صحاح کے راوی ہیں اور یہ حکم قیاس سے رد نہیں ہو سکتا کیوں کہ خشک ہونا عقل کی روشنی میں طہارت کا سبب نہیں لہذا یہ حکم مرفوع ہے اور یہ حدیث مرفوعہ تاہی ہے اور مرسل ہمارے یہاں حجت ہے اور السنن للعلی صریح میں ہے کہ یہ مضمون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مرفوعہ مروی ہے اور حدیث مرفوف ہمارے یہاں حجت ہے اور عبد الرزاق نے اپنے معنی میں ابو قتادہ سے روایت کی ہے "جعلوف الارض طهرودھا" یعنی زمین کا خشک ہونا اس کی طہارت کے لئے کافی ہے، ان آثار سے معلوم ہوا کہ زمین سوکھنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے جب کہ نجاست کا اثر ختم ہو جائے اور ناپاک مٹی کو کھرپنے کا طریقہ بھی زمین کی تطہیر کا ایک طریقہ ہے جس کو حنفیہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ حدیث سے ثابت کرتے ہیں چنانچہ امام شافعی نے ترجمہ کے ماتحت جو اعرابی کا واقعہ نقل کیا ہے بعد ازیں واقعہ سے متعلق سنن دار قطنی میں روایت مروی ہیں ایک حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس میں ہے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں پیشاب کیا تو رسول اکرم ﷺ نے اس جگہ کی مٹی کھرپنے کا حکم دیا اور اس پر ایک اول پانی کا بہا دیا گیا "فاحتضروا صب عليه فلو من الماء" کے الفاظ آئے ہیں پہلی روایت جو حضرت عبداللہ بن

مسعودی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اس میں سرخان بن مالک راوی ضعیف ہیں اور باقی روایت مسیحی کے راوی ہیں اور دوسری حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں روایت کے راوی ہیں اور ابو داؤد نے "مسند الارض بصبہا البول" کے تحت حضرت عبداللہ بن غنم رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کو بطور مرسل روایت کیا ہے اس میں ہے کہ منصور رضی اللہ عنہ نے فرمایا انحدوا ماہا علی عبہ من الشراب الخ کہ اس شخص پر امرانی نے بیہوش کیا ہے اس کو کمری کر چیخ دو اور اس تک پانی بہا دو۔ حافظ ابن حجر نے صحیح ابی ہریرہ میں کہا ہے کہ اس مرسل کے سب راوی ثقہ ہیں اور تلمیذ ہیں جب میں حافظ سے کبھی مرسل یا مضمون مرسل ہے اور اس میں ہے کہ مرسل اگر مرسل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حد کو کھورالو پھر حافظ نے کہا کہ اس طریق مرسل کو اپنی صحت سند کے ساتھ جب دوسری احادیث سے ملایا جائے تو قوت حاصل ہو جائے گی۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ناپاک زمین کے پائے کا سر یہ بھی ہے کہ اس پر بہت سارے پانی پیا دیا ہوئے وہ دوسری حدیثوں سے مراد اس پر پانی نہ پھر اٹھا جائے کہ یہاں تک جاست کی ذرا نہ پڑی ہو وہاں تک کہ مٹی نکال دیا جائے اس دونوں طریقوں سے زمین پر پاؤں ہو جائے کی نماز کے لئے بھی اور تجربے کے بھی یہاں پر یہ ہے نہ کہ کجاہ کے کہ حدیث میں تو مٹی کھورنے اور پانی بہانے دونوں کاظم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طہارت کا حکم کے لئے دونوں کی ضرورت ہے پھر تجربے دونوں کو ایک تک کہتے کہا اس کا جواب یہ ہے کہ قواعد شرع سے ہر ایک کا ایک الگ ہوا پھر یہ کافی معلوم ہوا ہے کہ پانی فی غیر منہور کو کھورنا صحیح ہے اور اگر کھورنا جائز ہے اب راہ منہور اگر رحمۃ اللہ علیہ کا وہاں کو جمع کرنا پس لئے تھا کہ کھورنا تو غور کی کسی جگہ کا آسان ہوتا ہے اور اگر وہی نے کھرتے ہوئے بیہوش کیا جس سے وہ نم ہو گیا ہے تو قہراً غالب تھا اور درحک زمین کو کھورنا دشوار تھا اس سے منصور رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے اس جگہ کے کھورنے کا حکم فرمایا یہاں بیہوش کا زیادہ صبر نظر آتا تھا پھر نشانات کے پائے کرنے کے لئے پانی بہانے کا حکم فرمایا۔

(وہ اعلم) (استدراک ابن حبان ۱۲۶۱۲۷)

کھور کا حاصل یہ ہے کہ تفصیل مذکور سے واضح ہوا کہ مسئلہ شوافع وغیرہ کے متنازعہ مسائل کے اعتبار سے مسئلہ حنفی میں زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہے ہر جگہ اگر وہ نقطہ میں غیر روایتی پراصرار ہے کہ زمین کی طہارت صرف پانی بہانے میں منحصر ہے تو اس کے لئے حدیث باب سے استدلال نہ کافی ہے جب تک کہ راوی غلطی کی ان دونوں حدیثوں کا جواب نہ دیں جن کو دوسرے روایات سے تائید حاصل ہے اور ان میں ظہیر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک طریقہ غلطی کی ناپاک مٹی کو کھورنا کمال دینے کو فرمایا گیا ہے پھر اس کے بعد کوئی ایسی دلیل شوافع وغیرہ پیش کریں جس میں زمین کی صہرت کے لئے صرف صاب و مٹی کو بطرز حصر بیان کیا گیا ہو۔

ترجمہ کے تحت کی تین روایات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہیں اور چوتھی روایت حضرت ابو ہریرہ کی ہے ان سب کا منقح ایک ہی واقعہ ہے اسی حدیث میں ہے کہ رحمۃ اللہ علیہ میں "فانما غسلہ الخ" سے منصور رحمۃ اللہ علیہ نے سکاہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت فرمائی کہ تم کو انوں پر مٹی اور مٹی ڈالنے کے لئے نہیں بھیجا گیا تم اس لئے بیعت ہوئے کہ لوگوں کے لئے صحت فرمائی کا سوک

کردار نامہ لکھی۔ یہ اگر کسی شخص سے کوئی غلط کام سرزد ہو جائے تو شفقت کے ساتھ صحیح بات دین کی تدبیر و علاج سے ملنے لگے کہا کہ ارشاد مذکور میں معصیت کی نسبت صحابہ کرام کی طرف بصورتی گئی ہے اس لئے کہ درحقیقت جنہوں نے رضی اللہ عنہم ایسا کام دین کی تعلیم پہنچانے کے سلسلہ میں اس وصف کے ساتھ معصیت ہوئے تھے لیکن چونکہ صحابہ کرام وحجی امور کی تبلیغ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور غیر موجودگی میں آپ کے حکم و مقام تھے اس لئے لفظ معصیت کی نسبت ان کی طرف گردنی گئی۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابہ کرام بہ نسبت کے مامور تھے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں پس انچہ آپ کی شان پر شخص کے حق میں یہ بھی کہ جس کوئی کو بھی کسی عاقل کا حکم یا مبلغ یا نا بھیج دیتے تو اس کو بدایت فرمادئے "ہمسرو ولا تسمعوا" ہر حال دونوں صورت میں نسبت معصیت صحابہ کرام کی طرف بصورتی ہوئی ہے۔

اب وہاں سوال کہ عنوان سابق کے بعد اس عنوان کے انعقاد کا مقصد کیا ہے اور اس کا ماخذ کیا ہے؟ تو اس سلسلہ میں مصنف کے طرز و طریقہ سے ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ درود و اعظمی النجاست اور درود انجستہ علی النبا کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں جس کے شافعیہ قائل ہیں یعنی اگر نجاست پانی پر وارد ہو جائے تو اس میں پانی کی قلت و کثرت کا اعتبار ہوگا اگر پانی زیادہ ہے حتیٰ درجہ کے برابر ہے تو وہ درود نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا ہے ورنہ ناپاک ہو جائے گا اسی کے لئے عنوان سابق رکھا ہے لیکن اگر پانی نجاست پر واقع ہو جائے تو اس میں خود اسے پانی یا زیادہ کی کوئی قید نہیں ہے ہر حال و ناپاک رہے گا اور نجاست کو زہن کر دیتا ہے اسی کے اثبات کے لئے یہ عنوان قائم کیا ہے اور اس کو حدیث کے الفاظ قصہ علیہ سے نکلتا ہے وہ اس طرح سے کہ ظاہر ہے کہ نیک اول پانی کا قائل ہے تو جب اس کو پیشاب پر بہا دیا گیا ہے تو وہ اس کے ساتھ مخلوط ہو گیا اب اگر پیشاب کے ساتھ پانی مل جائے گی جب سے وہ ناپاک ہو جائے تو اس سے بہائے ازلی نجاست کے بخشہ نجاست لازم آئے گی حالانکہ وہ خلاف معقول ہے لہذا معلوم ہوا کہ پانی اگرچہ قہراً ہوا اتنا نجاست سے درود و اعظمی النجاست کی صورت میں ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

عبارت مذکور نے اس استدلال کو نقل کرنے کے بعد اس پر اعتراض کیا ہے کہ کبھی بات تو یہ ہے کہ مسجد کو ناپاک کرنے کے لئے پیشاب پر پانی نہیں ڈالا گیا بلکہ ہو سکتا ہے کہ پانی اس لئے بہا دیا گیا ہو تاکہ بد درود ہو جائے اور مسجد کی طہارت بعد میں مشک ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی اور اور عبارت بالچفا کا قول امامارے طحاوی کا ہے جو دلیل کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے اسی لئے امام ابوہریرہ نے اپنی سنن میں حدیث بول کا: ابی السجده سے عبارت چھدف پر استدلال کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی اس کے قائل ہیں۔

نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس جگہ پیشاب کیا تھا اور زمین ہوئی اس لئے زمین نے پیشاب کو پی لیا ہے اگرچہ جگہ پیشاب کے اجزاء زمین کی سطح پر پانی رہ گئے تھے اس لئے جب اس پر پانی بہا دیا گیا تو وہ اجزاء زمین کے اندر اتر گئے اور اس کی جگہ پانی کے اجزاء ظہر گئے بھر جب کثیر مقدار میں پانی جمع ہو گیا اور کئی مرتبہ اندر جذب ہو گیا تو اب اس کے ناپاک نہ ہو گیا پانی کے اجزاء سے پاک و صاف ہو گیا ہے۔ (مذہبی المعاصی)

اس طرح کا یہ ۱۲۰ بیویوں کے ساتھ نہیں ہوتا چاہئے اس لئے کہ اگر ایسا سلوک اختیار کر دے تو ہمیں از خود جب ہوگا کہ ابھی ابھی بے دردی کے ساتھ مار پٹائی کر رہے تھے پھر اب ہی محبت کے خواہشمند ہو گئے یہ تو ایک حکمدار انسان سے نہایت مستبعد ہے بالکل ہی طرح حدیث باب میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ کہے ہوئے پانی میں پیٹاب نہ کرے کہیں کہ پیٹاب کے بعد اگر وضو وغیرہ کی نوبت آئے گی اس وقت کیا کرو گے تم خود ہی سوچ لیا کہ وہ کہ یہ کس قدر ناگوار حرکت ہے جو پانی کی خواہش کا سبب بن جاتی ہے غرض کہ تم میں اور مجھ کے کام کا خلا صد یہ ہے کہ ارشاد مبارک کہ "نعم بنو حواء" یعنی "ہنوز رحلت نمی کے واقعہ ہوا تو گویا یوں فرمایا گیا ہے "لا یسئل احدکم فی الماء الدائم لانه منو صا حد او یستسل" یعنی بندہ پانی میں پیٹاب کر کے تم اسے قائل استغاثہ نہ بناؤ اس لئے کہ تم کو وضو اور غسل وغیرہ میں اس کے اشتہال کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔

یہاں پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ کہہ دے پانی میں صرف پیٹاب کرنے سے منع فرمایا نہ کہ پاخانہ سے اس شخص کی کیا وجہ ہے، بظاہر اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ پانی میں پیٹاب کے وجود کا گمان زیادہ ہے مگر کبھی کبھی وہ واقعہ بھی ہوتا ہے خصوصاً بچوں کی عادت ہے کہ وہ پانی میں پیٹاب کر دیتے ہیں لیکن پانی میں پاخانہ کرنے کو چھوٹے اور بڑے سبب ہی مایہ خروہ و ناہند سمجھتے ہیں اور شریعت ان چیزوں کا سد باب کرتی ہے جس کے واقعہ ہونے کا گھٹن غائب ہوتا ہے شریعت ایسے امور کے درپے نہیں ہوتی اور نہ ان پر کوئی حکم مرتب ہوتا ہے جو شخص احتمالی اور فیہ فی تصویر کے درجہ میں ہوتا ہے اس میں ہر حدیث مذکور میں خصوصیت کے ساتھ لایا گیا ہے اور ہوا ہے ورنہ اس حدیث کی ہرگز ہر مراد نہیں کہ خبر جاری فقیہ پانی میں صرف پیٹاب کرنے کی ممانعت ہے اور خواہ وہ مجرمہ کی ممانعت نہیں ہے جیسے کہ اوپر ظاہری نے کہا کہ حدیث مذکور میں ممانعت کا حکم پیٹاب کے ساتھ خاص ہے نحو (پاخانہ کرنا) اور صریحاً اس میں برتن میں پیٹاب کر کے اس مادہ اہم میں ڈال دے تو وہ منوع نہیں ہے ظاہر یہ کہ بات واد ظاہری کی طرف سے نقل شدہ باتوں میں سب سے زیادہ بدتر بات ہے تعجب ہے کہ علماء اہل حرام جیسے قائل و فائق اور مجمل و نقد و محدث نے اس موقع پر واد ظاہری کا ساتھ دیا ہے۔

بہر حال، حقیقی کی تفصیل سے واضح ہوا کہ حدیث مذکور میں مادہ اہم کا مرقعہ وارد ہوا ہے اس سے ماہ قلیل مراد ہے اس میں پیٹاب وغیرہ کرنے سے وہ طہی الفور ناپاک ہو جاتا ہے لیکن اگر کثیر پانی ہے تو چونکہ وہ جاری پانی ہے اس لئے پیٹاب وغیرہ سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا رنگ، مزہ اور بو نہ بدل جائے لیکن علماء نے لکھا ہے کہ کثیر پانی میں بھی پیٹاب وغیرہ کرنا منع ہے کیوں کہ ایک کی دیکھو دیکھی دوسرے لوگ بھی کریں گے ہر قدر راز و وہ پانی متغیر ہو کر ناقابل استعمال ہو جائے گا۔

اولیٰ تقدیر پر جن ماقبیل مراد لینے کی صورت میں بھی تجویز کے لئے ہے اور دوسری صورت پر بھی اگر اہت کے لئے ہے اور اس حکم بھی مذکور میں کوئی فرق نہیں ہے پانی کے اودھ ہونے کو یا اس سے زیادہ یا کم متغیر ہو یا غیر متغیر سب کوشاں ہے بہر حال نہ کہے ہوئے پانی میں پیٹاب وغیرہ کرنے سے بلاوقت ناپاک ہو جائے گا فیض انبیاء میں حضرت شاد صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ حدیث باب پر سوائے امام ابوحنیفہ کے اور کسی نے عمل نہیں کیا کیوں کہ صرف آپ ہی نے مادہ اہم اور مادہ جاری کے درمیان فرق کیا ہے دوسرے نے نہ اس کو نظر انداز کر دیا ہے اور اپنے اصول ہائے خلاصہ مامائک نے پانی کو باہر تہر و عدم تغیر

کے تقسیم کیا اور عام شافعی نے پانی کی طہارت و نجاست کا مدار تقسیم پر رکھا اور ان حضرات میں سے کسی نے بھی رکود اور جریان کے درمیان فرقی کا اعتبار نہیں کیا اسی طرح ابن میں سے کسی نے بھی پانی کی فطری طور پر جو تین قسمیں ہیں ان پر نظر نہیں کیا لیکن امام اعظم نے پانی کے ان تینوں فطری اقسام کا اعتبار کر کے ان میں کی رعایت کی ہے اور ان کے احکام احادیث سے مستحبہ کئے جس کی وجہ سے نہ صرف ان تمام روایات پر عمل ہو جاتا ہے جو پانی سے حقیقت وار د ہوئی ہیں بلکہ آپ کا مذہب پانی کے معاملہ میں بے غبار ہو کر دوسرے مذہب کے مقابلے میں زیادہ قوی اور کامل ترجیح قرار پایا اور چونکہ دوسرے اماموں نے اس اصول کو چھوڑ دیا ہے اور پانی کے تینوں اقسام کو ایک ہی حد میں رکھا ہے اس لئے ان کے مسلک پر یہ بات لازم آتی ہے کہ پانی کے مسلک میں حنفی بھی روایات وار د ہوئی ہیں ان میں سے کسی نے کسی حدیث کو ترک کیا مفسرانی التالیفات ہوئے۔ (واظہ اعلم)

بہر حال حدیث باب حضرت امام ابو حنیفہ کی حجت ہے کہ فقیر نے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت بہر صورت تخصیص ماہ کا سبب ہے لیکن اگر پانی جاری ہو یا بہت پانی والا تالاب ہو جو جاری پانی کے حکم میں ہے تو وہ بالا تفاق پاک ہے جب تک کہ اس کے توصاف نہ بدل جائیں غور کیجئے حنفیہ نے حدیث مذکور پر بدون تاویل کے عمل کیا ہے لیکن شافعی و دیگرہ کو مجبوراً تاویلات کا سہارا لینا پڑا شافعی نے لاجپن اس حدیث باب کو مardon العین یعنی دو قلم سے کم پانی پر محمول کیا ہے اور مالکیہ نے فقیر کے ساتھ عقیدہ کیا ہے جو ظاہر حدیث کے خلاف ہے علامہ ابن تیمیہ نے چونکہ مالکیہ کا مسلک اختیار کیا ہے اس لئے انہوں نے حدیث باب کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ فنی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ مادام میں پیشاب کرنے سے فوراً نجاست آجائی ہے بلکہ فنی کا مقصد رکے ہوئے پانی میں پیشاب کی عادت مٹانے سے روک تمام کرنا ہے کیوں کہ جب اس میں کثرت سے پیشاب ہوتا رہے گا تو ظاہر ہے کہ فقیر اس پانی کو کب تک حنفیہ نہ ہوگا بار بار یہ پیشاب کرنے کی وجہ سے کچھ عرصہ کے بعد ضرور اس کے توصاف میں تبدیلی آجائے گی پھر وہ پانی وضو وغیرہ کے قابل نہیں رہے گا اس لئے مادام میں پیشاب کرنے کی ممانعت تخصیص ماہ کے ذریعہ کو بند کرنے اور مستحب میں فقیر ہو جانے کے اندیشہ سے کی گئی ہے یہ مطلب نہیں کر کے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے فوراً ناپاک ہو گیا ناپاک مستقبل میں فقیر کے بعد ہی ہوگا فرض کہ ایسی غیبی کے نزدیک بھی پانی غسل فقیر پاک ہی رہے گا۔

حضرت شاد صاحب نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ظاہر ابن تیمیہ کے کلام کے اندر لطافت ہے مگر انہوں نے جو فرض حدیث بیان کی ہے وہ مخالف حدیث ہے نیز وہم ردی کے بھی خلاف ہے انہوں نے حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ ان کی سوچ کا حامل ہے جو بیان حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے کیوں کہ حدیث رکے ہوئے پانی میں پیشاب کئے بعد غسل اور وضو کو مستحب سمجھتی ہے اور استعاواں لئے ہے کہ جس پانی کو خود اس نے اپنے حق میں ناپاک قرار دیا ہے پھر اسی پانی سے غسل یا وضو کرنے لگے اور حدیث کے سیاق و سباق سے ایسا کوئی اشارہ نہیں ملتا جس سے یہ معلوم ہو کہ پانی کی نجاست فقیر پر موقوف ہے اور نہ مادام میں اس فقیر پر ہے کیوں کہ حدیث مذکور کی روشنی میں مادام میں پیشاب کرنے اور پھر اسی پانی سے غسل وغیرہ کرنے کو مستحب قرار دیا گیا ہے نہ یہ کہ فقیر کے بعد وضو یا غسل کو مستحب سمجھا گیا ہے۔

نیز یہ کہ خود ردی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ جو غلطی میں متقول ہے اس سے بھی مسلک حنفی کی تائید ہوتی

ہے اس میں ہے کہ پورا گھر مسموم کئے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر ایک شخص کسی مالا ب کے پاس سے گذرے تو کیا اس میں پیشاب کر سکتا ہے، انہوں نے فرمایا "لا ھنا فیہ یعر بہ اخوہ المسلم ھیشرب ھہ ویسوا الخ" نہیں کیوں کہ اس کے بعد شاید اس کا کوئی مسلمان بھائی، ہاں سے گذرے اور وہ اس کا پانی پئے یا اس مالا ب کے پانی سے وضو کرے اس سے صاف معلوم ہوا کہ ہم پانی پیشاب کے بعد پیئے اور وضو غسل کے قابل نہ رہے گا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سائنس سد باب اور مستقبل میں متغیر ہونے کے خوف سے نہیں فرمائی ہے ہوائیں تیسرے وغیرہ کی رائے ہے کہ انہوں نے حدیث کا مفہوم اپنی رائے اپنے وجدان کے مطابق بیان کیا ہے ان کے بیان کردہ مطلب کا نہ الفاظ حدیث ساتھ دیتے ہیں اور نہ راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نہیں سمجھ (واھ اعلم بالصواب)

قال ابو عبد الرحمن کلن یحقوق الحج : انہ سنائی کہتے ہیں کہ میرے استاد نے تعویذ بن ابی ریم جب یہ حدیث بیان کرتے تو ایک دینار لیتے تھے غائبانہ طور پر بخدیش اور اس کی اہمیت کے لئے جیتے ہوں گے۔ (واھ اعلم)

باب ماء البحر

سمندر کے پانی کا بیان

احمر بن قیس عن عاتک عن صفوان بن سلیم عن سعید بن مسعود ان الصعفاء بن اسی بردہ من بنی عبد الدار أخبرہ انہ سمع انا ہریرہ رضی اللہ عنہ یقول سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اننا نرکب البحر ومحمل معنا القلیل من الماء فان تو ضا ما به عطشنا فقتلنا من ماء البحر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هو الطهور ماؤہ والحسن مہتہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سمندر کی سفر کرتے ہیں اور ہم اپنے ساتھ قہوڑا پانی رکھتے ہیں اگر ہم اس پانی سے وضو کریں تو ہم کو یاس کی تکلیف ہوگی کیا اسکی حالت میں ہم سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کا پانی پاک کرنے والا ہے ہوا اس کا مردار ہلاک ہے۔

عن یحییٰ عبد الدار : یعنی راوی حدیث بخیرہ بن ابی ہریرہ کا تعلق بنی عبد الدار سے ہے اور وہ قریش کے ایک قبیلہ کا نام ہے جو عبد الدار بن آصف بن کلاب بن مرہ کی طرف منسوب ہے اور نہایت کے وقت ہمدردی کہتے ہیں۔

أخبرہ : یعنی بخیرہ بن عبد بن سلم کی طرف راجع ہے یعنی بخیرہ نے سعید بن سلم کو خبر دی۔

اللہ کی تعظیم کا مہم بخیرہ بن ابی ہریرہ نے لامہ بن ابی اور کنان بن ولیرہ نے ان کو نکالتے ہیں سے شمار کیا ہے۔

سأل : دجل یہ سوال کرنے والا شخص کی دعا ہے تھ جیسے بعض دوسری روایات میں اس کی تصریح کی ہے اور میں نے اس کو نقل کیا ہے کہ شخص کا نام ہریرہ ہے اور بعض نے کہا سعید ہے کہ معنی اللہ تعالیٰ نے کہا سعید بن مسعود ہے کہ

فی الزمائی علی الجوعا۔

اس سائل کو یہ سوال کہوں پیش آیا تھا: سوال کیا تھا: میں نے اس کی متعدد جہان کی تین بعض نے سوال کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث مرفوعہ میں جو عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جرجرج با عمرو یا جہاد بنی تمیم اللہ کے دریا کا سفر نہ کرو کیوں کہ دریا کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے دریا ہے، اس حدیث کو ابو داؤد کتاب الجہاد میں لائے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ وہ جہاد مجتہد ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور تعصب کا کس ہے اور جس چیز کی شان ایسی ہو وہ ان صہارت کیسے بن سکتی ہے اس کی تحقیق کے لئے حضور ﷺ سے سند دریافت کیا تھا، بعض نے کہا کہ چونکہ درجہ میں ہے اور جانور مرتے ہیں اس لئے تو دیکھا ہوا کہ جب درجہ کا یہ حال ہے تو جہاد مسعود اس کے پانی کے حلقہ شریعت کا نیا حکم ہے اور تردد سے خطا حاصل کرنے کا طریقہ سوال ہے اس لئے تمہید بیان کرنے کے سوال کیا۔

علامہ قطانی نے کہا کہ تردد کی وجہ یہ ہے کہ دریا کا پانی کھرا اور بد مزہ اور رگ بہ لایا ہو جاتا ہے اور اس کو پیا بھی نہیں ہو سکتا، اس لئے ممکن ہے سائل کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہو اس کی کیفیت دوسرے پانی سے مختلف ہے اب اسکی حالت میں معلوم نہیں اس سے صہارت جائز ہو سکتی ہے یا نہیں اس لئے شارع ﷺ سے سوال کیا آپ نے فرمایا: "هو الطهور ماء" یعنی اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اس میں تردد کی کیا بات ہے کیا یہ امر ممکن نہیں کہ وہ ان دوسروں میں سے ایک سمندر ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ایمان بنایا ہے فرمایا: "وهو الذي صرح المحرمين هذا عذب فواث صوابه وشواهه وهذا ملع اساج" نیز اس سمندر کے پانی سے طہارت بلا شبہ جائز ہے۔

جواب بھینڈ حصہ دیا ہے کہ اس کا پانی پاک کرنے والا حق ہے یہ اسلوب جواب میں اس لئے اختیار فرمایا کہ اس کے خیال کی تردید اچھی طرح ہو جائے کہ اگر سمندر کا پانی ناپاک ہو جائے تو دنیا کا کونسا پانی پاک ہوگا۔

اس کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ سائل کے سوال میں "توضو ماء النحر" کے جواب میں حضور اکرم ﷺ نے "هو الطهور ماء" فرمایا تو وضو ان نعم کے ساتھ جواب نہیں دیا اس کی کیا وجہ ہے معارف ائمہ میں اس کے یہ جوابات دیئے ہیں کہ اگر وضو کیا تو صرف اسے تو سائل یہ خیال کرے کہ صرف وضو کرنا واجب نہیں کیوں کہ سائل میں وضو کا ذکر ہے نہ کہ وضو کا ہی لئے "هو الطهور ماء" فرمایا تاکہ تخصیص وضو ہو جائے یا یہ کہ بظاہر سائل ضرورت میں مجبوری کی حالت میں استعمال کی مجازات طلب کر رہا ہے جیسا کہ اس کے سوال سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے تو اگر وضو صحت والا اس جیسا کوئی لفظ فرماتے تو سائل یہ رائے قائم کر لیتے کہ صرف ضرورت اور مجبوری کی خاص حالت میں سمندر کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے لیکن غیر ضرورت میں جائز نہیں ہوگا، اس کی شے کو ختم کرنے کے لئے سمندر کے پانی سے جواز طہارت کے حکم کو بطور مصرع مستثنیٰ حصہ سے بیان فرمایا کہ معلوم ہو جائے یہ حکم حالت مجبور کے ساتھ عام نہیں ہے بلکہ حکم عام ہے یا یہ کہ اگر لفظ وضو فرماتے تو اس کو یہ شبہ ہوتا کہ سمندر کے پانی سے جہاد سے جبکہ ہم مجبوری میں صرف نماز سے واسطے خاص ہے دوسروں کے لئے اجازت نہیں ہے، اسی شبہ کی مٹانے کو دوسرے نے اسے وضو کرنا فرمایا، "هو الطهور ماء" کے

الفاظ سے ایک عام جواب دیا کہ تاکہ مسائل اور غیر مسائل سب کو شامل کرے اور تخصیص کا دخل ختم ہو جائے اس طرز سے جواب دینے کا اس بلانہ اور کمال فصاحت کے بابہ سنہ ہے۔

یہاں پر ایک اشکال یہ ہے کہ مسائل نے صرف سند کے پالی سے متعلق سوال کیا تھا اس کے جواب میں ”هو الطهور ماؤه“ کافی ہے اس پر ”والحل مستنہ“ کا جملہ کیوں اضافہ فرمایا، ملاحظہ قارئین نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ سے... ہجر کے متعلق سوال کیا گیا اور حضور ﷺ نے معصوم کہیں کہ وہ لوگ اس کے پالی کے قسم سے تاؤ وقف ہیں تو اسی سے حضور ﷺ نے محسوس فرمایا کہ یہ لوگ سند کے شکار کے قسم سے بھی تاؤ وقف ہوں گے اس لئے بطور اشارہ وہ اہانت کے جواب میں ”الحل مستنہ“ کا جملہ اضافہ فرمایا اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی باہر قسم جو بعض کے مرض اور وہاں کو انجھی طرح جانے والا ہو وہ بعض کی دریافت نہ ہوئی باتوں کا جواب دینے وقت اور بھی بہت سی فائدہ کی باتیں اس کے پوچھنے بغیر بتا دیتے ہیں، علامہ خطابی نے اس کی وجہ بیان کی ہیں ایک تو یہ کہ جب حضور ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ جس طرح وہ لوگ بخری سفر میں شیریں پانی کے کھانا کھا رہے ہیں اسی طرح طعام کی بھی ضرورت ہوتی رہتی ہے اس لئے ان کی حاجت کے پیش نظر جواب میں دونوں کو شامل فرمایا۔

دوسری یہ کہ پانی کی طہرہ دست کا طہرہ تمام لوگوں کے نزدیک خواہ خاص ہو یا عام ایک مشہور بات ہے لیکن سند کے معنی اور اس کے حلال ہونے کا طہرہ اقل میں مشکل مسئلہ ہے تو سب شارعین نے دیکھا کہ مسائل کو ان دونوں چیزوں میں سے جو زیادہ ظاہر ہے اس چیز کے بارے میں بھی غم نہیں ہے، لہذا جو مشکل مسئلہ ہے یعنی منہ کا مسئلہ اس کے بارے میں بدرجہ اولیٰ علم نہ ہوگا اس لئے طہارہ ماہ کے بیان کے ساتھ معنی کے حلال ہونے کا مسئلہ بھی بیان فرمایا۔

تیسری یہ کہ جب حضور اکرم ﷺ نے ان کو مصدر کے پانی کی طہارت کا حکم بتلادیا کہ لا تک سمندرمیں بے غار جانور مرتے رہتے ہیں اور مردار پاک ہے تو انکی صورت حال میں اس کا پانی کس طرح پاک ہو سکتا ہے اس شبہ کو ختم کرنے کی غرض سے منہ کا ختم بھی بیان فرمایا تاکہ سب کے سب جانوروں کی جگہ سے پانی کی نجاست کا دم نہ کرے۔

بہر حال حدیث باب سے معلوم ہوا کہ سمندر کا مردار حلال ہے منہ اس کو کہتے ہیں جو بغیر ذائقہ کے خود بخود مرتا جائے یہاں اس سے مراد مچھلی ہے اس کا شکار کرنا اور اس کا پانی سے کھانا کھانی اس کا ذائقہ چھوڑ دینی جانوروں میں سے مچھلی بنانا اتفاق حلال ہے البتہ حضرات غنیہ کے نزدیک حلال نہیں ہے طانی اس مچھلی کو کہتے ہیں جو پانی میں بغیر سردی و گرمی کی آفت کے خلی موت سے مر کر پانی کے اوپر آجائے اور اگر سردی و گرمی کی آفت سے مر جائے تو وہ حلال ہے مچھلی کے علاوہ دوسرے جانوروں میں اختلاف ہے اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھیں۔

حضرت علامہ انور دہلوی شہید صاحبؒ کے حوالہ سے معارف السنن میں حضرت شیخ الہند کا قول نقل ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ اس حدیث میں لفظ کس حلال کے معنی میں نہیں ہے جو حرام کی ضد ہے بلکہ حاکم کے معنی میں ہے اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ فقہ مل بھی ظاہر کے روایت سے ثابت ہے چنانچہ امام بخاری نے کتاب البیوع کے آخر میں حضرت انس

بن الکریمؑ کی روایت سے مفید بنت جحیؑ کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں "حسبى مسلخا
انصباء حلت فبى بها الخ" اور غزوہ خیبر کے مقدمہ میں بھی اسی طرح کے الفاظ جن حالت باعینہ آئے ہیں یہاں انکشافات
یعنی حیرت کے آئے ہیں ایک دوسری حدیث حضرت سلمان فارسیؓ کی نصب الرایہ میں وارد ہے اس میں بھی نقل کی گئی ہے جس
کے الفاظ یہ ہیں "فان لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا مسلمان کل طعام و شراب ولعت فیہ دامة لیس بها دم
فماکت وھو لک حلال اکلہ و شربہ و وجوءہ" بہر حال حضرت شاہ صاحب کا مقصود اسلی یہ بتانا ہے کہ یہاں حلال پر
بکل، شرب اور وضو تین چیزوں کو ملحوظ فرمایا ہے لیکن وضو کی صورت میں حلال کے جو سختی ہیں وہ اس معنی کے مخالف ہیں جس کے
ساتھ اکل و شرب کا تعلق ہے لہذا یہاں اکل و شرب کی صورت میں لفظ حلال کے معنی حلال چیز کے ہیں جو اس کی ضد ہے ورنہ وضو
کی صورت میں اس کے معنی ظاہر کے ہیں فرض کہ اس تفصیل سے مہیوم ہوا کہ لفظ صلی یعنی ظاہر کے آئے ہیں اور یہی معنی حضرت
شیخ الہند اور حضرت شاہ صاحب کے نزدیک مختار ہے ان حضرات کے قول کی بناء پر جواب میں کوئی زیادتی نہیں فرمائی بلکہ مکمل
میضہ اور شارح جواب سابق کے لواحق حکم میں سے ہے اور یہ جاسن فتویٰ کے قبیل سے ہے کیوں کہ اسے اگرچہ بن نہ فرماتے تو مسائل
وہم میں جملہ امور جاتے اور یہ خیال کرنے کہ مندر میں اس قدر بے شمار ہاں نور سرتے ہیں اس پانی کیسے پاک ہو سکتا ہے اس کے
اس و مکرور کرنے کی فرض سے مکمل میضہ فرمایا کہ مندر کے مردود فور پاک ہیں ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے
نیز اس توجیہ پر حدیث باب ان حضرات کی دلیل نہیں بنا سکتی ہے جو مندر کے مردود یا نوروں کی حلت پر استدلال کرتے ہیں۔
(واللہ اعلم)

باب الوضوء بالکحل

برف کے پانی سے وضو کرنا

اخبرنا علی بن حجر اخبرنا جزیر بن عمارہ بن القعقاع عن ابی ذرعة ابن عمرو بن جبریر عن ابی
ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوة صکت ھنیئۃ فقلت یاہی انت
وانفسی ب رسول اللہ ما تقول فی مسکونک ہیں التکبیر والقرآۃ قال اقول اللھم باعد بینی و بین عطاہای
کما باعدت بین المشرق والمغرب و انفسی من عطاہای کما بنفی الثوب الا بیض من الدنس اللھم
اغسلنی من عطاہای بالطح والماء والبرد۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اکرمؐ نذر شروع کرتے تو قرآن سے پہلے کچھ دیر خاموش
رہتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر میرے والدین قربان ہوں آپ بھیجے اور قرآن کے درمیان سکوت کے وقت کیا پڑھتے
ہیں فرمایا "اللھم باعد الخ" پڑھتا ہوں یا الہی میرے اور گناہوں کے درمیان اتنی دوری ڈال دیجئے جیسا کہ تو نے مشرق
و مغرب کے درمیان دوری پیدا کی ہے یا الہی مجھ کو میرے گناہوں سے پاک کر جیسا کہ سفید کپڑا ابل کھیل سے پاک و صاف کیا

جاتا ہے یا الٹی میرے گناہوں کو برف اور پانی اور اس کے ساتھ دھو دلیجئے۔

تشریح: حدیث باب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ عجیب تحریر کے بعد اور قرأت سے پہلے دعا پڑھتے تھے اس دعا میں حضور ﷺ نے تمہیں غسل استعمال فرمائے ہیں بظاہر یہ تینوں محلے تاجس کے لئے ہیں کیوں کہ عجیبہ افضل ہے سباحت سے اسی طرح غسل افضل ہے تنہیہ سے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ دعوات فلو میں ازمنہ تلاش کی طرف اشارہ فرمایا ہو سباحت سے مستقل کے گناہ کی طرف اشارہ ہو غسل سے، غنی کی طرف اور تنہیہ سے مان کی طرف اشارہ ہو اور مستقل کو اختتام کے لئے مقدم فرمایا ہو۔

نیز ممکن ہے کہ سباحت کی درخواست ان گناہوں سے تعلق ہو جو مطلقاً واقع نہیں ہوئے اور صحیحہ کا تعلق حال اور استقبال کے گناہ سے ہو اور غسل کا تعلق زمانہ غنی کے گناہ سے ہو جو واقع ہو چکے ہیں اور چونکہ گناہ کے مراتب مختلف ہیں اس لئے اخیر کے غسل میں غسل کے متعدد آلات ذکر فرمائے ہیں جن میں سب سے ہر ایک کی شان تطہیر کے معاملہ میں ایسا ہے کہ صرف انہیں میں سے کسی ایک کے ذریعہ سے نہایت کاملہ حاصل ممکن ہے اور بدون اس کے اس کا حصول ہی نہیں ہو سکتا تو ان آلات تطہیر کا ذکر فرما کر اوسع مغفرت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ یا الٹی طرح طرح کی بخششوں کے ساتھ مجھ کو ہر قسم سے نہایت پاک کر تو مغفرت میں کمال مبالغہ منگور ہے اور شان چیزوں سے ہیچ نہ دھرم کر لو گئیں۔

علامہ خطابی نے کہا کہ یہاں دو حقیقتیں ان آلات غسل کے مسیات یعنی معین مازر چیزوں کی ذوات کا ارادہ نہیں فرمایا بلکہ یہ امثال ہیں جن کے ذکر سے بغیر مستعار گناہوں کی تطہیر اور قطع واقع ہونے میں نہایت تاکید اور مبالغہ مقصود ہے۔

علامہ بیہقی نے کہا کہ اس کے ذکر کے بعد چٹا اور پردہ کا ذکر شاید اس لئے فرمایا ہو کہ معافی کے بعد انوار رحمت ہر مغفرت کی طلب میں مومن شمول مقصود ہو کہ وہ اس عالم کی حرارت کو جو انتہائی اوج کی ہوگی، بھاننے کے لئے وسیلہ بن جائے۔

بہر حال یہ ایک جامع دعا ہے جس کا پڑھنا تکبیر اور قرأت کے درمیان حضور اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے یہاں ایک اہم سوال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر قسم کے گناہ سے معصوم تھے پھر اس کے باوجود توبہ استغفار کیوں کرتے تھے، اس کا جواب علماء نے یہ بیان کیا کہ حضور ﷺ کا باوجود معصوم ہونے کے استغفار کرنا اس نام پر نہیں تھا کہ واقع میں کسی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں بلکہ اس کا اصل دایمہ یہی ہے کہ مقام عصمت کی نزاکت اور رب العزت کی شان بے نیازی کا استحضار اپنے نفس کی برکت اور تکیہ کا آپ کو تصور کرنے نہیں دیتا اس لئے اس بارگاہ مصیبت میں جہاں تقدس کا رد کوئی گناہی سب سے بڑا تصور ہے اپنے لئے توبہ استغفار کرتے رہتے ہیں۔

بعض شامین نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ بلاشبہ گناہ سے معصوم تھے مگر اس کے باوجود اعتقاد میں جانتے تھے کہ مجھ سے بندگی میں قصور ہو اور اب عزت کی شایان شان نہیں ہوئی اس واسطے استغفار کرتے تھے تو اصل مقصود راست تعلیم و تربیت دعا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ باوجود معصوم ہونے کے استغفار کرتے تھے تو راست کے لوگوں کو بطریق اولیٰ اسکی کثرت کرنی چاہئے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اور منہائی نے اس حدیث باب سے یہ مسئلہ مستطیع فرمایا کہ نماز کے لئے بجائے گرم پانی کے غصّے سے پانی سے وضو کرنا افضل اور بہتر ہے اس لئے کہ وضو اور غرض سے مقصود گناہوں کی آگ کو بجھانا ہے احتیاط یوں کیا ہے کہ اس دعا میں بھی "اللہم اغسلنی من خطیائی بالثلج والماء والبرد" ہمیں دو چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے ایک تو گناہوں کی نجاست کی طرف کہ ان کے دھونے کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اس لئے کہ دستور یہ ہے کہ پانچ چیز دھوتے ہیں پانچ چیز کو نہیں دھوتے دوسری گناہوں کی حرارت اور گرمی کی طرف کہ برف اور اولوں کے پانی سے۔ اس کے بجائے کی درخواست کی اس لئے کہ اگر معاصی میں صرف نجاست ہوتی اور حرارت نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ حضور اکرم ﷺ بجائے برف اور اولے کے پانی کے گرم پانی سے گناہوں کے دھونے کی درخواست فرماتے لیکن ایسی کوئی درخواست نہیں فرمائی تو معلوم ہوا کہ گناہوں میں نجاست کے ساتھ حرارت کا اثر بھی ہے اس لئے نجاست کی تعمیر کے علاوہ تہرید اور اخفاء حرارت کی بھی ضرورت ہے گرم پانی سے اگرچہ تعمیر نجاست ہو سکتی ہے لیکن تہرید اور تسکین کا مستعد خوب اچھی طرح برف اور اولے ہی کے پانی سے حاصل ہو سکتا ہے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے بجائے گرم پانی کے بہرہ دات یعنی برف اور اولے کے پانی سے جو مستعدا ہوتا ہے گناہوں کے دھونے کی دعا فرمائی۔ (کنز العمال علامہ محمد ابو ہریرہ کانہلوی)

الوضوء بماء الثلج

برف کے پانی سے وضو کرنے کا بیان

احمرنا اسحاق بن ابراہیم اخبرنا جویہ عن هشام بن عروہ عن بیہ عن عائشة قالت کنا فی سبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللّٰهُم اغسل خطیائی بماء الثلج والبرد ونقی قلبی من الخطایا کما نقیبت الثوب لابيض من الدنس

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے یہ الہی میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو ڈالے اور میرے قلب کو گناہوں کے داغ سے ہٹا دے صاف کیجے جیسا کہ تو سفید کپڑے کو کھیل کھیل سے پاک کرتا ہے۔

باب الوضوء بماء الجرد

اولے کے پانی سے وضو کرنے کا بیان

احمرنا ہزرون بن عبد اللہ قال حدثنا معاذ بن صالح عن حبیب بن عبید عن جابر بن نفیر قال شہدت صوف بن مالک یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی عس میت سمعت من دعائه وهو یقول اللّٰهُم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عہ واکرم برکۃ واوسع مدخلہ وغسلہ بماء والثلج والبرد ونقی من الخطایا کما نقی الثوب الابيض من الدنس

جابر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں عرف بن مالک کی خدمت میں حاضر ہوا وہ کہتے ہیں کہ جب حضور

اکرم ﷺ کسی میت پر نماز پڑھتے تو آپ یہ دعا پڑھتے تھے جس کو میں نے خود سنا اور یاد رکھا، اسی اس کی سفارش فرمائی اور اس پر رحمت فرمائی اور غلامی کرائی اور مصیبت سے اور موائے کرائی سے اور بہتر کرائی کی جہاں یعنی جنت میں اور شہادہ کرائی کی قبر اور اس کو پانی اور ہدف اور اوسے سے دھوا ڈال اور اس کو گناہوں سے پاک و صاف کیجئے جیسا کہ سفید کپڑے کو کسل سے پاک و صاف کیا جاتا ہے۔

تشریح تراجم کے ذریعہ میں روایت کردہ الفاظ حدیث پر نظر رکھ کر پہلا عنوان بدول لفظ ماہی تیسرے کے رکھا پھر دوسرا اور تیسرا اور چوتھا فرمایا ہے۔ دوسرا اعلیٰ مقعدہ ہدف اور اوسے کے پانی سے جواز وضو کا اثبات ہے ہالی تحقیق تشریح پیچھے کی ہے۔ اس باب کے ذیل کی حدیث میں جو دعائیت پر پڑھنے کی وارد ہوئی ہے اس کو تیسری تعبیر کے بعد بہت بڑھنا مستحب ہے جیسا کہ فقہی کتابوں میں لکھ ہے اور حضور ﷺ نے تعلیم کے واسطے پکار کر پڑھی جب ہی وہ حضرت عرف بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے میت پر یہ دعا پڑھتے سنا ہے "اللہم اغفرلہ العی"۔

سورۃ الکلب

کتنے کے جھوٹے کامیاب

احمد بن حنبلہ عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا شرب من الکلب فی اناء احدکم فلیس لہ منہ شیء مرات
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم قریش سے کسی کے برتن شرب سے پانی پالے تو اس برتن کو سات دفعہ دھو لے۔

احمد بن حنبلہ عن ابی الیاس عن الحسن بن علی عن حجاج قال قال ابی جریج اخیر بن زیاد بن سعد ان ثابٹ بن مولیٰ عبد الرحمن بن زید اخیرہ انہ سمع ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیس لہ منہ شیء مرات۔

روای حدیث ثابت نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم تمہارے برتن میں شرب ڈالو تو اس کو سات مرتبہ دھو لے۔

احمد بن حنبلہ عن ابی الیاس عن الحسن بن علی عن حجاج قال قال ابی جریج اخیر بن زیاد بن سعد انہ سمع ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیس لہ منہ شیء مرات۔

تشریح یہ دونوں روایات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہیں پہلی روایت میں غلط شرب اور دوسری روایت میں ولغ و لفظ آہ ہے ولغ کے معنی غوطہ میں ڈالنا ہے کہ کتب کا زبان میں نہ ڈال کر زبان کے کنارے سے پانی چھاننا اسی امر کی ہے کہ کتب کا استعمال کتنے در درندے کے پانی پینے پر ہوتا ہے اس کا استعمال آدمی پر نہیں ہوتا اور لفظ شرب کا استعمال سب پر

۵۷۶ ہے۔

حدیث باب سے معلوم ہوا کہ جب کئی کئی کے برتن سے پانی پی لیا اور کوئی چیز جو قیوم ہے جسے کہ اس برتن کو سات مرتبہ ادا کیا جائے گا اس کی تعلیم کا طریقہ ہے اور سات بار دہرا امام، لکنا اور شرفی اور امام احمد کے نزدیک واجب ہے سات بار دھونے کے واجب پر سب متفق ہیں لیکن فرق اس میں ہے کہ امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک کتنے کا مجموعہ پاک ہے اس لئے سات بار دھونے کو ضروری کہتے ہیں امام، لکنا اور کتب کو پاک کہتے ہیں سوال یہ ہے کہ جب پاک ہے تو برتن بھی پاک ہو، چاہے پھر سات بار دھوئے تو واجب کیوں کہتے ہیں جواب یہ ہے کہ اس بارے میں امام، لکنا کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ اگر تعبدی کیا ہے تو وہ سب کہتے ہیں نہ کہ باوجود اس کی عدم پر غم تعبدی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جہ میں حضور نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی کوئی جہ میں نہیں کیوں کہ ہر غم کی کوئی نہ کوئی جہ ضرور ہے لیکن کسی اس کا علم نہیں ہے اس لئے شارع صیرہ السلام نے سات بار دھونے کا حکم دیا ہے لہذا ہم بھی اس کا حکم دیتے ہیں تو ہماری عقل اس کی وجہ سمجھنے سے دھرتی میں ہے کہ امام، لکنا سے اس حدیث مرفوع کی جبر ریافت کی گئی جس میں سات بار دھونے کا حکم آیا ہے جبکہ کثرت دھواؤں پانی کے برتن سے پی سے جو آپ نے فرمایا "قد جاء هذا الحديث وما قدرى حقيقته" بے شک اس کے متعلق حدیث وارد ہوئی ہے مگر مجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں۔

اسی لئے تو سات بار دھونے کی تحدید کی گئی اور اگر ناپاک ہو تو مقصود اتر دہرتی جس کے لئے صرف تین بار دھونا کافی ہو چاہے پھر بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چنانچہ اس ارشاد نے تعبدات مل اور اس کو اس کے ہونے اور ارشاد صغیر کے بھی ہدایت دیکھ میں نفس کیا ہے کہ حدیث مقول المعنی سے معنی علت اس کی معلوم ہے لیکن اس کا ظاہر ہی اجاست سے کوئی تعقل نہیں لکنا اس برتن کا جس میں کتنے نے منہ ڈالا ہے سات بار دھونا کتنے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ کہ صاحب (سر امام کے ساتھ المعنی) بیان ہوا اس کے عاب میں مہبت (زیر کا اثر) دیتا ہے ہذا اس کے استعمال سے ٹوکا اور اندیشہ ہے کہ قصاص ہو چکے کا اس لئے تو برتن کو سات بار دھونا دھونے کا حکم دیا گیا ہے وہاں شعر لائی کے لکھ ہے کہ اہل کثف اس پر متفق ہیں کہ عاب کلب میں یا اس کے کوڑھوں کا جھوڑ کھایا جائے یا پانی لیا جائے تو اس سے دل کے اندر قسوت اور ظلمت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے کل اور جھاننی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اس شخص کے دل سے دین کی باتوں کے سننے کا شوق بھی ختم ہو جاتا ہے چنانچہ ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک شخص جو باغی اور ہمارے دوستوں میں سے تھا اس نے اس کا تجربہ کیا ہے کہ ایک پالہ میں دو دھواؤں کا آملاں میں سے کتنے نے پانی لیا پھر پالے کا پانی چاؤا اور اس نے پانی لیا جس کا نتیجہ یہ ظہر ہوا کہ لومہ یہ تک انتہائی قسب کی بیعت دی اور ہر قسم کے خیر کے دروازے اس پر بند ہو گئے حتیٰ کہ اس کا زبان بھنگ گئی کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سور کلب کو قسب اور قسب میں بہت بڑا فعل ہے اور یہی قسوت اور قسب انسان کو کوئی خیر اور سوائے اس سے جس پر وہوں جہاں کی کو سیر کی ضرور ہے کہ وہ اس سے اس لئے حدیث شریف میں مبالغہ کے ساتھ سات بار دھونے کا فرمان میں سے ایک مرتبہ منی سے لے کر دھونے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کے عاب کا اثر بالکل ختم ہو جائے۔

بہر حال ابنِ رشد کبیر اور علامہ شحرابی کی تقریر مذکور سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث غلط اور تہافتی کے باب سے ہے کہ نقصان سے بچانے اور باطن کی طہارت و اعتدالی کے لئے بطور علاج اور تہافتی کے ہالہ کے ساتھ سات بار دھونے کا حکم ہے اور نبیوں نے استدلال کیا کہ حدیث کا ذکر طلاق و ردہ کی لئے دوسرے مواقع میں بھی آیا ہے جیسا کہ منصور اکرم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کے اوقات کسی چیز کے کھانے سے پہلے سات کھجوریں کھو میں۔ سے کھائے (کھجوریں میں سے افضل قسم ہے) تو اس دن محرابِ ہر اس کو ضرر نہیں کرے، اسی طرح وراکبہ روایت میں آیا ہے کہ منصور رحمۃ اللہ علیہ نے عرض وفاق سے کہ وقت لڑایا کہ مجھ پر سات مشکوں کا پانی زاولو، سلم نچھلے اور کبھن کہ جن کا ہر بند کھولتا تھا، تو اسی طرح یہاں بطور علاج اور ردہ وفاق کے حکم سے اسی طرح حدیث مذکور میں بھی ہے۔

ابنِ رشد کے قول پر اعتراض ہوا کہ پاگل کن تو پانی کے قریب نہیں پہنچ سکتا اس کا جواب ان کے پوتے ابنِ رشد صغیر نے دیا ہے کہ پانی کے قریب اس وقت ہ نہیں سکتا جب کہ یہ اتنی پختہ ہو جائے لیکن اللہ! میں نزدیک بھی جا سکتا ہے، پانی بھی پل سکتا ہے۔

علامہ ابنِ رشد کے علاوہ فقہاء مالکیہ میں۔ یہ مافظ ابنِ عبد البر اور ابنِ دقین وغیرہ۔ نے بھی حدیث کو معتقل المعنی قرار دیا ہے لیکن ضعیف کا وجہ جس کے ابنِ رشد نقل ہوئے جنہوں نے اس کو قرار نہیں دیا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ غسل کا حکم نجاست کی بناء پر دیا گیا ہے اور ابنِ رشد صغیر نے بھی باہر میں علت نجاست کو ترجیح دی ہے نہ کہ مسیت کو جو ان کے والد ابنِ رشد کبیر کے نزدیک خیار ہے۔

حدود غسل کے وجوب میں اختلاف

بہر حال یہ تو عمومی مختصر بحث جو مسلک، فقہ سے متعلق ہے اس کے بعد دوسری بحث یہ ہے کہ باطل میں شروع کرنا یا نہ کرنا کہ شوافع اور حنابلہ جو مسیت کی وجہ سے دھونے کو ضروری کہتے ہیں حضرات حنبلیہ بھی یہی کہتے ہیں مگر حد غسل کے وجوب میں اختلاف آگے شوافع اور مالک کے نزدیک برتن کی طہارت کے لئے سات دفعہ دھونا ضروری ہے ان حضرات نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے جس میں "فلبغسلہ سبع موات" "الفاظ آئے ہیں، اختلاف کا مسلک یہ ہے کہ کتے کا جھونا یا پاک ہے لہذا برتن کو تین مرتبہ دھونا واجب ہے اور تین بار دھونے سے ہمارے نزدیک پاک ہو جاتا ہے اب رہا سات بار دھونے کا حکم تو ہم اس کو منسوخ مانتے ہیں یا استحباب پر محمول کرتے ہیں وفاق ہی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کو ابنِ ہدی نے کائنات میں روایت حسین بن علی کی کڑی مرقفہ عار وایت کیا ہے کہ ردول رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک کسی برتن میں مزلہ ال دے تو اس کو گرا دے "فلبغسلہ ثلاث موات" اور برتن کو تین دفعہ دھولے، اس حدیث کے درجال نہایت قوی اور مثبت ہیں مگر ابنِ ہدی نے اس کو روایت کرنے کے بعد کہا کہ روایت حدیث حسین بن علی کی ایسی بطریق مرفوع روایت کرنے میں مضرب ہے اس کے سوا کسی نے اس کو مرفوع نہیں کیا اور میں نے اس حدیث کے سوا کریم کی کوئی روایت منکر نہیں پائی، اور امام احمد نے اس پر لفظ قرآن کے مسئلہ کی وجہ سے معنی کیا ہے "فما فی الحلیت فلبغسلہ"

اور یہ کہ ہمارے "ابوہریرہ" روایت حدیث میں اس کے اندر میں کوئی وجہ اعتراض نہیں پایا (ذیل میں) حضرت علامہ فقیر احمد عثمانی نے "استند ابوک الحسن: ۱/ ۱۶۲" میں لکھا ہے کہ "ما یأسی بہ الغلطیہ میں سے ہے جیسے کہ ابن عدی نے "الاصرفیع والشمکس" میں حافظ ابن کثیر نے "تفسیر" میں کیا ہے اور ابن کثیر اور حکم مستنصر مدنی نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور ثقہ کے حدیث کی حکایت یعنی منکر تہذیب مطلق فرد پر محمول ہوئی ہے "کتاب فی الرفع ایضا عن ابن عدی" اور ثقہ کا خود حدیث کے مرفوع کرنے میں مقبول ہے اور باقی مرفوع مسلم کے رجال میں سے ہیں اور ثقہ میں نیز اختلافات مرث والی حدیث کا مرفوع ہونا روایتیں ہو سکتی ہیں۔ (استند ابوک الحسن: ۱/ ۱۶۲)

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حسین بن علیؑ کو انیسویں امام احمد کے ہمعصر تھے اور کچھ محدثین میں سے تھے ان پر کسی نے بھی مسائل امام احمدؒ کے کلام نہیں کیا اور امام احمدؒ نے ان پر صرف مسئلہ قرآن کی وجہ سے طعن کیا ہے اس مسئلہ میں دونوں کے درمیان اختلاف واقع ہو گیا تھا ان کا کلام کا انہیں فی الواقع اختلاف اور حفظ و ضبط میں نہیں تو اگر یہی مسئلہ خلاف قرآن کا سبب جرح بن جائے تو پھر امام بخاریؒ بھی اس کی زبردستی میں اور ان کو بھی مجروح کرنا پڑے گا کیسی کو حسین بن علیؑ کی جیسی امام بخاریؒ کے استاد ہیں امام بخاریؒ اور داؤد کا بخاریؒ کے نقلی ہا مقررین قائلوں کا مسئلہ نہیں سے لکھا تھا تو اب اگر کہ انہیں کو اس مسئلہ کی وجہ سے مطلقاً رد کیا اور ان کی روایت کا اعتبار نہ کریں تو پھر امام بخاریؒ کے بارے میں کیا کہیں گے وہ بھی ہاتھ سے جاتے ہیں۔

فرض کہ اس قسم کی جادوی امام بخاریؒ اور امام بخاریؒ سے بھی ثابت ہے لہذا اس کی وجہ سے کرانہ کی عدالت وغیرہ پر کوئی اثر نہیں پڑا تاہم کہ ابن عدیؒ اور دیگر محدثین نے ان کی توثیق کی ہے "فہ الحدیث" ادا غیر مغلط وقعہ "کہ اس حدیث مذکور کا مرفوع ہو یا نہ ہو جس کو مسلمان مزید ہر اس حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث قوی اور قطعی سے ثابت ہوتا ہے کہ تم مرتبہ وہاں برتن کی طہارت کے لئے کافی ہے چنانچہ علامہ ابن ابی رباح حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کتابت میں مشغول تھا تو ابوہریرہؓ اس کا پانی کر دیا سچے دھسلہ ملائے مرث اور اس کو نہیں دیکھ دھو بیٹے اور ثقہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن)

حضرت علامہ فقیر احمد عثمانیؒ نے استند ابوک الحسن (۱/ ۹۶) میں لکھا ہے کہ اس کو ابوہریرہؓ اور قطعی نے حضرت ابوہریرہؓ سے قولاً بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ آثار السنن میں آیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ جب کتابت میں مشغول تھا تو اس کے اندر جچ ہے اس کو اگر اسے پھر اس کو نہیں دیکھ دھو لے۔ اور قطعی میں "نعم اغسلہ ثلاث مرث" اور قطعی میں "اغسل ثلاث مرث" کے الفاظ آئے ہیں اس حدیث قوی اور قطعی سے صاف مفہوم ہوا کہ کچھ کے جمع نے برتن کو تم مرتبہ دھونے سے برتن پاک ہو جاتا ہے اور یہی مسئلہ کرانہ کی حدیث مرفوع سے بھی ثابت ہو رہا ہے جو افسوس میں مذکور تھی ہے اور چونکہ حضرت ابوہریرہؓ کا کوئی اور خواہن کا مل حدیث کرانہ کی حدیث کے مطابق ہے جس میں تمیں دھو دھونے کا بیان آیا ہے اس لئے اس حدیث کو قطعی سے کرانہ کی حدیث مرفوع کی تعزیت ہو گئی اور حدیث مرفوع اور موقوف سے حنفی کا مسلک بخوبی ثابت ہو گیا کہ کچھ کے منہ ڈالنے سے برتن کا مرث (۷) یا آٹھ (۸)

دفعہ دوم واجب نہیں بلکہ اس کی طہارت کے لئے نہیں بار و مولد کافی ہے اور اس مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ متقدم نہیں بلکہ حضرت عطاء جو طویل القدر تابعی ہیں انہوں نے بھی سات دفعہ دھوئے کو واجب نہیں سمجھا چنانچہ ابن جریج سے مروی ہے کہ عطاء نے مجھے سے فرمایا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو دھو یا چائے "خلال کل ذالک سبغاً و غسلوا لولات موات" فرمایا کہ سب درست ہے سات دفعہ بھی اور پانچ دفعہ بھی اور تین دفعہ بھی "ورواہ عبد الرزاق فی مصنفہ و استبادہ صحیحہ۔ (آثار السنن)

اب رہا یہ سوال کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت مرفوعہ میں تو "فلم یسلطہ سبغاً" آیا ہے جس سے شوافع وغیرہ نے استدلال کیا ہے جیسا کہ مانگے ہیں اس کا بیان ہو چکا ہے پھر فقط ابن جریر نے اس کی تائید میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سات دفعہ دھوئے کا فتویٰ بھی نقل کیا ہے اس کا کیا جواب ہے حضرات حنفیہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے "فلم یسلطہ سبغاً" کی روایت ۳۲ بات ہے لیکن وہ یکساں ہے کہ جب خود راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس نص صریح کے خلاف تلبیث کی روایت فرمائی تھی اور فتویٰ بھی نہیں دفعہ دھوئے کا دیا تھا تو کیا اس وقت سب دلی روایت بھول گئے تھے کیا وہ روایت مرفوعہ ان کے سامنے موجود نہیں تھی، اگر کوئی کہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تین مرتبہ دھوئے کا فتویٰ دیتے وقت کئی دلی روایت بھول گئے ہوں اس لئے تلبیث کا فتویٰ دیا تھا تو ہم کہیں گے کہ اول تو نسیان کی نسبت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا ان کی شان کے خلاف ہے اور بلا وجہ بہر گمانی ہے دوسرے یہ احتمال بلا غشاق قائم کیا گیا ہے لہذا اس کا کوئی وزن نہیں ہے بے دلیل کسی کو یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ شاید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت بھول گئے ہوں گے اس لئے تلبیث کا فتویٰ دیا تھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایسے راوی نہیں جو روایت کو بھول کر نئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اس قدر غموس اور پختہ قوت حافظہ انہیں عطا فرمایا گیا تھا جس کی مثال نہیں ملتی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کیا ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے رکھے اور برکت اس کی جو اس کے کپڑے میں آوے گی اپنے سینہ کی طرف ملادے تو جو کچھ میری حدیثوں میں سے یاد ہوں ہرگز نہیں بھولے گا میں نے اپنی کلمی بھولی کہ سوائے اس کے مجھے ہر کوئی پڑا نہ تھا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات یعنی دعا تمام فرمائی "سم جمعہا الی صلوٰی ہو اللہی بعثہ بالحق مانسبت من معانہ ذالک الہی یومی هذا" یعنی سمی اور لکھا میں نے اس کلم کو اپنے سینے کی طرف پس تم ہے اس خدا کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث فراموش نہیں کی اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قوت حافظہ میں امتیازی مقام حاصل تھا اسی لئے امام شافعی نے فرمایا کہ "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ احفظ من روی الحدیث فی دھرہ" اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں "لا ادری احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفظ لحدیثہ منی" تو اس مظاہرہ کے باوجود نسیان کی نسبت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا جیسا کہ حافظ ابن جریر کہتے ہیں کہ شاید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تلبیث کا فتویٰ دیتے وقت تسبیح والی روایت بھول گئے ہوں گے یا انہوں نے یہ فتویٰ اس لئے دیا ہو کہ

سات بار دھوئے گا استحب سمجھتے ہوں نہ کہ واجب اور جب اشکال موجود ہے تو تین بار دھوئے گا فتویٰ دینے سے سبغ الی روایت کا حکم منسوخ نہیں ہو سکتا جیسا کہ خلیفہ کہتے ہیں تو حافظ ابن حجر کا یہ قول غیر صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ بلا وجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدگمانی ہے ہم نے بھی دلیل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کو بھولنے والے راوی نہ تھے اس لئے جب انہوں نے تین دفعہ دھوئے گا فتویٰ دیا تھا تو اس وقت "فلیس بلسبغ صحرا" کی روایت بھولی نہیں تھے لیکن اس کے باوجود اس کے خلاف یہ فتویٰ بھی خود سے رہے ہیں تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سبغ الی روایت کے منسوخ ہونے کا علم ہو چکا تھا اس لئے منکث کا فتویٰ دے رہے ہیں اور یہ صورت بالکل ایسی ہے جیسے امام شافعی نے حدیث اللہاء من الماء کے منسوخ ہونے پر استدلال کیا ہے چنانچہ علامہ حازمی نے الاختیار (۳۲) میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ بلاشبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث اللہاء من الماء منسوخ رضی اللہ عنہ سے تھی ہے اس کے خلاف نہیں جب ہی تو بدواً میں اس حدیث کی بناء پر انزال نہ ہونے کی صورت میں عدم وجوب غسل کے قائل تھے پھر بعد میں ان کا اس حدیث کو چھوڑ دینا اور اپنے قول سابق سے رجوع کر لینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کو قطعاً طور پر اس حدیث کے حکم کو منسوخ کر دینے والی روایت پہنچ چکی ہے جس کو انہوں نے منسوخ رضی اللہ عنہ سے بعد میں شائع اور امام بخاری نے بھی بعد اسی طرح فرمایا ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی اپنے قول سابق سے رجوع فرمایا ہے۔

تو جس طرح سے اس مسئلہ میں امام شافعی اور بخاری کے قول کے مطابق روایات نامحکم کے ثبوت کے بعد (یعنی دو روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہیں جن کو انہوں نے منسوخ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محض دخول سے غسل واجب ہوتا ہے انزال ہو یا نہ ہو) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث اللہاء من الماء پر عمل کرنا پھوڑ رہے اس طرح یہاں بھی یعنی سوا رکب کے مسئلہ میں جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سات مرتبہ دھوئے گا کی روایت سنی تو روایت بھی اسی کی فرمائی اور فتویٰ بھی اسی کا دیا پھر جب کچھ عرصہ بعد تین دفعہ دھوئے گا کی روایت سنی تو روایت بھی اسی کی فرمائی اور فتویٰ بھی اسی کے مطابق دیتے رہے جس سے صاف معلوم ہو کہ وہ منسوخ کی روایت کو منسوخ مانتے ہیں لہذا اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں یا تو ان کے نزدیک اس مسئلہ میں تفصیل ہے کہ وہ منکث کی روایت کو واجب پر اور سات مرتبہ دھوئے گا کی روایت کو استحباب پر محمول کرتے ہوں اس وجہ سے مطابق دونوں قسم کی روایات میں تطبیق ہو گئی۔ اور خلیفہ استحباب کے قائل ہیں چنانچہ تحریر الاصول لای امیر الحان کی شرح تقریر میں وہی نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ آپ سبغ صحرا یعنی سات دفعہ دھوئے گا مستحب فرماتے ہیں اور فقہائے حنفیہ نے اسی کو اختیار کر لیا ہے کہ تین بار دھوئے گا ضروری قرار دیتے ہیں جس طرح دوسری نجاتوں کے انزال کا حکم صاف اور طریقہ تعمیر ہے لیکن چونکہ شارع علیہ السلام نے سات مرتبہ دھوئے گا کے لئے بھی فرمایا ہے اس لئے احتیاط کی بناء پر سات بار تک دھو لینا مستحب ہوگا۔ (واللہ اعلم)

الامور باراقۃ حافی الانباء اذا ولغ فيه الکلب

جب کتب برتن میں مدخل دے تو اس کے اندر جو کچھ ہے اُسے ڈال دینے کا بیان

اعبرنا علی ابن حبیہ عن اعمش عن مسهر عن الاعمش عن اسی رزین زانی صالح عن اسی
عمر بن ابی حفصہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ثم لیغسلہ سبع
مراتہ اقول ابو عبد الرحمن لا أعلم احدا قانع علی مسهر عنی قوله فلیرقہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم کسی کے برتن میں مدخل
دے تو اس کے اندر جو کچھ ہے اس کو گرا دے پھر اس کو سات دفعہ دھو کر لے۔

تشریح اس روایت میں بچائے شرب کے دلغ کا لفظ وارد ہوا ہے دلغ و لو غ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کتے
کا پانی میں زبان ڈالنا اور طرفہ زبان سے پانی پینا اور اس میں غلیظہ کی زیادتی ہے جو انہی کی روایت میں نہیں ہے لیکن اس لفظ
کے مشتق کا معنی لا ملعہ اللہ بن خفر ہے ہیں کہ میں تو نہیں جانتا کہ غلیظہ کی روایت میں علی بن مسہر کی اور کسی نے متابعت
کی ہو، حافظ ابن عبد البر لکھی نے کہا کہ اس میں سے سوائے علی بن مسہر کے ابو سوادہ اور شعبہ جیسے حفاظ حدیث نے
اس لفظ کا ذکر نہیں کیا اور حمزہ کسائی نے کہا کہ یہ لفظ غیر محفوظ ہے بلکہ انی الفح بکر حافظ ابن حجر نے بھی اس میں فرمایا کہ اگر قطعی
نہ اسناد وہ حدیث باب کی نہیں کی ہے اور ابن خزیمہ نے بھی اس کو اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے اور حافظ نے تصحیح ابوہریری میں فرمایا کہ اس
باراقۃ یعنی پانی وغیرہ ڈال دینے کا نظم بطریق عطاء ابن ابی ہریرہ سے روایت کیا گیا ہے جس کی تحریف ابن عدی نے کی ہے
”لکن فی دفعہ نظر و الصحیح انہ موقوف“ اسی حریج حکم ہر لفظ کا ذکر مابین یہ بھی لا ملعہ اللہ بن خفر عن ابن مسہر کی کسی
بربرہ موقوف کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے اگر قطعی وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے بلکہ امام نسائی وغیرہ کا یہ کہہ کٹلی بن مسہر کی کسی
اور نے متابعت نہیں کی قابل تنہیم نہیں۔

سابقہ ترجمہ کے ذیل میں گھر چکا ہے کہ مالکیہ کا کلب کو پاک کہتے ہیں ان کے نزدیک برتن کا دھونا نجاست کی وجہ
سے نہیں بلکہ امر تبعہ کی بنا پر ہے ہاں لاکھ نسائی کی روایت میں ”فلیرقہ ثم لیغسلہ سبع مراتہ“ اور بعض دیگر القائلین
مسلم کی روایت میں موجود ہیں کہ شارع علیہ السلام کا حکم ہے کہ پانی پہاڑی اور برتن کو سات بار دھو لیں خود کرنے کی بات ہے
کہ اگر پانی پاک اور اس کا استعمال درست ہوتا تو ہرگز گرا دینے کا حکم نہیں دیا جاتا کیوں کہ شریعت نے اضافت مال سے منع
فرمایا ہے تو پانی وغیرہ گرا دینے کا اور برتن کو تھنہ سات مرتبہ دھونے کا پھر بعض روایات میں نئی سے مانگنے کا حکم واضح طور پر
نقل دیا ہے کہ برتن کے دھونے کا حکم نہ کلب کی نجاست کی وجہ سے دیا گیا ہے اور نسائی اور صحیح مسلم کی روایت مذکورہ سے
حضرات دیگر و شارح کی تائید اولیٰ ہے کہ کتے کا جھونا پاک ہے اور شریعت نے برتن کے دھونے کا حکم ناپاکی کی وجہ سے دیا
ہے نیز صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”طہور اناء

احدکم اذا وقع فيه الکلب ان يغسله سبع مرات بالغ " اس روایت سے بھی سنگ : اناک اور شوافع کی تائید ہوتی ہے کہ برتن کے دھونے کا حکم نجاست کی وجہ سے ہے کیوں کہ اس روایت میں طہور : انا واحد کم کی تصریح ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کچے کا جھوٹا پاک ہے اور نہ پھر طہور کے کیا معنی اور اگر سوا رکب پاک ہوتا تو طہور لے کر لفظ استسنا سے طرفہ سے نہ دوسری روایت میں برتن کے اندر جو کچھ ہے اس کے گراوے کا حکم فرماتے مالک کی طرف سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ "طہور : انا واحدکم الح " کی روایت میں جو لفظ طہور استعمال ہوا ہے اور قابلہ نجاست نہیں بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ لفظ نجاست جہاں تک متعلق ہے لیکن لفظ طہور نجاست کو متعلق نہیں لہذا طہور : انا واحدکم کی روایت سے سورکب کی نجاست پر استدلال درست نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ : اب لفظ طہور حقیقت لغویہ اور غیرہ کے درمیان دائرہوں کو حقیقت شریعہ پر محمول ہوتے ہیں البتہ اگر کوئی دلیل موجود ہو تو اس کے خلاف بھی ہوتا ہے لیکن یہاں لفظ طہور کا استعمال یہ تو بذ نجاست ہوا ہے کیوں کہ امرہ لعل بظاہر دلیل نجاست ہے اور دھونے کا حکم تہیہ ہی دیا جاتا ہے جب ایک چیز واقع میں پاک ہو جائے پھر طہور کی روایت ہی طرح اس میں جو کچھ ہے اس کا مدیہ بھی اس کی تہیہ ہے کہ طہور : انا واحدکم سے لفظ طہور حقیقت غریبہ پر محمول ہے اور جو سب کے بالقائم واقع ہوا ہے کیوں کہ شارع علیہ السلام نے تہیہ کا لفظ و شرفہ : انا واحدکم نیز و ردیہ کا حکم دیا ہے وہ کیا چیز ہے اس کی نہیں تصریح نہیں ہے لہذا اس سے عام چیز مراد ہوگی کہ پانی وہ بھی یا تیل یا ہر بہت سی مٹی اشیاء ہوتی ہیں ان کے گراوے کا حکم نجاست مال ہے جس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا جو جب کچے کا جھوٹا دھیر ہے تو پھر گراوے کا حکم کیوں دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ گراوے کا حکم نجاست کی بناء پر ہے نیز بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ : ان العسل من ونسوخ الکلب دھرجس " کہ بولنا کلب سے برتن کے دھونے کا حکم اس بناء پر ہے کہ اس کا نجاست پاک ہے اور وہ برتن کے ساتھ چھتا ہوا ہوتا ہے اس کو محمد بن نصر مرزئی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے متعلق حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اہل کتب صحابی سے اس کے خلاف منقول نہیں ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ کچے کا جھوٹا پاک ہے اور یہ روایات اس بات کی توثیق ہیں کہ حدیث مذکور میں لفظ طہور بر قابلہ نجاست وارد ہوا ہے اور مغزرات حدیث اور شوافع دونوں اس بات پر متفق ہیں۔

باب تعظیر الاناء الذی ولغ فیہ الکلب بالتراب

جس برتن میں کتا نے منہ ڈالا ہے اس کو مٹی سے مل کر دھونے کا بیان

اخبرنا محمد بن عبد الاعلی الصنعانی قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن ابی الیاس قال سمعت مطرفا عن عبد الله بن الصنعانی رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم امر بغسل الکلاب ورجس فی کلب العید والغنم وقال اذا ولغ الکلب فی الاناء فغسلوه سبع مرات وغفروه الثلثة بالتراب۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہر قسم کے کتوں کو مارا، لے کر حکم دیا پھر چھڑا دی

کہتے اور کہہ کر یوں ہی حفاظت کے لیے پالنے کی اجازت دیدی اور فرمایا کہ جب کشمیر میں ہر منہ اٹھالے تو اس کو سات دھندوں اور آٹھوں دفعہ اس کو ٹکلی سے ملو۔

عس اجسی الفتیاح . چھریٹھ جوب کے راویوں میں سے ہیں ان کا اصل نام پڑے بن عبد البصری ہے اور محتاج سے
کے راویوں میں سے ہیں محدثین نے اس کی توثیق و تصدیق ہے چنانچہ ابوسعید نے فرمایا کہ وہ مستند اور ثقہ ہیں اور ابن
معین و ابوزر عہ اور ساجی نے کہا کہ ثقہ ہیں اور ابن شہر ابہر ابن حبان وغیرہ نے بھی ان کی توثیق کی ہے، ان کا انتقال ۱۸۷ھ
میں ہوا۔

مطرحہ: آپ ابو القیاس کے استاد ہیں ان کے والد کا نام عبداللہ بن الفضل ہے شیخ کے زہر اور خفا کے تشہیر سے
 ساتھ سے صحاح متر کے دوا میں میں سے ہیں درائن جہاں اور ابن سعد وغیرہ سب نے ان کی توثیق کی ہے معروضہ المصنفین کی
 میں قاضی مبارک نے دو، جس بیرونی سے اور عبادہ زہاوی بھی بھردار سے تھے اور شیخ ان کے بہت سے منازق ہیں جن کا ذکر ابن سعد
 وغیرہ نے کیا ہے، ان کی وفات ۹۲ھ میں ہوئی۔

عن عبد الله بن مغفل رضی اللہ عنہ: آپ صحابی اور مدنی ہیں اور اصحاب شجرہ میں سے تھے مدینہ میں سکونت اختیار کی۔ شجرہ وہاں سے تھقل ہو کر نعرہ چلے گئے اور وہاں مسجد جامع کے قریب اپنا مکان عیالاً آپ سے تابعین کی ایک جماعت نے آباد کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ان سے سب سے زیادہ حسن نسبی ہے روایت کی ہے سن اربعہ تھے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ان کو انکشاف میں سے ایک تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے پاس طہرین کی نصیم دینے کے لئے بھیجا تھا اور حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ اس جماعت کے قائد تھے، امت ثریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ بنی اعدیہ کا کہنا کہ ان کے لقب سے موسوف ہوئے انہوں نے نمازینا زہد چھانے کی وجہ سے حضرت ابوذر دلمسی رضی اللہ عنہ کو بھی اس لئے انہوں نے پڑھائی نعرہ

نس ۱۹۲۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔

[illegible]

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے عرب کو باوجود کہتے ہیں لیکن طبعہ نہیں ملے مسئلہ سے پہلے میں دیکھوں گے اب سوال یہ

— **فیزم پشاور** —

رین کی تعمیم کے لئے مجید تھا اور وہ اس میں شہرہ میں سے تھے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے "فہمکان الاخذ برواہبہ" اصولاً "لہذا انہی کی روایت زیادہ اولیٰ ترجیح ہے اور مقتضی احتیاط یہی ہے کہ کسی کی روایت پر قائل کیا جائے اور حافظ ابن حجر نے بھی دیکھی ہے اس جواب کو رد کر دیا ہے کہ وہ کہہ کر ترجیح کے قول کرنے کی کیا طرہ دے ہے جبکہ یہاں جمع کی صورت ممکن ہے کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر عمل مستلزم ہے بعد حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر عمل کر کے نہ تو ممکن اس لئے کہ ہر شخص کی صورت میں نہیں اور "والمزید من الثقة مقولہ" کے مترادف کے مطابق "وعصروا الناصۃ بالثواب" صحیح ہے اور اگر اس باب میں ہم ترجیح کے طریق پر چلے تو ہم باطل تہذیب کے قائل نہ ہوتے کیوں کہ امام مالک کی روایت بدول تہذیب کے اور ہوئی ہے جو اس لوگوں کی روایت سے زیادہ درج ہے جنہوں نے تہذیب و ادب کی تہ ہے حالانکہ ہم اس مسئلہ میں زیادہ اکتفا قبول کرتے ہوئے تہذیب کے قائل ہوتے۔

امام نووی وغیرہ نے جمع بین الحدیثین کا ایک اور مسئلہ ذکر کیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ "اعملوا بعبادۃ مبعوث مع الہدایۃ" یعنی برتن کو سات اور دوسری میں سے ایک ہارنی کے ساتھ جمع پانی کے دوسری قسمی سے بانجھنا مسئلہ واحد کے قائم مقام ہو جائے اور جب سنی سے غنا ایک بار دہونے کے کہ تم مقام ہوا تو گویا آٹھویں بار دھونا ہو تو اب سنی اور عثمان کی دونوں روایتیں صحیح ہو گئیں ہم اس تاویل کا جواب آگے دیں گے بظاہر خود حافظ ابن حجر بھی اس تاویل سے خوش معلوم نہیں ہوتے وہ کہتے ہیں کہ ابن اقیلیع نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا کہ ارشاد ہرگز "وعصروا الناصۃ بالثواب" سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں بار دہونی سے لے کر دھونا مستقل طور سے ہونا چاہئے جو غصات سب سے علیحدہ ہے پھر ابن اقیلیع نے اپنی طرف سے ایک تاویل کی ہے کہ اگر تعظیر یعنی سنی سے بانجھنا غصات سب سے علیحدہ شروخ میں واقع ہوتا اس صورت میں آٹھ مرتبہ دھونا مقتضی ہوگا اور مسئلہ کا اطلاق تہذیب پر لغویہم کے ہوگا۔

شرح ابوداؤد حضرت مولانا غلامی نے اس کا جواب دیا ہے کہ امام نووی اور ابن اقیلیع کی تاویل ضعیف اور یہ معقول ہے جس کو منصور اکرم رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر قول و لیسہ رد کر رہا ہے کہ اس کی مراد یہ ہے کہ "وفی العسلۃ الناصۃ" عصروہ بالثواب "یعنی آٹھویں بار دہونی کے غسل میں برتن تو سنی سے مانجھ لیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بدول پانی کے دھونا ممکن ہی نہیں اس لئے آٹھویں بار کا غسل پانی کے ساتھ ہوا اور اسی کے ساتھ تعظیر کا ہونا ضروری ہے۔ یہ تو ہوا امام نووی کی تاویل کا جواب اب وہ مالکین و فقہ العید کی تاویل کا جواب تو ہیں انہوں نے دونوں پر گرفت کی پھر خود بھی اپنی طرف سے ایک تاویل کی ہے جو جیسے کی عبارت مذکورہ میں گمراہ کن ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تاویل مذکور حدیث کے مقتضی کے خلاف ہے مقتضی لفظ حدیث قریہ ہے کہ تہذیب مسئلہ واحد کے ساتھ ہو جو غصات سب سے علیحدہ ہے لہذا اس قسم کی تاویلات حدیث کے مرتفع خلاف ہیں۔

امام طحاوی کا ارشاد

امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں سات مرتبہ کے بعد آٹھویں دفعہ مٹی سے ملنے

کا حکم ہے اور اس کو کسی نے بھی واجب نہیں کہا، لہذا حدیث کے صحیح ہونے پر حسبِ کا اتفاق ہے تو امام بخاری نے اس حدیث سے قصہ کو اتمام و پایہ ہے کہ اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سب کو ان روایت سے مات و قدر دھونا واجب ہو سکتا ہے تو ان حدیث سے آئندہ دفعہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ اس سے لڑائی ہے کیوں کہ اس میں زیادہ تر ہے والزیہ قادی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زائد ناقص سے لڑائی ہوتا ہے تو بولوں (شراخ) حنفیہ کو سات بار والی حدیث کے چھوڑنے کا اتمام ہوتا ہے جہاں ان پر بھاری طرف سے یہ اتمام ہے کہ وہ آئندہ دفعہ والی حدیث کو ترک کر سکتے ہیں، حافظ ابن حجر نے اس اتمام کو جواب ابنِ اقیلیس ائید کے فقر کے حوالے سے یہ دیا ہے کہ مبالغہ پر ان مغلط رحمہم اللہ کی طرہ پر حدیث کے قائل نہ ہونے سے بالکل ترک عمل و لحدیث کا اتمام نہیں ہو سکتا کیوں کہ شافعیہ کی طرف سے اس حدیث پر عمل نہ کرنے کا جرحہر بیان کیا گیا ہے اگر دوسرے سے تو یہ اس اثر سے ہے کہ یہ اس حدیث کے چھوڑنے میں دونوں فریق یعنی ہم اور تم برابر کے ملزم ہیں۔ (فتح الباری ۱/۲۵۲)

اس کا جواب علامہ مظہر امروٹائی نے استدراک اکبر (۱/۹۵) میں یہ دیا ہے کہ مغلط نے قصداً ترک عمل و لحدیث نہیں کیا بلکہ حنفیہ نے تصحیح اور تمہید کے حکم کو احتیاج پر محمول کیا ہے اور حدیث کے حکم کو وجوب پر اور کہتے ہیں کہ اس اختلاف روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سات دفعہ کی حدیث سے اس حدیث کو واجب کرنا مقصود نہیں اور نہ حدیث میں اختلاف نہ ہوا، بلکہ مقصود یہ ہے کہ مبالغہ کے ساتھ خوب اچھی طرح پاک کر لیا کرے جس سے نجاست نازل ہو جائے اس مبالغہ کو آپ نے بھی سات مرتبہ سے تعبیر کیا بھی آئندہ دفعہ سے جس پر روایات تو نہ اب اور مبالغہ پر محمول ہیں اور تین دفعہ والی روایت وجوب پر محمول ہے کیوں کہ اس سے کم حد تک روایت میں نہیں آیا تو وہ متفقین پر ایمانی ہے و کتاب ہے لہذا اس کو وجوب پر محمول نہیں کر سکتے۔ اور علامہ بخاری نے بھی حافظ ابن حجر کے اس اتمام نہ ذکر کر دیا ہے اور کہا کہ اس مغلط رحمہم اللہ کی حدیث میں جو زائد عبارت واقع ہوئی ہے وہ ایک دفعہ خصوصاً فقہ حنفی کی زیادتی ہے لہذا ہاشمہ میں ہے اور اس کے چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہے تو دونوں حدیث واقع میں شش ایک حدیث ہے کہ جہاں اب بعض حدیث پر عمل کرنا اور بعض کو چھوڑنا دوسرے نہیں ہے اور شافعیہ نے ترک عمل و لحدیث کا وجہر بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے لہذا ترک حدیث کا اتمام ایسا ہے کہ حنفیہ پر کیوں کہ حنفیہ نے حدیث شریعہ منسوخ ہے بخاری والقب ہیں اس سے انہوں نے منکحہ والی حدیث صرف اور موقوف کیا بنا، یا تصحیح اور تخمین والی روایت پر عمل بطور وجوب کے چھوڑ دیا ہے بعض شریعت میں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مغلط رحمہم اللہ کی حدیث بتکار ہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ دفعہ دھونے کا حکم اس وقت دیا تھا جبکہ کتوں کے بارے میں تشدید کا معاملہ کیا گیا تھا حتیٰ کہ تمام کتوں کے مارنے کا حکم تھا لہذا اس کے لحاظ سے آئندہ دفعہ دھونے کا حکم بالکل منسوخ دوسراں تھا، سی سے بعض اختلاف نے تصحیح کے منسوخ ہونے پر استدلال کیا ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ سات بار دھونے کا حکم ابتداً اسلام پر محمول ہے اور شافعیین ہدایہ میں سے اٹھائی اور بخاری وغیرہ نے اس کی ایک توجیہ کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتوں کے بارے میں تشدید کا حکم فرماتے تھے جبکہ ان کی تعداد زیادہ ہو گئی اور ان کا ضرر زیادہ ہو گیا حتیٰ کہ لوگوں کو ان کے پالنے اور اختلاط سے منع فرمایا پھر کچھ عرصہ کے بعد اس تشدید کو ترک فرمایا اور فرمایا "مسی ولعلک لا یمنی" یعنی ہمیں کتوں سے کیا دشمنی، کہ ان کے استیصال کی فکر ہمیں دو بھی ایک

است ہے امتوں میں سے حتی کہ اس کی بعض نواح کے کام میں لانے تک کی اجازت دیدی گئی جیسے شکار کے لئے شکاری کتے کی حفاظت کے لئے حفاظتی کتے لی اب اس کی اجازت سے احتمال تھا کہ کہیں محبت کتوں کی لوٹ کر نہ آئے تو یہ حقیقت ظاہر کر کے اس کے اثناء اجماع سے روک دیا گیا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا ہوتا ہے۔

یہ پہلی سات باروح نے کا حکم اس وقت کے لئے سنا اس دن مناسب تھا جب کہ ابتدا اسلام میں کتے کے بارے میں سخت برہانہ کئے کا حکم دیا گیا تو پھر جب تک یہ کام عامہ منسوب ہو گیا تو سات مرتبہ روح نے کا حکم بھی منسوب ہو گیا۔

باب سفر الہرة

پلی کے جھونے کا کیا حکم ہے اس کے بیان میں

اخبرنا فضیلة عن مالک عن اسحق بن عبد الله بن ابي طلحة عن حميدة بنت عبيد بن رفاعه عن كريمة بنت كعب بن مالك ان النخاعة دخل عليها ثم ذكرت كلمة معناها فسكت له وضوءاً فجاءت هرة فشربت منه لاصفي لها الاناء حتى شربت فالت كريمة فرائي انظر اليه فقال انصحبين يا ابنة اخی فقلت نعم قال ان و مررت ان الله صلى الله عليه وسلم قال ايها ليست سجس انما هي من الطوائف عليكم والظوائف.

کرمہ بنت کعبہ بن مالک سے روایت ہے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اس کے سر پر سے پاس آئے پس میں نے ان کے واسطے وضو کا پانی برتن میں ڈالا تو آیا لی گئی اور اس سے پانی پینے لگی ابو قتادہ نے برتن اس کی طرف جھکا دیا یہاں تک کہ اس نے پانی پی لیا کرمہ کہتی ہے کہ ابو قتادہ نے مجھ کو گھبراہٹ میں ان کی طرف دیکھ رہی ہوں پس انہوں نے کہا کہ اے مجھنی کیا تم تعجب کرتی ہو میں نے کہا ہاں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ہمارے سر پر اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پلی پلید نہیں ہے وہ تم پر طواف کرنے والوں اور طواف کرنے والوں میں سے ہیں۔

تشریح یہ کرمہ کی روایت ہے یہ حمیدہ بنت عید کی خالہ ہیں اور ابو قتادہ کے بیٹے عبداللہ کے نکاح میں تھیں ان میں نے ان کو سمایا یہ میں سے تم کر لیا ہے وہ اپنے سر کے ابو قتادہ وضو و بیان کر رہی ہیں کہ میں وضو کے لئے برتن میں پانی ڈال کر لائی تو اس سے پلی نے پینا شروع کر دیا اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے برتن بھلا دیا تاکہ اس کے لئے پانی کا پینا آسان ہو اور کرمہ نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہا اس فعل سے مجھے تعجب ہوا تو انہوں نے میری طرف دیکھ کر کہا "انصحبیں یا ابنة اخی" اے میری مجھنی (یہ کہ عجب کے خمارے میں بطور شفقت استعمال ہوتا ہے اور یہاں بھی مراد ہے کہ اس کے ادب کے اعتبار سے مجھنی تھیں) کیا تم تعجب کرتی ہو میں نے کہا ہاں کیوں کہ آپ ہی پانی سے وضو کر رہے ہو پلی کا مجھ سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ایہا لیست سجس انما ہی من الطوائف علیکم و الطوائف" یہ قرآن کریم سے اقتباس ہے۔ بارش و قرآن ہے جو طوائفوں علیکم بمعصکم عنی بعض کچھ بعض روایت میں اس کے ساتھ لفظ اولکم افادت

ابن الترمذی نے ان کے دعویٰ کو رد کر دیا ہے اور کہا کہ چونکہ امام ترمذی نے اس کو بواسطہ مسند سلیمان بن ایوب معروفہ روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اس لئے یقینی ہے کہ اس دعویٰ کا کوئی وزن نہیں رہا اور خود یحییٰ نے بھی اس حدیث کو بواسطہ عبد الوارث بن ایوب اور بواسطہ ابی عاصم بن قریہ اور بطریق ابن جوف روایت کیا ہے تو ایوب اور قریہ و ابن جوف یہ سب حضرات بھی حفاظ کا ایک جماعت ہیں جنہوں نے اس زائد جملہ کو بطریق معروفہ ابن میرین سے اور انہوں نے مسند ابی یزید و یحییٰ سے روایت کیا ہے اور شدہ روای کی زیادتی مقبول ہے لہذا ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ زیادہ درج میں الزامی ہے کیوں کہ روایت کبھی چست اور پوری حفاظ کی حالت میں ہوتا ہے تو حدیث معروفہ بیان کرتا ہے اور کبھی اس کے مطابق کوئی روایت ہے تو بطریق موقوف بھی روایت نہ ہوتا ہے جبکہ ارفع کرنے والوں پر غلطی کا الزام لگانے سے یہی توجہ بہتر ہے۔

بظاہر یہ حدیث مذکورہ ملی کے پیش خوردہ کے نفس ہونے پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ اگر اس کا مجموعہ پاک نہ ہوتا تو پھر غلط کی کیا ضرورت اور حدیث میں برتن کے دھونے کا حکم کیوں دیا گیا۔

حنیفہ کی دوسری دلیل اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے مابین حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "لانو حذروا من مسود الحسان ولا الکلب ولا السنور" رواہ الطحاوی "اس کے درجالتہ ہیں اور یہ اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما ملی کے مجموعے کی جماعت پر دلالت کرتا ہے درنا اس کے ہونے سے بصرہ کرنے سے کیوں منع فرمایا۔

تیسری دلیل منیفہ کی ارشاد نبوی ﷺ ہے "السنور سبع" یعنی بلی دندہ ہے اور دندوں کا مجموعہ نفس ہے لہذا بلی کا مجموعہ بھی ناپاک ہونا چاہئے اس حدیث کو حاکم نے مسند ابی یزید و یحییٰ سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور اس کو دار قطنی اور بیہقی نے بھی ایک دالہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند میں یحییٰ بن مسیب ہے حاکم نے اس کے بارے میں صدوق کا لفظ کہہ کر اس کی توثیق کی ہے دار قطنی نے بھی اس کو صاف اللہ رب العالمین کہا ہے یحییٰ دافن حدیث میں مستند اور قابلیت رکھنے والے تھے اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ روایت ملی کے پیش خوردہ کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہیں پھر تو اس کو نفس قرار دینا چاہئے حالانکہ حنفیہ اس نوع الکراہت ظاہر کہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ ملی سوا کن بیوت سے ہے اس سے تحریر شکل ہے اگر اس کے مجموعے کو نفس قرار دیا جائے تو گھر والوں کے لئے سخت تکلیف ہے کہ گھر میں سب چیزوں کا رہنا اور گھر میں ملی کا کھڑے سے چڑھا جھڑکا، پھل تک کھانے پینے کی چیزیں وہاں سے بچائیں تو جس طرح گھر میں آنے کے لئے اجازت طلب کرنا ضروری قرار دیا پھر اس سے قرآن پاک میں بطلت طواف غلاموں اور ناپاک بچوں کو سستی قرار دیا اور دست دی گئی اسی طرح یہاں بھی کثرت سے آمد و رفت رکھنے کی علت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اصل میں نجاست ہے لیکن وہ صرف ضرورت کی وجہ سے معاف کر دی گئی ہے اب کراہت باقی رہی جیسا کہ چاروں غیرہ سوا کن بیوت میں تو سبع کی گئی کہ ان کا مجموعہ اس واسطے کہ وہ ہے کہ گوشت ان کا حرام ہے تو نجاست بسبب پھر ہے۔ بنے مکہ بانی رہی کیوں کہ اس سے حرج لازم آتا ہے اور کراہت باقی رہی اس لئے کہ بوجہ ضرورت کے ستودہ نجاست سے ستودہ کراہت لازم نہیں آتا اور نہ ہی اس سے کراہت کی نفی ثابت ہو سکتی ہے نیز ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے نیکیت جاتے ہوئے نفس کو اپنا ہتھیار دھونے سے پہلے پانی میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے

اور نہیں ہوا اس سے گمراہی اور فحش کے لحاظ اور پین کی طہارت ثابت ہوتی ہے اور حدیث باب سے یہی ثابت ہوئی ہے اس لئے ان کے پس خوردہ سے وضو صحیح ہونے میں شک پیدا ہو گیا تو فی اس پر ہے کہ ان کا حلیہ اور پسینہ پاک ہے اور جس پانی میں یہ منہ زوال دیں وہ پانی بھی پاک ہے لیکن معبر ہونے میں شبہ ہے اور مشکوک ہونے کی حالت میں اس سے وضو نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ اس سے جو طہارت حاصل کی جائے گی وہ بھی معتبر و مشکوک رہے گی اور جس کو گندہ ہے اور فحش کے پس خوردہ کے علاوہ اور کوئی پانی نہ ملے تو وہ اس سے وضو بھی کرے اور ختم بھی کر لے۔

(ملخصاً من اسئلواک الحسن لعلامة فقہر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

اب رہے سوال کہ بعض روایات تو صراحتاً گندہ سے وضو کرنا درست کرتی ہیں اس کا کیا جواب دو گے چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث میں ہے "قال قبل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقمہ ماء بما افضلتم الحمر قال نعم وما افضلتم السباع" یعنی حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا ہم گندہ سے وضو کر سکتے ہیں پانی سے وضو کر سکتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اس پانی سے بھی جائز ہے جس سے درندوں نے پی کر بیتہ پانی چھوڑا ہے اس حدیث کو درافقین وغیرہ نے بواسطہ داؤد بن حصین من ایہ جن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے بواسطہ عطاء بن یسار معمر بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر تیرا بیوی اور خصوص کے بارے میں جو گندہ دینے کے درمیان واقع ہیں اور ان سے درندے کئے اور گندہ سے پانی پی جاتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "کھسا ما حملت فی بطنہا ولنا ما غبر طہور" اور گندہ وغیرہ جو پانی اپنے پین میں اٹھا کر لے گئے ہیں وہ تو ان کا ہے اور بیتہ پانی جو چھوڑ گئے ہیں وہ ہمارے لئے طہور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لوں تو ان روایات مذکورہ کی محنت میں کام ہے کیوں کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی اسناد میں داؤد بن حصین ہے اور حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کی اسناد میں عبد الرحمن بن زید ہے حدیثین کے نزدیک دونوں مشکوک ہیں اسی لئے حافظ ابن حجر نے بھی الدرایہ میں دونوں حدیثوں کے ضعیف ہونے کا اعتراف کیا ہے اور اگر مان لیا جائے کہ حدیث کو پہنچی ہیں تو ان سے مراد جو وضو کا پانی ہے ان میں پانی بہت ہوتا تھا اور نہ اگر پانی اور درندہ سے علی الحسوس مراد ہوں تو پھر لازم آتا ہے کہ گندہ کا جھوٹا بھی پاک ہو حالانکہ کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس کا جھوٹا نہیں ہے صاحب غنائیات کا یہ جواب دیتے ہیں "فتاویٰ لہ ان العرادیہ الحمر الو حشہ و سباع الطہر او العرادیہ انعام الکثیر" یعنی حدیث مذکور میں حمار اور سباع سے مراد حمار وحشی اور سباع طیر ہے نہ وحشی حلال ہے لہذا اس کا جھوٹا بھی پاک ہے یا تو اس سے ماہ کثیر مراد ہے تو اگر گندہ وغیرہ ماہ کثیر سے پانی پی لیں تو وہ ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

باب سور الحائض

فیض والی عورت کے سور کا بیان

اخبونا عمرو بن علی قال حدثنا عبد الرحمن بن سفيان عن المقدم بن شريح عن ابيه عن

عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کنت اشعرق العرق لیضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ حیث وضعت وانا حافض وکنت اشرب من الاناء لیضع لہ حیث وضعت وانا حافض۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں ہڈی چرتی تھی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا منہ اسی جگہ رکھ کر پوتے جہاں پر میں اپنا منہ رکھتی حالانکہ میں عائشہ ہوتی تھی اور میں برتن سے پانی پیتی تھی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا منہ اسی جگہ رکھ کر پانی پیتے جہاں میں رکھتی حالانکہ میں عائشہ ہوتی تھی۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فیصلہ والی عورت کے اعضا یعنی منہ، بائٹھ وغیرہ اور اس کا جوہر پاک نہیں ہوتا ہے پاک ہے عائشہ کے بارے میں یہود کا طریقہ نہایت تشدد کا تھا مصلح امت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عمل سے ہدایت فرمادی کہ تم یہود کی مخالفت کرو یہود والا طریقہ اختیار کرنا تمہارے لئے درست نہیں ہے غرض حدیث باب سے عائشہ کے جس خوردہ کی طہارت اور اس کے ساتھ انہما پیشہ اور اس کے ساتھ کھانا پینا سب کی اجازت معلوم ہوتی ہے سوائے جہار کے۔

باب وضوء الرجال والنساء جميعا

مردوں اور عورتوں کے اکٹھے وضوء کرنے کا بیان

احبونا ہارون بن عبد اللہ قال حدثنا معن قال حدثنا مالک ح والعمارت بن مسکین قراءة عليه وانا اسمع عن ابن القاسم قال حدثني مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال كان الرجل والنساء يتوضؤون في زمان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم جميعا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مرد اور عورت ایک ساتھ بیٹھ کر وضوء کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کی دلالت باب پر ظاہر ہے کہ سب زمانہ رسالت میں مرد اور عورت ایک ہی برتن سے ایک ساتھ وضوء کرتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر کوئی انکار نہ فرماتا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس طریقے سے اسلامی طور پر وضوء کرنے کی یہ صورت بلاشبہ درست ہے کیوں کہ اگر اس میں شرعاً کوئی کراہت ہوتی تو عہد رسالت میں ہرگز اس کی اجازت نہ دی جاتی شارع صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے معلوم ہوا کہ اس طریقے سے وضوء کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے یہی مسلک تمام الامم کا ہے اس کے برعکس اور دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ مرد کے وضوء کے بچے ہوئے پانی سے عورت وضوء کر سکتی ہے یا نہیں؟ ائمہ لوہی نے لکھا ہے کہ چنگ کر سکتی ہے اور یہ صورت بھی بالاعتقاد درست ہے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کا کیا حکم ہے مرد اس کو استعمال کر سکتا ہے یا نہیں، ائمہ لوہی کہتے ہیں کہ ہمارے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ پانی مرد کے لئے استعمال کرنا جائز ہے خواہ عورت نے مرد کی غیر موجودگی میں تنہائی میں پانی استعمال کیا ہو یا اس کے

ساتنے استعمال کیا ہو البتہ اس دوسری صورت میں امام احمد بن حنبلؒ اور ابو داؤد وغیرہ یہود کے خلاف ہیں یہ معفرت کہتے ہیں کہ اگر عورت نے مرد کی غیر موجودگی میں پانی استعمال کیا ہو تو پانی پیا ہو یا پانی مرد کے حق میں ناقابل استعمال ہے ان کا استدلال حضرت حکیم بن عمر وغیرہ کی حدیث سے ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے وضو نہ کیا اور غفرانہ العرقہ" اس کو امام احمد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے البتہ ان کے بعد اور نسائی کی روایت میں بجائے لفظ طہور کے وضو اور ماء آیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے لئے عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی کا استعمال منسوخ ہے اس پانی سے وضو نہیں کر سکتا۔

علماء نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں ابن العربیؒ نے کہا کہ بابت والی احادیث سے نئی رائے حدیث منسوخ ہو چکی ہے نیز حدیث نبی کا قطع عام صورت سے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مرد کو دھو کر عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی کے استعمال سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ اگر اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے تو ممکن ہے درمیان وضو اس عورت کا خیال پیدا ہو اور وہ اخیر عورت یا نامحرمی ہو پھر اس کا دل اس میں مشغول رہا ہو تو اس سے لغو پانی درسا اس پیدا ہوا ہے اس لئے وضو اور غسل کے اندر اس کے استعمال سے منع کیا گیا ہے۔ علامہ قطابی نے حدیث نبیؐ کو اعضا وضو سے نشینے والے پانی پر موقوف کیا ہے جس کو استعمال کیا جائے اور احادیث جواز کا قطع بقیہ اس پانی سے ہے جو ریش میں پیا ہوا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے حدیث نبیؐ کو نمی تنزیہی پر موقوف کیا ہے اور علامہ طہیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا کہ نمی تحریم کے لئے نہیں بلکہ نمی تنزیہی ہے اور علامہ شوکانیؒ نے بھی اس کو اس پسند کیا ہے اس جواب سے تمام روایات میں تطبیق ہو گئی کیوں کہ اگر بابت تنزیہی جواز کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔

علامہ حنفیؒ نے شرح المہکم میں حضرت شاہ صاحبؒ کا قول نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت حکیم بن عمر وغیرہ کی احادیث نبیؐ کو آداب معاشرت کی تعلیم کے باب سے ہیں کہ مرد عورت کے لئے جھوٹا چھوڑ دے اور نہ عورت مرد کے لئے جھوٹا چھوڑے بلکہ دونوں ایک ساتھ چلو پھر کر استعمال کریں تاکہ مرد اور عورت کے درمیان نشاۃ اور محبت واقعہ پیدا ہو اور بگاڑ نہ پڑے۔

حدیث باب میں ترمذی کا لفظ وارد ہوا ہے یعنی مرد اور عورت اجتماعی طور پر وضو کر کے چلے اگر عورتوں میں تعظیم کی جائے کہ کام لہوں یہ غیر محاسب عورتیں مردوں کے ساتھ ایک ہی وقت میں وضو کر لیتی تھیں تو نزول جناب سے پہلے کی بات ہوگی اور اگر علم جناب کے بعد کی بات ہے تو پھر روایت میں جو نسخہ کا لفظ وارد ہوا ہے وہ صحیح اور عارم کے ساتھ غلط رہے گا۔

(ایضاح البخاری)

باب فضل الجنب

جنبی کے بقیہ پانی کا کیا حکم ہے اس کا بیان

اخبرنا قتیبہ بن معبد قال حدثنا الثابت عن ابن شہاب عن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ انہما اصبرتا لہما

كَانَتْ تَقُولُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ عَمِّي إِذْ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں نے عمرو بن لہویہ کو جس اور رسول اکرم ﷺ اور اہل بیت سے ملنے کا ارادہ کیا تھا۔

[illegible]

(أبصار: البصائر)

باب القدر الذي يكتفى به الرجل من الماء للوضوء

یانی کہ اس مقدار کا بیان جو ایک شخص کے وضو کے لئے کافی ہے

احبرنا عمرو بن علي قال حدثنا يحيى حنفيا شعبة قال حدثني عبد الله بن عبد الله بن جابر قال سمعت من بن مالك رضي الله عنه يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوصيكم بوصايا فكلوا مما رزقكم ولا تبطلوا بطعامكم ولا بفسادكم ولا بموتكم ولا بغير ذلك من وصاياه

عبداللہ بن عبدالمطلب نے خبر کہتے ہیں کہ میرے پاس بنی مالک کے ایک شخص کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک یہودی سے وضو فرماتے اور بائچہ یہودی سے غسل فرماتے تھے۔

احمرنا محمد بن بشر قال حدثنا محمد لم يذكر كلمة فعنها قال حدثنا شعبة عن حبيب قال سمعت عباد بن نعم بن حمزة عن جندب وهو ام عمارة بنت كعب ان امي صلى الله عليه وسلم فوضاء فاني بساء هي الماء قد وثلي العدة قال شعبة فحفظ انه غسل ذراعيه وجس يديكهما ومسح اذنيه باطفيهما ولا حفظ به مسح ظاهرهما

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ اے عمارہ! تو اپنے رب کے سامنے اپنی ساری برائیوں کو بڑھاتا ہوں۔

تشریح باب کی پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ ایک سوک سے وضو اور پانچ کلمہ سے غسل فرماتے تھے۔ لفظ کلمہ کلمہ کے برابر اول کاف کے پیش اور تشدید کے ساتھ ہے اس کی جمع مکاتیب دو کلمہ کی آتی ہے ایک معروف بیان ہے جو ذرا بعد صحن کے برابر ہوتا ہے، امام نووی اور بیہقی نے کہا کہ یہاں سوک سے مراد ہے کسا مرنج نہایت میں بھی کہ کلمہ سے مراد ہے، امام قرطبی نے بھی یہی فرمایا ہے کہ بدھیں دوسری روایت کے صحیح ہو گئے کہ یہاں سوک سے مراد ہے اور وہ ایک بیان ہوتا ہے جو دراصل کے برابر ہوتا ہے، مثنوی میں اس کے خلاف کہتے ہیں اس کی بحث کے قریب ہے۔

اب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق حدیث کا مضمون یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ایک منہ دہانی سے وضو اور پانچ کلمہ سے غسل فرماتے تھے یعنی کبھی پانچ کلمہ سے بھی غسل فرماتے تھے لیکن اکثر اوقات میں ایک صحن یعنی چارہ سے غسل فرماتے تھے اور گاہ بگاہ کلمہ پانچ کلمہ پالی استعمال فرماتے۔ یہ بات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جو بخاری میں ہے اس سے مطمئن ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کان بعثت رسولنا مع الی خمسۃ اعداد وجہ وضوءہ ما بعد ”کہ رسول اکرم ﷺ غسل فرماتے تھے ایک صحن سے یا پانچ کلمہ تک کے پانی سے اور وضو ایک صحن سے فرماتے تھے یعنی آپ ﷺ اکثر اوقات میں ایک صحن یعنی چارہ سے غسل فرماتے تھے لیکن کبھی کبھی پانچ کلمہ سے بھی غسل فرمایا ہے۔

ترمذی میں حضرت سفیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور ابو داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے ان میں کلمہ کا مضمون یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک صحن پانی سے غسل اور ایک صحن سے وضو فرماتے تھے، یہ حال دوسری روایت کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی کریم ﷺ غالب احوال میں ایک صحن یعنی چارہ پانی سے غسل فرماتے اور ایک وضو میں استعمال فرماتے تھے اور بعض اوقات میں پانچ کلمہ پانی سے بھی غسل فرمایا ہے یہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ آپ پانچ کلمہ سے غسل اور ایک صحن سے وضو فرماتے، اس میں اکثر ایک کلمہ پانی استعمال فرماتے لیکن ایک صحن سے آپ پانی استعمال کرنے کی روایت بھی ہے جو آپ کے سامنے نہائی میں موجود ہے چنانچہ امیر مومنین حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے دو مقاموں سے وضو فرمایا ہے اس سے کہ کسی مسجد کو کسی صحیح روایت میں نہیں آئی ہے اور بعض روایات میں یہ جو وارد ہوا ہے کہ ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نوحاً یحییٰ العبد“ کہ حضور ﷺ نے نصف صحن سے وضو فرمایا اس کی سند میں قلت ہیں وچارہ ہے اور دوسرا صحن ہے (ستر وک) میں حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی پر محوٹ کی تہمت لی ہو) لہذا وہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔

نہ دوسری روایت کہ حدیث دہ اور دوسری احادیث میں وضو کے لئے ایک صحن اور ایک صحن کا جو وزن بیان کیا گیا ہے اس کی رعایت ضروری ہے یا نہیں؟ حنفی حضرات میں سے علماء محدث نے اس کی رعایت کی ہے فرماتے ہیں کہ غسل ایک صحن سے اور وضو ایک صحن سے مستحب ہے امام شافعی امام احمد و بخاری میں یہ روایت نہیں ہے، یہ روایت کہتے ہیں کہ احادیث میں وضو اور غسل کے لئے پانی کی جو مقدار بیان کی ہے کہ حضور ﷺ ایک صحن سے وضو اور ایک صحن سے غسل فرماتے تھے دو حصہ کے لئے نہیں

مسئلہ ہوا۔ چنانچہ اسے نقل کرتے ہیں تو ان کے ہاں ابو یوسف کا قول امام ابو یوسف کے قصور کو قول امام مالک کی طرف رجوع کرنا امر واقعی ہوتا تو امام محمد نے پوشیدہ نہ رہتا بلکہ ان کو امام ابو یوسف کی مخالفت کا سرے سے ذکر ہی نہ کرنا اصل واقعہ کی مخالفت اور مخالفت کی دلیل ہے۔

شیخ ابن حاتم نے بعض اس کا قول بھی نقل کیا ہے کہ در حقیقت حارے ائمہ حنفیہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کیوں کہ امام ابو یوسف نے جب صابر مروئی کو تو اس کی مقدمہ اہل مدینہ کے رطل سے پانچ رطل اور ایک تہائی کے برابر پائی اور اہل مدینہ کا رطل اہل بغداد کے رطل سے کچھ بڑا ہوتا ہے ان کے رطل کے تیس استاد ہوتے ہیں اور اہل بغداد کے تیس استاد تو اگر آٹھ رطل بغدادی کو پانچ اور ٹھٹ رطل مدنی سے سوا نہ ہو مقابلہ کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے شیخ ابن حاتم کے قول کی تائید و تقویت شیخ مسعود بن شیبہ سندئ کے قول سے ہوتی ہے جو مورف الحسن (۲۰۷/۱) میں نقل کیا گیا ہے شیخ موصوف مقدمہ کتاب تعلیم (مخلوط) میں فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے جزو وزن رطل کے امام امام عظیم نزد یک ایک رطل میں استاد کا ہوتا ہے اور امام ابو یوسف سے نزدیک تیس استاد کا۔

نیز محقق علامہ کوثری کے قول سے بھی شیخ ابن حاتم کا قول مذکور ذیل اور جتنے معلوم ہوتا ہے ان کے اس قول کو مخالف الحسن صفحہ مذکورہ میں بخلاف حقیقی اقلی نقل کیا ہے، علامہ موصوف نے اس کتاب کے صفحہ ۱۳ میں فرمایا ہے کہ یحییٰ نے حسین بن الولید قرطبی کی سند سے امام ابو یوسف کے رجوع کا جو القہ نقل کیا ہے اس کے رد اور جہل بحوالہ میں تمام کتب طبقات میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اس لئے اس جیسے واقعہ سے امام حدیث اور ماہرین رجال امام ابو یوسف کا تسک نہایت بعید بات ہے علاوہ اس کے اگر یہ خبر صحیح ہوتی تو پھر صرف ایک غیر مذہب حنفی کا فرما ان کی روایت میں مستند نہ ہوتا اور ان لوگوں کے عم سے نقلی رہتی جن کے سامنے امام ابو یوسف نے اس کو بیان کیا تھا اسی طرح امام محمد رحمۃ اللہ علیہ وصحیح النضر بلند درجہ محدث اور فقیہ سے پوشیدہ نہ رہتا بلکہ یہاں واقعہ شائع و ذائع ہوا تا حال کہ صورت حال اس کے برعکس ہے تو یہ ایسی علت ہے جو صحت خبر کے خلاف ہے اور بعض اوقات سند مرکب ہوتی ہے اس لئے اگرچہ ابن ابی لہبہ ثقہ ہے لیکن ممکن ہے کہ اس واقعہ کی سند مرکب ہو اور اس صورت میں صرف ان کا ثقہ ہونا کافی نہ ہو پھر آگے چل کر غلام کوثری نے لکھا کہ امام ابو حنیفہ اس مسئلہ میں متذکرہ کسی ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے لکھتے آپ کے ساتھ ابو ابراہیم نخعی، موسیٰ بن طلحہ، شعبی، ابن ابی بنی اور شریک وغیرہ ہیں جیسا کہ ابو حنیفہ نے الاموال میں مع سند کے ذکر کیا ہے اور بعض صحابہ کے قول مد عن امیر اھمجان سے مؤلف کے صراح پر احتیاج اس لئے درست نہیں کہ اس سے صرف یہ معلوم ہوا کہ شارع رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک زمانہ میں صراح مختلف قسم کے تھے جیسا کہ الفاظ حدیث اس پر دال ہیں اس لئے یہ ممکن ہے کہ بعض صحابہ کی مراد امیر صراح سے ثقہ و رطل والا صراح ہو جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھا بلکہ ظاہر یہی ہے کہ کچھ لوگ صراح پاشی سے چھوڑتے آئے چل کر محقق کوثری نے یہ بھی فرمایا کہ صراح کی مقدمہ کے بارے میں اہل مدینہ کا قول مخالف مہد امام مالک پختی ہے اس کے لئے کوئی صریح مستند حدیث نہیں ہے بخلاف قول اہل عراق کے ان کا قول حدیث صحیح سند آثار معتبرہ اور نقل متواتر سے ثابت ہے لہذا صراح کے بارے میں

اہل عربیہ کا قول: فقہاً کرنا بہتر ہے۔

حضرت شاد صاحب نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص صابغ عباتی سے نکالے جس کے سر کے نیچوں کے وہ بھی جتنی طور پر حضور اکرم ﷺ نے مبارک زہن میں مشعل تھا وہ ہے پاس اس سے متعلق مضبوط اعلان ہیں ہم یہاں کچھ دلائل نقل کرتے ہیں، نظر ابو داؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مسلم کی شرط پر ہے اس میں آیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ایک ایسے برتن سے وضو فرماتے تھے جس میں دو درخل ملاتے اور اعلیٰ ایک صابغ سے فرماتے تھے اور بخاری و مسلم کی روایت سے حضور ﷺ کا ایک منہ سے وضو کرتا ثابت ہے۔

نسائی شریف میں سنی تہذیب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جو پر کے پاس ایک برتن لایا تھا اور مجھے دکھایا میں نے اس کی پیمائش کی تو وہ آٹھ دھل کا تھا اور جو بونے کہا کہ مجھ سے حضرت علیہ السلام نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جیسے برتن سے غسل فرماتے تھے۔

طحاوی میں مسئلہ صحیح اور اہم نہیں ہے۔ عربی ہے کہ قیوں نے کہا ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صریح کا اندازہ کیا تو اس کو صریح مجاہدی کے برابر پایا اور صریح مجاہدی آٹھ وظیفہ لکھادی کا تھا۔

نیز اس شیعہ نے بواسطہ علی بن آدم حسن بن صالح سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "صاع عمرو حسانہ اور طاق" کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صاع انجور محل کا تھا۔ ان روایات سے صرف معلوم ہو کہ صاع عراقی بڑی درمات میں وجود فرما اور استعمال ہوتا تھا اس لئے اس کے ثبوت سے انکار کرنا صحیح نہ کہ ملحق کرنا کرتے ہیں بڑی نااضافی کی بات ہوگی، لضاف کی بات یہ ہے کہ بعد رسالت میں اردوانی حسم نے صاع عراقی و جزیری کو بود و حیداہت صاع جزیری کا استعمال بکثرت اور صاع عراقی کا کچھ جس کی وجہ اعتبار اشیاء ضرورت اسان وغیرہ کی تھی پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو قواعد کی کثرت ہوئی جس کی وجہ سے ضروریات زندگی میں اردوانی اور کشلا کی پیدا ہوئی تو صاع عراقی غالب ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو قبول کیا جس کی وجہ سے صاع عربی مشہور ہوا پھر جب حضرت عمر بن عبد العزیز کا دور خلافت آیا تو آپ نے بھی اسی کو رواں دواں اس کے بعد حجاز میں پورے اس کو اس کے تم ہو جانے کے بعد نکال دیا اور اس کو خوب رائج کیا اس لئے وہ اس پر فخر کیا کرتا تھا۔ ازاں آپ نے خطبہ میں اس عراقی سے کہا تھا "الھ اعرج فکرم صاع عمرو رضی اللہ عنہ" کیا میں نے تمہاری بہتات اور فائدہ کے لئے صاع عمر رضی اللہ عنہ کا استعمال کیا تو اس لئے اس کو صاع عراقی بھی کہتے ہیں لیکن میں حافظ ابن حجر کے طرز طریق سے تعجب ہوا کہ انہوں نے صاع عمری و حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرف منسوب کر دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ وقت ایسا کی جلالت شریں کے خلاف ہے۔

غرض کہ صریح حقیقہ سے انکار کی کوئی مجال نہیں ہے، احادیث اسی حقیقہ نے بھی ہمارے صریح کا اعتراف کیا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ وضو اور غسل بے آغہ رطل کا صانع اختیار کیا جائے اور صریح تو ظہر میں ۵۰ رطل کا، دھرات حقیقہ کہتے ہیں کہ مقتضی احتیاط یہی ہے کہ تمام واضح میں ۵۰ رطل کا صانع اختیار کیا جائے۔ (واللہ اعلم)

باب النیۃ فی الوضوء

وضو میں نیت کرنے کا بیان

اخبرنا یحییٰ بن حبیب عن عروسی عن حماد والمعمر بن مسکین قراءۃ علیہ وانا اسمع عن ابن القاسم جدلی ہانک ح و اخبرنا سلیمان بن منصور قال اخبرنا عبد اللہ بن المک و لفظ لہ عن یحییٰ ابن سعید عن محمد بن ابراہیم عن علقمہ بن وقاص عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیۃ وانما لامرئ ما نوى فمن کانت ہجرۃ الی اللہ والی رسولہ فہجرۃ الی اللہ والی رسولہ ومن کانت ہجرۃ الی دنیا یصیبہا او امر افعیل کجہا فہجرۃ الی ما ہاجر الیہ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرما یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال کا معتبر ہونا نیت کے ساتھ ہے اور ہر شخص کے واسطے اتنی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے اور جس نے ہجرت حصوں دنیا کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے کی ہو تو اس کی ہجرت پٹی نیت کے مطابق ایسی کے لئے ہوگی۔

تفسیر لفظ حدیث کی طرح سے وارد ہوئے ہیں سنائی شریف میں "انما الاعمال بالنیۃ" ہے امام بخاری کی روایت میں "انما الاعمال بالنیات" کے الفاظ ہیں بعض روایت میں "والاعمال بالنیۃ" اور بعض میں "والعمل بالنیۃ" کا لفظ وارد ہوا ہے یہ حدیث مشہور ہے اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے لیکن ما کولاء وغیرہ نے جو اس حدیث پر نکال دیا ہے اس کا حوالہ نہیں کیا ہے۔

بعض علمائے اس کو حوالہ کیا لیکن یہ صحیح نہیں کیوں کہ بطریق صحیح اس حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ان کے علاوہ اور کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نہیں کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوائے علم کے اور کسی نے روایت نہیں کی اور علم کے بزرگ محمد بن ابراہیم کی کے کسی نے روایت نہیں کی اور ان سے یحییٰ بن سعید الزہری نے روایت کی ہے ان کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی پھر یحییٰ بن سعید الزہری سے بطریق قویہ و اقویہ کو گونے اس حدیث کو بیان کیا مائل حدیثی نے لکھا ہے کہ ان سے حدیث (۱۰۰) سے زیادہ لوگوں نے جن میں کثیر ائمہ تھے اس حدیث کو نقل کیا ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ حفاظ کی ایک جہمت نے کہا کہ اس سے سات حواشی میں نے روایت کیا ہے جن میں امام مالک، شافعی، اور اہل اہل السنۃ والجماعہ، بیہقی، ابن سعد، حماد بن زید، اور ابن عیینہ وغیرہ تھے اور حال یہ حدیث بہ نسبت آخری درجہ کے مشہور ہے اور بہ نسبت اول درجہ کے غریب ہے اور اس کی صحت پر تمام ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔

حدیث باب میں فرمایا کہ عمل کا ہدایت پر ہے اور اعمال سے مراد ایسے عمل ہیں جو مقصود ہوں جیسے نماز روزہ زکوٰۃ حج تو

اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس طرح کے عمل کے لئے نیت شرط ہے بدون نیت کے کچھ نہیں ہوگا اور نیتوں کو گناہ اور یہاں نیت سے مراد قرب نہ ہو بلکہ نیت کا قصہ کرنا یعنی جو عمل کرے اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے اور اس کے حکم کی اتباع اور اس کے ساتھ نیت کا قصہ اور ارادہ کرے شر اگر کوئی بدون نیت کے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی اور نیتوں ہوگی اسی طرح سے رکوع وغیرہ کا حال ہے لیکن بعض اہل اہل اسلام اور اربعہ مقصود کے ہوتے ہیں جیسے وضو اور غسل وغیرہ اس میں نیت کا ہر دفعہ ہر نیت یا نیتیں اختلاف ہے عباد کا شرح فقہیوں میں ہے کہ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک وضو میں نیت فرض ہے ان کا اختلاف حدیث باب سے ہے کہ اس میں غرض یہ ہے کہ عمل کا ہر نیت پر ہے اور چونکہ عموم اول وضو کو بھی شامل ہے اس لئے وضو میں نیت کے شرط ضرورت نہیں ہوگا۔

حضرات فقہیہ کے نزدیک وضو میں نیت ضروری نہیں۔ ہمدانیؒ لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حضور اکرم ﷺ سے وضو کے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ نے اس کو وضو کی تعلیم دینی مگر اس میں نیت کا کوئی ذکر نہیں ہے تو آخر میں ضروری ہوتی تو حضور ﷺ اس کو بالکل نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کی بھی قیام رہنے سے معلوم ہوا کہ نیت وضو میں ضرورت کے بعد کی چیز نہیں ہے نیز وضو کا عمل شرعاً مکمل ہے۔ ہے تو اس میں طرح نماز کی اور سری شراکۃ مثلاً شہادت ثوب و طہارت بدن کے لئے نیت ضروری نہیں ہے اسی طرح وضو میں بھی ضروری نہیں ہے اور حدیث باب میں اعراب سے مراد عرب ہیں لیکن کہ بہت سی مباح چیزیں مثلاً طلاق اور نکاح اور دوسرے معاملات اچھا یا شرعاً بدون نیت کے اعتبار ہیں بلکہ عبادات میں بھی عبادات مستطہ عبادتیں نہ کہ وہ شرط نہ جو عبادات کے متعلق ہیں اور دلیل کے درجہ میں ہیں جیسے عبادت ثوب و طہارت وغیرہ اور معرفت قیام تو ان چیزوں میں نیت کرے گا تو اس کو ثوب سے ڈارے اس کا عمل نہایت ہی بے نیت ہوگا کہ کوئی یہ دعویٰ کرے کہ نماز کے لئے ایسا وضو یا شرط ہے جو عبادت ہو تو اس کے مدعراوی ہے کہ وہ کسی چیز کو نیت کرے اور حدیث اور شافعیہ کے دو مین اختلاف ان صورتوں میں ہوتا ہے کہ مثلاً ہاتھ پر سنے سے ایک آدمی کے ہاتھ پر ایک لمحے لیکن اس نے وضو کی نیت نہیں کی یا اپنے اختیار سے حصول برودۃ کے قصد سے نہ لیا یا صرف اس کی نیت سے یا صرف وضو کی تعلیم دینے کے قصد سے کسی نے وضو کیا تو اس میں سب صورتوں میں فقہیہ کے نزدیک وضو ہو جائے گا اور خلاف اسے یہاں درست نہ ہوگا۔

یہاں اس تفصیل مذکور سے معلوم ہوا کہ حدیث کا اصل اختلاف شافعیہ سے صرف اس مسئلہ میں ہے کہ وضو بغیر نیت کے عبادت کے درجہ میں ہے یا نہیں اور ایسے وضو سے نماز ادا ہوگی یا نہیں یا غواظ کہتے ہیں کہ بغیر نیت کے وضو درست نہیں ہوگا احناف کہتے ہیں کہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ وضو کے عبادت بننے کے لئے نیت شرط ہے لیکن وضو کے درست ہونے اور اس کے صحیح صلوۃ یعنی نماز کی تکمیل بننے کے لئے نیت شرط نہیں اس کی تاکید آیت وضو سے ہوتی ہے کہ بہت وضو نیت کے شرط ہونے پر بالکل ادا نہیں کرتی ہے جیسا کہ علامہ ابن کمال نے شرح دیو میں اس کو ثابت کیا ہے نیز ہمدانی میں ہے کہ اس میں کوئی کلام ان نہیں کہ ایسا وضو یا مامور ہے وہ ہر دن نیت کے حامل نہیں ہوتا ہے لیکن محنت صلوۃ اس پر موقوف نہیں ہے اس لئے

اور اگر عدوت سے مطاق عبادت میں جس پر وثاب دیا جاتا ہے تو ہم اس کو مانتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ دار سے وضو پر اگر وثاب ملے گا تو اگر چند شیخ موصوف کی تفسیر نہ کر دوں گے مطاق عبادت نہ ہو لیکن قربات اطاعات بھی تو عبادت ہیں اس لئے کہ ان پر از وثاب ملے گا اور شیخ موصوف کی تفسیر کے مطابق قربات و اطاعات میں نیت ضروری نہیں۔

غلام سندھ نے اس حدیث کے متعلق تسلی بحث کی ہے جو حدیث میں مذکور ہے آخر میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ فقہاء وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث عبادت میں نیت کے شرط ہونے کو بخلا ہی ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ اس حدیث کے بیان کا مقصد یہ نہیں ہے جیسا کہ بعض بیضاوی نے شرح مصابیح میں اس کی تصریح کی ہے اس نے کہا ارشاد مبارک "و تسمی الامر ی ممانوی" سے معصوم ہوتا ہے۔ ہر شخص کو ان چیزوں میں جانے کی اجازت ہے کہ اس کی نیت میں ہے اگر خیر کی نیت ہے تو وہی وحی ضروری جائے گی کی طرح "فمن کان منہجہ وہجرتہ الی" میں وہ ظہر یہ لا کر اس کو کلاماً ہی پر مرتب کر کے اس سے جو تہیج اور فروغ نکالتے ہیں وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہاں نیت کو نیت شرعیہ کے ساتھ مخصوص کرنا موزوں جتنا مناسب نہیں ہے بلکہ وہ غلط کر رہے ہیں کہ حدیث میں نیت سے مراد مطلق قصد ہے خواہ نیت خیر ہو یا نیت شرہ۔ چنانچہ تاقی بیضاوی فرماتے ہیں کہ از روئے لغت کے نیت قصد کو کہتے ہیں اور شریعت میں نیت کہتے ہیں قلب کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے اشتغال اور اس کی رضا غلب کرنے کے لئے افعال کی طرف متوجہ کر دینا لیکن یہاں پر نیت معنی انوی پر محمول ہے تاکہ کلام سابق کی اس کے بعد کے کلام کے ساتھ جس میں نہیں کانت بھیڑنا شروع نہ کیا جریں کے احوال کی تفسیر کی گئی ہے بہترین تطبیق ہو سکے اب انحال سوال بالذات کے یہ معنی ہوں گے کہ انحال احتیاج یہ بہ دن نیت اور قصد کے جو فاعل کو فعل کی طرف دائمی ہو جو وہاں آتے نہیں۔

یہاں اشتغال اور ہوتا ہے کہ انوی اعتبار سے شرط اور لازم کے درمیان اصول قاعدہ کے لئے تقاب ضروری ہے لیکن یہاں "فمن کان منہجہ وہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ" میں شرع اور جزاء دونوں ایک ہو گئے جزوی قاعدہ کے اعتبار سے درست نہیں اس کا جواب بعض شارحین نے یہ دیا ہے کہ "فمن کان منہجہ وہجرتہ الی اللہ ورسولہ فی الدنیا فہجرتہ الی اللہ ورسولہ فی العقی" اب دونوں میں تقاب ہو گیا لیکن جس کی ہجرت دنیا میں اللہ اور رسول کی طرف ہوئی تو اس کی ہجرت آخرت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوئی۔

بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ ہمہ جزائی یعنی فہجرتہ کنایہ ہے متوالہ یا محبت سے پس سب کو سب کے قائم مقام کر دیا گیا بعض نے کہا جزاء کی جانب میں خبر مقدمہ ہے "فی فہجرتہ الی اللہ ورسولہ مقبولہ" یعنی اپنی نیت صداقت کی بنا پر اس کی ہجرت مقبول ہے فراہ راست میں رہ جانے یا منزل مقصود تک پہنچ جانے جیسا کہ آیت قرآنی "ومن یخرج من بیۃ مہاجرہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ" میں ظاہر ہے بعض نے کہا مبالغہ کے لئے شرط اور جزاء دونوں کو ایک ہی انداز پر لایا جاتا ہے جیسے "انما ابو النجم و شعری شعری" کہ میں ابو النجم ہوں میرے اس وقت کے شاعر ہی تو ہیں جو پہلے کہے تھے: "حسا ہے میری زبان کو نہیں بدلا اسی طرح یہاں ارشد ہوا کہ جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی تو وہ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہے۔

بکرم قبول نہ ہونے کی کیا وجہ ہو؟ متبول ہی ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے کسی قاعدہ کی فرض سے حتیٰ کہ کفاح کی غرض سے کیوں نہ ہو کہ وہ ایک صنفِ عظیمہ ہے اور نیک مقصد ہے مگر اس کو ہجرت اہل اللہ نہیں کیا جائے گا اور نہ اس پر صحیح ہجرت کے اعتبار سے مرتب ہوں گے۔

حضرت امام شافعی سے اس حدیث کی فضیلت میں منقول ہے کہ اس حدیث میں نصفِ علم آگیا ہے جب اس کی یہ ہے کہ نیتِ قلب کے موجب عبادِ عملِ قالب کے تابع ہے یا یہ کہ دین یا تو ظاہر ہے اور وہ عمل ہے یا باطن ہے اور وہ نیت ہے تو یہ صراحت ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا "تعلموا ان الله اتى نصف العلم" کہ علم الحرام کو نیکو اس لئے کہ وہ نصفِ علم ہے اس حدیث میں علمِ فرائض کو اس لئے نصفِ علم فرمایا ہے کہ اس کا تعلق موت سے ہے جو حیات کے مقابل ہے اور امام شافعی سے یہ بھی منقول ہے کہ حدیثِ بائیں درجِ علم ہے چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے یہ اعلان فرمائے ہیں۔

عمدة الخير عندنا كلمات اوسع قال من خير البرية

اتق الشبهات واזהد ودع ما نفس بعينك واحمل بنية

ہمارے نزدیک دین کے ستون چار کلمات ہیں جن کو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ (۱) شہادت سے پرہیز کرو۔ (۲) دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو۔ (۳) بے قاعدہ چیزوں کو چھوڑ دو۔ (۴) اور نیت کے ساتھ عمل کرو۔

اس راہی سے احادیثِ اربعہ کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے ایک تو حدیثِ بائیں ہے جس کو درجِ علم قرار دیا ہے باقی تین حدیثیں وہ ہیں جو شہادت سے پرہیز کرنے اور زہد اختیار کرنے اور فضول چیزوں کے چھوڑنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

نیز امام شافعی اور امام احمد سے منقول ہے کہ یہ حدیثِ مجتہد اسلام یا مکتبہِ علم ہے امام بیہقی نے اس کی یہ ترجمہ کی ہے کہ بندے کے کسب کا تعلق قلب سے ہے جیسے نیت یا زبان سے ہے یا باقی اعضاء سے ہے بلکہ اولیٰ ان میں سے زیادہ رائج ہے اور وزنی ہے کیوں کہ صرف اکیلی نیت بھی عبادت ہے یہی مطلب ہے اس حدیث کا جس میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ "نية المؤمن خير من عمله" چنانچہ اس کی یہ ہے کہ نیت میں راہ کا احتمال نہیں ہے اور عمل میں راہ کی آپہنش ہو سکتی ہے۔

الوضوء من الاناء

مترجم سے وضو کرنے کا بیان

انصربنا فقیہ عن مالک عن اسحق بن عبد الله بن ابي طلحة عن انس رضی اللہ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحاش صلوة العصر فالتمس الوضوء فلم يجدوه فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوضوء فوضع يده في ذلك الاناء وامر الناس ان يتوضؤوا فأتيت الماء ينح من تحت اصابعه حتی توضؤا من عند آخروهم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے دست مبارک کا کرشمہ اس حال میں دیکھا کہ سب نماز عصر کا وقت ہو گیا لوگوں نے پانی تلاش کیا مگر پانی نہیں ملا پھر دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھوڑا سا صنوبر لایا گیا ہے آپ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھ دیا اور لوگوں کو وضو کرنے کا حکم دیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے برتن میں سے پانی غور دیکھا کہ پانی حضور ﷺ کی انگلیوں کے نیچے سے چشم کی طرح اتر رہا ہے یہاں تک کہ شروع سے لیکر آخر تک سب نے وضو کر لیا۔

حدثنا اسحق بن ابراہیم قال اخبرنا عبد المورانی اخبرنا صفیان عن الاعمش عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال كنا مع انسي صبي الله عليه وسلم فقم بعدوا له، فاني بنور فادخل يدا فلقدها ولبت لهما، فبعصر من بين اصابعه ويقول حى على الظهور والبركة من الله عز وجل قال الاعمش فحدثني سالم بن ابي الجعد قال قلت ليعادكم كم كنتم يومئذ قال الف وخمسمائة.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم میرا کریم ﷺ کے ساتھ تھے (تذوق سے یہی حالت پیش آتی) کہ لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا جس ایک برتن لایا حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں داخل کیا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدمت میں نے دیکھا کہ پانی حضور ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے چشم کی طرح بھوٹ رہا ہے اور آپ ﷺ رہ رہے تھے کہ جلد ہی آؤ پاک کرنے والے پانی کے پاس اور برکت اللہ جس شے کی طرف سے روای حدیث ائمہ کہتے ہیں کہ سارا میں ابی الجعد نے دیکھا ہے یہاں کیا کہ میں نے حضرت جبریل سے پوچھا اس دن تم کتنے آدمی تھے آپ نے جواب دیا یہ ہزار پانچ سو۔

تشریح ترجمہ کے ماتحت دو حدیث لائے ہیں پہلی روایت میں انا، کا لفظ ہے کہ بطریق ﷺ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اس کے اندر دست مبارک رکھا جس سے پانی میں عظیم الشان برکت نمودار ہوئی اس کی تفسیر فرایت اشیاء اللہ سے فرمائی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی کے چشمے اچھلے ہوئے دیکھا اور اس موقع پر جتنے صحابہ موجود تھے سب نے اس کے پانی سے وضو کیا چنانچہ وہ رات کو میرا "حنسی" تو حضور من عند حضور "یہ کام میں" اللہ کی آخر ہم سے اٹھوا دیا کیا ہے درویش سے شہادہ کیا ہے اس کی طرف کہ وہاں حضور ﷺ سے ساتھ جتنے صحابہ تھے سب نے وضو کیا، اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ جو واقعہ بیان رہا ہے میں وہ شہرہ پندہ کے بہرہ کو، اللہ ہے فی الواقع یہ حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک کا کرشمہ اور معجزہ تھا، قاضی ابوالفضل نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کو کثرت سے ائمہ اور معتبر راویوں نے بذی جماعت سے روایت کیا ہے اور صحابہ تک روایت اس طرح نقل ہوئی اور صحابہ میں سے کسی نے بھی اس کے خلاف روایت نہیں کی اور مدائن میں سے کسی نے بھی اس واقعہ سے انکار کیا جبکہ وہی سنہ میں سے اس کو نقل کیا ہے نہ کہ کوئی اس کا سکوت اختیار کرنا کو یا یہی کرنے والے کے بیان کی طرح ہے یہاں کہ وہ حضرات باطل پر سکوت اور بھڑت پر مصداقت سے انکار اجتہاد کرتے تھے فقہ یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کے قص

مُتَبَدِّل سے ہے۔

دوسری حدیث میں تو رک کا لفظ آیا ہے تو ایک قسم کے چھوٹے پتھر کو کہتے ہیں جس میں تھوڑا سا پانی تھا جب اس میں
 خیمہ لٹکایا گئے اپنا سمت مہرک رکھ دیا تو اس میں عظیم الشان برکت تھی پانی حضرت عبداللہ ؓ کہتے ہیں "قلندہ راہب
 الباء بنعصر من بین اصابعہ" انھوں نے دیکھا کہ پانی نبی کریم ؐ کی انگلیوں کے درمیان سے چشم کی طرح چھوٹ
 رہا تھا وہ حضور ؐ فرما رہے تھے "حسبى على الطهور والسرکه من الله غير حق" "ابو ایوب نے کہا کہ لفظ البرکت کا
 عطف اطہر پر ہے اس لئے اس کو جڑ کے ساتھ پا جا بائے کہ اور اس معنی کو عطف الوصف علی اشئی کہتے ہیں جیسا کہ تفسیر زبیر
 علیہ میں وصف علم کا عطف اشئی یعنی زبیر پر ہوا ہے اسی طرح علامہ نوکریں لکھ میں اور انہوں نے کہا کہ آپ ؐ نے پانی کو
 برکت سے اس لئے تسمیہ کیا ہے کہ پہلے وہ پانی تھوڑا تھا پھر اس میں زیادہ اور نفرت پیدا ہوئی اور اس لفظ کو رفع کے ساتھ پاشنے کی
 صورت میں رہا اس کا کوئی عطف نہیں ہے گا۔

عزیزہ سندھ میں نے فرمایا کہ اس جیت مقدم میں ایسی عظیم الشان برکت کے انبیا و پرغمیر کی قدرت کے وہم ہر مہیا کی کوئی کرنے کے لئے اور نہ حوالی کے احسان کا معترف اور شکر کے قصد سے تمہارا نعمت کے لئے برکت کی بہت انت حوالی کی طرف کرنے نور منی طاف سے واقعہ کے لئے خود اپنے میں کوئی افعال کی بات نہیں بلکہ ان کا کوئی دفع کے ساتھ پڑھنے سے سب کی کوئی جیت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

بہر حال حضور ارم ﷺ اور صحابہ کرام کے پیش ہے ثابت ہو کہ برحق اور نور سے وغیرہ نہ جانتے ہیں ان لوگوں کی تعداد میں جو مضمر تھے ان کے ساتھ تھے ان کے لئے بعض روایات میں ہے کہ ان کو سواٹھ آدمی تھے اور بعض میں آٹھ ہے کہ آٹھ سو بارہمیں صحابہ تھے اور بعض میں ان کی تعداد اس سے کچھ زیادہ اور بعض میں ستر اور ان کے درمیان کیا حد ان کا بیان آیا ہے، سامعین اپنی وقعت کے حال کے جواب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پندرہ سو تھے جہاں کہ وہ آپ کی درستی کے فہم میں نہ رہا ہے وہ فطانت جبر اور حدیثی اس وقت وہ دلائل پر محسوس کیا ہے۔

باب التسمية عند الوضوء

و مضمون کے وقت، ہم اللہ پڑھنے کا بیان

أخبرنا إسحاق بن إبراهيم قال أخبرنا عبد الوهاب قال حدثنا معمر بن ثابت وفتادة عن انس بن مالك قال غلب بعض اصحاب انسى صلى الله عليه وسلم وضوء الغال رسول الله صلى الله عليه وسلم هل مع احدكم ماء فوسع يده في الماء ويقول نوضوا باسم الله فرايت الماء يخرج من بين يديه حتى يوضو من عنده احرهم قال مات قلت لاس كم ابراهيم قال نحواً من سبعين.

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ نے وضو پانی تلاش کیا تو رسول

اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے (کسی نے ایک برتن میں غور اس پانی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا) تو حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک پانی میں رکھ دیا اور فرمایا کہ وضو کرو اللہ کے نام سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھ کر پانی حضور اکرم ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا تھا ہاں تک کہ سب لوگوں نے وضو کیا۔ راوی حدیث ۴۰۱۲ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے خیال میں کتنے لوگ موجود تھے تو انہوں نے جواب دیا تقریباً ستر (۷۰) کے قریب صحابہ تھے۔

تشریح تسمیہ عند الوضوء کے مسئلہ میں محدثین کے نزدیک معروف و مشہور یہی حدیث ہے "لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه" اگر سے بہت کرنا مناسک یہ حدیث لائے ہیں جو باب کے تحت مذکور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں کلام ہے جس کی وجہ سے وہ صحت کے درجہ میں کچھ شک ہے اسی لئے ترجمہ کے ذیل میں اس کو قابل ذکر نہیں سمجھا اور بجائے اس کے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں اس حدیث کو پہلی "ابن منذہ وابن خزیمہ اور دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے پہلی نے روایت حدیث کے بعد فرمایا "هذا صحيح ما في النسبة" کہ وضو کے وقت تسمیہ کے بارے میں حقیقی حدیث وارد ہوئی ہیں ان میں تسمیہ زیادہ صحیح ہے امام نووی نے کہا اس نہ وجہ کہ اس حدیث کی اسناد محمد و ابو حنیفہ ہے ماسی لئے تو امام نسائی نے لا وضوء مانع حکم فی حدیث کو چھوڑ کر یہ حدیث ترجمہ کے ماتحت نقل فرمائی ہے۔

وضو کے شروع میں تسمیہ کا مسئلہ مختلف ہے ابن قدامہ نے اسنی (۸۱۷) میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی سفیان ثوری ابو یوسف ابن ابی شیبہ اور مجاہد و زوالی انوی کے نزدیک وضو کے شروع میں تسمیہ سنت ہے اور امام احمد سے ظاہر روایت میں بھی محتوی ہے۔ داؤد ظاہری، اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام احمد کے نزدیک وضو کی ابتداء میں تسمیہ جتنی بسم اللہ کا پڑھنا واجب ہے تفصیل وہاں ملاحظہ کیجئے۔

ابن قدامہ کے قول سے معلوم ہوا کہ امام مالک عند الوضوء تسمیہ کو سنت سمجھتے تھے لیکن قاضی ابو بکر ابن العزنی نے شرح ترمذی میں اس سے انکار کیا ہے نبیوں نے کہہ کر امام مالک کو احتیاب کے بھی قائل تھے چہ جائیکہ وہ سنت ہونے کے قائل ہوں۔ ورمضوں نے لکھا ہے کہ امام مالک سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ وضو کے وقت تسمیہ پڑھنا کیسا ہے تو آپ نے جواب دیا ترمذیان نہ تھے اس سے اشارہ کیا ہے کہ تسمیہ ترمذی کے وقت شروع ہے نہ کہ وضو کے وقت اور امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت میں بھی محتوی ہے جیسا کہ علامہ مہدی نے اس کو نقل کیا ہے، احناف میں سے شیخ ابن ہمام بھی مثل داؤد ظاہری وغیرہ کے تسمیہ کے وجوب کے قائل ہیں یہ بھی ان کے تفرقات میں سے ہے جو تقریباً (۱۰) مسائل ہیں لیکن ان کے شاکر و محقق حافظ کلام میں غلطو بیانی فرمایا ہے کہ ہمارے شیخ کے تفرقات قاضی تمسک نہیں ہیں تفصیل کے لئے فتح القدیر ملاحظہ ہو۔

داؤد ظاہری وغیرہ لا وضوء مانع حدیث سے استدلال کرتے ہیں امام احمد کا قول ترمذی میں موجود ہے "لا اعلم هل هذا واجب حلیة لالة اسناد حنیفہ" کہ تسمیہ کے مسئلہ میں مجھے کسی ایسی حدیث کا علم نہیں ہے جس کی اسناد صحیح ہو لیکن اس کے باوجود ان کے نزدیک تسمیہ واجب ہے یہ حضرات کہتے ہیں کہ عند الوضوء تسمیہ کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اگرچہ وہ کلام اور

جب سے تکلف کا نہیں جس لیکن کثرت طرق کی بنا پر کچھ عبادت سے ایک ایک وقت پیدا ہو گئی ہے اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے یہ بات اس کے لئے اصل ہے اس لئے وہ وہاں اشد لڑاں ہیں۔

مجموعہ اسلامی طائف سے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ لا وضوء مانع حدیث میں لفظی ہندسہ سے عراضیت اور کمال کی نفی ہے نہ کہ جواز اور صحت کی حیثیت کا ارشاد مبارک ”لا وضوء لاجار المسجد الا فی المسجد“ میں مکالم سلوٰۃ کی نفی فرمائی گئی ہے نہ کہ جواز اور صحت کی حاشیہ بھی نے کاغذی مباحث سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لفظ اصل شنی کی نفی میں بطور دقیقہ استعمال ہے لیکن بطور مجاز کے اس کا اطلاق کسی چیز کے قطع نہ ہونے کی صورت میں مقارناتی کی نفی پر بھی ہوتا ہے جیسے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ”لا وضوء الا بظہور“ کہ بدھوں مہارت کے غاصب نہیں ہے اس میں کیا معنی یعنی نفی مقارناتی مراد ہے جس کی تعبیر اس ارشاد کو دے کر نفی ہے یا اس کا اطلاق مال شنی کی نفی پر ہوتا ہے جیسے ”لا وضوء لاجار المسجد الا فی المسجد“ اور ”ومن سمع لصداء فلم یجب فلا وضوء لہ“ وغیرہ ارشاد نبوی میں جو طرز تعمیر اختیار فرمایا ہے اس سے مراد مکالم شنی کی نفی ہے نہ کہ اصل شنی کی لیکن اول معنی زیادہ ضائع و ذائع اور قرب الی التعمق ہے اس سے جب تک کوئی مائع نہ ہو وہی متعین ہو گا اور اس کو ترتیب دی جائے گی اور اس سے مدول درست نہ ہو گا لیکن یہاں لا وضوء مانع چند مدافہ موجود ہے اس لئے نفی کمال پر موقوف ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ یہاں کتنا عداوت اور مانع موجود ہے جس کی وجہ سے مکالم کمال پر محمول نہ کیا ہے تو ہم کہیں گے کہ صاحب بحران کی یہ حدیث یعنی ”وضوء مانع“ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدھوں تسمیہ کے وضو صحیح نہیں ہو گا لیکن چونکہ یہ خبر واحد ہے اس لئے کتاب اللہ پر زیادہ درست نہیں اس کا اعتکاف واجب ہے لیکن اگر دینی موزوں ہو تو پھر وجوب پر محمول نہیں ہو سکتی پھر چند طور کے بعد فرمایا کہ وضوء میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہاں مانع موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضور آرام ﷺ نے ایک امرائی شخص کو وضو کی تعلیم فرمائی تو اس موقع پر آپ نے اس کو تسمیہ کی تعلیم نہیں دی اگر وضو کے شروع میں تسمیہ ضروری نہ ہوتا تو آپ ﷺ مناسخ تعلیم میں اس کے بیان کو ترک نہ فرماتے اس سے معلوم ہوا کہ تسمیہ ضرورت کے اور بدھ کی چیز نہیں ہے اس حدیث وغیرہ کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث معروف میں آیا ہے کہ حضور آرام ﷺ نے ارشاد فرمایا نہ جو شخص وضو کرے اور اس پر اللہ کا نام بھی لے جائے ہم اللہ کہتے تو اس کا یہ ہندو اس کے ترمذیوں کو پاک کرنے والا ہو گا اور جو شخص وضو کرے (ولم یذکر اسم اللہ علیہ) اللہ کا نام نہ لے لے یعنی ہم اللہ نہ کہتے تو اس کا یہ ہندو صرف اس کے عطا وضو پاک کرنے والا ہو گا اس حدیث کو دار قطنی اور سیوطی نے روایت کیا ہے اور اگر ہم اللہ کا ذکر واجب ہوتا تو بدھوں اس کے کچھ بھی پاک نہ ہوتا کیوں کہ وضو ہی نہ ہوتا چہ جائیکہ امتناء وضو نہ دے پاک ہوں نیز اگر ہم اللہ کا ذکر واجب ہوتا تو بدھوں نے جو وضو کی روایت روز حضور کر رہے تھے اس کے وضو کے حکایت کی ہے پھر کہا کہ با وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اس نے تم کو یہ رسول آرام ﷺ کے وضو کی تعلیم دی ہے مگر ان میں سے کسی نے بھی وضو کے شروع میں تسمیہ ذکر نہیں کیا اور اگر تسمیہ واجب ہوتا تو وضو کی حکایت کرنے والے حضرات ضرور اس کا ذکر فرماتے اور

سمیع اماہ یقول سکت عنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین توضأ فی عبوة نبوک فسمع علی الخفین قال ابو عبدہ لو بدکر مالک عبوة من العبوة

عراء اپنے والد مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوہ تبوک میں رسول اکرم ﷺ وضو کرنے کے لیے تھے تو میں نے آپ پر پانی ڈالنا شروع کیا اور آپ نے دونوں موزوں پر مسح کیا۔

تشریح امام نووی نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں استحاضہ جائز ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ کسی شخص سے وضو کرنے کے لیے پانی نہ ملے یا قویہ صورت بلکہ بہت جائز ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ خادم پانی ڈال جائے لیکن وضو کا عمل خود شخص انجام دے اور تیسری صورت یہ ہے کہ وضو کے عمل میں عذر و وجہ کی جائے یعنی پانی کا ڈالنا اور اعضاء کا غسل سب بھی سب کے کوئی دوسرا شخص کرتا ہے ان حرا کی استحاضہ اگر بغیر وضو کے جوہر بالا تعاقب کر دے اور اگر کسی حاجت اور ضرورت کی بنا پر سو تو جائز ہے۔

حاصل بحث کا یہ ہے کہ پہلی اور دوسری صورت میں استحاضہ کی الوضوء جائز ہے اور تیسری صورت میں بدوین ضرور بخورانی کے کھرا ہے چنانچہ تاریخا یہی ہے "ومن الادب ان یقوم بغير الوضوء تنفسه ولو استعان بغير حفر بعد ان لا یكون الفاصل غیرہ ہی یفعل بنفسه" اور یہ تو بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "انما لا استعین فی وضوئی واحد" یعنی رشک میں اپنے وضو کے سلسلہ میں میں کسی سے مدد نہیں لیتا کہ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمائی تھی کہ انہوں نے حضور ﷺ کے دونوں دست مبارک پر پانی ڈالنے کے لیے ہتھ پکڑ لی تھی وہ منہ و وقتاً نے شرح ائمہ پر یہ فرمایا "انما لا یصل لہ یعنی انما لا استعین الخ" حدیث باطل ہے اور اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

مسح عن الخفین کی بحث اللہ اعلم فیہ۔

الوضوء مرة مرة

اعضاء وضو کو ایک ایک دفعہ دھونے کا بیان

احمرنا محمد بن النعمانی قال حدثنا یحییٰ عن سفیان قال حدثنا زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال الا حکم کہ یوضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضو مرة مرة حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کیا میں تم کو رسول اکرم ﷺ کے وضو کی خبر نہ دوں یہ فرمایا کہ ہاں میں نے وضو میرا اپنے اعضاء کو ایک ایک بار دھوا۔

تشریح ان حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے وضو کے اعضاء کو ایک ایک بار وضو کیا یہ فرض کا درجہ ہے نہ کہ ایک ایک مرتبہ دھونے سے اور اوجا ہے بشرطیکہ اعضاء وضو کا مقیاس ہو یعنی ایک ایک بار دھونے کا مکمل پورے

صفة الوضوء

غسل الکفین

دو نواں پھیلوں کے دھونے کا بیان

اخبرنا محمد بن براہیم البصری عن مشرب بن الفضل عن ابن عون عن عامر الشعمی عن عروبة بن المغيرة عن المغيرة وعن محمد بن سمر بن عن رجل حتى رده الى المغيرة قال ابن عون ولا حلق حديث ذات حقيقت ذات المغيرة قال كذا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر ففرع بغيري بعضا كذب دفعه فعدل وعذب معي حتى اتى كذا وكذا من الارض فاننا خرجنا فاطلق قال فذهب حتى نوازي على نهر حاء فقال معك ماء ومعى سبطجة لي فاني بها فافترعت عليه فغسل يديه ووجهه وذهب فغسل ذراعيه وعلفيه حبة شامية صبيغة الكمين فاعرج يده من تحت الحبة فغسل وجهه وذراعيه وذكر من ما صيفه شيئا وعمامة ابن قال ابن عون لا احفظ كما لو يد لهم مسح على حية ثم قال حاجبك قلت يا رسول الله ليست من حافة فحت وقد أتى الساس عبد الرحمن بن عوف وقد صلى بهم ركعة من صلوة النضح فحدث لا رده فلباسي فلبسنا ماء ذرك وفضبا ما سقنا.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک سترگی ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے آپ کے ساتھ ایک چھتری تھی اسے میری بیوی پر کھانے (کھانا کرنے کے لئے) پھر راستہ سے ہٹ کر دوسری طرف تشریف لے جاتے تھے اور میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ چل رہا ہوں تک کہ آپ کی ایک جگہ تشریف لے گئے ہم اپنی ساری کوتاہیاں اور قصبات دھرت کے لئے چلے گئے یہاں تک کہ چھپ گئے پھر تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ پانی کی مٹک تھی میں نے اس کو آپ کی خدمت میں لے جایا اور میں نے پانی ڈالنا شروع کیا آپ نے دونوں ہاتھ اکٹوں تک دھوئے اور منہ دھوا اور جب دونوں ہاتھوں کو دھوئے تو اسے ہار ادا کر دیا تو میں نے دھوئے کیوں کہ آپ تک آسمانی اشارات دیکھ پڑے ہوتے تھے دونوں ہاتھ دھو کے نیچے سے گئے اور کہیں تک نہ گئے اس روایت میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ حضور ﷺ نے چھترائی کے بالوں کے باوجود سر پر کچا کپڑا بچھڑائی کے کچھ حصہ پر بھی کیا اور وہی حصہ انھوں نے انھوں نے کہیں کہیں اپنے زانو کے بعد حق پاؤں تک رکھا پھر حضور ﷺ کے دونوں ہاتھوں پر کچا کپڑا بچھڑایا اسے منہ و قدم اپنی ضرورت سے فارغ اور دھوئے زانو کے بعد کوئی حاجت کا نہ ملنا میں نے پھر نہ دھوئے اس حال میں کہ لوگ نماز میں تھے اور حضرت محمد ﷺ بن لوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے تھے کہ وہ نماز کر رہے تھے کہ انھوں نے پانی میں سے چاہ کر ان کو اطوار

دار کی خبریں ملے۔

[illegible]

کم تفصیل

کفیلین کو کتنی دفعہ دھونا چاہئے اس کا بیان

أخبرنا حميد بن سعيد عن متين وهو من حبيب عن شعبة عن العماد بن سالم عن أبي
إبراهيم عن حماد بن أبي نصر عن أبي بصير عن أبي بصير عن أبي بصير عن أبي بصير

نعمان بن حاتم عمرو بن حماد بن ابی اسد سے نور محمد بن عباسؑ اپنے والد ابی اسد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے ایک کھانا بوسا کرم چلایا ہے دو سو اشعور اشعور کی ملک جس میں مرچہ و حویلیہ

تشریح: اسنوگٹ ملاقاتی میں مذکورہ فی حدیث شجرہ کے پہلے درجے کے تمام افراد سے یہی

[illegible]

المضمضة والاستنشاق

کلی کر سنے اور ناک میں یانی چھ حسانے کا بیان

اگر تہذیبیہ بنیاد پر مشتمل اخراجیہ عقائد سے انحراف ہو تو اس سے پہلے کہ اس کے خلاف احتجاج کیا جائے تو اس کے خلاف احتجاج کیا جائے۔

آپ نے احمدیاء اور سب سے پہلے آپ نے افسوس و غصوں پر اپنی لٹا اور ان کو تین مرتبہ صوبہ پنجاب کی گلی کی اور انکے حکم کو اپنی جگہ علیا
پھر اسے پیر نے کو تین مرتبہ صوبہ پنجاب کے رائے آباد کو کوئی تین مرتبہ صوبہ پنجاب کے رائے آباد کو کسی طرح صوبہ پنجاب کے رائے آباد کے پھر اسے

المسرفین و یسبح براسہ و راحیہ الی الکعبین (رواد الطحاوی) "ان انہ ان اراد ان یزعم انہ یستحب ان یتکلم فی
 دینہ اور اس مقررہ کی اور طبعی نے اسکو سن کہا ہے تو پچھلے شارع مایہ السلام نے وضو کے حق میں کون امتناع نہیں ہوتا
 سے وارثہ فرمایا ان کا بیان آیت وضو میں اس سے نہیں اس میں مضمر ہے اور استثنائی کو بیان نہیں فرمایا لہذا دونوں وضو میں
 واجب نہیں ہوں گے نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "عنہا عنہ من المصطوفہ" ان میں مضمر ہے اور استثنائی کا بھی اشارہ ہے
 علمہ خطاب نے کہا کہ اکثر علماء المذہب لہذا سے سنت مرویہ میں ہیں لہذا ان کا یہ کہنا اور اس میں پانی چڑھنا دونوں سنتوں سے نہ
 واجب بلکہ حافظان القرآن نے کہا کہ ان مسئلہ میں بیان کیا ہے کہ بعض روایات میں استثنائی کے بارے میں یہ قول امر اور مذکور
 کے باوجود اس میں استثنائی اس سے واجب کے اس سے قائل نہیں ہوتے کہ ان میں سے کسی مسئلہ میں تنہا یا اس میں سے کسی کا
 اختلاف نہیں دیکھا کہ اگر کوئی شخص استسقاء کو پھیر دے تو اس کا وضو درست ہے یہاں دھواں یا پانی کی بجائے کسی اور چیز کا دھواں
 تھے لیکن بعد میں انہوں نے اس سے رجوع فرمایا، چنانچہ ان میں مندر فرماتے ہیں "و ثبت عنہ اندرجع عنہ استسقاء
 الاعراف" امام صاحب نے مضمرہ اور استثنائی کے معنی میں یہ دوسرے معنی بیان کیے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ چہ
 کی حد طول میں پیشانی پہلی گھٹنے کی جگہ سے چھوٹنے سے ملے اور عرض میں ایک کان کی نو سے اور سے کان کی ایک
 ہے اس میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور بخلاف لکھنا یہ کہ بعض بھی لکھتے ہیں کہ وہ واجب ہے اور اس سے
 کے معنی ایک دوسرے کے وارث ہونے کے ہیں اسی مجموعہ حد و حد کو دے متعلق ہو سکتے ہیں اب آیت وضو میں دیکھا کہ اس سے
 فقہاء نے اس کی وجہ بیان کی ہے اس کی روشنی میں مضمرہ اور استثنائی کا عدم وجوب ثابت ہوتا ہے کیوں کہ ہاٹن، مہر، مہر
 تاکہ وجہ میں داخل نہیں ہوجاے نیز ظاہر اور غیر موجب ہونے کے وقت تک کہ ہاٹن بھی داخل ہوجائے گا حالانکہ کوئی بھی اس سے قائل نہیں
 اور جب آیت وضو کے اور حد کے ہاٹن سے کے وجوب غسل کی متعلق نہیں بلکہ چہرے کی اس حد و مقررہ تک واجب نہیں ہ
 تھا مقرر کی ہے۔

چونکہ بعض حضرات جو وضو میں مضمرہ اور استثنائی کے وجوب کے قائل ہیں انہوں نے فرض مقررہ میں ایسی چیز کی
 زیادتی کی ہے جو اس میں سے نہیں ہے اور یہ جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ زیادت فرض قطعی کے نسخہ کو ثابت کرتی ہے جو غیر واحد سے
 جائز نہیں ابھی مختصراً۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگرچہ مضمرہ اور استثنائی کے بارے میں امارت وارد ہوئی ہیں جن سے ظاہری نظر کے
 اعتبار سے ان کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری امارت ان کے معارض ہونے کے ساتھ ساتھ اس چیز کے بھی
 خلاف ہیں جس پر آیت مجددالائت کرتی ہے اور وہ مضمرہ اور استثنائی والی روایات اس وجہ تک نہیں پہنچیں جو آیت قرآنی
 کے قطعی حکم کو منسوخ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں لہذا حدیث مضمرہ اور استثنائی کو حلیت پر محمول کیا جائے گا تا کہ تعمیری اور
 حدیث دونوں پر عمل ہوجائے ورنہ ان احادیث سے وجوب کا اثبات مشکل ہے اب یہ بات کہ امام ابوحنیفہ نے آپ کے
 متبعین فرقی کیوں کرتے ہیں کہ وضو میں گلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو سنت اور غسل میں فرض کے قائل ہیں ان کی کیا وجہ

[illegible]

بای الیدین یتمضمض

کس ہاتھ سے لکھی گئی ہے

الحمد لله الذي جعل من النعمية غافل حدثا عظميا حواما في سبيل من كبر من ديار المحمدي عن
سبعه هو من نور حيدر علي الوحي الحوي شهد بر يريه عن حسبان اندراني قسان دخاب سو فالوع
عندي سانه من انه فعلها ثلاث مرات انه ادخل بيده في النوصوة فتمسكت وانسحب به حسبان رحمة
سالما بديده نبي الله صلى الله عليه وآله وسلم ففتح بر بعدته عمل كالي حال من حلبة ثلاث مرات ثم قال
يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يا محمد يا محمد هذا اني قال من نوصا من (عمرى حذ) انه قد فعلني
كثيرا لا يحدث فيها ثمة نبيي عمر الله انما تقودم دعو

[illegible]

تَشْرِيح

[illegible]

اتخاذ الاستنشق

ناک میں پانی چھانے کا بیان

احمر بن محمد بن منصور قال حدثنا سفیان قال حدثنا ابو الزناد ح واحمر بن الاحمسين بن عيسى عن
معن عن مالك عن ابي نرمان عن الاعرج عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا توضأ
احدكم فليجعل في انفه ماء ثم ليسبق

حضرت ابو نرمان سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ناک میں پانی چھانے کے بعد ہاتھ دھو کر پانی چھانے کو کہا ہے۔

تشریح ماثل میں آچکا ہے کہ امام احمد اور آبی بن ربیعہ نے معتزلہ اور مستنشق کے وجوب کے قائل ہیں اور اپنی
ارشاد فرمایا کہ ان کی وائیں آگے آتی ہے اب وہ آپ کے سامنے ملا ہے۔ اس حدیث کے دو میں "فليجعل في انفه
ماء" "فريضة من" سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ناک میں پانی داخل کرنا واجب ہے کیونکہ اس سے متعلق سیدنا ابو زہرا فرمایا
ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے لہذا اس سے امام احمد وغیرہ کا حکم ثابت ہو گیا۔ استنشق وضو میں واجب ہے۔ اس کا جواب
آنکے دین کے۔

المبالغة في الاستنشق

مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی داخل کرنا

احمر بن محمد بن منصور قال حدثنا يحيى بن سليم عن اسماعيل بن كثير ح واحمر بن اسحق بن
اسرعيح احمر بن كعب عن سليمان عن ابي هانئ عن عاصم بن قبيط عن ابي هريرة عن ابي هريرة قال قلت يا رسول
الله احمر بن علي بن الجهم قال اسع في الوضوء ودفع في الاستنشق الا ان تكون حائضاً

مسموم اپنے والد القیظہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھ کو وضو کی فرائض بتائیے۔ حضرت نے
فرمایا کہ غسل وضو کرنا اور ناک میں خوب دھو کر پانی چھاننا وغیرہ کہ ضرور کرنا۔

تشریح حضرت قیظہ بن عمرو نے وضو سے متعلق سوال کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اسع الوضوء
کہ قابل وضو کیا کرو وضو کامل اس کو کہتے ہیں جس میں وضو کے تمام اعضا کی رعایت کی جائے نہ نہ وضو ناقص ہے
اس کے بعد فرمایا کہ ناک میں خوب دھو کر پانی چھاننا اور ناک میں پانی چھاننے کی حد یہ ہے کہ پانی ناک تک پہنچ
جائے اور مبالغہ اس کا یہ ہے کہ اس سے آگے تک پہنچا جائے تو اگر روزہ ہے نہ ہو تو اس کا شام کرنا اگر روزہ نہ ہو کے لئے ضرور
ہے کیوں کہ روزہ نہ سو دن چاہئے نہ دس دن ہے۔ اسی شارح نے لکھا ہے کہ اس کو حکم مذکور سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔

دولابی نے ان روایت کو صحیح کیا ہے اس کے نزدیک یہی حدیث لقیہ بن عمرو کی ان الفاظ کے ساتھ آتی ہے "بائع في

المصنوع والامتناعی الا ان تکون صائغا فان قلت ان لم یؤخذ استیقا ویعد حیالہ ام احمد وغیرہ ان دنوں سے کہیں شریعت امر اور نہایت جس سے بقول ان کے مضمون اور استیقا کا دہر ہو ثابت ہوتا ہے۔

الامر بالاستئثار

ناک جھاڑنے کا حکم دینا

احمرنا قنبة عن مالک ج واجهنا اسحق بن منصور قال حدثنا عبد الرحمن عن مالک عن ابن سہام عن ابي ادریس النخعی عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من نوحا فلیستتر ومن استعجم فلیؤثر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو کرے جس چاہے نہ ناک جھاڑے اور جو شخص استعجم سے استئثار کرے قوط کرے۔

احمرنا قنبة حدثنا حماد عن منصور عن ہلال بن یساف عن سلمة بن قیس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نوحا فاستئثر اذا استعجم فلیؤثر

حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے اگر جب تم وضو کرے تو ناک جھاڑ لیا کرو اور جب استعجم کرو تو قوط کر دینا کرو۔

تشریح احتیاطاً بعدہ واستعمال ہے یا خود ہے نثر جس کے معنی ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑنے کے ہیں اور یہ قن ہے استئثار ان روایات میں صیغہ امر استعمال فرمایا ہے اس لئے ہم احمد اور اتقی وغیرہ مثل استیقا کے اعتبار سے وہ بہتے چلے گئے اور استدلال ان روایات سے کرتے ہیں۔

باب الامر بالاستئثار عند الاستیقا من النوم

نیند سے جاگنے کے بعد وضو کرنے کے وقت ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑنے کے حکم دینے کے بیان میں

احمرنا محمد بن رسول رضی اللہ عنہ تمکی قال حدثنا ابي حازم عن یونس بن عبد اللہ ان محمد بن ابراہیم حدثنا عن عیسیٰ بن طلحة عن ابي هريرة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استیقا احدکم من حمامة فوضا فلیستتر ثلاث مرات فان الشيطان بیث علی عیشہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہو کر وضو کرے تو چاہئے کہ ناک میں پانی چڑھا کر تین بار جھاڑے کیونکہ شیطان اس کی ناک کے پائے پر تھامتا ہے۔

تشریح "فان الشيطان بیث علی عیشہ" اس کے تعلق طرد نے لکھا ہے کہ شیطان کے ناک کے

ہو یہ فرمایا حضرت نے حضرت علیؓ کی مجلس لائے تھے اور ان حضرات علیؓ کو اس کا کھدو چاہا۔ وہی تھا کہ وہ اسے سنبھال سکتے تھے۔ اور حضورؐ پہنچ کر، بیٹھے تھے اور حضرت عمرؓ کو ان کے بیٹھے تھے اب یہ وہ کیا فریاد تھا۔ اسے وجدان خلی اس میں اذیت اور توفیق اللہ کے حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ امر انتہائی بے ادب و بی ادبی کی طرف سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کا اٹھ کر بل کر لائے تھے کہ ہم ان کو آپ کو رسولی مان لیں تو بھرتا رہے۔ آپ کے درمیان میں حضرت علیؓ نے یہ کہنا کہ آپ کو یہ مان لینا حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے جو کو ظہور یا نسخہ لینی رسولی نہ کاٹنا اور تو غور کیجئے کہ یہ امر اگر وہ جب کے سے ہو تو پھر حضرت علیؓ نے مخالفت کیوں کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر امر کا وجوب کے لئے ہوا ظہور دینی نہیں بلکہ وجہ ہے کہ حضورؐ نے کسی پر ناراض ہونے کا اظہار نہیں فرمایا ان واقعات سے معلوم ہوا کہ مجتہدین اصولی اصول کا تابع نہیں ہوتے وہ حقیقت امر پر نظر رکھتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ ماحول پر واجب ہونے کے الٹی ہے یہ علت یا مقرب اصولی تو خدا تو بقول حضرت علامہ شیخ احمد عثمانیؒ نے فرمایا ہے کہ اسی میں یہ مقصدین کے لئے ہے مجتہدین ان کے ہاں نہیں ہوتے۔

اور یہ بات یہ ہے کہ مجتہدین کو ظاہر پر اس قدر جو دھکیں دیا جائے کہ جہاں لفظ امر و نہی ہو وہاں کبھی نہ جاسے، اب یہ چلنے لگے کہ منصفہ و استحقاق اور امتداد کس میں داخل کر دے کے قابل ہے، واجب میں یہ سنت میں تو جمہور ائمہ اور قرآن کے باقی انحراف و بدعت نہیں، وہ میں منصفہ و غیرہ کے بارے میں عین امر و نہی ہوا ہے انتخاب پر ممکن نہ تھے ہیں اور ان کو وضع میں سنت کا وجہ دیتے ہیں لہذا یہ نکال کر میں ہو گا کہ خلاف ظاہر کیوں کر۔

بَابُ الْيَدِينِ يَسْتَرُ

ناتک میں پانی چڑھانے کے بعد کس ہاتھ سے تھوڑا چاہئے اس کا بیان

اخبرنا موسى بن عبد الرحمن قال حدثنا حميد بن علي عن زائدة حدثنا خالد بن علفعة عن عبد
 جابر عن علي عليه السلام انه دعا موضعا فحصبه من واستشفى ونزل به البسرى ففعل هذا ثلاثا ثم قال هذا
 محبوب نبي الله صلى الله عليه وسلم.

مذہبِ سعادت علیؑ سے درایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے ایک رتن میں پانی، گلابا، بھرقلی، کن اور ناکہ کر ایوں ہاتھ سے
بھرا، اس کے بعد پانی پڑھنے کے بعد وہ یہ تین مرتبہ پھر قرآن پاکؑ کا وضو یعنی سر پہ وضو آپؑ نے ہر قسم کی طرح
کی ہے۔

تشریح راوی حدیث عبد خیر بن یزید جس کی کیفیت ابو داؤد سے انہوں نے زمانہ رسالت تو پہلا مرقم کریم ﷺ سے عاقبت غریب نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص تھے ائمہ و زحرف تھے وہ میں کو سنت لی، وہ حضرت سی بن علیؓ کے وضو کی روایت کرتے ہیں لفظ بکرا سے تمام فضولی طرف اشارہ ہے جو آپ نے تپہ رقیع پر کیا تھا مرقم راوی حدیث نے قصصت کا بیان اور وضو کو بیان نہیں کیا قصور راوی کا یہ تھا کہ کلی ارادہ میں اپنی واصل کرنے میں کوئی تھکاہٹ نہ ہو جائے اور مسندیں طریقہ

باب غسل الوجه

عقسل وجہ کا بیان

[illegible]

بعد غسل الوجه

غسل وجہ کی تعداد کا بیان

أحمد بن محمد بن شمس قال أخبرنا أحمد بن عبد الله وهو ابن العبادك عن شعبة عن مالك بن عبد الله عن
عبد حميد بن عيسى **باب** من أتى مكرهه ففقد عليه ثم دخل منور فيه ماء فكتفأ غشي يديه ثلاثاً ثم مضى
وأنسى حكمه ووجد ثلاث موات وعسل وجلبه ثلاثاً وغشى ذراعيه ثلاثاً ووشى واحده من الماء فمضى
ثم أتته امرأة فغشيها ثم مضى فوجد رجله موات وأتته امرأة ثم قال لا أشرب من هذه ولا أعسل رجله ثلاثاً ثم
قال من سجد من يسجد نبي خيبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فبينا أعجوزة وقال أبو عبد الله حميد هذا
خطأ واحده اب حاتم بن عثمة ليس مالك بن عبد الله

[illegible]

تفتیش

[illegible]

بہر حال حضور اکرم ﷺ سے جو حلیت کا عمل ثابت ہے وہ اسبابِ تعلیٰ کے لئے تھا کہ وہ فرض کی غرض سے کیوں کہ فرض تو ایک ایک بار چھوٹنے سے ادا ہو جاتا ہے لیکن چھیل سنت کے لئے ثابت ضروری ہے۔

روایت میں غسل کا لفظ آیا ہے جس کا لفظ خائے کو رنگ ہونا چاہئے کیوں کہ اہل عرب غسل اور غسل سے درمیان فرق نہ کرتے تھے غسل میں وضو اور نہ وضو یا نہ غسل میں یہ چیز نہیں ہوتی ہے، امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ مذکورہ واجب ہے لیکن ابن عبد البر اور ابو القاسم رحمہما نے اس کی تردید کی ہے، فاکل ہیں اگر یہی قول غرضاً ہی نے امام مالک سے نقل کیا ہے، حنفیہ کے نزدیک ایک ایک وضو ایک واجب ہے اور غسل میں اگر نہ غسل کر لیا تو اسی کے لئے کہ وہ ان کے عقیدہ میں ہے کہ غسل کا علم دینے اور غسل کی صفت یہ ہے کہ پانی پیشانی کے اوپر سے بہا کر چھوڑ دے جیسا کہ کلمہ میں مذکور ہے کہ پانی کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے میں پھر وضو لینے میں کیوں کہ یہ سنت ہے نہ کہ غسل۔

ابن عبد البر نے اس کا بیان بدین ذکر کر دیا ہے فرمایا "فصح برائے" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سر کا مسح کیا حتیٰ کہ خدہ کیا اس کا لفظ ذکر نہیں ہے لیکن دوسری روایت میں اس کا ذکر ہے چنانچہ ابھی پچھلے عنوان کے ذیل میں ابو حاتم کی روایت مذکور تھی ہے اس میں "ومسح برأسه مرة واحدة" کا لفظ آیا ہے اگر اسے باب دفعہ الاوضوء کے تحت میں حضرت مسیح بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت آ رہی ہے اس میں اسلم مسح برأسه مسحاً واحداً کے الفاظ آئے ہیں، اسی طرح ابو داؤد میں خالد بن سنان سے روایت کرنے والے زکریا بن آدم نے اس کی روایت میں بھی مرة واحدة کا لفظ وارد ہے اور میرے ہاتھ میں خلیل کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت جو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو طرق متعدد سے مروی ہے کسی روایت میں مذکور ہے کہ اگر آپ اور کسی میں کسی سے جیسے ایسا اس روایت میں مروی ہے کہ اگر کسی نے اپنے سر کا مسح برأسه کا لفظ روایت کر دیا تو اسے شیعہ نے اٹھایا کہ اگر کسی ایک ہی بار سے جس کی صورت دو بتاتا ہے میں کہ دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر آگے سے پیچھے گھومی تک لے گئے پھر دونوں ہاتھوں کو لٹا کر پیچھے سے منہ پر اس تک لائے یا کسی وہ بھی معصوم نہیں انہم لسانی اہی شعبہ لادعویٰ اور دھمسا م لا "تو اگرچہ اس روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے اور شیعہ فرما رہے ہیں لاری الخ کہ اقبال یعنی دونوں ہاتھوں کو لٹا کر پیچھے سے منہ کی طرف لائے یا کسی اس بارے میں مجھے علم نہیں لیکن ان کا عدم علم اس کے ثبوت کی نفی نہیں کرتا ہے کیوں کہ دوسری روایت میں اس کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ اے حضور اکرم ﷺ کے وضو کی حکایت کرنے والے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت آ رہی ہے اس میں "مسح برأسه بیدہ فطیل بھسا و لیسر الخ" الفاظ آئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے سر کا مسح اوبار اور اقبال کے ساتھ فرمایا ہے، نیز ابو داؤد میں حضرت عقیل بن سعد شیبہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کے سر اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وضوح کعبہ علی مقدم رأسه فامر ہما حتیٰ بلع الفناء ثم رد ہما الی المکان الذی عنہ بدأ" اس سے بھی صاف معلوم ہوا کہ اگرچہ اس میں مسنون طریقہ یہی ہے کہ دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر اس سے پیچھے کی طرف لے جائے پھر دونوں ہاتھوں کو لٹا کر پیچھے سے اس جگہ کی طرف لائے جہاں سے شروع کیا تھا۔

امین عاصم و هو جده عمرو بن يحيى هل نسطيع ان نرى كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يعوضاً قال عبد الله بن زبده نعم لندعا بوجوه فافزع على يده اليمنى فغسل يديه مرفعين ثم تعضض
واستشق لنا ثم غسل وجهه ثلثاً ثم غسل يديه مرفعين مرفعين الى المرفقين ثم مسح رأسه بيديه فغسل
يضاً وادبر رداً مقدماً وأمس ثم ذهب بهما الى فقاه ثم ردهما حتى وجع الى المكان الذى بدأ منه ثم
غسل رجله

تشریح: حدیث وہی ہے جو ابھی عنوان سابق کے ذیل میں آچکی ہے اس کو دوسرے طریق سے اس باب میں
آپ میں اس نسخہ کی عادت ہے کہ ایک حدیث کو متعدد دفعہ تکرار کرتے ہیں لیکن ہر جگہ عنوان صرف اس نسخہ کے لحاظ سے قائم
کرتے ہیں جس کے استنباط کا ارادہ ہوتا ہے چونکہ اس حدیث میں سر کے کسی کیفیت کا بیان آیا ہے اس لئے اس کو پیش نظر رکھ
کر یہ حدیث قائم کیا ہے۔

اس حدیث میں آیا ہے "ثم مسح رأسه بيديه فغسل يديه مرفعين" یعنی حضور اکرم ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے
اپنے سر کا مسح کیا ہے اس میں اتنا بھی کیا اور اوپر بھی پھر راولی حدیث نے اقبال اور دارقطنی تفسیر کی ہے اپنے قول "بدا بمقدم
رأسه الخ" سے یعنی حضور ﷺ نے سر کے آگے کی جانب سے شروع کیا یہاں تک کہ پیچھے کی طرف گدی تک لے گئے پھر
دونوں ہاتھوں کو نوا کر جہاں سے شروع فرمایا تھا اسی جگہ لے گئے، یہی طریقہ ہے سر کے مسح کرنے کا جو حضرت عبد اللہ بن
زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے بقول کہ "بدا بمقدم رأسه" الخ لحدیث میں سے ہے نہ کہ روایت میں از روایت یعنی امام
مالک کا کام نہیں جو مردوں کی یہی حدیث کے راوی ہیں اور اس قابل وادبار کے ساتھ جو صحابہ آپ ﷺ نے کیا اور کما قصہ
سر کے دونوں جانب کا احتیاط ہے یعنی پھر سے سر کا مسح فرمایا، حنفی بھی سنت کی حد تک اس کے قائل ہیں مگر فرض کی ادائیگی کے
لئے چونکہ کسی کا سر نہ ضروری ہے اس سے کم مقدار میں مسح کا فرض ادا ہوگا اس پر حضرت منیر دین شعبہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں "والتحریر
لنفس من مالک رحمہ اللہ کی روایات دلالت کرتی ہیں جو نسائی اور مسلم میں ہیں۔

حدیث باب میں آیا ہے "ثم غسل وجہه" کہا کہ وہو یا ہے اس کا اگر نہیں ہے مگر وہیب کی روایت میں ہائی لکھیں
آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں پاؤں غٹھوس مسیت دھویا ہے، حدیث کی باقی تشریحات عنوان سابق کے ذیل میں ہو چکی ہیں اس
حدیث میں پھر وہاب کی کوئی اور دونوں ہاتھوں کو گھونٹن تک دو مرتبہ دھوئے گا جو بیان آیا ہے اس کی توجیہ امام نووی نے یہ کی ہے کہ
حدیث باب سے معلوم ہوتا کہ ایک ہی وضو میں مختلف سرور تک غسل اعضاء کی جمع ہو سکتی ہیں یعنی بعض اعضاء کو تین مرتبہ دھونا اور بعض
کو دو مرتبہ اور بعض کو ایک مرتبہ اور اس طریقہ سے وضو کرنا بلاشبہ درست ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ تمام اعضاء کو تین مرتبہ دھونا
جائے اور بعض اوقات اس طریقہ سے جو حدیث باب میں مذکور ہے، نبی کریم ﷺ کا وضو مایہ بیان جواز کے لئے تھا جیسا کہ آپ
ﷺ نے بعض لوگوں میں یہاں جواز کی فرض سے اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا ہے اور وہ غسل اس وقت حضور ﷺ کے قتل میں
غسل تھا کہ ان کو حد جواز کے وجہ کی چیزوں کا بیان کر دیا بھی حضور ﷺ کے ذمہ واجب تھا۔ (واللہ اعلم)

عدد مسج الرأسي

مسح رأس کفنی مرتبہ کرنا چاہئے اس کا بیان

الحبرية محمد بن منصور فان حدثنا صفيان عن نصر و بر يحيى عن ابيه عن عبد الله بن زيد الذي
أرشد النساء قال وأبى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً فقال وجهه فلانا وبنيه مرتين ورجله
مرتين ومعه برأسه مرتين.

[illegible]

تشریح محمد شین کرار نے "کراٹر دہشت گردی" الذی اوی المذنب "کا اعلان کیا ہے خوب میں فہم سے اس

[illegible]

وہ صبح پر اسے ہر نین نام سناں کہ جو کھڑی میں علیان بن علی کا بعد اس کے تیرا منہ کے اور اس

[illegible]

مسح سراسہ صرفہ واحده " کہ آپ نے سر کو ایک ایک مرتبہ کیا۔

دارالجمہور ائمہ سے یہ بھی ہیں کہ امام نسائی نے اب فضل اللہ نے ذیل میں بیان فرمایا حضرت علیؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے ہندو پرہے حضور اکرم ﷺ کے حضور پورائے سر کو مسح کر دیا تا اس میں "ومسح سراسہ صرفہ واحده" پھر اب ہندو حضور کے تحت حدیث حسین بن علیؓ میں یہی حدیث روایت کی ہے اس میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ "مسح سراسہ مسحہ واحده" پھر کتاب مسح النمرأۃ رأسھا "نے ذیل میں حضرت ہندو حضور ﷺ کی حدیث نقل کی ہے اس میں آیت "ثم مسحوا رؤسہم مسحہ واحده" کہ آپ نے سر کا ایک ایک بار مسح کیا، نیز حضرت علیؓ نے حدیث میں "ومسح سراسہ صرفہ واحده" کا لفظ آیا ہے اور اس کو حسن اور صحیح کہا ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ کثرت مرثیوں سے نبی کریم ﷺ سے کلمہ مسح سراسہ صرفہ "کانوا یفعلون" کیا کرتے اور اکثر صحابہ کرام اور تابعین وغیرہ کا عمل ان پر ہے۔

نور علیہ السلام کو یہ جانتے کہ امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک روایت میں سر کا ایک بار کا مسح ہے جسے دارالطبی نے بواسطہ امام ابوحنیفہؒ کے اہل طیف سے اور آپ نے زمانہ میں غزوہ سے اور انہوں نے غزوہ خندق کے طریق سے حدیث حضرت علیؓ کی روایت کی ہے اس میں "ومسح رؤسہم ثلاثا" آیت ہے یہ حدیث اب دیکھا کہ امام ابوحنیفہؒ سے نہ تنہا حدیث روایت مروی ہے وہاں پر محمول ہے کہ ایک نبی پانی سے تمہیں بار بار مسح کرنا ہے شروع سے جیسے حضورؐ نے اس کو نام اعظم سے مسح کیا ہے پھر بار بار پانی لے کر مسح کیا ہے اور میں نے یہ اختلاف امام شافعیؒ کے ہاتھ پر مرثیہ یا بعدہ کے ساتھ نہیں دیکھا کہ کمال میں اماموں میں داخل ہے، دوسرے یہ کہ اہل علم میں بھی کہ اگرچہ امام احمدؒ سے ایک روایت ایسی بھی مروی ہے لیکن ضعیفہ ہے نہ یہ قول فردی ہے، بیحد نہیں جیسا کہ اس کی تفصیل ماقبل میں بیان میں آچکی ہے، درمیان میں یہ حدیث تنہا کو جس پر محمول کیا ہے اس کی تا یہ حدیث علیؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے بروایت امام سے متعلق ہے اور جس کو طبرانی نے اپنی کتاب مسند الشریکین میں روایت کیا ہے اس میں ہے "ومسح رؤسہم ثلاثا بعدا، واحدا" مافلانہم جھرنے سے ابوری میں لکھا ہے کہ تنہا مسح کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو ان کو ردۃ الاستیعاب پر محمول کیا جاسکتا ہے ان کو ردۃ سے رد کرنے کے لئے مستحق سمجھ کر محمول نہیں کیا ہے لکن اس کو حدیث سے خارج نہیں اولہ ماسئل ہوتا ہے۔

باب مسح المرأة رأسھا

عورت کا اپنے سر پر مسح کرنے کا بیان

اخبرنا الحسن بن محبوب عن حماد بن حذافہ عن الفضل بن موسیٰ عن جعفر بن عبد الرحمن قال اخبرنی عن

معتدات عائشہؓ کے بعض دست داروں کا نام تم اور حضرت عائشہؓ کی رائے یہ تھی کہ وہ غلام کی آمدورفت کو پہنچا نہ۔ اور اس کے دست داروں کے پاؤں پر کچھ بھی نہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم کما قالہ الاعلام السندھی)

اور عائشہؓ غائب تھیں یہ وہاں رہنے کا معاملہ بدل کتابت ارا کرنے کے بعد واقع ہوا ہے اس کے بعد سے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ سے یہ دورانی تحریر۔

مسح الاذنین

دونوں کانوں کا مسح کرنا

احمد بن ابیہن من یوب الطالقانی قال حدثنا عبد العزیز بن محمد قال حدثنا زید بن اسلم عن عطاء بن یدر عن ابي عباس رضی اللہ عنہ قال راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوضئ فیسلم یدہ ثم یمسح برأسه من عروة واحدة وغسل وجهه وغسل یدہ مرة مرة ومسح برأسه واذنہ مرة قال عبد العزیز والغریبی من مسح من من عجلان غول فی ذالک وغسل وجلیہ۔

ابن حبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کھائی تک دھویا پھر ایک ہی پلو سے کلن اور ناک میں پانی بھی داخل کیا اور چہرہ مبارک کو اٹھایا اور دونوں ہاتھوں کو ایک ایک مرتبہ دھویا اور اپنے سر اور دونوں ناکوں کا مسح بھی کیا، دھویا حدیث عبداللہ بن مسعود سے کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بتایا ہے جس نے میں نے بتایا ہے سنا ہے کہتے تھے اس حدیث میں ہے اور اپنے دونوں سروں کو دھویا۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ کلن کرنا اور ناک میں پانی دینے دونوں کام ایک چلو سے کئے ہیں یہ اصل کی صورت ہے اس کو شیعہ ائمہ کہتے ہیں اور حنفی بھی اس کو جائز کہتے ہیں مگر افضل ان کے نزدیک افضل ہے کہ دونوں من پر غزوات سے کئے جائیں اس کی تفصیل مع فلاں جیسے مذکور ہوئی ہے۔

ماہی تارہی نے شریعت اللہ میں اصل اور افضل دونوں قسم کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان روایات کی صحت کے بعد نتیجہ یہ ہے کہ ہر راوی نے جو کچھ دیکھا اس کی حکایت کی ہے اور حقیقت اصل سنت کے اصول میں ان روایات کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے بلکہ زیادہ اخصیبت میں اختلاف ہے۔

حضرت علامہ غفرلہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے فقیر یہ میں یہ مسئلہ پایا ہے کہ اگر پہلے کلن کرے اور پھر ناک میں پانی داخل کرے یہ ایک ہی چلو سے تو پانی مستعمل نہیں ہوگا لیکن اس کے برعکس کی صورت میں مستعمل ہو جائے گا نیز ابوہریرہؓ کی یہ ہے کہ ناک کوئی اصل کے ساتھ نہیں چلو سے دونوں کام کرنے تو جائز کہ بہت اسلئے اس کو دھوئے کی کیوں کہ اس کا ثبوت متعدد احادیث میں آیا ہے اور شیخ ابن ہمام بھی اسی کے قائل ہیں اور زبانی سنت صرف نص یعنی چہ غزوات سے حاصل ہو سکتی ہے۔

مروۃ مرفوعۃ عالم فطوائی نے کہا کہ یہ دونوں اقطاضول مطلقاً ہی نہ پر مضموب ہیں اور یہ ان کثرت کے لئے ہیں، علامہ کربائی نے کہا کہ حدیث کی بناء پر مضموب ہیں اسی غسل کمال عظمیٰ مروۃ واحدۃ یعنی ہر ایک عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا، علامہ بخاری نے کہا کہ ان تین میں سے کسی کو نہ ہٹا دے تو غسل کمال عظمیٰ ہو جائے گا اور اس پر استدلال کیا ہے کہ جب چہرہ کو ایک مرتبہ دھویا تو حضور ﷺ کے پاس زائد سے قدر پانی موجود نہیں تھا جس سے غسل نہ کر سکیں اور ان تین میں سے یہ بھی کہا کہ اس حدیث سے ان لوگوں کا قول روا ہے کہ جو کچھ دھوئے تو فرض کہتے ہیں۔

ماہی آفرینی نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جس وضوئی حکایت کرتے ہیں اسی وضو میں اس وقت ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا تھا اور نہ بظاہر صحیح روایت میں اس سے زیادہ مرتبہ دھوئے گا ذکر کرتا ہے اور اس وقت حضور اکرم ﷺ نے پل بیان جواز کے لئے کیا تھا۔

بہر حال اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نبوی اکرم ﷺ کی ماہیت کریمہ اور وہی عمل کی حکایت نہیں کر رہی بلکہ نقل جزیئی کی حکایت کر رہی ہے جس سے مقصد بیان ہوتا ایمان فرض ہو سکتا ہے اس روایت میں اگرچہ فصل و جلیس کا ذکر نہیں ہے لیکن دوسری روایت میں اس کا ذکر آیا ہے جیسا کہ بعد از تحریر ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث کہتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے شخص نے خبر دی ہے جس نے ان بھائیوں یعنی عمر بن خطاب سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں "و غسل و حلیہ" بھی آیا ہے چنانچہ اگلے عنوان کے تحت کی حدیث میں انہوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔

باب مسح الاذنین مع الرأس وما يستدل به على انهما من

الرأس

دونوں کانوں کا سر کے ساتھ مسح کرنے اور جس چیز سے دونوں کان سر میں سے ہونے پر استدلال کیا

جاتا ہے اس کے بیان میں

اخبرنا محمد بن عمار بن محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عجلان عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمضمض واستنشق ثم عرف غرۃ فغسل وجهہ ثم عرف غرۃ فغسل ید الیمنی ثم عرف غرۃ فغسل ید الیسری ثم مسح برأسہ واذنہ سائلہما بانسابہن وظاهر ہما ربہما ثم عرف غرۃ فغسل وجنہ الیمنی ثم عرف غرۃ فغسل وجنہ الیسری

مطہرۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے وضو کیا (اس بار پر) کہ ایک چلو پانی لیا اس سے کھلی کی اور ناک میں پانی نہ دھا، پھر ایک چلو لیا اس سے اپنا منہ دھویا پھر ایک چلو پانی لیا اس سے اپنا دہانہ دھویا پھر ایک چلو پانی لیا اس سے اپنا ایمان دھویا پھر اپنے سر اور دونوں کانوں کے اندر کھڑکھڑا دونوں شہادت کی انگلیوں سے کیا اور اپنے

[illegible]

اخبرنا قبة بن سعيد وعنه بن عبد الله عن مالك عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن عبد الله بن الصباح عن ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا توهما العبد المؤمن فتمسك بعضا خرجت الخطايا من فيه فاذا استشر خرجت الخطايا من اذنه فاذا غسل وجهه خرجت الخطايا من وجهه حتى تخرج من تحت اشعار عنقه فاذا غسل يديه خرجت الخطايا من يديه حتى تخرج من تحت اظفار يديه فاذا مسح برأسه خرجت الخطايا من رأسه حتى تخرج من اذنيه فاذا غسل رجليه خرجت الخطايا من رجليه حتى تخرج من تحت اظفار رجليه ثم كان مثله الى المسجد وصلاة نافلة قال قتادة عن الصباح عن النبي صلى الله عليه وسلم قال .

حضرت عبداللہ عیسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ چنگ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب زندہ مومن بمسواۃ ارادہ کرتا ہے اس کے بعد جب کئی کرتا ہے تو تمام گناہوں کے راستے سے نکل جاتے ہیں پھر جب ناک میں پانی پڑ جانے کے بعد اس کو جھارتا ہے تو تمام گناہوں کے راستے سے نکل جاتے ہیں پھر جب اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو تمام گناہوں کو دھو کر انھوں کی چٹکیں لے کر نیچے سے خارج ہوتا ہے۔ جتنے ہیں پھر جب دونوں ہاتھوں کو دھو کر جہتہ تمام گناہوں دونوں ہاتھوں کے ٹانگوں کے نیچے سے خارج ہوتا ہے۔ جتنے ہیں پھر جب اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو تمام گناہوں کے دونوں دونوں کے راستے سے نکل جاتے ہیں پھر جب دونوں پیروں کو دھوتا ہے تو تمام گناہوں کے دونوں پیروں کے خنوں کے نیچے سے خارج ہوتا ہے۔ جتنے ہیں پھر اس کا مسح کہ طرف ملتا اور روبرو ہوتا ہے۔ جتنے سے اس کے ہاتھ سے۔

تفسیر صبح عبد اللہ الصبحی رحمہ اللہ! ہم ترمذی نے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ عناجی تین ہیں ایک قرعہ
اللہ عناجی ہیں یہ مکتبی ہیں اور دوسرا عبد الرحمن عناجی ہیں یہ ابلی ہیں۔ تیسرے عناجی ہیں بدو ن یا سب سے اور چوتھی انکو
عناجی بھی کہتے ہیں یہ بھی مکتبی ہیں ان کے والد کا نام اسرار جیسی ہے۔ اور ان کو اپنے شرح مسلم میں لکھتا ہے کہ عناجی ایک ملن ہے
سرا کا اور امام ترمذی نے خود امام بخاری وغیرہ نے لکھا کہ عبد الرحمن عناجی کا سام حضور ﷺ سے بہت نکم ہے اور حافظ ابن حجر
کے کام سے سیرت معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ عناجی اور ابو محمد اللہ عناجی دو الگ الگ شخص ہیں (اصابہ) تقریب میں سے کہ عبد
الرحمن بن عسیر مرزائی اسی ابو عبد اللہ عناجی سے جو تھک اور کہا کہ یمن میں سے ہے ۱۱۷ھ میں منورہ میں حضور اکرم ﷺ کے
انتقال کے پانچ دن بعد پہنچے تھا۔ یہ بات بخاری کی روایت سے معلوم ہوتی ہے بخاری کی کتاب المغازی کے آخر میں
(۱۷۱) میں ہے کہ وہ الخیرے عناجی سے آیا تھا۔ صلیب حروف ”قرآن کب عزت کی نواہوں نے جو بیا کہ میں
بعد اچ سے یمن سے نکلا اور مقام حمہ (یمن) میں اہل شام احرام باندھتے ہیں) تک پہنچا اتفاق سے ایک سوار میرے سامنے
آگیا میں نے اس سے پوچھا یا خیر سے تارا؟ اس نے جواب دیا: لا انا صلی اللہ علیہ وسلم منہ حمص اس سے

معلوم ہوا کہ ابو عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار افعال اور انکار کی مخالفت کے زمانہ میں ہوا خلاصہ یہ ہے کہ عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص ہیں اولیٰ صحابی ہیں دوسرے تابعی ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

خروجت المخطیئین منہ معنی جب تک کرتا ہے تو تمام گناہوں کے راستے سے خارج ہو جاتا ہے جس سوال یہ ہے کہ جب تک کے ساتھ تو مکرہ نہ کرے مسامحہ یعنی مہربانی سے نکل جائے تو پھر بغیر اعطاء سے کیا خارج ہوں گے کیوں کہ کوئی گناہ نہیں پائی نہیں رہا، خارج نہ بعد کے جسے ملتا رہے ہیں کہ دوسرے اعطاء کو بھی دھوئے اور کچھ کرنے کے ساتھ ساتھ گناہ خارج ہو جاتا ہے، جو اب یہ ہے کہ مخطیئین میں اربعہ صنفیں ہیں: ۱۔ اسی خطیئہ الغف منہ و عطا یا الاغف من انفسہ علیٰ ہذا القیاس ۲۔ یا بقرعہ کلام یا بعد الف لام عیدنی ہے اب ۳۔ طلب یہ ہوا کہ ہر عضو اخروی طور پر گناہوں سے پاک و صاف ہو رہا ہے کیوں کہ عضو سے خطایا کا خارج ہو جانا بہت آسان ہے خصوصاً کی طہارت کی فرع ہے لہذا ہر عضو کی تطہیر کے ساتھ ہی سے متعلق تمام گناہ خارج ہو جاتے ہیں، اب کوئی اشکال نہیں رہا۔

ایک روایت میں "خسرت" آیا ہے جس کے معنی خیر جانے کے ہیں۔ بہر حال حدیث اب سے معلوم ہوا کہ وضو کی بدولت تمام گناہ، عشاء و وضو سے خارج ہو جاتے ہیں لیکن اختلاف اس میں ہے کہ آیا صرف صفائے کفار خارج ہوتا ہے یا صفائے دیگر دونوں کا؟ متاخرین نے کہا کہ فقط مفسر کا خروج ہوتا ہے کیوں کہ قرآن کریم میں ہے "ان السجۃات یسلھن المسجۃات" نیز دوسری احادیث میں "ما اجنب الذکاتو" اور "ما لم یغسل الذکاتو" یا "ما لم یغسل الذکاتو" اس کے الفاظ کی تفسیر بھی ملتی ہے جس سے ظہور ضابطہ کلی کے معلوم ہوا کہ وضو کی معافی ضرور ہوگی اب رہے کہ اگر تو وہ بہت صاف ہو سکتے ہیں یعنی وہ بہتے نہیں اگر کوئی کہے کہ اس سے تو بغیر وضو ہوتا ہے کہ وضو سے مفسر صاف ہونے کے لئے ترک نہ کرے تو یہ شرط ہے تو ہم کہیں گے کہ اس کے یہ معنی نہیں جو بظاہر مفہوم ہوا ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وضو سے ان تمام گناہوں کا خروج ہو ضرور ہوگا جو پہلے ہو چکے ہیں لیکن اگر مقدم کیا جائے تو وہ وضو سے خارج نہ ہوں گے تو وہ بہت صاف ہوں گے یا اللہ تعالیٰ کھل اپنے کھل و کرم سے صاف فرما، اس تو صاف ہو سکتے ہیں لیکن حقیقت میں کی رائے اس کے برخلاف ہے وہ صفائے کے ساتھ مقید کرنے کے قابل نہیں ہیں جیسے متاخرین فاک ہیں مفسرین نے مفسر کو کہا کہ اس سے کسی ایک کے ساتھ مقید کے بغیر مغفرت و غنیمت کا معاملہ باری تعالیٰ کی مشیت اور معنی پر چھوڑ دیا ہے، چاہے تو معاف فرمادے، غنیمت مفسر ہوں یا کہ نہ یا سزا دے، اس مقام پر اشکال یہ ہے کہ حدیث میں "مفسر صحت المخطیئین" آیا ہے خروج بہت ہے کہ خارج معنی مجسم ہو لیکن یہاں خطایا معافی اور اعراض میں سے ہیں ان کا خروج کیوں کہ شخص ہو سکتا ہے، مفسرین نے اس کے مختلف جوابات دیے ہیں ماسنود میں لے کہا کہ یہاں خروج کے معنی حقیقی مراد نہیں ہیں کیوں کہ گناہ غیر مجسم ہیں بلکہ خروج خطایا سے کااز مغفرت مراد لی گئی ہے۔

اسی طرح ترمذی میں لکھتے ہیں کہ خطایا افعال اور اعراض میں جو باقی نہیں رہے اور جب یہ تمام اوقات یعنی ثابت قائم نہیں رہتے ہیں تو پھر ان کا انصاف دخول یا خروج سے کیوں کر ہو سکتا ہے لہذا ارشاد نبوی ﷺ "مخرجت المخطیئین" سے مراد مغفرت المخطیئین کی جائے گی ہاں جب باری تعالیٰ نے مغفرت کو وضو کی لہر و ت کاہ پر موقوف کیا تو اس کو سمجھانے کے

کے بطور تحقیق مکتبہ خراج کا استدلال کیا گیا ہے یعنی جس طرح غنی مجسم شکل جاتی ہے اسی طرح گنہ گار کی نافرمانی ہوتی ہے جس کی بجائے ہر گز اس میں تاویل و توجیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں شاعر رحمۃ اللہ علیہ کا قول علی الصمن والزناس آپ نے جیسا فرمایا اسی طرح اس کو کہاں لیں پھر اس کی مراد کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔

علامہ سیوطی نے فرمایا کہ "حسرت الخطایا" اپنی حقیقت پر محمول ہے کیوں کہ گناہ سے ظاہر و باطن پر سیاہی پڑے گی جوتے ہیں جن پر صاحب احوال اور اعلیٰ کشف رحمۃ اللہ علیہ ہوتے ہیں اور لطافت افکار والا کرتی ہے تو اس پر وہ حدیث ولایت کرتی ہے جس کو امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ سے کوئی گناہ مزبور ہو جائے تو اس کے دل پر یہ ونگ لگ جاتا ہے پھر اگر توبہ نہ کر لیتا ہے تو وہ ونگ ملا دیا جاتا ہے اور قلب صاف ہو جاتا ہے رت گاجہ رنگا ہوں سے وہ سیاہ ونگ پر ہوتا ہے جی کہ قلب پر غالب آ جاتا ہے ورنہ یہ وہی رنگ (سبز و زلف) ہے جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے ﴿يَتَذَكَّرُ أَلَمْ يَكُنْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَاءٌ كَاذِبًا﴾۔

نیز امام احمد اور ابن خزیمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مگر اسود جنت کا سفید یا قوت ہے وہ پھر جنت سے بھی زیادہ لذت بخش تھا وانما مسودہ خطا العشر کس "کہ مشرکین کے گناہوں نے ان کو سیاہ کر دیا ہے تو مسودہ سیوٹی فرماتے ہیں کہ جب گناہوں نے پھر پراثر ڈالا ہے تو ان کے کرنے والے کے جسم پر بطریق الہی اثر ڈالیں گے اس کے باوجود حدیث میں لفظ خطا یا سے پہلے متعاقب محذوف مانا جائے گا اور تھوڑی عبارت یوں ہے "حسرت الخطایا میں فیہ" "کہ ان ہوں کے گناہوں کے سوا سے نافرمانی ہوتی ہے میں یا یہ کہا جائے کہ گناہ بذات خود ہوں کے ساتھ قائم ہے اور خطا یا رہت ہے مگر یہ سب بات پر مبنی ہے کہ اس عالم حضری (دینی دنیا) کے علاوہ اور ایک عالم مثال ثابت کیا ہے چنانچہ ائمہ متفقاں اس کو ثابت کرتے ہیں اور علامہ سیوطی نے کہا کہ میں بھی اسی کا قائل ہوں اور یہ ایک مذہب ہے کیوں کہ بہت سی احادیث ان کے ثبوت پر دلالت لیتی ہیں (حضرت شاد ولی اللہ نے جیلہ لیاقل میں بہت سی احادیث کی روشنی میں اس کو ثابت کیا ہے) اہل ملائکہ (مکملے) تو اس عالم میں وہ خطایا جو ہر اور قسم میں غرض نہیں اور وہ چیز جو اس عالم حضری میں غرض ہے اس کے لئے عالم مثال میں ایک صورت ہے جو وہاں جو برین جاتی ہے اسی کے تحت حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے عالم مثال میں پھر دشمنوں کے سامنے اس طرح پیش کرنے کا قول نکلتا ہے اسی بنا پر صوفیہ کرام کہتے ہیں کہ خطایا جو عالم مثال میں جو بر درم میں وضو سے انہی کا خروج ہوتا ہے۔

یہاں پر اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ماقبل کی تقریر سے معلوم ہوا کہ وضو کی بدولت گناہوں کا اثر خدایہ ہو جاتا ہے اس سے کیسے اعتبار کریں گیوں کہ ہم نے تو بھی دیکھا ہی نہیں تو جواب یہ ہے کہ وہ اثر ہماری ان ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے ہمیں اس سے تسلیم کرنے میں تردد ہوتا ہے حالانکہ ہمیں کسی چیز کا نظر نہ ملنا اس کے عدم ثبوت کے لئے دلیل نہیں بہت سی چیزیں واقع میں موجود ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتی مثلاً ایک وہ قطرے کا پانی ہے اس میں خوب گہری آنکھ ڈال کر دیکھ لو کہ فیچہ نظر نہیں آتی لیکن اگر اس کو خوردبین سے دیکھو تو اس میں بہت سے چھوٹے گینے نظر آئیں گے اس سے معلوم ہوا کہ بدولت اس

کے نظریہ آہستہ کے عدم تسلیم نہیں تو جس طرح یہاں خود زمین سے کپڑے نظر آتے ہیں اسی طرح اہل بصیرت حقیقت شناسی کے فروغ ذلوں کو دیکھ لیتے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص آیا جو راستے میں کسی انہشی عورت کو دیکھ کر آیا تھا آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو گلوں کا کیا حال ہے کہ ہماری مجلس میں آتے ہیں جب کہ راست میں آنکھوں کے زائے مرکب ہوتے ہیں تو اس گناہ کا اثر اس کی آنکھوں میں موجود تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو بصیرت سے معصوم کر لیا تو یہ قیام پاؤ گا واقعہ معلوم ہو جس کا آپ نے مشاہدہ کیا ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ گزنی کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف لے گئے اور لوگ وضو کر رہے تھے آپ نے ایک جوان شخص کے اعضاء وضو سے جو پانی نکل رہا تھا اس کو دیکھ کر فرمایا "یا ولدی تب عن عقوق لوالدین" اس نے کہا "کیسے الی اللہ عن ذالک" کہ میں نے اس گناہ سے توبہ کر لی ہے۔

اور دوسرے ایک شخص کا غسالہ دیکھ کر فرمایا اس سے "یا اخی تب من الرناء" اس نے کہا کہ میں نے اس سے توبہ کر لی اور ایک تیسرے شخص کا غسالہ دیکھ کر فرمایا "یا اخی تب من شرب الخمر وسباع آلات اللہ" اس نے کہا "نست مہما" تو یہ امور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مثل اشبع بمسوسہ کے تھے کہ آپ نے پانی میں جو بدن سے گر رہا تھا نہ ہوں کے اثرات دیکھے تھے، وہ معلوم کر لیتے تھے کہ اس کا استعمال کرنے والا کس گناہ کا مرتکب ہے اس واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ گناہوں کے اثرات خارج ہو جاتے ہیں لیکن اس کے لئے عزم بصیرت کی ضرورت ہے ہر شخص کی بات نہیں غائب ہوگی وجہ ہوگی کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ماہ مسئل کے متعلق متعدد اقوال منقول ہیں جہاں فروغ سباز دیکھا، ہاں نجاست غلط فرمایا اور جہاں فروغ مضار دیکھا وہاں نجس بجا ہے، فقہ کا نظم دیا اور جہاں ترکہ اولی کا اثر دیکھا وہاں حابر غیر مسلم کا نفی دیا اس سے معلوم ہوا کہ کشف کی حالت میں نام اعظم کا قول، مستعمل کے متعلق گناہوں کے ان اثرات کے تابع تھا جن کو آپ غسالہ میں دیکھتے تھے لیکن بعد میں وہ کشف اٹھا لیا گیا چنانچہ منقول ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ یا اخی مجھ سے یہ کشف اٹھ لے اور حجاب فرمادے کیوں کہ اس سے لوگوں کے محبوب مشکف ہوتے رہیں گے جو احرام اور اکرامِ مسلم کے خلاف ہے اور یہ وہ مقبول ہوئی پھر آپ کسی متوسلی کے صیب پر متبہ نہیں ہوئے (واقفہ اعلم بالصواب) (فتح المہلک ۶: ۱۶۰)

حقنہ نخرج من اذنیہ اس سے امام نسائی نے استدلال کیا ہے کہ دونوں کان داخل ہیں کیوں کہ مسح راس کی وجہ سے دونوں کانوں سے گناہوں کا خروج اس وقت درست ہوگا جب کہ وہ سر میں سے ہوں سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ کے اثبات کے لئے کہ دونوں کان داخل ہیں اور ہن کا کس سر کے ساتھ کیا جاتا ہے حدیث مشہورہ موجود ہے اور وہ "الاذانین من الواس" ہے تو امام نسائی اس حدیث سے کہ حدیث باب کیوں اختیار کیا، غلام سندھی نے فرمایا کہ حدیث مشہورہ سے کہ یہ حدیث اس لئے اختیار کی ہے کہ اس حدیث مشہورہ کے متعلق حنا نے تردید کیا ہے کہ آیا وہ مرفوع ہے یا معقول اور اس کی اسناد ضعیف نہیں اس میں کام کیا گیا ہے ہاں اگرچہ اس کا جواب محمد بن نے دیا ہے کہ یہ حدیث "الاذانین من الواس" "طریق متعدد سے طریق مرفوع غلط کی گئی ہے جس سے اس کے مرفوع ہونے کو تقویت حاصل ہے اور حدیث ضعیف سے حاشیہ ہوگی ہے تاہم مصنف نے

جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ نہایت عمدہ اور بہتر ہے جو امام سنائی کی وقت فہم اور وسعت نظر کا نتیجہ ہے۔

یہ حدیث حنفی کی دلیل ہے اس لئے کہ جب مسیح سے اس کے قاصد نگاہ کاغزوں کے واسطے خارج ہو جاتے ہیں تو یہ اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ دنوں کا سر کے تابع ہیں لہذا کافروں کے سر کے لئے نیاپانی لینا مسنون نہیں بلکہ وہ پانی کافی ہے جو مسیح راس کے لئے لیا گیا ہے اور کثیر احادیث قرآنیہ اور تفسیر سے یہی حکم ثابت ہوتا ہے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کا ہے اور ایک روایت کے مطابق امام ناکہ کا بھی یہی قول ہے اور امام مالکؒ امام احمدؒ سے ایک اور قول بھی نقل کیا گیا ہے جو مذہب امام شافعیؒ کے مطابق ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں کاغزوں کا سر اگلے پانی سے کرنا سنت ہے اور اس کے متعلق ایک حدیث مرفوعہ وارد ہوئی ہے حاکم نے اس کو سند حسنہ میں ابن وہب میں محمد بن الحارث بن حبان بن واسع عن یونس بن عبد اللہ بن زید روایت کیا ہے اس میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن زیدؒ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کو حضور کرتے ہوئے دیکھا ہے "فی حنفاء لادبہ خلاف لئلا یشح برأسہ" حاکم نے کہا کہ یہ حدیث میں شرط الخنجر صحیح ہے اس سے امام شافعیؒ استدلال کرتے ہیں کیوں کہ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے دونوں کے سر کے لئے ماء جدید لیا ہے احزاب اس کا جواب دیتے ہیں کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت شاید ہاتھ میں تری باقی نہ رہی ہو اس لئے نیاپانی لیا ہے ورنہ حضور ﷺ ہمیشہ ایک ہی پانی سے سر اور کافروں کا سر کرتے تھے۔ بہر حال تجرید نامہ ہاتھ میں تری باقی نہ رہنے کی صورت میں صرف جوڑ پانے کے لئے التیہ و لرمائی قبی اور اس روایت کو جس میں دونوں کاغزوں کے سر کے لئے نیاپانی لینے کا ذکر آیا ہے اسی پر محمول کیا جائے گا اسی سے دونوں قسم کی احادیث میں مطابقت ہو جاتی ہے اور متذکرین کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر دونوں ہاتھ میں تری باقی ہے تو کافروں کا سر کرنے کے لئے پانی سے کرنا نیاپانی لینے کی کوئی ضرورت نہیں ورنہ ماء جدید لیتا جائز ہے جیسا کہ شیخ ابن حاتم نے فتح القدیر میں اس کی تصریح کی ہے۔

وصلاتہ نافلۃ لہ یعنی اس کا مسجد کی طرف چلنا اور اس کا نماز پڑھنا اس کے واسطے زائد چیز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وضو سے تو وہ تمام نمازوں سے پاک ہو چکا اب نماز کا مکمل زائد ہے جو سب ہوتا ہے بلندی درجات کا، قائل الطیلسی۔ یا اس کی تہذیب (اند) ہے اعضاء و شہوہ کے نمازوں کی تعمیر سب نماز کی بدولت بغیر خطایا معاف ہو جائیں گے۔ (واحد اعلم)

باب المسح علی العمامۃ

امامہ پر مسح کرنے کا بیان

اخبرنا الحسين بن منصور قال حدثنا ابو معاوية حدثنا الاعمش ح و اخبرنا الحسين بن منصور قال حدثنا محمد بن سير قال حدثنا الاعمش عن الحكم عن عبد الرحمن بن امي ليلي عن كعب بن عجرة عن بلال قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم مسح على الخفين والغمام.

کعب بنہاجر و حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دونوں سوزنوں اور تمام پر سح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

والخبرنا الحسن بن عبد الرحمن بن عبد الرحمن بن عقیل بن غنم قال حدثنا والده و حفص بن غبات عن الاعمش عن النعمان بن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن السراة بن عازب عن بلال قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على الخفين.

براہین غائبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دونوں سوزنوں پر سح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اخبرنا هناد بن السري عن وكيع عن شعبة عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن بلال قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على النعما والخفين.

عبد الرحمن بن ابی لیلی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو تمام اور دونوں سوزنوں پر سح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تفسیر: روایت میں آئے "یُمسح علی النعما والخ" یہاں شمار سے مراد تمام ہے، تمام پر سح جائز ہے۔ یہ نہیں امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک اور قری و ابی مبارک رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ سح راس کا فریضہ صرف نماز پر سح کرنے سے واجب ہوگا۔ لیکن نوخانی اور دور دینی نے اکثر علماء کا مذہب نقل کیا ہے اور انہوں نے فرمادے ہیں کہ جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب ہے۔ جمہور علماء ہادی تعالیٰ کے قول "وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ" سے تمسک کرتے ہیں۔ اس میں صراحت سح راس کا فقرہ ہے جو غسل و طہارت سے بھی زیادہ درست ہے کیوں کہ وہاں تو دو قرأتیں ہیں لیکن یہاں سح راس کے حکم میں یہ احتمال نہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ سح راس بدون حائل کے ہونا چاہئے اور ہاتھ کی تری سر پر پڑنا چاہئے اور چونکہ علماء سر نہیں اٹھاتے جس طرح سوزن پر سح کرنے والے کو پاؤں پر سح کرنے والا کہنا صحیح نہیں ہے اسی طرح تمامہ پر سح کرنے والا کو سح راس کہنا صحیح نہیں ہے۔ ہر حال سح راس کا حکم نفس قطعی سے ثابت ہے اسی طرح سنت متواترہ سے بھی ثابت ہے لیکن سح علی النعما کا ثبوت اخبار آحاد سے ہے اس لئے وہ ادریس متواترہ کے مقابلہ میں کفایت میں نثر ہے کہ براہین سے ہے اس کی خبر دوسرے سے اس لئے بغیر اس کے تھا حال (تمامہ) پر سح جائز نہیں ہے، جیسے تم میں کسی نے چہرہ اور ہاتھ پر سح کر لیا مگر بلا حائل نہیں حائل پر سح کیا تو باطل ہے۔

ہر حال اس سے معلوم ہوا کہ صرف تمامہ پر جواز سح کا قول درست نہیں ہے اسی سے امام محمد نے موافق میں فرمایا ہے کہ ہمیں امام مالک نے بواسطہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ خبر دی ہے کہ جب ان سے سح تمامہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "لا أحصى بمس النعما" کہ جب تک ہاتھ کو پانی نہ چھوئے سح درست نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ صرف سح تمامہ کافی نہیں کیوں کہ قرآن کریم میں سح راس کا حکم دے دیا ہے نہ کہ سح علی النعما کا اور حضرت

۱۰۰: بیچو بیچو ہمارے قومی ہیکل قرآن کے سوانح ہے۔

اب رہی۔ بات کو سنا کر اس کے مقدمہ و مضروفہ، جو خفیہ کے نزدیک چوتھائی سربے اور امام شافعی کے نزدیک اور بھی بڑی ہیں، نوکس مقدمہ و مضروفہ پر جس کرنے کے بعد پھر اس کی تکمیل تمام پر کر لی جائے یہ درست ہے یا نہیں؟

وہ شام بھی فرماتے ہیں کہ عقد اور سفر و منہ پر بیعت کرنے کے بعد اگر مسیح کی ہتھیلیں علامہ پر سر رکھی جائے تو سنت استغفار ادا ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اسی وقت سینہ چھو کر کہو کہ میں تمہاری باتوں سے دور نہ ہوں۔ یہ بھی سر پر رکھی جائے کہ

۱۔ الامتیحہ سے حاصل کردہ نمبر میں کوئی قول منقول نہیں ہے، اور محض یہ بات نقل کی گئی ہے کہ عمار پر نسخہ اہتمام میں جائز تھا۔ موصوفہ کو بانی اہل بیت احادیث میں سے جن میں شمار میں احادیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اصل منقولہ آئمہ علیہ السلام سے روایات کا مجموعہ کیا تھا اور اس کی تکمیل علامہ پر فرمائی گویا ہے حضرت شاد صحن حیدر کے وجہ میں جو اس نے کمال مہمہ ہوتے ہیں۔

نام و زنی تمام تہذیبی اور اخلاقیاتی چیزیں کہتے ہیں کہ کج کامیابی پر اکتفا کرنا جائز ہے پھر ان میں سے بعض حضرات تو ہمارے شریعت کے جانے جا رہے ہیں مگر امام احمد وغیرہ نے شریعت کے ساتھ جائز کہتے ہیں یہی شرک ہے کہ وہ فاسق ملک، دوسری بھاری کو ٹھوڑی سی نیچے سے لے کر ہاتھ دھو کر پانی جو نہ اٹھانے سے اٹھے اور نہ کھوئے۔ اسے کھئے اور اسے یہ کہ علماء طہارۃ والے کے بعد، نہ حاکم کیا ہو، تیسرے یہ کہ وہ کچھ پیر سے نہ رو پیچائے، الا وہ اور رکاوٹیں کھڑے مختلف نہ ہوں، ان شرکاء کے ساتھ نام و نہ صرف کام کا نسخہ جانے لگاتے ہیں، ان حضرات کی، اس حدیث باب ہے جو حضرت ہلالی پھیلنے سے مراد ہے اس میں "مسح عینی" لکھا ہے "لا یحیی" ہے، انشاء سے مراد کام ہے، اس سے "عین" ہوا کہ ظہور پھیلنے کے کام نہ کیا۔

دار مسند میں نے کہا کہ چونکہ مجھ پر علم و کرامت کے قائل ہیں اس لئے اس حدیث پر کاتب جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث
افہامیہ میں سے اس لئے کاتب اندھا دیکھ نہیں کر سکتی کیوں کہ قرآن کریم میں ﴿وَمَسْحُو اسْرُؤْكُمْ﴾ لکھا ہوا ہے اس
لئے مسحرائس کی فریضت ثابت ہوئی ہے۔ مگر کاتب نے کہا کہ صحیح نہیں ہے علاوہ ازیں حدیث کاتب میں نہایت حال کی زبان
سے اس لئے نہیں ہے کہ وہ علماء میں پر حشود راہ پر چلنے سے کھینچا گیا تھا چھوٹا اور پتلا ہو جس سے قرنی سر تک سرایت کرتی ہے جیسے
لکڑی کا۔ اس کی تائید ہوتی ہے انیسویں کفار اس کتبہ سے کہ لکھے ہیں جو بابائوں کے لئے لکھا گئے تھے اس لئے عورت اپنے سر پہ یا نہ تھی
بلکہ اور وہ سر پہ عورت ایسا کرتی ہے جس سے قرنی سرایت کرتی ہے نہ وہ یا نہ جس قرنی زیادہ ہو تو وہ بڑا ہوا ہے چھ چھوٹا ہوا ہے
اس ہمارے محرم خزانہ میں اسے نقل و کتبہ کے تعبیر کیے ہیں اور اس کے ایک اور جواب یہ بھی ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ حدیث کو نزولی
آیت مانہ۔۔۔ ہے جیسے کہ آیت مانہ کے نزول کے بعد منہ بن گیا ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عالمِ سہمی کے منہ انگوٹوں پر جوت کی تابید میں نظریاتِ سانسِ غصہ جھڑکتی فرماتے ہیں کہ جو اب ہول کی تابیدِ قدرتِ باریک بینی کی تابیدِ ایت سے کوئی ہے نہیں کو کو لام لگاتے ہیں اترتی مہرِ رحمن میں مونہ ٹنکر کیا ہے اسی میں مسیح علی خدیوہی غورِ لغوات کے لفظِ اظہار کے ہیں نیز امام احمد نے مسئلہ میں حضرت عثمان غنیؓ کی رائیت سے بیان کیا ہے کہ **لومع عظمیٰ**

بیر حال میں بیان مذکور سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ حدیث پاک کی سند اور اس میں بہت اضطراب ہے اور اس کے اضطراب روایت سے یہ دن رفع اضطراب کے اشد اول صحیح نہیں ہے امام ابو حنیفہ نے کہا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح مسلم میں بھی ہے اکثر راویوں نے اس کی روایت کی۔ چنانچہ اس حدیث کے قریب مرقی اور ترمذی میں۔ وہ طریق درج ہے اور محفوظ ہو جس کو امام مسلم نے اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس کو اپنی صحیح میں داخل کیا ہے اب اس بات میں کوئی غم نہیں ہے کہ یہ حدیث نقلی ہے کیوں کہ تمام ائمہ راویوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور ان کی روایت محمد بن راشد کی روایت مذکور اس قول میں کہ کو بیان کیا ہے نہ محفوظ وہی حدیث فہمی ہے اس کو محمد بن ابی اس کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے نقلی حدیث کا جواب بعد میں دیں گے قوی حدیث جس کو محمد بن راشد نے روایت کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حافظہ ابن عبد البر مالکی نے کہا کہ یہ حدیث مطلق ہے جس کو محمد بن راشد جس کیوں سے روایت کرتے ہیں اس کا نام خیم بن حارث سے ثابت نہیں ہے دونوں کے درمیان ایک واسطہ کثیر بن مرثدہ کا ذکر ہے لہذا نہ یہ منقطع ہے اور ہر دو نہ جب لفظ طے کے ساتھ ہے کہ وہ حدیث غامضہ ہو تو کوئی کہنے والا ہوئی جو یہی حضرت ثوبان کی حدیث جس کو یزید و ذہب نے روایت کیا ہے نہ میں ضرورت اور مذکور کی حالت میں معذور ہو گئے کہ حق میں وارد ہوئی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بطور عام سب کے لئے فرمایا ہو جو ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نقلی حدیث جو امام مسلم اور صحابہ سنن نے روایت کی ہے وہی کچھ راویوں نے تعریف کر کے قول سے بیان کر دیا ہو۔ (واللہ اعلم)

ابہ کلام نقلی حدیث میں ہے کہ حدیث کے معنی عام پر مسجور است ہے یہ نہیں تو اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اگر امام پر مسجور نہ ہوتا تو اس بارے میں بطریق نقلی حدیث وارد ہو جس جیسے مسجور فہم کے بارے میں وارد ہوئی ہیں امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ صحیح قرآن سنہ سے جائز ہے طریقہ روایت نقلی میں مسجور فہم کی حدیث کے برابر جو مسجور امام کا مسجور اکرم رضی اللہ عنہ سے بھروسہ قرار ثابت نہیں ہے اس لئے اس پر مسجور اور وہ سے جائز نہیں ہے ایک قویہ کہ قرآن پاک کی آیت ﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ مسجور اس کو کہتا ہے اس لئے جب تک کوئی نقلی حدیث جرم جب پیش ہو مثل مسجور فہم کے سامنے نہ جائے مسجور اس کے علم نقلی سے مدد لی کرنا جائز نہیں ہے اور مسجور امام سے متعلق عقلی احادیث وارد ہوئی ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ہوں یا اور کسی راوی کی ان کی سندوں میں اضطراب ہے اور بقول حافظہ ابن عبد البر مالکی نے سب معقول ہیں اور اگر ان کو درست بھی مان لیا جائے تب بھی وہ کتاب اللہ کی آیت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں کیوں کہ وہ اخبار راہداریں ہیں جو اصل کا احتمال جو جو ہے لہذا ان کو قرآن کے مقابلہ میں چھوڑ دیا ہے کہ اگر دوسرے یہ کہیں کہ اس حدیث کا یہ نہ صرف اس کی کہنا جائے کہ اس نے پر مسجور کیا ہے کیوں کہ مسجور حقیقت میں معصوم معروف کو کہتے ہیں جو بانوں سے ڈھکا ہوا ہے اور وہ امام کے مخالف ہونے بالکل ظاہر بات ہے اب امام پر مسجور کرنے کو حقیقت مسجور اس نہیں کہنا بلکہ مسلمانان لئے روایت کے مضہور میں داخل نہیں ہو گا۔

امام بخاری وغیرہ محدثین نے کہا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت ہذا میں اختلاف ہو گیا ہے منقول روایت میں مسجور اور

علامہ دونوں پر سجدہ کا ذکر آیا ہے اس لئے مجمل روایت میں بھی وہی مراد ہے اس میں دو باتیں کی بحث نکلتی ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں بعض طرق میں دونوں کا ذکر ہے چنانچہ اس میں بتائی گئی ہے اور بعض طرق میں حدیث میں دونوں کا ذکر نہیں ہے۔ اتفاق سے روایت کیا ہے "مسح علی الخفین وناصبہ والعمامة" روایت سے مراد ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر کسی منہ پر اور یہ شکل حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ سے ہے جس میں علامہ اور ناصبہ دونوں پر سجدہ کرنے کی تصریح آئی ہے۔

اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث باب سے مناجاد کا اہم بات پر اسناد۔ اہل درمست نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے بدون کسی راس کے صرف علامہ کے سج پر کھڑا فرمایا تھا بلکہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سر اور علامہ دونوں پر سجدہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن راویوں نے صرفہ سج علامہ پر اقتصار کیا ہے اس لئے کہ وہ غیر متعارف چیز تھی اور بعض نے دونوں کا ذکر کیا ہے اور بعض نے صرف سج راس کا ذکر کیا ہے سج اور سجدہ کا ذکر نہیں کیا جیہ کو آگے باب مسح علی الخفین کے تحت ایک روایت آ رہی ہے۔ اس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں "ومسح برأسه ومسح علی العصب ثم صلی" اور نہ لہجہ وہی واقع ہے جو وہاں بیان کیا گیا ہے۔

بہر حال حدیث باب مجمل ہے اس کے تمام طرق کے الفاظ کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے اور واضح ہو جاتی ہے کہ اس واقعہ میں سر و راس ہوا ہے اگرچہ یہ سجدہ کا نہیں تو بقدرت مہیہ یعنی چوتھائی سر کا سجدہ ہو گیا ہے جس کو روایت بھی ذکر کر رہی ہے اس لئے اس حدیث سے متنبہانہ خیر کا تھا سج علامہ کے ہوا پر اسناد اہل درمست نہیں ہے جب تک کہ کوئی اسکی دلیل پیش نہ کریں کہ جس سے قطعاً طور پر ثابت ہو جائے کہ حضور ﷺ نے بدون سج راس کے صرف علامہ پر سجدہ کیا تھا۔

اس موضوع پر تفصیلی کتابی، شمائی بحث امام ابوالحسن جلد اول میں آئی ہے۔

باب المسح علی العمامة مع الناصبة

پیشانی کے ساتھ علامہ پر سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن عسى قال حدثنا يحيى بن سعيد قال حدثنا سليمان بن ابيس قال حدثنا بكر بن عبد الله المزني عن الحسن بن اس المعيرة بن شعبة عن المعيرة بن اس المعيرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم نوحاً فمسح ناصبه وعمامة وعلى الخفین قال بكر وقد سمعت من ابن المعيرة بن شعبة عن ابيه عن معمر بن مغيرة بن شعبة رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اور میری طرف سے چوتھائی سر کا سج کیا اور علامہ پر بھی سج کیا اور دونوں سوزوں پر بھی۔

اخبرنا عمرو بن علي وحيد بن مسعدة عن يزيد بن زريع قال حدثنا حماد قال حدثنا بكر بن عبد الله المزني عن حمزة بن المعيرة بن شعبة عن ابيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

١٥٧٠ (فصل الحزن ١٥٧٠)

میرا حال اس سے نہ اچھے، نہ خراب، نہ احتیاج، نہ داکٹر، نہ طبی پورے، نہ پریشانی کی علت اور اور ہوائی ہے، مگر حیلہ کی کے مستطاب نے، چلائی، بتدریج، مگر اس سر پرست کو نہ پایا ہو۔

نہیں کرتے یہ ایک تاویل ہے جو ناقابل اعتبار ہے کیوں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فقہ و عبادت کی پھر وضو فرمایا اور تاحید پر مسح کیا اس سے صاف معلوم ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے وضو بعد حدت کے کیا تھا اور اگر مسح تاحید کے بارے میں اس تاویل مذکور کو جائز مان لیا جائے تو پھر مسح طہن میں بھی ممکن تاویل کر دیوں کہ اس وضو میں آپ ﷺ نے موزوں پر بھی مسح کیا تھا تو کیا یہاں بھی مانگیں اس کے ترک میں ہوں گے کہ شاید حضور ﷺ نے موزوں پر مسح ضرور کیا اور موزوں چہرے پر ہو گا یا بغیر حدت کے وضو میں وضو کی حاجت میں کیا ہو گا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، غرض یہ کہ اسبہ و رخس یعنی چوہا کی سر سے کوئی کوئی روایت موجود نہیں تو اس لئے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو آیت مبارکہ وَأَسْبِغُوا رءُوسَكُمْ کے تحت اجمال کا بیان فرما کر ضرورت میں کی قی کہ وہ رطلی راس ہے جس کو تاحید سے تعبیر کیا گیا ہے اور تاحید کے آگے کی جانب سے جو تھاویں حد سر کر کہتے ہیں اور اوڑھ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مقدار رطلی راس بیان کی گئی ہے فَصَبَّحَ مَغْدِمًا وَأَسْبَغَ يَفْضُ الْعِمَامَةَ کے الفاظ وارد ہونے میں اور اوڑھنے اس پر سکوت کیا ہے اور جس قدر سند سے سکوت کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک قبل تقسیم ہوتی ہے اب آیت کریمہ کی مراد متعین ہو گئی کہ وہ رطلی راس ہے اور جن روایات میں پورے سر پر مسح کا ذکر آیا ہے وہ سخت اور کمال پر محمول ہیں۔

باب کیف المسح علی العمامۃ

عمامہ پر کس طرح مسح کیا جائے اس کا بیان

احمرنا یغفر بن البراء رضی اللہ عنہ قال حدثنا ہشیم قال أخبرنا یونس بن عبد عن ابن سیرین قال اعرضنی عمرو بن وہب الثقفی قال سمعت المغیرۃ بن شعبہ قال حصلنا لا أسأل عنہما احداً بعد ما شہدت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کنا معہ فی سفر فبرز لحاجۃ ثم جاء فوضا ومسح بصابونہ وجابی عمامتہ ومسح علی حقیہ قال وحیوۃ الاحام خنیف الرجل من رعیۃ لشہدت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان فی سفر فہ نظرت الصلوۃ فاحسن علیہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقاموا الصلوۃ وقدموا ابن عوف رضی اللہ عنہ فصلی بہم فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطہلی حلف ان عرف رضی اللہ عنہ سابقی من الصلوۃ فلما سلم ابن عوف قام الی صلی اللہ علیہ وسلم فقصی حاشی بہ

عمرو بن وہب ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا نہیں ہے کہ کہہ کہ اوائل ایسے ہیں کہ جب میں نے خود ہی ان کو رسول اکرم ﷺ سے کرتے ہوئے دیکھا ہے تو ان کی سے نہیں پوچھوں گا ایک تو یہ کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے آپ حاجت پوری کرنے کے لئے تشریف لے گئے پھر قارف ہوئے کے بعد تشریف لائے اور وضو فرمایا اور تاحید پر مسح کیا اور گزنی کے موزوں کٹا دیں یہ بھی مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا دوسرا عمل یہ کہ امام ابی حاتم میں سے ایک شخص کے چچا ائمہ انرا ہے جس میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ سفر میں تھے مسح کی نماز کا وقت ہو گیا حضور ﷺ قضا کے حاجت کے

لے گئے تھے تب ﷺ کی تشریف آوری میں دیر کی تو لوگوں نے نزدیک پر حاسنہ کے لئے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا اور وہ لوگوں کو گناہ پر مائل کر کے پھر حضور ﷺ کی تشریف لے کر اور عبدالرحمن بن عوف کے پیچھے دوغلاؤں کی اوڑھن بھر جب ابن عوف رضی اللہ عنہ نے سام پہنچا تو حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور میرا کھت نہ کر لی تھی اس کو اد کیا۔

تفسیر صحیح: کتاب صلیٰ فی سفر الحج اس سفر سے مراد غزوہ تبوک کا سفر ہے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ میں بیان نزدیک روایت میں اس کی تصریح ہے اور یہ غزوہ وہ ہے جس میں ہوا اتفاق حدیث میں ہوا اتفاق بیان کیا گیا ہے، و سفر تہ و جس نے کے وقت واقع ہوا اتفاق حضرت صفیر کی یہ حدیث غرضی تشریح سے مراد ہے یہاں تک کہ ہر نے اپنی سند میں ذکر کیا ہے کہ حضرت صفیر کی حدیث کو ان سے ساتھ راویوں نے روایت کیا ہے کثر اتفاق و مختلف ہیں بچھلے اب کی روایت میں "فمسح ناصبتہ و عمامتہ" کے الفاظ آئے ہیں "فصل دیات میں" و صحیح بدھ علی عمامتہ" اور بعض میں "و مسح فوقی العمامتہ" جیسے ہر دو میں ہے اور حدیث باب میں "و مسح حسی عمامتہ" آیا ہے وغیرہ ائمہ۔

بہر حال حضرت صفیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ سے صرف معلوم ہوتا ہے کہ حضور آرام ﷺ نے اس وضو میں کھاسہ کا رخ نہیں فرمایا بلکہ سر کی گلی جانب سے بقدر تا میر پنی چھوئی سر کا مسح فرمایا پھر ادا لے ملت کے واسطے ہی ہے تو سر کے سر کے پگڑی پر سر کا کیا نامہ پر سر کا مسح کیا اس کا بیان اس حدیث میں ہے جس کو حضرت صفیر رضی اللہ عنہ نے "و مسح حسی عمامتہ" کے الفاظ سے ذکر فرمایا ہے جس کا حضور آرام ﷺ نے تار کے دونوں کدروں پر مسح فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ تو سر کا مسح فرض نہیں ہے فتح الباری اور بیہی میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو حدیث سر کا مسح کافی ہے اس سے فرض اور ہوتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سر کا مسح کرنا چاہتے "و دفع اللبس و مسح مقدم و اسہ" تو فرمایا تھا کہ سر کے اگلے حصہ کا مسح کرتے تھے لیکن غرضی نے روایت کیا ہے کہ انقیاس "فصلی میں ہے سند صحیح یہ حدیث صحیح ہے اور ان کے اس عمل پر کتاب کرام میں سے کسی نے انکار نہیں کیا جیسے ابن خزیمہ نے کیا۔

تو معلوم ہو کر احتیاط سر کا مسح ملت کے نزدیک بھی فرض نہیں تھا۔

اس حدیث سے متعلق بعض دوسرے سر کلہ تھی میں صلاہ اور خود کے تحت گذر چکے ہیں۔

باب ایجاب غسل الرجلین

غسل رجلین کے واجب ہونے کا بیان

اخبرنا فقیہ بن سعید قال حدثنا بزیہ بن ربیع عن شعبہ عن واخرنا مؤمل بن هشام حدثنا اسماعیل عن شعبہ عن محمد بن زید عن ابی ہریرۃ قال قال ابو نعیم صلی اللہ علیہ وسلم ریل لنعقب من النار

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انعام ﷺ نے فرمایا دنیا کے لئے آگ کا ثواب ہے۔

اسمہ ما محمود من عبدی قال حدنا وکیع قال حدنا مضاف ح و سرنا عمرو بن غنی قال حدنا عبدالرحمن بن حسن قال حدنا سفیان والثقفی عن عن منصور عن ھلال بن بساطت عن ابي یحیی عن عبد اللہ بن عمرو قال رآی رسول اللہ صلی علیہ وسلم فوأتوا صلیون ثم اری اعدائهم یلوح فقال ولعل فلا عذاب من النار اسیعوا فیہ ص ۱

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چودہویں کو یومِ ایکا کو دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ﷺ نے ان کو ہر چھ گھنٹہ پر پانچ بار دعا کی ہے انہوں نے کہا: اے اللہ! اسے قبول فرما اور اسے اپنی رحمت سے نوازا۔

[illegible][illegible]

مادہ دینی تحریر کے لئے انگریزی میں لکھنا ہے کہ روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو الدرداءؓ عمرہ کیلئے تھے جس مقام میں حضور ﷺ نے اپنے چچا کو لے کر تھکے تھے اور راجع یہ ہیں کہ وہ اس مقام حضور ﷺ کے گھر، ایہ اللہ اور اس میں ہوا تھا اس لئے کہ وہ اگرچہ چچا، مگر وہ اپنے خاندان میں بھی شریک تھے اور اس مقام میں حضور ﷺ کو مدت درین تک صرف نہیں ہوئے بلکہ بعد ازاں لوگ آئے تھے اور یہاں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں کہ حضور ﷺ نے کہا کہ ان کے لئے مسجد اسی الصلیبہ ہے۔ اس لئے تحقیق یہ بات بھی ہوگی کہ وہ خود بھی اپنے اسرار کا اقرار ہی کرتے تھے کہ وہ ظاہر و باطن کے ہاں یوں اس کی بھرتی کرتے تھے کہ قریب زمانہ میں ہر آدمی کو۔

[illegible][illegible]

اس نے اس پر تہ اور واقع ہوا اور مست ہے اور یہی حدیث میں عقبہ فرمودہ دوسری حدیث میں مجمع کا نقل عقاب تہا تہا
میں عقبہ جس پر ہے اور دوسری میں صیغہ جمع اس کو ملا ہے ہے کہ یہ حدیث ایک قوم کے ہے۔ اس میں اور دوسری ہے جنہوں
کے عقبہ میں خلعت و تہا کی تہا اب جمع کو اتنی تنہا پر جنہوں نے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

یہاں یہ ایک حال یہ ہے کہ مذہب الحکم اس شخص کو یہ دے گا جس کی اپنی حکمت و حکمتی یا عرف اپنی کو مذہب یا
بے کا نقل و حدیث سے ملے ہر معلوم ہو جائے کہ مذہب اپنی کو ہونا یا کسی ایسی نے اس کا جواب یہ دیا ہے۔ اور دناک مذہب
وہاں کوئی ہے جنہوں کو اپنی ہر خشک چھوڑ دینے پر اس کے اپنی اسے کوئی مذہب چوری اپنی کو بھی نہیں دیا ہے۔
اس کے اس میں اس کی طرف سے اپنی اسے خشک ہے کہ کسی مذہب کو دہائی میں وضع ہونا کو اسے نہیں ہے
میں کہ حدیث میں وضع ہونا کے متعلق یہ ہے کہ دوسری کی کتاب اس پر حرور کر رہی تھی ہے جبکہ اس کے باقی جسم کو کہ
مذہب سے کسی بعد میں سرچھی اس کے کامل ہیں اور میں عقبہ نے کہا کہ دوسری کی آگ اس کی اپنی میں سے انہی وضع
تہا ہو چکی تھی کہ اپنی نہیں ہو چکا تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اب ان میں ان کے ساتھ مخصوص ہو گا جن کے اس نے
میں کو اپنی کوئی ہوئی۔ اور یہی نے کہا کہ نہ شامہ کے کہ تہا یہ ہیں وہیں لاصحاب الاعقاب المعقبات میں
غسلہا کہ کہی ہونے والوں کے لئے جاگ فقہیم ہے جو شخص عقبہ میں کوئی کرتے والے ہیں اور قول کی بنا پر مذہب
اسان کے ہے۔ اسے بن دیا جائے گا تو یہ ایک جزو کا ذکر کیا کہ جن میں اس کے ہے جسے بعض میں رقبہ کا لفظ آیا ہے اس سے
مرد کامل عبد یعنی تمام ہے۔

وہاں ہے کہ کہ عقبہ کے ساتھ دوسرے ان اعتقاد کو بھی شامل کیا جائے گا جن کو لوگ غلطت اور کوئی کی ہے۔
وہاں خراج نہیں ہوئے لیکن اس روایت میں خاص طور سے اعتقاد کا ذکر اسود عقبہ کی بنا پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی
کے ماوراء میں ان کی مشغول میں نہ جس کے زیر بھی خشک چھوڑ دی تو اس میں مذہب کا کسکی ہوگا اور اس کی تابع حضرت عبداللہ
جو حدیث یثیبہ کی روایت سے ہوئی ہے جس کو اس نے روایت کیا ہے اس میں وہیں لاصحاب المعقبات و بطون الانعام
میں اس کے الفاظ اور ہونے ہیں اب جو شخص وہاں کی طرح حضور کے تہا پر اپنی اور دونوں میں اس کے باقی جسے کہ
نہیں جو یا بلکہ ہلائی جسے چرخ کیا تو اس نے اپنی اور اس نے مذہب یا اس کے کامل کو دوسری کا دناک مذہب یہ دے گا۔

یہاں حدیث باب وراہ جسکی دوسری روایت میں یہ ہے کہ عقبہ اس کی تہا میں کہ وہیں میں پاس کا جو یہاں ہے
وراس کے چھوڑنے پر عقبہ میں ہے کہ کافی نہیں ہیں مجبور ہو کر کرام و انقباط کا مذہب ہے۔ اور اس کے خلاف اس نے فرقہ انصار
کے کسی کو سے ثابت نہیں ہے اور اس میں صحابہ کرام نے اپنی کریم ﷺ کا وضو بیان کیا ہے جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ
من زید و جابر و ابو ہریرہ و ابو عبد اللہ بن عمر و غیرہ رضی اللہ عنہم انہمیں سب اس روایت پر متفق ہیں۔ انھوں نے ﷺ پاس سے کہ
جو تہا جسے ان کو مذہب ہے کہ نہ دے۔ اور اس باب میں احادیث کثیرہ اور دونوں میں جو مرتبہ تو نہ ہو چکی ہیں اور اور اس
حدیث اب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ بھی ملے ہیں کہ ظاہر میں ان کا فقہ حاصل ہے اور اس میں تمام

پاس کا محور نظر رہی ہے۔ بخلاف بائیں کے مسیح کے جس کے شیعہ لوگ قس ہیں اس میں کوئی بھی غرضیت استیعاب کا قائل نہیں،
نہ دونوں دیکھتے ہیں کہ وہ عیسیٰ مسیح ہے ان کے نزدیک مسیح پاؤں کے بالائی حصہ پر ہے اور بائیں پس گودا جب
نہیں کہتے ان سے حدیث باب ان پر بحث ہے کیوں کہ ان حضرت صحت پر مبنی کو تباہی پہنچتی کے ساتھ ان کو فرمانے اور نہ مبدہ
قطعی پرانی کہ جانب قرآنہ فصل سے ہے جس کی "وہی للاعقاب من اللہ" کے الفاظ و مبدہ نہ مبدہ میں صاف کر م سے مروی
ہیں خدائے رب ہے کہ ان لوگوں نے جہوں کو بے شک و حواشی نظر و جس م سے ساتھ نہیں جو بے شک و حواشی کے نماز کو
دو جانے کے نہ پیش سے جلدی جلدی و حواشی کا انجام یہ ہو کہ ان کی اڑیاں شک و شک نہیں پھر شاید وہ اصحاب و مکان کو
طرح ہو ابوہو انہوں نے یہ گمان یہ ہو گا کہ اکثر و کمال کا قائم مقام قرار دیا گیا ہے اس لئے آخر قدم کے فصل پر ان کا
بدیہا کہ حضرت علامہ فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بذل ایضاً و میں فرمودہ اس پر حضور ﷺ نے مبدہ کے الفاظ ارشاد
فرمائے وہ بائیں فصل چلیں یہاں الٹ کر ہے ہیں اور فصل میں استیعاب و فصل ہے۔

نہ کیا کہ دونوں دونوں پر مسیح جائز ہو تو مضمون امر ہے پھر کہ اگر ہم بیان جو از کی غرض سے اپنی پوری زندگی میں ایک
ہی مرتبہ کسی ضرورت میں ہو کرست اور ضرورت آپ ﷺ سے نقل کیا جائے مالاں کہ اس کو کسی صحابی نے بھی وائے سے نہیں کے بالکل
نقل نہیں کیا تو یہ ساری باتیں اس کی طرف رہنمائی دے رہی ہیں کہ غالی و ہاں پر مسیح نقلی طور پر جائز نہیں ہے اس پر تمسباتی
سات کا اہتمام ہے مگر دانش خوار نقلی نہیں اس نے جو ان کے قول یہ ہے کہ اور وہاں مسیح قرآن و قرآن سے شدہ ہاں کرتے ہیں
حال انکد اس سے شدہ ہاں درست نہیں ہوں کہ قرآن و نصب اس کے معارض سے اور جہاد و حکم پر عبادت کی وجہ سے یا ہے تا اس
وہ نہ کہ پاؤں کا قسم بھی شکر سر کے سب سے جیسے الی زبان کے نزدیک مشہور مثال ہے جہر ضرب ضرب و اوشی بار و ضرب ضربی
مفت ہے اور وہاں کی صفت ہے لیکن صب کی عبادت اور قرآن کی عبادت کے الفاظ ضرب و بار و کو کھوسہ چا گیا ہے نیز قرآن
کریم میں ارشاد ہے "وعداہ یوہ البیہ" دوسری جگہ فرمایا "وعداہ یوہ محیط" یہاں البیہ ضرب کی صفت ہے اور
حذوب مفعول ہونے کی وجہ سے یہاں منصوب ہے اس لئے ضابطہ اعتبار ہے انکد البیہ بھی منصوب ہو گا ہے لیکن البیہ کی تہ و کی
معدت اس پر چھ مانی ہے اس طرح دوسرے ارشاد میں صحیحہ مفت ہے ضرب کی لکھیں اس پر جہر جو آ گیا ہے و الفاظ عربی عبادت
کا اثر ہے۔

غرض کہ اس بیان سے معلوم ہوئی کہ در حکم کا کہہ نقلی جہر جو کا اثر ہے یعنی در حکم کا نقلی جہر جو ہے اس لئے اس کے
ساتھ اقصاں سرخار و کی نہ پڑا جس کو بھی جہر جو نہ مانتے اور اسل احاب کے اعتبار سے وہ منصوب ہے اس سے اس کے
معنی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے اور ان کی تا یہ جہر جو اور است مودہ اور مودہ سے دینی ہے جن میں فصل چلیں کا بیان آیا ہے۔

(بذل المحجود: ۶۲)

حضرت شادونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان رافضی کے دل و دماغ میں خواہش نفسانی تھیں تھی کہ اس لئے انہوں نے ظاہر
واقع سے محبت کر کے جوہر فصل چلیں کا انکار کر دیا وہ کچھ بھی کہیں ان کا کوئی بھی اعتبار نہیں ہے اور میرے نزدیک فصل

جلین کا جملہ: یہاں سے جیسا کہ کوئی شخص غزوہ بدر اور غزوہ احد کا انکار کر دے وہ لاکھوں سال تک اس طرح کی طرح کی حالت میں رہے گا۔

مفسرین نے دونوں قرآنوں کو دو حالتوں پر لکھا ہے اور جملہ نسخ کے ساتھ بلا غصہ پر اور کسر کے ساتھ سوز سے پہنچے ہوئے ہونے کی حالت پر محمول کیا ہے جیسا کہ آخر غلبۃ الروم و معروف اور یحییٰ دونوں قرأت کے ساتھ پڑھا گیا ہے، دو حالتوں کے اعتبار سے ایسا ہی یہاں بھی دو حالتوں پر لکھا ہے۔

باب ہای الرجلین یبدأ بالفصل

اس بیان میں کہ دونوں عیروں میں سے کونسا پاؤں پہلے دھرتا جائے

احمرنا محمد بن عبدالاعلیٰ قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة قال اخبرني الامثع قال سمعت ابي يحدث عن مسروق عن عائشة رضى الله عنها و ذكرت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحب الب من ما استطاع في ظهوره و عمله و فركه. قال شعبة ثم سمعت الامثع يقول يقول بحب البان و قد كثر شانه كنه ثم سمعت ابنكوفه يقول بحب البان ما استطاع.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، اور فرماتی ہیں کہ بے شک رسول اکرم ﷺ وضو میں اور جوتا پہننے میں اور کھنکھ کرنے میں حق الامکان دائیں طرف سے شروع کرتے و پسند فرماتے تھے۔

تشریح: حدیث کی دلالت مقصود باب پر ظاہر ہے کہ تہیہ وار وضو کرتے ہوئے جب پاؤں تک پہنچیں تو پہلے دائیں پاؤں کو دھوئیں پھر بائیں پاؤں کو اس لئے کہ حدیث میں تیان کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی دائیں و بائیں جانب سے شروع کرنے کے ہیں اور دائیں کو بائیں پر فضیلت اور اولویت ہے اس لئے ابتدا و کا حق بھی اسی کو حاصل ہے اور اس تیان کی رعایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق تمام اچھے کاموں میں فرماتے تھے خواہ وہ طہارت سے متعلق ہو یا جوئے پہننے سے یا کھنکھ کرنے وغیرہ سے متعلق ہو البتہ وہ امور جن میں شمال یعنی بائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کو مقدم کیا جاتا ہے مثلاً ایک صاف کرنا بیت الخلاء میں جانا وغیرہ ان میں تیان کی رعایت نہیں کی جائے گی ان میں شمال کا استعمال مطلوب ہے شرع و تقاریب میں ہے کہ تیان حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ بنی تھی پھر چونکہ حضور ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی ہے اس لئے احتساب ثابت ہوا فیض الباری میں ہے کہ حضرت انور شاہ کشمیری ص حب نے فرمایا کہ سلسلہ نوس کے علاوہ دنیا کی کسی قوم میں تیان کی رعایت نہیں یہاں تک کہ اکثر غیر اہرام کا لگنا بھی بائیں جانب سے ہوتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پسند کرنے کا اختیار دیا تو آپ نے یمن کو انتخاب کیا "و کلفا بیدی الرحمن یحییٰ" اور اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھ یمن میں دے دیے حال حضرت آدم علیہ السلام کا یہ انتخاب نہایت اچھا تھا پھر آپ کا یہ اختیار آپ کی اولاد میں بھی جاری ہو گیا جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سلام کیا اور فرشتوں نے ان کو

مقام کا جواب ٹھیکہ یا قوت کا یہ نام ہے جس کی بنیاد پر کسی شخص کی طرف سے کوئی کام یا عمل کیا جاتا ہے۔

فوجیں کو جمع کیا۔ اور انھیں کامرواج میں مقرر کیا، انہی جانب سے شروع ہوئے اسسٹنٹوں کا اعلیٰ درجہ کی شعاں بن گئی ہے
انہی فوجوں کے کہ وہ لوگوں کو اپنا نہایت سے ملے۔ اور ظاہر بھی یہ کہ جو استقامت نہیں کرتے ہیں ۔

قتال شعبیہ سمیت الاشعث بواسطہ الحج، شعبہ کتبہ میں رہے۔ شش ہفتہ ان میں رہے۔ استقلال کا
 نظامی رہا۔ یہاں پہلے باب و اشعث و اشعث تھے۔ وہ ان سے پہلے "بجانب القاص" کی ضابطہ کلاہ کی ضرورت نہج ان کے
 ہوتے تھے۔ جب وہ موقع پہنچے کہ حسب قیام میں ان کے بعد اساتذہ کمالہ بھی روایت کرتے ہوئے تھے۔ وہ اساتذہ کے
 قیام کی اہمیت اور اثر کی وجہ سے ان طرف اشارہ کیا کہ یہ نہ ہو کہ حق کوئی خاص ہزارہ کے لئے ہوگا تو غیر ہزارہ کے
 صورت میں وہ بھی اس طرف سے شرمگاہ کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ حدیث میں تین چیزیں نظر میں نہیں لیان کی ہیں۔ وہ
 حضور اکرم ﷺ و اشعث میں تھے کہ ان کے درمیان پہلے میں ان فرمایا کہ ہر ان کو میں جو خیر اور نجات کے باب سے ہے
 حق طرف سے شرمگاہ کرنے کو پسند کرتے تھے۔ اور جو اور باب ظہر کے نہیں ان کو بائیں طرف سے شرمگاہ کرنا مستحب ہے
 شرمگاہ کے کوئی خاص اور اثر ہے۔ ان میں سے ایک اور اثر ہے۔

امراں نے تہذیب کو وہ سے پہنچایا۔ علوم و ہنر کو جس شرافت والی چیز میں اس کی طرف سے شروع کرنے کو نہ دیا۔ تہذیب کی انہی
کے ہر دور میں یہ چکر کوئی امر نہ ہو سکتا۔ کوئی شخص اس طرف سے روٹتا تو اس کی رعایت نہ ہو سکتی تھی۔ جیسے کہ کوپ کا معاملہ
ہو گیا۔ اس کے لئے وہاں کے حکام میں ایسی باتوں پر بحث کرنے سے زیادہ دشمنی اور ہولناکی ہوتی تھی۔

غسل الرجلين بالماء

دونوں یا توں کو دونوں ہاتھوں سے دھونے کا بیان

أخبرني محمد بن إسحاق قال حدثنا محمد قال حدثنا ثعلبة قال أخبرني أبو جعفر العجلي قال سمعت ابن عثمان بن حنيف يقول حدثني القمي أنه كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فأتى بهاء فقال علي بن أبي طالب فغسل وجهه وذرأنيه مرة مرة وغسل رجليه جميعاً جميعاً

نہروں کی مشینیں کپڑے کو قفس سے نکالنے کے بعد پٹیاں لپیٹ کر ایک مٹر میں دو درہلوں اور مرچوں کے ساتھ تھا۔ قفس کی لمبائی مٹا کر اس میں اپنی پیش کی گئی برتن سے دو گولیاں اٹھو کر پانی ڈالنا اور ان کو ایک مریخ میں ڈالنا اور چم و داہرے والوں کے ہاتھوں کو (انڈین) ایک ایک ایک مریخ پر چھو کر انہیں دو گولیاں ڈال دینے والے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔

تشریح جس میں وعس و حلیہ بیدہ کلیدھا کے اندر میں روئے پٹا بکڑے اس و سر میں
 میں دو دوں باغوں سے و مروی تھا مطلب اس کا یہ صوم دنا ہے کہ انوں پاکی کو دیکھ کر ہاتھ سے دھو دتا میں پتھو پاؤں
 سے بچے گا پتھو اس کے کہ میں پاؤں و ہاتھ سے دھو دتا میں پتھو پاؤں سے دھو دتا میں پتھو پاؤں سے دھو دتا میں
 پاؤں سے دھو دتا میں پتھو پاؤں سے دھو دتا میں پتھو پاؤں سے دھو دتا میں پتھو پاؤں سے دھو دتا میں

الامر بتخلیل الاصابع انگلیوں میں خلل کرنے کا بیان

حسبہ الحسن بن ابوہریرہ قال اخبرنا یحییٰ بن سلم بن اسماعیل بن کثیر و کان یحییٰ ابنہما ج
 و احسبہ ما محمد بن زرقع قال حدثنا یحییٰ بن آدم قال حدثنا یحییٰ بن عمر ابی ہاشم عن عاصم بن قیس عن
 ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نواضات دایع الرصع و خلل بین الاصابع
 و محاسن الاصابع من سحر و دھت کرتے ہیں نہیں لے جا کہ مال الزم و غیرہ کہ اس کے سب سے خواہنے کو
 و طالع و غیرہ و اس انگلیوں کے سر میں خلل کرنے کو

تشریح و خلل بین الاصابع اس حدیث سے کہ کہی ہوئی روئے پٹا سے جہاں عباس علیہ السلام نے روئے
 سے روئے میں خلل اس کی شروعت طریت ہوئی ہے اور پتھر یہ حدیث شریع ہے اس سے ہاتھ اور پاؤں و ہاتھوں کی انگلیوں کو
 نہیں لے اس سے اس حدیث میں کہ کوئی خلل نہیں ہے کہ اگر بغیر تخلیل کے پانی اعضاء تک نہ پہنچے تو مرض میں نہ کرنے کے لئے تخلیل
 واجب ہے و اگر نہ لے لے پانی پہنچے تو وہ کوئی نہ مری نہیں سبب ہے اس لئے شہ مالکی نے منہ مات میں
 پاؤں اور ہاتھوں کی انگلیوں کو خلل کرنا خیرات و برکتوں سے شمار کیا ہے اور اس مرضی کے کو یہ حدیث شریع ہے جیسا کہ شرح
 حدیث سے واضح ہے۔

مالکی و دیگر روئے میں ہے کہ ہمارا حقیقہ کے لئے ایک علاج کہ ہم تو اس میں کی انگلیوں و منہ ہے اور امام حاکم
 نے حدیث میں ہے کہ اگر اس میں خلل کر لیا جائے تو اس سے ہاتھوں کی انگلیوں کا
 خلل ہو گا و اس سے تو اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا
 منہ سے خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا
 و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا
 و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا
 و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا

تخلیل کرنے کے لئے حدیث میں ہے کہ اگر اس میں خلل کر لیا جائے تو اس سے ہاتھوں کی انگلیوں کا
 خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا
 و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا و اس میں خلل ہو گا

ہو۔ کہ ایشیا و ایشیائی شخصیت کے شاعرانہ رنگ کا کہنا تو صحیح ہے مگر جس پر غور ہو جائے اور پائیس یا کوئی بھی ان کی تہذیب و تمدن کے بارے میں لے کر جان کر ان کے ادب میں غور کرے۔

(هكذا في العهد الجديد يسجد البعض للذي في السماء)

عدد غسل الرجلين

و خصوصاً پیروں کو کٹتی مرتبہ دھونا چاہئے اس کا بیان

احمرنا محمد بن آدم عن ابي اسى واما قال حنسى ابى وعبدة عن ابى جعفر عن ابى حمزة
الوادعى قال رأيت عفان بن مسلم يقول فلانا وانا بنى نعلنا ورسول الله صلى الله عليه
وآله عليه نعلنا فلانا ومسح رأسه وغسل رجليه فلانا قال هو و هو رسول الله صلى الله عليه
وسلم

عن ابي اسحق بن عمار عن ابي عبد الله (ع) قال: من كان له من الدنيا شيء فليؤت بها ما يحب من الخلق، فان الله يحب العبد المؤمن الذي يرضى به خلقه.

یہ بات کہ ان کے خلاف مقدمہ چلے گا، ان کے لیے ایک نئی بات تھی۔ ان کے لیے یہ بات کہ ان کے خلاف مقدمہ چلے گا، ان کے لیے ایک نئی بات تھی۔

www.ck12.org

باب حد الغنم

غسل: اعضاء کی حد کا بیان

احمد بن محمد بن السرح والحارث بن مسكين فراءه غيبه وان السبع وانما غلبه له من
وقبه عن يوسف بن ابي شيحان عن عطاء بن يونس، البجلي احمران مربي عسلان حبه ان عثمان
دفع موضوعاً فمضى فعمل فيه ثلث مراتب ثم انعمصق و مشفق ثم عسل وحبه ثلث مراتب ثم عسل
بده اليمسى الى المبرق لنه مراتب ثم عسل بده اليسرى مثل ذلك ثم مسح مراتبه ثم عسل وحبه
اليسرى الى النكبين ثلث مراتب ثم عسل و قلد اليسرى مثل ذلك ثم لال مراتب رسول الله صلى الله عليه
وسلم سرجاً حمر وعبدني هذه ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ نحو وضوئي هذا ثم
قاد فركه ركعتين لاصحاحات عجلت منه عمره لم يزد من دمه

جہاں نئی روایت دینی ہے، وہاں "المصحف والاستغفار" کے تحت "نئی" روایتی ترجمہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔

باب الوضوء فی النعل

جو تہ پہنے ہوئے ہونے کی حالت میں پیروں کا حکم غسل کا ہے

احمد بن محمد بن العلاء قال حدث ابن ادریس عن عیبة بن عبد اللہ و ابن جریج عن العقیوبی عن عبدس جریج قال قلت لابن عمر و ابنک تلہس هذه النعل المستینة و تنوحا فيها قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبسها و یخوضا فیها۔

جہان بن جریج سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعل پہنے ہیں اور پھر انہوں نے اس سے بعد آپ پاؤں کو دھوئے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ پاؤں پہنے اور اس قسم کے پوتے پہنتے تھے جن میں بل نہ ہوں اور ان میں وضو نہ مانتے تھے۔

تشریح امام ابن کی نے لایا وضو سے غسل یعنی پاؤں اور ہاتھ اور ایسے کون کر بعد میں لفظ وضو لائے ہیں جو دھونے کا معنی میں متعدد ہے اور سہا ہے نہ کہ نعل پہنے کی حالت میں پاؤں کا مطلب یہ ہے کہ اگر نعل پہنے والے نے نعل پہنے ہوئے ہوں اور پاؤں نہ دھوئے ہوں تو اس قسم کے نعل پہنے والے پاؤں کا دھونا فرض ہے صحیحین کی حدیث بخاری اور بیہقیوں پر مشکی پر قراہت نہیں اور کوئی بھی ان پر سب کے ہوا کے خالی نہیں اب وضو کرنے والے کو اختیار ہے خواہ جوتے اتار کر اپنے پیروں کو دھو لیں یا جوتے اتار کے بغیر انہی کے اندر دھو لیں یا نہیں بشرطیکہ وہ جوتے عرب کے جوتوں کی ترکیب اور حالت پر ہیں اور پاؤں عرب کے جوتوں اور بیہقیوں میں تھمے ہوئے ہوں اور وہ جوتے اس لئے پاؤں کے پورے حصے پر یعنی بیچھانے میں کوئی مشکل اور دشواری نہیں ہوتی اگرچہ پاؤں جوتے میں ہوں اور حدیث کے اختلافاتہ ضافیات سے بخلاف مقدمہ ہونے پر یہ سب کہ غلام شقی وغیرہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے اتار کے بغیر دونوں پاؤں جوتے کے اندر ہی دھو لئے ہیں انہی کے خلاف دوسری طرف ہے جو علما کا اور اسی سے متعلق ہے۔

یہ روایتیں باب منہ وضو میں ہیں۔ کہ غرضت یک حویلی حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں "وفیہا النعل فغسلها لیس" نہ الاحمدی متصل ہا لک المص "کہ خصوصاً پاؤں" سے پہنے ہوئے تھے ایک موقع پر ای حالت میں وضو کرنے لگے جب پاؤں دھونے کی نوبت آئی تو جوتے کے اندر ہی دھو لئے پاؤں پر پانی ڈالا اور اس کو اندر دھو کر پاؤں کو پانی پر دھو کر نکال دیا اور کوئی جگہ شکل نہ دے اس سے معلوم ہوا کہ جوتوں پر پاؤں جوتے میں دھوئے اور اس کی اپنا نیت ہوتی تو وضو کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے کے اندر دھو کر دھوئے کا اتمام نہ فرماتے۔

ابرحال حدیث باب سے جوتوں اور بیہقیوں کے اندر جوتوں کے دھونے کا جواز ثابت ہوا یہاں امام نسائی نے اقتصاد کیا ہے ترجمہ کے تحت پوری حدیث روایت نہیں کی حدیث کا صرف وہ حصہ نقل کیا ہے جس سے اہل علم کا عبادت اور جانے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوتے پہنتے تھے اس سے دافعت شدہ چیز سے کو کہتے ہیں کہ دافعت کی وجہ سے جس کے ہاں

حاجت کے لئے تشریف لے گئے تھے پھر واپس آیا اور اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور سر کا مسح کیا اور دونوں موزوں پر مسح کیا پھر نماز پڑھی۔

احمد بن سلیمان بن داؤد والحرث بن مسکین قراءۃ علیہ وانا اسمع والنفظ لہ عن ابن وہب عن عمرو بن الحداد عن ابی النضر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن عن عبد اللہ بن عمر عن سعد بن ابی وقاص بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ مسح علی الخفین۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خفین پر مسح فرمایا۔

احمد بن ابیہ قال حدثنا اسماعیل وهو ابن جعفر عن موسیٰ بن عقبۃ عن ابی النضر عن ابی سلمۃ عن سعد بن ابی وقاص بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسح علی الخفین انہ لایمس بہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خفین پر مسح کے بارے میں حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ موزے پر مسح کرنے میں کوئی کرم نہیں۔

احمد بن علی بن حشر قال حدثنا عیسیٰ عن الاعمش عن مسلم عن مسروق عن الصغیر بن سعید بن یزید قال جرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحاجتہ فلما رجع فلیقینہ ماداؤۃ فقصبت علیہ ففعل بذیہ ثم غسل وحیثہ ثم ذهب لیغسل ذراعیہ فضاقت بہ الحجة فاخرجہما من اسفل الحجة ففعلہما ومسح علی الخفین ثم صلی بنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قنات حاجت کے لئے نکلے پھر انہیں تشریف لائے میں پانی کا تین سے کر آپ نے قدم میں حاضر ہوا اور پانی ڈالنے کا آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر چہرہ کو دھویا پھر کہیں تک دونوں ہاتھوں کو دھوئے گا اور ادا کیا مگر جب تک تھا اس لئے دونوں ہاتھوں کو جب کے نیچے کی طرف سے نکالا پھر ان کو دھویا اور موزوں پر مسح کیا پھر اودھ سے ہاتھ نماز پڑھی۔

احمد بن حنبلہ بن سعید قال حدثنا الثبت بن سعد عن یحییٰ وهو ابن سعید عن سعد بن ابی ابراہیم عن سافع بن حشر عن عروۃ بن کعب عن ابیہ الصغیرۃ عن ابیہ الصغیرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ خرج لحاجتہ فافعل بالمغیرۃ ماداؤۃ فیہا ماء لصب علیہ حتی فرغ من حاجتہ فتوضا ومسح علی خفہ۔

عروۃ بن مغیرہ اپنے والد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ قنات حاجت کے لئے نکلے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ پانی کا برتن ہاتھ سے کر چلے جب آپ ﷺ قنات حاجت سے فارغ ہوئے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پانی ڈالا اور حضور ﷺ نے حضور فرمایا اور انہیں مسح کیا۔

تشریح: امام مسلمانی کا مقصد اس باب کے انعقاد سے مسیح علی الخفین کے جواز کو ثابت کرنا اور خواہج اور فرقہ انامیہ پر رد کرنا ہے جو ظہن پر مسح کو ناجائز کہتے ہیں اس کے لئے بطور دلیل بہت سی روایات پیش کی گئی ہیں جن کی دلالت مقصد باب پر

[illegible][illegible]

مجلس محترمہ میں حضور اقدس کا ارادہ مسخ نہیں پہنچا۔ یہ بات بعد سے ہو چکی ہے، غرض شروع ہوتا ہے اور ان کے فلسفے کو اہل آیت کہہ کر کے بعد کی بات ہے۔ یہ علم غور ہے مگر اہل آیت کے فلسفے کی بنا پر ان کو تر دو تھا اور حضرت جبریل علیہ السلام پر ان کے فلسفے میں سے کوئی چیز نہیں تھی۔ یہ وہ دور ہے جس کے بعد اسلام آیا۔ ان کے فلسفے کے تصور کو ان کے پس منظر پر رکھ کر دیکھتے ہیں کہ یہ تر دو ہو گیا اور ان کے اس قول سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صحابہ میں خوش ہوئے۔ "وَمَا كَانَ أَهْلُ مَدْيَنَ عَلَى نَبِيِّهِمْ قَوْلِي حَرِيرٍ" اس کی طرف اشارہ ہے۔

یہ قرآن مجید نہ کمزور نہ صورت میں ہے بلکہ پانیِ تعالیٰ کا ارشاد: **وَأَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا** (سو وہ سادہ و کی آیت انصاف میں ہے ان کو جو کہے) مانع و پڑھنے کی صورت میں خفیف یعنی سوزے چٹنے ہوئے کی حالت پر محمول نہ کیا جائے لیکن اگر بزرگی قرآن کو تعذیب پر عمل کیا جائے تو مجھ پر سزا نہ ہوئی آیت بھی صحیح نہیں کہ کتابت کرتی ہے جو حدیث کے مخالف اور معارض نہیں بلکہ تفسیرِ قرآنی ہے انھیں سب مسیح

فصل کا ترجمہ قرآن سے ہو گیا اور حدیث سے بھی اور احادیث بھی ایسی ہیں جو حدیث کو پہنچی ہوئی ہیں بعض محدثین نے صحابہ کرام میں سے کسی علی انھیں سے راوی جمع کئے ہیں جو اسی (۸۰) سے زیادہ ہیں ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں، ان میں سے بعض نے ان مبارکات سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ صحابہ کرام کے مسئلہ پر صحابہ کرام میں کوئی اختلاف نہیں تھا کیوں کہ ان میں سے جس صحابی نے ہم جواز کا قول نقل کیا ہے اس سے جواز کا قول بھی نقل کیا گیا ہے۔

ماذکر ان محدثین نے کہا کہ میں فقہاء مسند میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ اس نے مسیح فطین کا انکار کیا ہو مگر امام مالک سے انکار نقل کیا گیا ہے حالانکہ صحیح روایت جو امام مالک سے مروی ہیں وہ مسیح فطین کو صراحتاً ثابت کرتی ہیں۔

اب مالکیہ کے نزدیک صمدی معتبر و قوی ہیں ایک قریب ہے کہ عام طور پر سب کے لئے مسیح فطین جائز ہے مابقی نے اس کو حرام و سب سے نقل کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیتے ہیں اور ان مالکی سے بھی منسوخ میں اسی طرح ہے و سرانقول یہ ہے کہ مسافر کے لئے اس کی اجازت ہے نہ کہ منہم کے لئے المذبح کی عبادت سے یہی مفہوم ہو رہا ہے اور ان صاحب نے ایسا پر اعتماد کیا ہے۔

حسن بصری نے فرمایا کہ میں نے ستر (۷۰) بدوی صحابہ کو پایا کہ سب مسیح علی انھیں کا اعتقاد رکھتے تھے اسی لئے امام بخاری نے مسیح فطین کے جواز کے اعتقاد کو اکل سنت و الجماعت کی علامتوں میں سے شمار فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ ہم شیخین کی نصیحت اور مٹھنیں (محررت عثمان بن عفان و حضرت علی بن ابی طالب) کی محبت اور مسیح علی انھیں کے جواز کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی طرح امام مالک سے بھی منقول ہے اور امام ابو حنیفہ سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اس وقت تک مسیح فطین کا قائل نہیں ہوا جسی جہاں منی مثل جنود الفہار جب تک کہ یہ معاملہ روز روشن کی طرح میرے سامنے نہیں آیا اسی لئے امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ یہاں تک فرمایا ہے کہ مجھے اس شخص پر کفر کا خوف ہے جو مسیح علی انھیں کا اعتقاد نہیں رکھتا ہے۔

ہدایہ میں ہے مسیح فطین کی احادیث مشہور ہیں اس لئے عبادت نے فیض کیا ہے کہ جو لوگ مسیح فطین سے انکار کرتے ہیں وہ کفر اور بدعت ہیں نہیں جو شخص اعتقاد رکھتا ہے بحر عزت پر عمل کرتے ہوئے سوزے پر کس نہیں کرتا تو اسے ثواب دیا جاتا ہے اور امام بزرگین نے منہم میں سے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے موت سے پہلے اسی طرح فرمایا تھا۔

علامہ بخاری نے کہا کہ حافظ ابن عبد البر مالکی نے فرمایا کہ سوزوں پر کس تمام اہل بدر اور اہل حدیبیہ نے کیا اور علاوہ ان کے مابین اور انصار اور تمام صحابہ اور تابعین اور فقہاء مسلمین نے انھیں پر کس کیا۔

اب ان میں سے کوئی اختلاف ہے کہ وہ نہ پر کس کرتا انھیں ہے نہ اس کو اتار کر پاؤں کو دھونا انھیں ہے بعض نے کہا کہ کس کرنا افضل ہے کیوں کہ اس میں مل جل جہ مت یعنی خورن اور و انھیں کا رد ہے کہ وہ اس پر ملنے کرتے ہیں چنانچہ امام احمد کا حق مند سب بھی ہے۔

امام نووی نے کہا کہ اگر یہ علماء کا مذہب یہ ہے کہ غسل افضل ہے بشرطیکہ سنت سے امرائیں کرتے ہوئے مسیح کو ترک نہ کرے یہی قول امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا ہے جس مسئلہ کی تکمیل شرح المہذب (۱/ ۷۷۸) میں دیکھ لیں۔

تیسری روایت میں جو اقصیٰ بیان کیا گیا ہے وہ یہ مذہب ہے اور حنفیہ کا ہے کیوں کہ اس میں آیا ہے غسل رسول اللہ

تہذیبی اور اخلاقی حقائق۔

باب التَّوَقُّفِ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى الْخَطِّينِ لِلْمَسَافِرِ

مسافر کے واسطے مسجد علی الخطین میں توقف کا بیان

احمد بن حنبلہ قال حدثنا شعبان بن عاصم بن زرعي سمعنا ابن عباس قال رخص لنا النبي صلى الله عليه وسلم اذا كنا مسافرين ان لا نخرج خلف ثلاثه ماء والمياهين

حضرت شعبان بن عباس نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والد بن عباس سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایجازت و پانی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر دو یا تین دن تک نہ پانی (بلکہ نہ پانی نہ ہو) (مسافر کے لیے)۔

احمد بن محمد بن سليمان الترمذی حدثنا يحيى بن آدم قال حدثنا سليمان الترمذی ومالك بن معمر بن وهب بن اسود بن عمار بن عيسى بن عبيد بن عاصم بن زرعي قال سالت صفوان بن عيسى عن النضر بن عيسى الخثعمي فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمرنا اذا كنا مسافرين ان نمسح على حذائنا ولا نخرجنا ثلاثه ايام من عاصم وبنو له وبعده الامم جفاة

ترمذی نے فرمایا ہے کہ میں نے صفوان بن عاصم سے سنا ہے کہ انھوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایجازت و پانی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر دو یا تین دن تک نہ پانی (بلکہ نہ پانی نہ ہو) (مسافر کے لیے)۔

تشریح فقہر میں بتایا ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ دو بھی ہوا، علماء کی طرح چلی سڑک پر جا کر روئے قبل میں ایجازت و پانی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر دو یا تین دن تک نہ پانی (بلکہ نہ پانی نہ ہو) (مسافر کے لیے)۔

ہم حال امام مالک کے بیان کے ساتھ کہ مسافر کو ایجازت و پانی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر دو یا تین دن تک نہ پانی (بلکہ نہ پانی نہ ہو) (مسافر کے لیے)۔

امام مالک حضرت ابراہیم بن ہاشم سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دو یا تین دن تک نہ پانی (بلکہ نہ پانی نہ ہو) (مسافر کے لیے)۔

امام مالک حضرت ابراہیم بن ہاشم سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دو یا تین دن تک نہ پانی (بلکہ نہ پانی نہ ہو) (مسافر کے لیے)۔

امام مالک حضرت ابراہیم بن ہاشم سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دو یا تین دن تک نہ پانی (بلکہ نہ پانی نہ ہو) (مسافر کے لیے)۔

اس میں جو "ولو استودعناہ لردانا" کی زیادت مذکور ہے اس سے استدلال کرتے ہیں، حضرت خزیمہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صحیح علی النہین مسافر کے لئے تین دن تین رات ہے اور مقیم کے لئے ایک دن رات ہے پھر وہ کہتے ہیں کہ اگر تم زیادہ طلب کرتے تو حضور ﷺ زیادہ کی اجازت دیتے لیکن ہم نے زیادہ مدت طلب نہیں کی اس لئے آپ ﷺ نے نہیں بڑھائی۔

دوسری دلیل ان کی حضرت نبی بن عبد ربیع رحمہ اللہ کی حدیث ہے جو ابوہریرہؓ میں موجود ہے انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ کی ہم سزا ہے پس نہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا تم یحییٰ کر سکتے ہو پھر ابی بن کلابہؓ نے کہا یا صحابہ ایک دن کروں یا اس سے زیادہ فقال یومین قال وثلثہ قال نعم مانند "یعنی اگر تم چاہو تو تین دن سے بھی زیادہ ایام تک سح کر سکتے ہو معلوم ہوا کہ سح میں کوئی تحدید نہیں اور ابن ابی مریم مسری کی روایت میں ذکر غلطی کے بعد اسی حدیث مذکور میں "حسب سلیع مبعوثا" آیا ہے پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہم و ما بعد الیک و تو ظاہر قطع سے نبی کریم ﷺ کی مروی میں معلوم ہوتی ہے کہ سح نہیں میری کوئی توقیت نہیں ہے۔

میسور اسی کی دلیل حدیث باب ہے زکریاؑ کی حدیث کہتے ہیں کہ میرے دل میں تردد پیدا ہوا کہ پانچ دن پیشاب کے بعد روزہ پر سح کرنا جائز ہے یا نہیں اس لئے میں نے حضرت صفوان بن مسال رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ آپ صحابی رسول ہیں اس بارے میں حضور ﷺ سے کچھ سنا ہے یا نہیں تو انہوں نے جواب دیا "کنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصرنا الخ" اس حدیث سے صرف معلوم ہوا کہ سح نہیں میں تحدید ہے کہ مسافر کے لئے تین دن تین رات ہے۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ صحیح علی النہین میں جو تحدید توقیت آئی ہے اس بارے میں آپ کے نزدیک کوئی حدیث صحیح ہے امام بخاری نے جواب دیا کہ حدیث صفوان بن مسال صحیح ہے، نیز حضرت خزیمہ رحمہ اللہ کی حدیث مذکور سے بھی تحدید ثابت ہوتی ہے نیز دائرہ نقیض میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے انھیں سح کرنے کی اجازت دی "للمعافر ثلثۃ ایام وللباہن وللمعقیم یوماً وللبہلہ" "جبکہ اس نے انھیں کوہنہ کر کے پہنا ہوا وہ ان خزیمہ رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

فرض کر اس مضمون کی اور بھی احادیث ہیں جن سے مسیور علماء کا مسلک ثابت ہوتا ہے حضرت خزیمہ بن ثابت رحمہ اللہ کی حدیث سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا یہی خری جمہ یعنی "ولو استودعناہ لردانا" ضعیف ہے جیسا کہ ابن ابی نعیم نے کہا یحییٰ نے اس کو تصبہ الرایہ میں نقل کیا ہے نیز ابی ضعیف حدیث سے صحیح حدیث باب وغیرہ کا معارضہ نہیں ہو سکتا ابن سیر الناس نے شرح ترمذی میں ایک جواب یہ دیا ہے کہ اگر یہ زیادت ثابت بھی ہو پھر بھی جنت نہیں ملتی کیوں کہ زیادت علی التحذیر کے متعلق انہوں نے جو "ولو استودعناہ لردانا" فرمایا ان کا گمان ہے کہ اگر ہم مدت میں زیادہ روک کر سح کرتے تو حضور ﷺ زیادہ مدت کی اجازت دیتے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ نہ انہوں نے طلب کی اور نہ ان کو اس کی اجازت دی گئی لہذا ایسی حدیث سے زیادہ مدت سحر ثابت ہو سکتی ہے جو اس کے عدم وقوع پر دلالت کرتی ہے نیز یہ کہ "لو استودعناہ لردانا" بالکل ظن صحابی ہے یا معلوم ان کا یہ کہیں درست بھی ہو یا نہیں لیکن ہے کہ حضور ﷺ سے فرمادے تو اس امر مظلون

جب نبیوں نے حضرت مائیکہ علیہا السلام سے نکاح کیا تو ان کے دوسرے میں اور ایسا آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انت عبالہ "مجھے اس طرح نہیں پس کی تحقیق حضرت محمد ﷺ سے تو اب اس سبب میں مجھ سے زیادہ مہر دیتے ہیں۔"

[illegible]

۱۔ دلت میں جھ سے زیادہ واقف ہیں تو تقریباً ان اہم سے انکار کہاں نماز سیر احمد بن محمد بن زید اور ابی نے جو حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے لاق الطیور رجلی بالمعویٰ احب الی من ان امسح علی
الجبین ”مجھے موز پر مسک کرنے سے یہ بات یاد دہنہ ہے کہ میں اپنے اہل اسرار سے کثرت الہیہ پر نکل ہواں ہم سارا
حدیث کے اہل کی تصریح میں ہے۔ فرض یہ کہ شرح میں ہانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے جواب دیا کہ میں
کریم رضی اللہ عنہ نے انھیں سچ کرنے کی مہم کو ایک اہل ایک ذات اور دوسرے ذات میں ان میں نہایت خلصت اور

بہر حال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تہذیب کے کمزوروں پر مسک کرنے کی اجازت سب کے لئے ہے اور تہذیب کے ساتھ سے کسی کی تہذیب کی تائید ہے۔

جلسة الوضوء من غير حدث

بلا حدت و ضو کا بیان

أخبرنا عمرو بن يزيد قال حدثنا يهر بن اسد قال حدثنا شعبة عن عبد الملك بن ميسرة قال سمعت النزال بن سبرة قال رأيت عياض بن أبي ربيعة صلى الله عليه وسلم في البقيع فقلت يا أبا ربيعة ما فعلت فقال لي يا بني قد كنت ممن أحببت رسول الله صلى الله عليه وسلم فإني قد كنت ممن أحببت رسول الله صلى الله عليه وسلم فإني قد كنت ممن أحببت رسول الله صلى الله عليه وسلم

[illegible]

تشریح

تشریح: نزاع میں جبرہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان کو اب مسعود و حمیدی وغیرہ نے صحابہ میں سے شہادت کے لئے مسموم اپنی مسودہ و اس قطعی وغیرہ نے تیار کیا لیکن ان میں شہادت کے لئے ان مفسدین نے اپنی کتب سے کچھ کلمہ

فقال له عمر رضی اللہ عنہ فعلت شيئا لم تكن تفعله قال عمدا فعلته يا غفور.

سلیمان اپنے والد پر یہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ ہر نماز کے لئے وضو فرماتے تھے پھر جب تہن تکہ کا ان یا تو ایک وضو سے گئی نمازیں پڑھ لیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے آٹھ وضو کا کام کیا ہے جو اس سے پہلے آپ ﷺ نے بھی نہیں کیا حضور ﷺ نے فرمایا اسے عمر میں نے تصدیق کیا کیا ہے۔

تشریح: ترجمہ کے ذیل میں تین حدیثیں لائے ہیں پہلی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر نماز کے وقت وضو فرمایا کرتے تھے آپ ﷺ کی عادت مبارک یہی تھی کہ بارہ وضو فرماتے تھے لیکن صحابہ کرام کا یہ معمول نہ تھا، ان کا معمول کیا تھا ان وضو فرماتے ﷺ نے تہن یا کتنا مصلی الصلوٰات عالم نہ حدث "ہم تو جب تک حدیث لاحق نہ ہوتا تو ایک وضو سے شہدہ وقت کی نمازیں پڑھ لیا کرتے تھے۔

دوسری حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے ان سے روایت کرنے والے ابن ابی ملیکہ کا نام عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ملیکہ زہیر بن عبد اللہ بن جعدان ابو ہریرہ ان کو ابو ہریرہ بھی کہا جاتا ہے وہ حضرت ابن زبیر کے قاضی اور مؤذن تھے انہوں نے ہمیں اس پر اس کو پایا تھا تہن اور تہن سے ان کا خیال بدلے گا حدیث ہوا۔

اس روایت میں آیا ہے کہ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد حضور ﷺ کے سامنے کھانا لایا گیا بعض صحابہ نے کہا کیا ہم آپ کے واسطے وضو کا پانی نہ لائیں اس پر حضور ﷺ نے فرمایا "انصبا امرت بالوضوء افنع" مطلب یہ ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے بطور وجوب کے وضو کا یہی حدیث کے بعد جبکہ نماز کے واسطے کھڑا ہونے کا ارادہ کروں اور یہ باعتبار اظہار کے ہے ورنہ وضو واجب ہے جبکہ نہ وضو کے وقت قرآن پاک کے چھوئے اور طوافِ کعبہ کے وقت۔

ہر حال جب حضور اکرم ﷺ نے محسوس فرمایا کہ سانس کی نظر میں وضو شرعی کھانے سے پہلے واجب ہے تو آپ ﷺ نے حرفِ مصرعہ کو خوب اچھی طرح اس کی نفی فرمادی لیکن یہ سنائی نہیں ہے جو از وضو کو بگڑا احتیاج کو اور یہاں مراد وضو سے وضو نہ رہے نہ کہ وضو طعام اور سابق حدیث بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔

تیسری حدیث حضرت پریدہ رضی اللہ عنہ بن حبیب کی ہے ان کے بیٹے ابن پریدہ رضی اللہ عنہ یعنی سلیمان بن پریدہ نے ان سے روایت کی ہے یہ عبد اللہ بن پریدہ کے بھائی ہیں، تہن نے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی شخص سے جوڑے پیڑا ہونے والے ہیں تاہم دونوں تابعی اور ثقہ تھے مگر سلیمان اپنے بھائی عبد اللہ سے زیادہ ثقہ اور زیادہ حدیث صحیح روایت کرنے والے تھے اور ان میں اور ابوالقاسم وغیرہ نے ان کے ثقہ کہا ہے۔

ہر حال اس روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر وقت کی نماز کے لئے بارہ وضو فرماتے تھے اور یہی آپ کی عادت مبارک تھی لیکن جب تہن تکہ کا ان یا تو ایک ہی وضو سے چند نمازیں پڑھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "فعلت شيئا لم تفعله" آپ نے آٹھ وضو کر لیا جو اس سے پہلے بطور عادت کے نہیں کرتے تھے ورنہ ثابت ہے کہ آپ نے اس سے پہلے بھی بعض اوقات ایک وضو سے گئی نمازیں پڑھیں تھیں اور غزوہ خیبر کے موقع پر حضور ﷺ نے مقام مہابہ میں مصر کی نماز

پڑھائی نہ کرے حضور ﷺ اور صحابہ نے سنا کھایا پھر آپ ﷺ نے صرف کھانے کی اور اسی وضو سے مغرب کی نماز پڑھا دی۔
 "ولم یضو صلا" اور مغرب کی نماز کے لئے نہ وضو نہیں فرمایا اس کو ذکر حضرت سید بن نعمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے
 بہر حال استفادہ کا مثالی تھا کہ جب آج کا محلہ وہ وہ مبارک ذکر نماز کے لئے تجدید وضو نہیں تھی اس کے خلاف واقع ہو تو ممکن
 ہے بھولی گئے ہوں لہذا یاد دلانا مقصود تھا حضور اکرم ﷺ نے اس احتمال کو رفع کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا "عمداً فعلتہ
 بضعمر" تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایک وضو سے چند روزیں اور کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ جس شخص نے قیام الی
 احد و کار و دنیا ہے وہ جب تہجد نہ پڑھا تو اس پر واجب نہیں ہے مگر جمہور ان کا قول ہے بلکہ ہنودنی نے اس پر (یعنی نماز
 کے لئے ہر دم واجب وضو پر) اجماع نقل کیا ہے اور عام صحابہ کرام کے معمول سے منسلک جمہور کی تہذیب ہوتی ہے چنانچہ جب
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ہم تو جب تک کہ حدیث لاحق نہ ہوتی تو ایک وضو سے چند
 نمازیں پڑھ لیا کرتے تھے اس سے وضو ہوا کہ راست پر ہر نماز کے وقت اخیر حدیث کے تازہ وضو کا ضرورت تھی جب رہا حضور
 اکرم ﷺ کا معمول کہ آپ پر نماز کے وقت تازہ وضو فرماتے تھے تو مذہبی کی روایت میں طاهر اور غیر طاهر کا غلط اثر ہے یعنی خواہ
 یا نہ ہو اس وجہ سے ہر نماز کے وقت تہجد پر وضو فرماتے تھے اس کے تحقق حافظ ابن حجر نے کہا کہ یہ آپ کی غالب عادت تھی جس
 پر حدیث سید بن نعمان رضی اللہ عنہ اور حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ شہید ہے۔

حضرت امام غزالی نے فرمایا کہ احتمال ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کا خاص مقصود ﷺ پر واجب تھا پھر بعد کو منسوخ
 ہو گیا جس پر حضرت عبداللہ بن مظہر رضی اللہ عنہ وغیرہ حدیث وال ہیں ان کی روایت میں آیا ہے "ان النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم أمر بالوضوء لكل صلوة فلما ضل علیہ أمر بالسواک" "در ہر نماز کے لئے تازہ وضو کا وجوب آپ ﷺ
 سے حافظ کر دیا گیا الا میں حدیث اہل بیت اور حدیث لاحق ہو گیا تو قیام الی اصلوہ کے وقت وضو فرض ہے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضور ﷺ بطور احتیاج ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے پھر جب آپ کو اندیشہ ہوا کہ راست کے
 ٹوٹے کہیں اس وجہ سے کہ کبھی اس نے بیان جواز کے لئے اس کو چھوڑ دیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایک وضو سے متعدد نمازیں ادا
 کرنا جائز ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہی اقرب الی الصواب ہے یعنی احتمال رخا سے ممکن احتمال رخا کی بھی حضرت عبداللہ بن
 مظہر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایت مؤید ہیں۔

بہر حال تفصیل مذکور سے صاف معلوم ہوا کہ اگر حدیث لاحق ہو چکی تو اربعہ وضو کے وقت وضو واجب ہوتا ہے ورنہ با وضو
 ہونے کی صورت میں وضو ضروری نہیں جیسا کہ نہی اور مسلم وغیرہ کی صحیح روایات میں یہ دلالت کرتی ہیں البتہ وضو علی الوضوء
 فضیلت کی چیز ہے اور مندوب ہے چنانچہ ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مرفوعہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا
 کہ جو شخص وضو پر وضو کرے گا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اگر پندرہ ترمذی نے اس کی اسناد کو ضعیف کہا یا کیوں کہ
 حدیث کے زانی افریقی ضعیف ہے انہیں اول تو نقد الی اجماع میں حدیث ضعیف کا اعتبار ہوتا ہے دوسرے اس حدیث کو امام
 ابوداؤد نے بھی صاف طور حال بسجدہ الوضوء من غیر حدیث کے ذیل میں انی میر الرحمن بن زیاد افریقی کے طریق سے

روایت کیا ہے اور کرم سے نکتہ کیا ہے اور اس پر اجماع سند سے نکتہ کرتے ہیں وہ اس کے نزدیک صحت اور قیاس
اعتبار ہوتی ہے اس پر یہ روایت جو وضو کی وضاحت کے بارے میں ہے وہ بھی نہ کمالیہ ہے۔

لیکن علماء اہل سنت نے وضو کے اس باب کے لئے اختلاف رکھا ہے۔ ان کے درمیان مبادی کی شرح لکھی ہے اور
اگر پہلے وضو کے بعد کوئی مبادی کی ہوا اور پھر دوسرے وضو کر دیا کہ ہے نہیں اس پر اس میں شیخ محمد بن اسماعیل کا
قول بہت چھپا ہے کہ وضو پر وضو کی فضیلت کے بارے میں جو حدیث اور روایت ہے وہ مطلق ہے اس میں کوئی تیسرے کو طلاق
حدیث سے وضو کی وضاحت کی ضرورت ہے اس تیسرے کو طلاق یا اختلاف رکھنے کے لئے وضو کی ضرورت ہے اس میں کوئی تیسرے کو طلاق
اسراف میں داخل کرنا مناسب نہیں ہے اس میں مبادی کے بارے میں وضو کی ضرورت ہے اس میں کوئی تیسرے کو طلاق
شرعیہ کے لئے فصل ہاں وضو کی ضرورت ہے اس میں کوئی تیسرے کو طلاق

ابن ماجہ ۲۹۱، فتح المصنوع ۱

باب المنع

پانی چھڑکنے کا بیان

احمد بن اسماعیل بن مسعود قال حدثنا حذاف بن الحارث عن شعبه عن مسروق عن معاذ بن
الحکم عن نبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا توضأ، أخذ حفصة من ماء فقلل بها مكرًا
ووصف شعبه نصح به فرجة قد كثره لا إبراهيم فاعبته قال: المنع بن العسي الحکم هو بن العسيان
تتبعني وحسب الله عنه.

نکما اپنے آپ نیکان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تو چلوایا تو چھڑکا پانی پیتے
اور اس کی کوئی شرح نہ لکھی ہے۔

احمد بن اسماعیل بن محمد بن المدوری قال حدثنا الاحمدي بن جواد حدثنا عمرو بن ورق عن منصور
عن واخبرنا احمد بن حنبلہ حدثنا قاسم وهو بن يزيد الحارثي قال حدثنا مسبقان قال حدثنا مسبقان عن
معاذ بن الحکم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ، ووضع فرجة قال احمد
نصح فرجة.

نہ کہ نیکان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کرتے وقت پانی کو چھڑکا پانی پیتے
دیکھا ہے اور آپ ﷺ توڑا سا پانی لے کر اپنی شرمگاہ پر چھڑکا دیتے وضو کے بعد میں تو بھی دیکھا ہے۔

تشریح حدیث ابی الدرداء سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کرنے کے بعد پانی کا تیس چلوایا
اس کو کیا کی اور کہا استعمال فرمائیے اس کے متعلق روایت فرماتے ہیں فضیل مہا حکمدا انی فی فیہ یعنی اس کو اپنے ہاتھ سے

اس طرح کیا لیکن چونکہ یہ ایک ایسا بات تھی اس لئے شعبہ تعلیم نے بیان کر دیا تھا کہ فرجہ کو اس کو اپنی شریک اور چھڑک دیتے۔
راوی حدیث خالد بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے ان کا ذکر ایسا کیا تو ان کو یہ طریقہ پسند آیا۔

دوسری روایت عثم بن سفیان سے ہے بعض محدثین نے کہا کہ ان کا سوخا ٹی کریم تعلیم سے ثابت نہیں مگر ان کے بعد
انہوں نے کہا کہ میرے بزرگ ان کا سوخا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

مضمون حدیث وہی ہے جو پہلی روایت میں آچکا ہے علامہ ذہبی نے نسخ فرجہ کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ وضو سے پہلے
پانی سے استنجا کر لیا جائے تاکہ کمال صفائی اور پاکیزگی حاصل ہو جائے تو مطلب یہ ہوا کہ جب آپ ﷺ وضو کرنا شروع کرتے تو
پہلے استنجا فرمایا کیا کرتے۔

بعض محدثین کہتے ہیں یہی نسخ سے مراد غسل نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ وضو سے بعد بھرتی ہوئے ہونہ پا پا جامہ پہن لینا اور
جائے اور کچھ قولی زائغ ہے کیوں کہ امام نووی کی روایت میں نسخ فرجہ آیا ہے جیسا کہ حدیث باب فی اہل میں خوانا مناسی نے
اس کی روایت کے الفاظ نقل کر دیے ہیں اور لفظ کا اجماع ملتا ہے کہ کفوف یعنی رائے بانی کے لئے اس کی روایت میں نسخ فرجہ
ہے چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرجہ کو اپنی شریک قرار دیا
کریم ﷺ پر نازل ہوئے تو آپ کو وضو عینا یا پھر جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلو پانی سرسراہٹ پر چھڑک کر آپ ﷺ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شہ بعد وضو نہ کیجی حضور ﷺ (یعنی تعلیم کے واسطے) اپنے وضو کے بعد اس
طریقہ پر چھڑک لیتے تھے۔

اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس میں دشامین بن معد ایک راوی ہیں میں کو حشہ ان کا ذکر ہے انہوں نے کہا کہ اس
ایک روایت میں امام احمد نے بھی نقل کیا ہے اور دوسروں نے اس کو غریف کہا ہے (جمع لغت و لغت) لیکن اپنے موقع پر ثابت
ہو چکا ہے کہ ایسا خلاف معراج حقان نہیں ہے بلکہ حدیث بہت ہے (احیاء السنن ۱۰/۱۰۰) اور اسی طرح کے مضمون کی
حدیث دارقطنی وغیرہ میں بھی موجود ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چلو پانی شریک اور وضو کے بعد چھڑک لیتے تھے نہ کہ
دوسرے نوع جو جسے لغتی طور پر کہہ سکتے ہیں اور یہ اس تعلیم است کے لئے کرتے تھے کہ اس طریقہ کی توحید سے اس کا راستہ
بند ہو جائے گا اور حضور اکرم ﷺ و سوس سے پاک تھے اور وضو کے بعد بعض منفعت بھی ثابت ہے اور علماء تصوف اس کو
بھی اسرار اولی کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور وہ دفع دوسرے کے لئے پانی چھڑکے کو مستحب کہتے ہیں لیکن اگر سر ذکر سے قہر وہ
خروج ہو گیا تو نماز قاسم ہو جائے گی پھر ترلو و شوکر کے نماز کا ماحول ضروری ہے۔

باب الاستنقاء بفضل الوضوء

باب اس بیان میں کہ وضو کے پہلے پانی سے استنقاء جائز ہے۔

احمرنا ابو داؤد سلیمان بن مساف قال حدثنا ابو عتاب حدثنا شعبہ عن ابی اسحق عن ابی حبیہ قال

ابن ابی نعیم رحمہ اللہ علیہ قوضاً، قوماً ثلاثاً ثم قام فغسب فصل وضوءه وقال صلي رسول الله صلى الله عليه وسلم كما صنعت

ابن ابی نعیم روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے دسویں ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوا اور پھر کھڑے ہوئے اور منہ کا پچا پچا پانی پور تین تین قوال کو پچا اور پچا کھڑا ہوا کہ وہ اس کو گھسیٹنے لگے اسی طرح کیا تھا جیسا کہ میں نے کیا۔

احمد بن محمد بن منصور عن سفیان حدثنا مالک بن معمر عن عیون بن امی جعیفہ عن ابنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالطحاء واخرج باللال فصل وضوءه فغسره الناس فقلت ما شیا ورتوب نہ انعمہ فقلی الناس والحر والکلال والعمراہ یغزوا بین یدہہ۔

میں نے اپنے والد ابی نعیم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے عطاء اللہ بن امی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا ابوہ بلال رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے منہ کا پچا پچا پانی دھوا تو سچا پچا پانی پچا ایک دوسرے سے جیت کرنے لگے اور میں نے بھی اس سے تمسک کیا پانی پچا آپ نے سامنے ایک پتھر مایہ و بطور سڑکا دیا کیا پھر سنو ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور کہہ دی کہ تم نے اور غرض آپ ﷺ کے سامنے سے شرب سے پرے سے کھڑے تھے۔

احمد بن محمد بن منصور عن سفیان قال سمعت ابن العسکری يقول سمعت حمراً يقول مرصفت فأناسی رسول الله صلى الله عليه وسلم وانوبكر بعدد من فوجداني فله اغفر على قوضاً رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت علي وضوءه۔

حضرت ہارون بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء اللہ بن امی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہ رضی اللہ عنہ میری میعادت سے ملنے شریف لائے بھی مجھے زیوش کی حالت میں دیا تو رسول اکرم ﷺ نے وضو کیا اور اپنے منہ کا پانی میرے اوپر ازالہ وہ (میں خوش میں آیا)۔

تشریح۔ فرماتے ہیں کہ انھیں وضو سے تھکا ہوا تھا۔ وہ پانی ملائے اور اس سے غائب ہونے کے بعد برقی میں پانی دھوا ہے۔

دوسرا وہ پانی جو وضو کرتے وقت اعضا سے آتا ہے جس کو مستعمل پانی کہتے ہیں وہ اب کے ذیل میں مختلف روایات لائے ہیں جن میں پہلی روایت کا تعلق اس فصل سے ہے جس کے حق وضو کے پچے ہوئے پانی کے ہیں وہ طہر اور قابل اتعاف ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو کھڑے ہو کر پچا اور پچا پچا پانی اس طرح منہ پر کر کے ﷺ نے بھی وضو سے پچا پانی کو کھڑے ہو کر پچا دیا۔ جن متعجب طریقہ ہے لیکن حضرت امام عظیم احمد رحمائی نے اسلام سنسن (۱/ ۲۲) میں افادہ الشیخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وضو کے پچے ہوئے پانی سے وہ پانی سر ہے جس میں سے تمہارا سر پانی لیا گیا ہے مثلاً گلے یا سر کسی ایسے ہی برقی میں پانی وضو سے لے لیا پھر اسی میں سے پاؤں نکال کر وضو کیا تو اس برقی میں جو پانی سر ہے گا اس کا کھڑے ہو کر پچا مستحب

ہے اور اس کو وضو کا بھاپا ہو پانی گھس گئے اور درشتا چھوئے برتن لوٹے وغیرہ سے وضو کیا اور اس کی کوئی بھی وغیرہ سے پانی نکالا ہاتھ اس میں نہیں چست تو اس برتن میں نوپانی وضو کے بعد باقی رہے گا وہ وضو کا بچہ ہو پانی نہ کھائے گا اور اس کا حشرے ہو کر چپا مستحب نہ ہوگا۔

دوسری روایت میں آیا ہے: ”وَأَحْرَجَ مِثْلَ فَضْلِ وَضُوهُ“ اس کا تعلق پہلی قسم سے ہوتا ہے اور دوسری قسم سے بھی علامہ سندھی نے فرمایا کہ حضرت جلال رحمہ اللہ نے جس پانی کو نکالا اور اس کو تقسیم کیا اس کے متعلق ظاہر تو یہی ہے کہ اس سے متنی پانی مر رہا ہے جو خود سے نری ہوئے سے بعد برتن میں باقی رہ گیا ہو اور احتمال یہ بھی ہے کہ اسے مستعمل مراد ہو۔

ہر صورت دو قائل اختلاف سے چند نئے تقسیم کے بعد اس پانی کو صحابہ کرام نے اپنے ہاتھوں پر منا شرا کر دیا بخاری کی روایت میں ”فَمَسَحُوا بِهِ“ کا لفظ آتا ہے کہ بطور برکت کے اپنے پیروں پر منا شرا کر دیا اور چونکہ مصنف نے اختلاف کی کوئی فصل متعین نہیں کی اس لئے اس کی جتنی بھی صورتیں ہوسکتی ہیں یہ لفظ اختلاف ان سب کو مراد سے لے

اس روایت میں آیا کہ حضور ﷺ کے سامنے بطور سترہ کے ایک برتنی گاڑ دی گئی تھی اس روایت میں ہے اس کو حضرت جلال رحمہ اللہ نے گاڑ دیا تھا پھر حضور ﷺ نے صحابہ کے ساتھ اس کی دو کتیں چڑھیں پھر مصری دو کتیں، بخاری کی روایت میں اس کی آیت ہے اس حال میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑے سے کہہ رہے تھے اس سے معلوم ہوا سترہ کے پر۔۔۔ سے انسان یا جانور کا گذر جانا کوئی مضرت نہیں۔

تیسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ کی بخاری اور صحاح میں آیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نماز میں تھے اور حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ عبادت کے لئے کھڑے تھے اس وقت میں نہایت مرض کی وجہ سے بے ہوش تھا چند چکر حضور ﷺ نے لے رکھا تھا اور اس کی پانی میرے پڑاؤں یا بخاری کی روایت میں ہے ”فَعَفَلْتُ“ پھر میں ہوش میں آ گیا اس کے بعد انہوں نے حضور ﷺ سے میراث کے بارے میں پوچھا کہ میری میراث کا مستحق کون ہوگا میرے والد باپ اور اہل ذرہ اور چند بی بی اس وقت میرے فرائض زائل ہوئی۔

علامہ سندھی نے کہا کہ حضرت جابر رحمہ اللہ کی حدیث میں جس فضل وضو کو ان کے کوہ پر ڈالنے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد استعمال شدہ پانی ہو یا وضو کا پانی ہے۔ یہاں مضمود بطور حرکت استعمال کرتا تھا اور جہاں جہاں بسلا طہر سے وضو کرتے وقت قہر رہا تھا اس میں شانِ تحریک زیادہ ہوگی اس لئے اس سے مراد ماہِ مستعمل ہو نا ہی زیادہ ظاہر ہے (اسی آئیکہ برتن میں جمع کر کے ان کے بدن پہ ڈال دیا گیا)۔

باب فرض الوضوء

وضو کی فرضیت کا بیان

اسمنا فقیہ قال حدثنا ابو عوف عن حماد بن عمار عن ابی العلیح عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وَسَمِعَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ بَغِيرِ طَهْوَرٍ وَلَا صَلَاةَ مِنْ غُلُولٍ

امروہ الصلیح اپنے باپ اسامہ سے روایت کرتے ہیں ان کے والد اسامہ نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے کوئی نماز قبول نہیں کرتا اور اس صلوٰۃ کو بھی قبول نہیں کرتا جو اسامہ سے کیا جاتا ہے۔

تشریح عن ابي الصلیح: بعض نے کہا ان کا نام عامر ہے اور بعض نے کہا زید ہے ان کے والد کا نام اسامہ بن میسر بن بصری ہے، وہ ثقہ تھے یہ حدیث اپنے باپ اسامہ بن میسر صحابی سے روایت کی ہے اور وہ اس میں متفق ہیں۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ بغیر وضو کے کوئی نماز درست نہیں ہوگی صلوٰۃ کے لئے طہارت کے شرط ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے شریعت سے افتراء تک نماز کا کوئی حصہ بغیر طہارت کے باطل درست نہیں البتہ نماز جنازہ اور جمہ و تکلیف میں ایک دو حضرات اختلاف کرتے ہیں چنانچہ بعض ائمہ جرح و جرہ طبری سے قول نقل کیا گیا ہے کہ وہ نماز جنازہ اور کعبہ تکلیف کو بدون طہارت کے جائز کہتے ہیں مگر چونکہ یہ قول اجماع کے خلاف ہے اس لئے باطل ہے دراصل نظام اختلاف یہ ہے کہ ان دونوں پر صلوٰۃ کا اطلاق حقیقت قاصر ہے جمہ و تکلیف تو ظاہر ہے اور صلوٰۃ جنازہ پر ہی لئے ہے کہ وہ رکوع و جمہ سے خالی ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ لا تقبل معنی میں الاصحیح کے ہے کیوں نہ نہی قبول یا تو قلیحت کے معنی میں ہے جیسے یہاں حدیث باب میں ہے یا معنی نئی ثواب کے ہے جیسے "من اسی عرفا لم يقبل صلوته اربعين صاعاً" اور "لا تقبل صلوۃ اربعين صاعاً" وغیرہ روایات میں ہے۔

لیکن حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ قبول رد کی ضد ہے اب حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا کہ نماز جن دونوں طہارت کے مردود ہوگی یہ معنی ہے تکلف میں کیوں کہ قبول اور رد ایک دوسرے کے متضاد ہیں تب تقسیم کی ضرورت نہیں ہے۔

فائدہ المہورین کا مسئلہ

چونکہ شریعت کی عبادت ہے کہ حدیث باب کی تشریح کے ضمن میں اس مسئلہ کو بیان کرتے ہیں اس لئے بیان کیا جاتا ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی ایسے ناپاک مکان میں کبھی ہے جہاں نہ پانی کا انتظام ہے اور اس کو پاک مٹی بھی نہیں ملتی تو ایسی صورت میں اس کو کیا اختیار کرنا چاہئے آیا نماز پڑھے یا نہیں اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں انہیں مثال کے چار اقوال امام ابوہریرہؓ نے نقل کئے ہیں مگر ان میں رائج اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ایسی حالت میں نماز ادا کرنا اس پر واجب ہے کیوں کہ طہارہ کا وہ ہے اور امام احمدؒ نے ہیں کہ چونکہ وہ مسجد در تھا اس سے فرض ساقط ہو گیا اب بعد میں قضاء ضروری نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے کہا اللہ فرماتے ہیں کہ جب ایسی حالت درپیش ہو تو اس وقت نماز پڑھے پھر امام مالکؒ کہتے ہیں اس کے بعد قضاء بھی نہ کرے وہ اس کو بغیر وضو والی عورت پر قیاس کرتے ہیں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ بعد میں قضاء کرے پھر امام اعظمؒ اور صاحبین میں اختلاف ہو گیا امام اعظمؒ فرماتے ہیں اس وقت نہ نماز پڑھے اور نہ تشبہ کرے لیکن صاحبین کہتے ہیں کہ وہ تشبہ کرے یعنی قیام ہو کر کعبہ اور جمہ سے وغیرہ جو ایک نماز ہی کیا کرتا ہے ایسا بھی یہ شخص بھی سب کچھ کرے گا لیکن نماز کی نیت

امام احمد و نسائی و ابن ماجہ سے روایت کیا ہے۔

بہر حال مذکورہ تقریر سے ظہور ہوا کہ زیارت اور تقصیر دونوں قاضی بذمت ہیں اور اس کی وزیارتی کا تعلق مواضع وضو سے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن چار مضمون ہیں اور ہر ایک کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ کتنی حد تک وجوہے جائیں گے اب اگر کوئی شخص مقدار فرض سے کم جو رہا ہے یا کوئی شخص ضروری خیال کر کے مقدار عضو میں کمی پڑا دی کہ رہا ہے اور اس کی وزیارتی کا تعلق بعد سے بھی ہو سکتا ہے بہر صورت کوئی انکار کرتا ہے کہ وہ ظلم و غیرہ کا مرتکب نہیں لیکن صاحب بدائع نے کیا کہ صحیح یہی ہے کہ وہ اعتقاد بر محمول ہے نہ کہ ظلم عمل پر مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص تین پڑی ہوئی کرے یا بائیں سے نقصان کرے گا اس خیال سے کہ وہ تین مرتبہ دھوئے تو سنت نہیں سمجھتا ہے لیکن کہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کی سنت کا اعتقاد نہیں رکھتا ہے اس نے بذمت نکالی ہے اور بدستغ سے بعد ایسا شخص و مید کا حق ہوگا اور اگر کوئی شخص تین پڑی ہوئی کرتا ہے یا اس سے کمی کرتا ہے لیکن تین مرتبہ کے غسل کو سنت سمجھتا ہے تو وہ وہید میں داخل نہ ہوگا (واللہ اعلم)

الامر باسباغ الوضوء

وضوء کامل کا حکم دینا

عمر بن یحییٰ بن حبیب بن عریب حدثنا حماد حدثنا ابو جہضم قال حدثنی عبد اللہ بن عبد اللہ بن عباس قال ثنا جلولنا ابی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسنی دون الناس الا بظنہ انتباء فاما امرنا ان نسیغ الوضوء ولا ناکل الصدقة ولا نلواء الحمرة علی الحیل۔
عبد اللہ بن عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے خود منہ نے کہا کہ ہم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے کہا کہ تم لو کہ قسم رسول اکرم ﷺ سے ہم کو کسی حکم کے ساتھ بغیر دوسرے لوگوں کے قسمیں نہیں فرمایا مگر تین چیزوں کے ساتھ ایک تو یہ کہ حضور ﷺ نے ہم کو کامل وضوء کرنے کا حکم دیا ہے دوسری یہ کہ ہم صدق کامل نہ کھائیں تیسری یہ کہ ہم حق تعالیٰ نہ کرائیں مگر ان سے گھڑیوں نہ۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا حرب بن عمرو عن منصور عن هلال بن يساف عن ابي يحيى عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسبغوا الوضوء۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم کامل وضوء کرو۔

تشریح حدیث کی دلائل قریبہ پر واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کو وضوء مسیح کا امر فرمایا ہے وضوء مسیح اس وضوء کا نام ہے جس میں وضوء کے تمام تر نکل دشمن اور آداب کی رعایت ہو حدیث میں کسانہ امورنا ان نسیغ الوضوء قیامت بیان ہے ان شریعتی تفصیل بیان فرما رہے ہیں اس بناء پر اسے مراد امر ایجابی ہے لیکن اہل بیت کے لئے وضوء مسیح کا حکم بعد از ایجاب کے تھا نہ امتناع کا کوئی مطلب حاصل نہ ہوگا کیوں کہ اسباغ وضوء سب کے لئے مستحب

یہ امر انتہائی گہرا ہے، مگر اس بیت کے لئے مستحب کو کھانا اور دوسروں کے لئے دان کھینا مستحب ہے، اس صورت میں جس انتظام کا اظہار ہوتا ہے اسی طرح افراد، گھرانے، ممالک کا حال سے کوئی اثر نہیں ہوتا، جتنا کہ یہ وہی ہے کہ انتظام کی یہ نہ ہو کہ لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ وہ کھانا اور دوسرے کے حق میں ضرور نقص ہے تو مخصوص ممالک کو چاہیے کہ اگر وہ بیت کو اس سبب ہی کے لئے ہے تو اس جو کھانے کے لئے نہ بہ نسبت اہل بیت کے حق میں جو کھانا اس کو دینا یہ بھی انتظام کا اظہار ہوتا ہے جس کو اخذات اس ممالک میں جیتے حدیث نہ کر میں یہ ان قوم کے لئے ہے۔

بعض ممالک نے فرمایا کہ جب فراغت قطع نہیں ہے تو کھانے کی کسی قسم سے بچاؤ کی چیز (چراغ، کھانا، دوسری چیز) (تھوڑے) کے ہلے میں لینا ہے لیکن انکس یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا کھانا یہ ہوا کہ وہ اس موقع امتحان میں تھوڑی سی کھانے کے پتے بدواں پر، اسان بقاء ان قول سے "والحیلة والعلا والحسرة" کا اظہار، اہل عزم فراغت پر دلیل ہے اس کو جواب دیا کہ یہ سب کچھ تیسویں کی طرح ہے، دیکھئے تصویر کا کس حرام ہے مگر صورتوں کا استعمال فرما دینا یہ وہی ہے کہ اس کی طرح یہاں ان کا، خارجی اثر میں سمجھیں کہ کس اثر کو کہہ رہے ہیں کہ یہ جواب دیا ہے۔ (مختار فی حاشیہ الامام السنن)

اس حدیث میں شیوہ پر واضح ہے کہ اس کے دو کھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے اہل بیت کو کھانا دوسرے کے ساتھ نہیں دیا ہے۔

باب الفضل فی ذالک

وضوء کا مل کی فضیلت کا بیان

احسننا فیہ عن مالک عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا اتموکم بما یسحر اللہ بہ الحظاظا ویرفع بہ المرحاب اسباع الوضوء علی المکابرہ و کثرة النخاع النی المسجد و نظار الصلوة بعد الصلوة فذلکم الرماط فذلکم الرماط فذلکم الرماط

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسے عمل بتا رہا ہوں جن کی یہ دولت اللہ تعالیٰ تمہیں کو عطا فرمائے گا اور پناہ کو ملے گا کہ وہ یہ ہیں کہ وضو کی حالت میں انہیں طرح وضو کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کا زیادہ اٹھانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ تمہیں زیادہ دے گا ہے۔

تشریح: حدیث باب سے وضوء مسنون کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے فرمایا "اسباع الوضوء علی المکابرہ" کا ترجمہ ہے کہ وضوء کی تکمیل کی ہونا چاہیے کہ اس کے معنی میں مشقت کے معنی میں مشقت کے معنی میں اس وقت وضوء کا مل کرنا مثلاً کسی جنگ میں پہلی دو بار اگر موجود ہیں تو وقت زیادہ ہو تو کسی صورت میں زیادہ وقت غرق کر کے اپنی فرج کے لئے اور ان سے وضوء کا مل کرنا یا اپنی ٹھکانا ہے جیسے کہ مروی ہے کہ ہم میں ہوتا ہے کہ وضوء میں دو بار یا تین بار

پانی نے ہتھوڑ کے نیچے طرف چائیں کاغذی لٹریے، بغرض کہ سکا رہ کر قسطنطنیہ نامہ جوں کو تھام لی ہے تو ایسی مٹھتے کے وقت، نہ سہ مصحف کے کونہ استہوتہ ہے میں اور وہ بہ بلند صوت میں کھوکھلائی جارہا۔ یہ سزا ہے ذلالت سے یا ان قلمیاء و فرستہ کی آوازوں سے وہ دیر پڑتے ہیں، یہ تارنا مٹھتے ذلالت کی پہلی ہے، وہ رہتے ہیں مٹھتے اور ان کے معانی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسباب ہنرمند سے وہ وہ غم نہیں ہے۔

[illegible][illegible]

تیسری چیز جو دونوں کی فطرتی اختلافِ صومۃ ہے اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مسجد میں کسی بیچارے کے انتظار میں طریمان سے آئے ہوئے مسکند مسجد کے باہر جوتین عظیم مسجد میں آگئی، اس مسجد میں لوگوں کے اندر دعوت کی راہ دہانی کی تہ نہ ہوتی ہے کہ مائت آدمیوں کو کھانہ تو فی اپنے مایہ میں کھارے کہ کھانہ اس کے نالیف ہوتے۔ "ارحل قلبہ معلق فی العبد جد" وہ سلف نے تو اس سے موصومہ ہی ہے کہ وہ نہ رنے جس مسجد میں اچھے نہیں رہتے تھے بلکہ یہ اشتغال میں آپ جانتے تھے کہ اس کا مسجد میں کیا تھا کہ وہاں ایک مسخرۃ حبس رہے۔

[illegible]

ثواب من توضع كما أمر

جس طرح وضو کا اہتمام دیا گیا ہے اسی طرح جو شخص وضو کرے گا اس کا ثواب

احمرنا فقیہ ابن سعید حدثنا الثیب عن ابی ابرہیم عن سفيان بن عبد الرحمن عن عاصم بن سليمان انشقى ابيه عزو عروة الملاسل لعائمه العرو فرائضوا ابو رجوع الى معاوية وعنده ابو ايوب وعنده عاصم فقال عاصم يا ابا ايوب فائنا انقروا ناعاه وقد اخبرنا فائنا من صلى في المسجد الاربعة عشرة مرة فقه فقال يا ابن ابي اؤلك علي ايسر من ذلك نبي سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من توضع كما أمر صلى كما أمر غفر له ما قدم من عمل اؤلك با عتبه قال نعم

عاصم بن سفيان ثقفي سے روایت ہے کہ دو اور ان کے سر قری سے جگہ مسائل کا فقہ کیا تھا مگر فردہ سے فوت ہو گیا پس وہ اپنے لازم پر جسے رہے بخیر وہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے پاس حضرت ابو یوب رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ موجود تھے ماحصر نے کہا اے ابو یوب اس سال میرے جگہ فوت ہوئی ہے اور ابھر کو بلا دیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک سے سوا حد میں نماز پڑھے گا میں اس کے گناہ معاف کر دیتے جاؤں گے حضرت ابو یوب نے کہا ابھی تم کو اس سے زیادہ آسان کام پیش کرتا ہوں ہے ملک میں نے حضور پر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے کہ اگر جو شخص وضو کرے گا جیسے اس کا حکم یا جیسے یہ فرمان پڑھے گا جیسے اس کا حکم دیا گیا ہے تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے کیا ایسا ہی ہے اے عقبہ ابو عقبہ نے جواب دیا ہاں ہے۔

اخبرنا محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا خالد بن شعيب عن جامع بن شداد قال سمعت حمرا بن ابان اخبر اباه سعد بن ابی السجدة ان سمع عثمان يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من اتى الوضوء كما امره الله عز وجل فالصلوة الخمس كفارتا لما بينهما

جامع بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے حمرا بن ابان سے سنا کہ اس نے مسجد میں ابو یوب رضی اللہ عنہ کو اس نے (تاری میں سے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہی کریم رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو آدمی طرح کا وضو کرے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے تو پچھلے گناہ میں درمیان آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے گا وہ ہیں۔

اخبرنا فقیہ ابن سعید عن حماد بن عروہ عن ابیہ عن حماد بن عوف عن عثمان بن عفان قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من امرئ يتوضأ فليحسن وضوءه ثم يصل الصلوة لا يغفر له ما بينه وبين الصلوة الا عثر حتى يغفر له

حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو ابھی طرح وضو کر کے نماز پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے گئے ہوں بیشک اس کے وہ گناہ

بلاش دینے جائیں گے جو دوسری نماز تک ہوں یہاں تک کہ وہ اس کو پڑھ لے۔

اخیرنا عمرو بن منصور حدثنا آدم بن ابی ایاس قال حدثنا الليث هو ابن سعد حدثنا معوية بن صالح قال سمعت ابی یحییٰ سلیم بن عامر وضمرة بن حبيب وابو طلحة نعيم بن زياد قالوا سمعنا ابا امامة الياهلي يقول سمعت عمرو بن عيسى يقول قلت يا رسول الله كيف الوضوء قال اما الوضوء فانك اذا وضوءت فغسلت كفك فانقبضتها فخرجت خطاياك من بين اظفارك وانا جبك فاذا مضمت واستشقت منخريك وغسلت وجهك وبديك الى المرافقين ومسحت ونسك وغسلت رجلك المي الحكيم الغسلت من غافة خطاياك فان انت وضعت وجهك لله عز وجل خرجت من خطاياك كيوم ولدتك امك فان ابو امامة فقلت يا عمرو من عسة انظر ما تقول اكل هذا يعطى في مجلس واحد فغالب اما والله لقد كبرت سنن وانا اسلي وما بي من فقر فاكذب علي رسول الله صلى الله عليه وسلم ولقد سمعته اذ نأى ووعاه قلبي من رسول الله صلى الله عليه وسلم.

مرد بن ہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ کیفیت وضو کیا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسے عمرہ بن محمد جب تم وضو کا عمل شروع کرو اور سب سے پہلے تم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا اور ان کو خوب صاف کیا تو تمہارے گردن پر خنوں کے درمیان سے خارج ہو گئے پھر جب تم نے گل کی اور دونوں ٹاک میں پانی داخل کیا اور چہرے کو دھویا اور دونوں ہاتھوں کو کہنوں تک دھویا اور سر کا رخ کیا اور دونوں پاؤں کو کٹھنوں تک دھویا تو تم یقین پاؤ کہ عام گناہوں سے پاک و صاف ہو گئے پھر اس کے بعد اگر تم نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے واسطے دکھائی نماز پڑھی تو تم اپنے تمام گناہوں سے پاک و صاف ہو گئے جیسے تم اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابو اسامہ باہلی نے کہا اسے مرد بن ہر تم جو کچھ کہہ رہے ہو مجھے سمجھ کر کہو کیا یہ سب کچھ ایک ہی مجلس میں دیا جائے گا حضرت مرد بن ہر نے جواب دیا ہاں لو خدا کی قسم میری عمر بڑی ہوئی اور صحت کا وقت نزدیک آ گیا اور مجھے کوئی قلی بھتی نہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ پر رجوت ہوں خدا کی قسم اس حدیث کو رسول اکرم ﷺ سے میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور اس کو میرے قلب نے یاد رکھا۔

تشریح: غزوة السلاسل۔ کبھی غزوہ سے مراد معنی لغوی لیتے ہیں قطع نظر اس مطلق مشہور ہے کہ جس میں حضور اکرم ﷺ بھی شریک رکھتے ہوں تو اس حدیث میں جس غزوہ کا بیان ہے اس سے مراد غزوہ لغوی ہے۔ اسے حدیث میں مساوی الاخریٰ میں غزوہ سلاسل ہوا ہے، یہ وادی افترقی کے آگے ہے اور یہاں سے مدینہ منورہ اس دن کا راستہ ہے۔ آپ ﷺ نے سنا تھا کہ خدا کی ایک جماعت مدینہ پر حملہ کر رہا تھا چاہتی ہے حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر بن العاص سے کہہ کر کہ آئی کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا، پھر حضور اکرم ﷺ کو خبر ملی کہ دشمن کا مجمع زیادہ ہے تو وہ سوا دی اور مدینہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ لوگ بڑھتے چلے جاتے تھے کہ دشمن نے مسلمانوں نے حملہ کیا تو سب بھاگ کر متفرق ہو گئے پھر سلام ایک پانی پر پھرا تھا جس کا نام سلاسل تھا جس لئے اس غزوہ کا نام

ذات اسماں ہوا اور بعض نے کہا کہ ملاسل سلسلہ دار یک کو کہتے ہیں وہ زمین اسکی ہی تھی۔

اس حدیث میں چار مسابہ میں نماز پڑھنے سے مغفرت ڈوب کی جو بشارت آتی ہے ان سے مراد مسجد کہ مسجد مدینہ مسجد قبا مسجد اقصیٰ میں کدبان میں نماز ادا کرنے کی جدوت گناہ عاف ہو جاتے ہیں اور جہاد فوت ہو جانے کی وجہ سے ذوق مصداق ہوا ہے اس کی تلائی اور تارک۔ اس طریقہ سے ہونے کی خبر ان تین ستر سید کی مشقت و اختیار کے بغیر حصول مقصد ممکن نہیں اس لئے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ارشاد رسول ﷺ کے مطابق اس سے آسان اور سہل طریقہ تلاوہ کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس کے نام فریقش و آداب اور مشق و غیرہ کی رعایت کر کے دشواری سے گامچر سکون کے ساتھ تحیہ الوضوء کی دو رکعت نماز پڑھے گا تو اس کے گناہ سابق معاف کر دیے جاتے ہیں۔

آخری حدیث میں ہے کہ ”کسوم و لندنگ اٹک“ یعنی جس طرح ایک بچہ اس کے پیٹ سے یہ ابوہ و گناہ سے پاک و صاف ہوتا ہے اسی طرح کامل وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کی برکت سے تم گناہ سے پاک ہو جاؤ گے وہی پراگندہ یہ ہے کہ درود راجح من الاطیاء فرمے ہے دخول فی اللہ یا کی اللہ اداست کے دن اس کا تصور رکھیں جو کتنا نیر کہ اس تشبیہ سے یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ مغفرت کبار کی بھی ہوگی کیونکہ انسان الادات کے وقت تمام مغفرت و کبار سے پاک ہوتا ہے حالانکہ علماء اس کے قائل نہیں صرف مغفرت و مغفرت کے قائل ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ”کسوم و لندنگ اٹک“ کا لفظ غربت جس چیز پر دلالت کر رہا ہے اسی کے ساتھ متعلق ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ تم پھر نے چھوئے گناہوں سے پاک ہو گئے جیسے یوم ولادت و یوم مغفرت سے پاک تھے اور یہ صحیح ہے ہر قرآن، اولہ کے پیش نظر تشبیہ کو اسی پر عمل کرنا کوئی عیوب است نہیں۔ (کذا قال علامہ السبہی)

فقال اهلوا الله لقد جبت سنی الخ جب حضرت عمر و بن عبد رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی تو مختصر عمل پر اس قدر ثواب عظیم کی بشارت بتا رہی ہے تو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ دل اٹھے کہ اس لمرو بن جبر رضی اللہ عنہ آپ جو کچھ فرما رہے ہیں سوجھ بچھ کر فرمائیے ان الفاظ سے اس لئے مخاطب ہونے کے لئے والے کے دل میں خیال گذر رہا ہے کہ عمل تو بہت چھوٹا ہے اور اس پر اس قدر اجر عظیم کا وعدہ ہے اس لئے یہ بیان مبالغہ ہو چکا ہے یا یہ کھراوی سے ہو کر گیا ہے۔

پھر عائشہ یہ حدیث عام لوگوں کے لئے ترور یا شبہ کا باعث ہوئی حضرت عمر و بن عبد رضی اللہ عنہ نے انتہائی تاکید و تاکید کے ساتھ ”کسوم و لندنگ“ الفاظ سے بتلایا کہ میں نے نہ مالہ سے کام لیا ہے اور نہ مجھ سے ہر واقعہ واسطہ کی قسم میرا ہے رسول اکرم ﷺ سے یہ حدیث جیسی کسی جیسی تھی اس کو محفوظ رکھا اور کھانا مہم کی وعید سے بچنے کے لئے اس کو حفظ بلند بیان کر دیا اب اس پر عمل کرنا نہ کرنا عوام کے اختیار میں ہے میں تو انکار نہیں پورا کر دینا۔

القول بعد الفراغ من الوضوء

وضو سے فارغ ہونے کے بعد دعا پڑھنے کا بیان

احمد بن محمد بن علی بن حرب العمروزی قال حدثنا زید بن الحباب قال حدثنا معاوية بن صالح

عن ربيعة بن يزيد عن ابي اذينة السخري و ابي عثمان عن عبد بن عامر الجعفي عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من نوصاه فاحسن الوصية ثم قال اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدًا عبده ورسوله فتحت له تعابة بواب الجنة بدخل من ايها شاء.

حضرت عمر بن خطاب رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے طرح وضو کرتے پھر وضو سے فارغ ہو کر اشہد ان لا اله الا الله و اشہد ان محمدًا عبده ورسوله پڑھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

تشریح تم قال اشہد الخ: طبعی نے کہا کہ وضو کے بعد شہادتین کے پڑھنے میں اس بات پر ایشیاء دے کہ پانچویں شباب اور حدیث سے اعضاء وضو کی غیبت کے بعد اپنے قبہ کو ترک و روایات پاک کر لین اور عمل کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر لینا ہے۔

ابن ہودہ نے کہا کہ یہ نہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ وضو کے بعد شہادتین کے دونوں گلوں کو پڑھنا مستحب ہے اور افضل یہ ہے کہ شہادتین کے ساتھ ان کلمات کو بھی ملایا جائے جو تہذیب کی روایت میں آئے ہیں **اللھم ھمکنی الخ** ”پھر ان کے ساتھ ان کلمات کو بھی ملا کر پڑھا جائے جو امام نسائی نے نقل الیوم وائل میں مرفوعہ نقل فرمائے ہیں ”سبحناک اللھم و محمدک اشہد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک“ علماء احناف اس کو فہم کو فہم کرنے والے کے لئے بھی مستحب کہتے ہیں۔

بہر حال جو شخص وضو کے بعد اس دعا کو پڑھے اس کے واسطے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اشکال یہ ہے کہ دوسری احادیث سے تقسیم بواب جنت معلوم ہوتی ہے کیوں کہ ابواب جنت چار کئے گئے ہیں احوال مخصوصہ کی طبیعت رکھنے والے کے واسطے مثلاً جس پر صوم کا رنگ غالب تھا وہ بواب اریان سے داخل ہوگا وہی بڑا اقیانوس اب وضو کرنے کے بعد دعاء مذکور پڑھنے والے کے واسطے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گی روایت بقہ بران احادیث کے خلاف ہے جن میں مصلی بواب اسلموۃ سے اور مجاہد بواب الجہاد سے اور زودار بواب اریان وغیرہ اہلک سے جنت میں داخل ہونے کا بیان آیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بطور اعزاز و احترام اسی متوضی کے لئے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے لیکن داخل اس باب سے ہوگا کہ جس عمل کا رنگ اس پر غالب تھا وہی ایسی ہے جیسا کہ فرمایا رحمہم و اخی بائنی اور **ھمکنی الخ** تو کیا ان کے علاوہ دوسرے صحابہ میں رحم کا دھبہ موجود نہیں تھا ہے شک تھا مگر حضرت ابو بکر کی شان میں نہ کی وجہ سے ارم و اخی فرمایا گیا ہے جیسا کہ تارے کا اور اس میں شاہد ولی اللہ کہتے ہیں موما کوئی نہیں کہتے (شاہد اس کو کہتے ہیں اس پر صفت و روایتی غالب ہو کر ہوا) ۱۴۵۰ھ جس پر صفت علم کا غلبہ ہو یہ عرف ہے (اما تا کہ ان پر صفت علم کا کیا ہو چھا؟ دو توحیدی حرج ہے علم کے صاحب تھے مولانا قاسم و مولانا شبیر احمد کہتے ہیں اس لئے کہ ان پر صفت علم کا غلبہ تھا صاب میں علم و روایتی قسمی لیکن شاہ صاحب پر صفت و روایتی علم پر غالب تھی اور دوا تا پر صفت علم غالب تھی اسی طرح ماطین میں بھی کسی پر کسی صفت کا غلبہ ہوتا ہے ایک عابد ہے تمام اہل عبادت کے لئے ہے مگر

اس کے جلا وطنی نہیں ہو سکتا اور ایک وہ ہے کہ گو چوری رات عبادت نہیں کرتا لیکن اگر کوئی بات پر بھی جو اللہ کے دروس کے خلاف رکھی تو پھر جان دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

غرض کہ مراد یہی ہے کہ جس پر صلوات کو رکھنا واجب ہے وہ آپ اصطلاح سے رطل سمکا اور جس پر درود سری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درود سے دروازے سے داخل ہو گا اسی حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کوئی ایسا نہیں ہو گا جن سب دروازوں سے داخل ہو تو حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں "وارجو ان تکون مہم" کہ میں امید کرتا ہوں کہ وہ تم ہو، متعدد دروازوں سے داخل ہو کر صرف ثواب و کمالات کا انحصار ہے۔

حضرت شریعہ اللہ نے اس کی تفسیر لکھی ہے کہ دروازے کے دروازے سے سات ہیں اور جنت کے آٹھ اس کی نکتہ کیا ہے بہت لطیف بات لکھی ہے نہایت جماعت دہن کی ہوئی جو بلا حرب داخل فی الجنت ہوگی اور جہنم میں داخل بلا حرب خلاف حد ہے تو جنت میں داخل ہوگا اس آٹھویں دروازے سے داخل ہوئی تین دروازے میں باوجود دروازے کے داخل نہیں ہوگا لہذا اس کے سات دروازے ہیں۔

حلیۃ الوضوء

جنت میں مومن کو وضو کی بدولت زیور پہنایا جائے گا

اخبرنا فیئذ من سعید عن خلف وهو ابن خبیصہ عن امی مالک الانجمی عن امی حازم فان كنت خلف امی هريره وهو بنو حسان لصبوة وكان يعمل يديه حتى يبلع عليه فقلت يا اما خريوة ما هذا الوضوء فقال لي يا سفيان ائتني ههنا فو علمت انكم ههنا ما توصات هذا الوضوء سمعت خليلي صلى الله عليه وسلم يقول تلع حلية المؤمن حيث يبلغ الوضوء.

ابن حازم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھا اور وہ دروازے کے لئے وضو کر رہے تھے اور جب دونوں ہاتھوں کو غسل تک دھوا تو میں نے کہا اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کیا وضو ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس تکمیل سے وضو کرے اس کی طرح کا وضو کرتا میں نے اپنے دوست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن کو جنت میں زیور پہنایا جائے گا جہاں تک وضو کا بیان ہو پتا ہے۔

اخبرنا قتيبة اس سعید عن مذک عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی المعبرة فقال السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون وحدثت امی سعد رایت احوانا قالوا یا رسول اللہ ائسنا احوامک قال بل انتم اصحابی واهل الدین لم یاتوا بعد وانا فرطهم علی الحوض قالوا یا رسول اللہ کیف تعرف من یأتی بعدک من امک قال ارايت لو کان لرجل جبل عر محملة فی خیل بهم ذہم الا يعرف حبله قالوا بلی قال فایہم یأتون یوم القیامة

عزائمهم من الوصية واما فرطهم على الحوض

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وغیرہ یعنی جنت البقیع میں تدفین کے لئے پھر فرمایا۔
مؤمنین کی برکت تم پر سلام ہو جب تک ہم ذکر اللہ تعالیٰ چاہے تم سے ملنے والے ہیں آرزو رکھتے ہوں یہ کہ اپنے بھائی کو
لیکھوں صحابہ نے عرض کیا اللہ رسول خدا ﷺ آیا تم آپ سے بھی کسی نہیں آجے؟ فرمایا بلکہ تم میرے اصحاب ہو اور
میرے بھائی اور ان میں جو آپ سے شک نہیں آئے اور میں ان کا یہ سامان ہوں جو میری صاحبہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! آپ
ان کو کس صفت پہنچائیں گے جواب آپ کی امت میں سے آپ کے بعد آنے والے حضور ﷺ نے فرمایا اچھے تم بتاؤ کہ اگر کسی شخص
کو سفید پستی ہو، سفید دست و پا اور سفید ناسبت یا بالوں میں جو لٹکیں اور اپنے غمزوں کو کشنے پہنا کر اس کا صحابہ بنے
جواب دے حضور ﷺ ناسبت نہ لے گا حضور ﷺ نے فرمایا تعلیق مودلے ناسبت کو اور صفو سے سفید بیانی اور سفید ہاتھ و زانو کی
سات جسے آپ نہیں لے سکتے ان سے آپ کو خوشگوار لباس ملے گا۔

[illegible]

نہرو جیل و حجاز کے اکثر غرض پر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اسے نبیؐ کی طرف سے کچھ پہلے ہی معلوم ہونا کہ تو یہاں سے جوئے سے توجہ کیسے کرنا چاہتے ہو۔ (مستخرج) اسے دھارنا غرض تک نہ دھارنا۔

قاضی میاں نے یہ کہہ کر اس کا سر سے ہنر سے لپکا کر پھینکا۔ میرا وہ بیٹا جو کہ جو شخص قوم کا مقتدا ہو، اس کو ضرورت کی بنا پر کسی امر میں رخصت نہ جو کر چل کر ناچو ہے یا رقص و سرگ کے لئے یا اس امر کے متعلق جس کا خاص مذہب ہو، اس کی وجہ سے اس میں تشدد اختیار کر کے ایسا شخص لوگوں سے الگ تھما کر دیا جائے گا کہ وہ عمل کرے۔ ہم جو اہل لوگوں کے سامنے نہ کرے کیوں نہ ہو۔ جو لوگ اہل کے مقتدا ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسے مستند بنائے کیا اصل عمل تو یہی ہے لہذا ان کی طرف سے لازمی ہے اور یہ مقتدا نہیں ہوتے ان کی طرف سے اعتراض اٹھے گا کہ یہ مقتدا ہے تو ہم ان کا ماننا ان کو تو ہنسوکے سراکل بھی معلوم نہیں دونوں باتوں کو بخیروں تک اصرار ہے۔

فرض کہ مقتدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ حاملو کو اس کے سامنے کوئی یہ عمل نہ کریں جس سے ان کے عقائد و مینا بت میں
خدا و خلل واقع ہو جائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دوست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا ہے کہ ہر شخص
میرے مومن کو ضرور پہچاننا چاہئے کہ تو مومن ہوا کہ ان کے اس عمل کے باعث یہی امر خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر

کوئی غلط فہمی یا فحشیل کی غرض سے مضمون کو اس کی حد مفرضہ سے بڑھا کر دے تو وہ ظلم و قدح کی وغیرہ سے مستثنیٰ رہے گا لیکن یہ ہر ایک کے لئے ضابطہ شرعی نہیں بن سکتا ضابطہ شرعی جس کا ہر شخص مکلف ہے وہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے فعل سے ثابت ہے جس کی صحابہ کرام نے یا ان و سوا کے وقت حکایت کی ہے۔

اس حدیث میں لفظ علیہ وارد ہوا ہے اس سے مراد یہاں تکلیف (باتحہ پاؤں کی سفیدی) ہے جو اثر وضو سے قیامت کے دن ہوگی یا اس کا اطلاق زینت پر کیا گیا ہے اور مراد اس سے وہی ہے جس کی طرف باری تعالیٰ کا قول اشارہ کر رہا ہے فرمایا "یسئلون فہما ین اسئلون" جنت میں ان کو کنگن پہنائے جائیں گے، جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک زینت پہنائے جائیں گے۔

(واللہ اعلم)

اس حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے "سمعت خلیفہ" کہا ہے یہ اس کے معارض نہیں ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "لو سمعت متخلفہ خلیفہ لا فصلت اسما بکر خلیفہ" کیوں کہ اس کا مضمون تو یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو مطلق نہیں بنایا گویا آپ کے لئے غیر اللہ کو مطلق بنانا امر متعین تھا لیکن اگر کسی دوسرے شخص نے حضور ﷺ کو مطلق بنالیا تو یہ امر ممنوع نہیں ہے اس بناء پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سمعت خلیفہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مقبرہ یعنی جنت البقیع میں تشریف لائے اور اہل البقیع کو سلام کیا۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اہل قبرستان زیارت کرنے والے کو یہ بیان لیتے ہیں اور ان کے سلام و کلام کو سمجھ لیتے ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ السلام کو تسلیم پر مقدم کرنے میں ذمہ و دوسرے برابر ہیں۔

دار قوم مؤمنین دار قوم کو اخصاس یا امتدادی اصراف کی بناء پر نصب کے ساتھ پڑھا جائے گا یا تسلیم کی خبر سے بدل قرار دیکر کر کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اس سے مجاز الیما تک پر مرفوع اہل اور مراد ہیں۔

ان شاء اللہ الخ: امام نووی وغیرہ نے کہا ہے کہ موت کے برحق ہونے اور واقع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اسکی جتنی چیز ہونے کے باوجود اس کو قید استثناء کے ساتھ کیوں ذکر فرمایا اسکی قطعی چیز کے ذکر میں قید مشصہ کی حاجت نہیں ماسی کے کسی جوابات دے گئے ہیں تو ہر رائج ہے کہ یہاں پر اللہ و اللہ شک کے لئے نہیں ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ نے بطور تبرک اور اللہ تعالیٰ کے قول "ولا تغفلن لبسہ" امی فاعل ذالک الخ "پر عمل کرتے ہوئے اس کو استعمال فرمایا تھا اور یہ یعنی "وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون" گویا ہے جیسا کہ فرمایا "لندخلن المسجد العصر ان شاء اللہ" کہ دخل مسجد حرام اور واجب ہے اس کے باوجود اس کو قید استثناء کے ساتھ مقید کیا ہے جس کا مقصد صرف تبرک اور اللہ تعالیٰ کے قول "ولا تغفلن الخ" مجوز ہونا ہے کیوں کہ شک کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو ہی نہیں سکتی۔

امہ بن یحییٰ سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ علین ثلثہ باوصف من کے کہ کائنات عالم کے ذمہ ذرہ اور اہل برابر بن کر بھی جانتا ہے مگر اس نے اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے استثناء کا لفظ استعمال فرمایا تاکہ مخلوق ان اشیاء میں جو اس کو معلوم نہیں استثناء کا

انکہ تعالیٰ نے اسے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا کھوپڑی کتاب کی "سیت" و "لا تعبدوا الا الله" ایضاً "نعم" یا ہے نیز یہ کہ شکر کی عادت ہے کہ جب وہ کلام کو پڑھیں اور راستہ کرنا چاہتے ہیں وہ استقامت کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو یہی حدیث پاب میں ہوا اسکا ان شاء اللہ مکمل لاہوت "نعم" یا ہے کہ اسے قصود نہیں کلام ہے یا یہ کہ استقامت رافع ہے مہینہ میں سے اور کان جبرک بدلت الجمع میں دین ہوئے کی طرف کیوں کہ یہ چیز مشکوک ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وما تدری نفس بای ارض نعوت" یا یہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اس وقت کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے بارے میں تھان کا خیال تھا تو استقامت انہی کی طرف راجع ہے۔

عالمہ امین عبد ابراہیم نے کہا کہ قید حقیقت لفظ مانوسین کے معنی کی طرف رافع ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ "ہی لا حقون فی حال الامکان" یعنی ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ حالت ایمان لاحق ہوئے دوسرے میں اس لئے کہ موت کے وقت ایمان کی ہر آرزو آئیں ہوئی ہے کوئی اس سے بچ نہیں سکتا مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی "واحنسی ربی ان تعبد الاھنام" اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی تھی "توفسی مسلماً والحفی بالصلحین"۔

اور حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی تھی "اللھم اھسنی الیک غیر مقنوع" غرض کہ بقول محقق اہل تہذیب سے استقامت و متین کے معنی کی طرف رافع ہے، مگر اس اشکال کا ذکر کے یہ جوابات دیئے گئے ہیں۔

ان حدیث میں ہے "وودت انی قد رایت الخ" اشکال یہ ہے کہ در مصحاب قہر کا ذکر فرمایا تو اس سے دور کا کیا ربط ہے یہ اشکال مٹنے نے کیا ہے پھر اس کا جواب بھی خود ہی دیا ہے کہ صاحبین کے تصور کے تحت ماضی کا خیال آئی جاتا ہے تو یہی پر وہب حضور اکرم ﷺ نے اس وقت جمع کا جو ماضی میں تصور فرمایا تو ناقص یعنی تاہین وغیرہ کا خیال دیا میرا کیا یا بطور کشف حضور ﷺ کے سامنے عالم ارواح ظاہر کر دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے اس وقت ساتھین اور اہل حقین کی ارواح کا مشاہدہ فرمایا اور جب بعد میں آنے والوں کی ارواح کا تصور یا ذریعہ کشف ان کا مشاہدہ ہوا تو ان کی روایت کا اجماع قہر ہوا جس کا ظہار ان الفاظ سے فرمایا "وودت انی قد رایت اھو انھا" کاش میرا اپنے بھائیوں کو دیکھتا اس سے اچھا ان کی مدد نے ساتھ ان کی صحبت اور محبوبیت کا اظہار بھی ہوا ہے صاحب نے غرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگ آپ سے بھائی نہیں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم میرے دوست ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک آئے بعد میں آویز گئے۔

بیل فتم اصحابی: کہ تم میرے اصحاب ہو اس سے اخذ آئی فی نہیں فرمائی ہے لیکن چونکہ موت کی برکت سے ان کو اصحاب ہونے کی فضیلت و برکت حاصل ہے چرزی اخذ سے حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے اس امتیازی مقام کو ظاہر کر دینے کے لئے اصحاب کا لفظ ذکر فرمایا تو مطلب یہ ہوا کہ تم بھائی بھی ہو اور صحابہ بھی ہو لیکن جو لوگ بعد کو آویز گئے وہ تو اسلام کا بھائی چارہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "انھا المزمعون اخوة" یہاں پر کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس سے تو محبت میں اصحاب پر نہیں مگر اصحاب کی فضیلت لازماً آتی ہے لیکن اگر غور و غوض سے دیکھا جائے تو اس طرح کا شبہ پیش نہیں آئے گا جس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ دوست

کے ساتھ محبت کی ہندو محبت اسی سے ہوتی ہے اور بھائی کے ساتھ محبت ہو کر اوریت و محبت کے ساتھ عقیدہ نہیں ہندو صحابہ کو دوست اور بعد میں آئے والوں پر بھائی فرمایا اعتبار وقوع حالت کے ہے کہ صحابہ کی محبت کا وقوع ایدار سے ہوا اور بعد میں آئے والوں کی محبت کا وقوع بغیر ایدار کے ہوا اور اس سے صحابہ پر بغیر صحابہ کی فضیلت لازم نہیں آتی کیوں نہ چھٹی طور پر صحابہ کرام کی ایسی صداقت و استحباب کی کہ اس پر حضور اکرم ﷺ کو نہ بھی دیکھتے جب بھی محبت میں ہم سے زیادہ ہوتے یہ جواب ہر نفس پر کیا گیا ہے حضرت علیہ السلام سوانہ اشرفی میں تھا تو نبی و محمد نے دیا ہے۔

برسر اہل جہود و عباد کا مستحق فیصلہ ہے کہ ہمیں شخص نے بلا واسطہ حضور اکرم ﷺ کا دیدار کیا اور آپ ﷺ کی محبت میں بیٹھ کر خود ایک ساعت ہووے بعد میں آئے والوں سے افضل ہے چنانچہ اس قسم اصحاب کسی "کار شادی کی طرف اشارہ دے رہا ہے اور اس پر شہید کیا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ بھائی و انوکھ ہیں اور اسی پر نہیں ہونے اور ہم میں مثل نہیں ہوتے ہم سے تم امت قیامت تک عربی و عجمی سب آتے اور اشارہ دے کہ حضور اکرم ﷺ کا فیض امت پر ہوتا ہے کہ قطعاً نہ ہووے کسی کلام کے سننے کے بعد کہ انوکھ اچھی پیدا نہیں ہوتے اور نہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے سوجھ بوجھ ہونے تک وہاں ہوتی اس کے باوجود حضور ﷺ کی بات سے ان لوگوں کی تبلیغ و تشریف کے ساتھ ان کا محبوب ہونا ثابت ہوتا ہے صحابہ کرام کے مخصوص کرنا کہ ان میں ان کی ذات و اوقات ممکن نہیں اپنے بغیر شکل و صورت کے اور اس میں بات ہے لیکن آخرت میں ضرور ہوں گی کیوں کہ وہاں فرطہم سے کچھ گئے تھے کہ آخرت میں ضرور پہچان لیں گے اس لئے اس کی کیفیت میں گئے ہمارے میں سوال کیا "یونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں عرف الخ" "مار نہیں گئے کہ صحابہ کرام کا یہ حال اس پر بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں کی روایت کی کہ ان کا اظہار دینا یا نہیں فرمایا اور بھروسہ دیا کہ جس چیز کی تم کو ہوتی ہے جب تک وہ پوری نہیں ہوتی اس کے حصول کی ترغیب دینی رہتی ہے اور ہم نے کیف عرف کو آخرت پر اس لئے بھولی کیا ہے تاکہ تم آئے والوں "مغرر معجلہ" اس کے مطابق ہو جاؤ کہ کیوں کہ وہ انوں کے ملائش آخرت میں ہوں گی

ملائے نہ جانی گئے کہا کہ انہیں نے لئے اخذ و حاجت کیا ہے نہ کہ محبت و بھروسہ و امت ہندو ام و خوراک کے ساتھ تعمیر و تہیہ سے سب صحابہ کے حضور اکرم ﷺ ان کو دنیا میں نہیں دیکھ سکیں گے اب بطور حاکم امتی اس چیز کی کہ ہوتی ہے جس کا حصول ممکن نہ ہو اور اگر دنیا میں واقعات حاصل ہو جاتی تو وہ صحابہ میں شمار ہوتے لیکن یہ عدم محبت کے حمایت کا ثمر ہے حاصل نہ ہو گا بلکہ حضور اکرم ﷺ کے قول "وہنا فرطہم" سے سمجھا کچھ گئے کہ قیامت کے دن حضور ﷺ ان کو پہچان لیں گے اب کیسے بھی نہیں گئے اس کی کیفیت سے سوال کیا کہ یہ رسول اللہ آپ بعد میں آئے والوں کو اس طرح بھی نہیں گئے حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا "ارایت لو کان لوجہ حبلی الخ" "مگر میں نے عربی بی بیٹائی کو کہتے ہیں۔

معجلہ تحصیل سے یا گیا ہے ام معلول کا یہ ہے جانور کی مانند کی تغیر پر ملا ہے۔

فہم ضابطہ کے ساتھ ہم کی طرح ہے گا کیا ایک ایک جس میں کوئی اہمیت ہو۔

فہم کے معنی گئی یاد کے ہیں اور ہم کی جمع ہے اور ہماری اس کے لئے تاکید ہے اور یہاں مراد خود اور کچھ اہم سے وہ وہ ہے

حضرت عقیل بن عامر جیسی بزرگوار سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص انہی طرح وضو کرے پھر وہ رخصت نماز اس صریح سے پڑھے گا کہ ان دونوں میں دل اور چہرہ یعنی باطن اور ظاہر کے ساتھ توجہ ہو تو اس نے سب بہشت واجب ہو جاتی ہے۔

تشریح فاحسن الوضوء۔ دوسری روایت میں اور عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں "سبعوا الوضوء" "یا السبع" اور وضوء، غنی المکتوبہ "کے الفاظ آتے ہیں اس روایت میں "فاحسن الوضوء" "یہ تو اللہ تعالیٰ کے مختلف ہیں لیکن ہم اس کی کلی اختلاف میں اس سے فاحسن الوضوء کے معنی ہوتے ہیں جو اس بارحوضہ کے معنی میں وضوء و غسل کا معنی ہے جس میں اسراف نہ ہو نہ وضوء کے فرائض اور نیت و ادب کی رعایت رکھتے ہوئے یعنی تعداد کے اعتبار سے حدیث و ترتیب وغیرہ کی رعایت ہو نہ اس میں وضوء کا کر کے اور کوئی شخص دو کہتیں خشوع و خضوع کے ساتھ دوا کرے تو اس کے لئے بہشت واجب ہو جاتی ہے بطوریکہ یہ اندیشہ رکھتے ہیں کہ وضوء کی ہیں و ملاحد ان تیسہ تے اس و شکر و وضوء سے تعبیر کیا ہے لیکن اس خوب عظیم کا سستی اس صورت میں نہ ہوتا ہے کہ یہ وضوء رکھ کر دھوئی کے مطابق ادا کی جائے لیکن یہیوں کہ حدیث میں "بغسل علیہما نقلہ روحہ" کی قیاد آئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ نماز اقبال بالغاب اور اقبال بالہو کے ساتھ دھوئی جائے گا ان خشوع و خضوع سے اور اسے اقبال بالغاب سے خشوع کی طرف اشارہ ہے اور اقبال بالہو سے خضوع کی طرف خشوع کا تعلق قلب سے ہے اور خضوع کا تعلق اعتدال سے ہے اور خشوع کی تحقیق ملوث قلب ہے یعنی توجہ لگا دینا کہ اللہ تعالیٰ سے غیر تعلقہ دونوں چیزوں کا خیال دل میں نہ رہے اور نماز کی اعتدال کو بھی اس پر پکڑنے اور اور تعلقات نہ کرے یہی خضوع کا حاکم ہے۔

علامہ ابن عربیہ نے یہ ذکر اور حدیث میں درویش و علیا اے۔ حیات اور وضوء و قلب کی توشش اپنے اختیار کی حد تک شریعت سے غیر پر بھی توجہ کیا ہے غیر اعتدال کی طور پر پڑتے ہاتھ ہیں وہ مٹائی نہیں خشوع کے شرائط ان کی طرف استقامت اور توجہ کی توجہ ہے۔

جو حال وضوء میں کر کے اور رخصت نماز پڑھنے پر یہ خوب عظیم اس وقت مرتب ہوا کہ بعد ان کو وضوء اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق خشوع و خضوع اور اعتدال سے اور کر کے اور خوب عظیم پر ہے کہ اس شخص کے لئے بہشت واجب ہو جاتی ہے۔

علامہ سندھی نے فرمایا کہ لیکن یہ حدیث باب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث "من توضأ نحو وضوئی لی" "من" "یعنی گھر گھر جی ہے" کے لئے توجہ اختیار کر کے ہواں علامہ پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ "فاحسن الوضوء" اور "من توضأ نحو وضوئی" "اعتدال کے اعتبار سے ایک ہی ہیں کیوں کہ وضوء احسن اس صورت میں جو ملتا ہے بیک وقت وضوء کرنے والے شخص کو وضوء اکرم ﷺ کے اس وضوء کی حاکمیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ملتی ہے کہ وضوء اکرم ﷺ نے اس وضوء کو فرمائش احسن اور حدیث کے اعتبار سے حدیث اور ترتیب وغیرہ سب کی رعایت فرمائی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "ولا یجد نفسہ فیہما" کے الفاظ آتے ہیں کہ ان دونوں رخصت میں کہہ دینے شخص نے وہ اس کی تعبیر اس روایت کے

انہی سے افضل علیہ السلام اور وہ اپنے کرمی سے اس میں حدیث میں جو غفرانہ کے الفاظ آئے ہیں اس سے یہ بھی مراد ہے کہ چنانچہ اس نے اپنے جنت واجب ہوئی اور دخول اس میں ثابت ہو گیا کیوں کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ اس مطلق دخول جنت مراد نہیں اس کے لئے تو صرف ایمان بھی کافی ہے مگر مراد دخول اس سے اور یہ عطاء و کیا نذر سب کی مغفرت پر توقف ہے اس پر تا یہ کہ سب حسن و خاترہ پہ واقع ہوا اللہ تعالیٰ ہم سب کو خاترہ بخیرتی تو فیق ہے۔

باب ما یقتضی الوضوء وما لا یقتضی الوضوء من المذی

مذی کے بیان میں جو وضو کو توڑ دیتی ہے اور جو وضو کو نہیں توڑتی

اخبرنا ہشام بن العمری عن ابی بکر بن عیاض عن ابی حصین عن ابی عبد الرحمن قال قال علیؑ کسبت رجلاً سداً وکسبت ابنة السی صلی اللہ علیہ وسلم حتی فاستحببت ان اسأله فقلت لرجل حائش الی حتی سألہ فقال فیہ الوضوء۔

ابو محمد ائمن سے روایت ہے کہ کہتے ہیں حضرت میں نے حضرت علیؑ سے کہا کیا کرم میں زیادہ مذی و لائقہ اور تیری کرم چھٹی کی مراد اس کی (حضرت فاطمہؑ) میرے نکاح تک نہیں اس لئے آپؑ سے براہ راست دریافت کرنے سے کیا کرنا تھا میں نے ایک شخص سے جو میرے پاس بیٹھ ہوا تھا کہا کہ آپؑ مذی کے بارے میں دریافت کیجئے یہ بچہ انہوں نے آپؑ سے پوچھا تو حضورؑ نے جواب دیا کہ مذی میں صرف وضو واجب ہے۔

احمرنا اسحق بن عیاض عن جریر بن عروہ عن ابیہ عن علیؑ قال قال لعمرفاذا ادا فی امر حل ہاتھ لعمری ولم یجامع فسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک دس استحبی ان اسأله عن ذلک وابتعد حتی فسأله فقال یفسل مذاکبہ ویتوضأ ویتوضأ۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امیرؑ سے کہا اگر آدمی اپنی بیوی کے ساتھ تہنکات کرے محبت نہیں کی اس نے مذی کی اس کے بارے میں کئی کرم چھٹی سے دریافت کرو اس لئے کہ میں خود آپؑ سے دریافت کرنے سے شرماتا ہوں کیاں کہ آپؑ کی صراحتی میرے نکاح میں ہے مقدار میں اس نے حضورؑ سے پوچھا آپؑ نے فرمایا کہ اپنے حضورؑ مستور ہو جائے اور وضو کرے جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے۔

احمرنا قتیبة حدثنا صفیان عن عمرو بن عمرو عن عطاء بن ائمن ان علیاً قال کسبت رجلاً سداً فاسر بہ فاسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب الیہ عندی فقال یکفی من ذلک الوضوء۔

احمرنا عثمان بن عطاء اللہ قال احمرنا ابیہ حدثنا یزید بن زریع ان روح بن القاسم حدثہ عن ابن ابی سحیح عن عطاء بن ابیاس عن حلیفہ عن ارفع بن خدیج ان علیاً امر عماراً ان یسأل رسول اللہ صلی اللہ

عبدہ وسلم عن العدی لفضل بعسل مذاکیرہ ویتروا

احمد بن محمد بن عبد اللہ النیروزی عن مالک (رحمہ اللہ) عن یحییٰ بن ابی الصر عن سلیمان بن بسام عن
المستدرد عن الاسود بن عتبہ عن ابن یسأل بن یسأل بن یسأل عن علی بن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل اذا دن من اہلہ
فخرج منہ فیصدی ماذا علیہ فان عندی لیسہ وانا استحبی ان اسألك فسالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عن ذلک فقال ذارحہ احدکم ذلک فیسبح فرحہ ویجوداً وجوداً للصلوۃ

احمد بن محمد بن عبد اللہ علی بن حذافہ خالد عن شعبۃ قال أخبرنی سیدمان قال سہب مندور عن
سحمان بن علی عن علی بن یسأل عن استحبیت ان اسألك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لشدی من اهل
فانما فامرت المستدرد عن الاسود فسالہ فقال لہ الوضوء

تشریح

اس حدیث کے ترجمہ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کے لئے جو اپنے رب سے دور ہو اور اللہ سے دور ہو تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔

حدیث میں یہ پتہ چلتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا تو اس نے اس کو ایک ہی چیز سے پیدا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔

پہلی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔

ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے تو اسے اللہ سے دور رہنے سے باز رہنا چاہیے۔

باب ۱۰ اس کی روایت میں ہے، اسناد کو ہے کہ حضرت علیؓ پہنچے فرماتے ہیں جو کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی سے۔
کائنات میں جس میں لے مجھے شرم ملی تھی۔ زہراؑ انورؑ سے یہ ارادہ است غنی کا تم کو ریافت کروں سو میں نے مقدوات
اور اہل بیتؑ سے کہا کہ قرظی کا عجم حضور ﷺ سے دریافت کر کے مجھے بتاؤ انہوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا
سے ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے اور حضور ﷺ کے

اس سے معلوم ہوا کہ تنوکی سوانہ حضرت مقدادؓ کے چلنے کے تحت تشریف لے کر مدینہ سے پہلے کہ متوفی سوانہ حضرت حور
بنی ہارہؓ کے محل میں نماز تھی دیکھ کر اس نے الفاظ اے میں۔

اب اس سلسلہ میں امام جو غبارؒ نے اختلاف یہ لکھا ہے کہ کیا جروب بنے حضرت شامیؒ نے اس کا رد کیا ہے کہ نہی و تجویز کی روایت میں حضرت علیؒ کی خبر سے کہ صرف سول کی جو نسبت ہوئی ہے اور طریق کا زوالی ہے چونکہ حضرت علیؒ ہی صحیح آدم تھے آپ نے حضرت مقدادؒ سے صحیح روایت ہے اور حضرت حمادؒ سے صحیح روایت ہے۔ یہ ایک کے اور ایک کا عقیدہ و ریاضت الایقان اس لئے بعض روایات نے سول کی نسبت اس کی خرافہ کردی اور یہ علماء کے مطابق درست بھی ہے جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ علیؒ امیر المومنین میں عامہ یہ کی نسبت انہی کی خرافہ بطور بھڑائی گئی ہے اس لئے کہ وہ امر میں نہ وہ درحقیقت حمید شہر کا کام عروج و ادب مہر ہے یہ تو گویا سوال کی نسبت حضرت علیؒ کی طرف بنی الامیر المہدیہ کے باب سے ہے چونکہ حضرت علیؒ نے حضرت مقدادؒ سے صحیح روایت ہے پھر حضرت حمادؒ سے صحیح روایت ہے لہذا کہ تم حضور اکرم ﷺ سے نہی کا حکم دریافت کر کے مجھے نکالو اس لئے حالت کرب و مار

انہیں حضرت نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حق اور باطل کو اور اہل حق و باطل کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کسی ایک پہلے
 شہرہ یا تھانہ نہ ہی کا تصور نہیں کیا۔ ان سے معلوم کرو لیجئے کہ وہ دوسرے کو تمہارا اور ہم سب دونوں میں سے کسی کو نہ تو شہرہ یا تھانہ کا
 اجتہاد خود ہی دریافت فرمایا۔ ان دونوں نے بھی اوقات مختلفہ میں دریافت کیا پھر اس کا حکم حضرت علیؓ کو مل دیا۔ ان
 کے جوابات مختلفہ ہو گئے۔ سب مول کی نسبت ہر ایک کی طرف اجتہاد حقیقت پہنچ رہا ہے۔

مفتیوں میں جو یہ پراشمال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بذات خود سوال کرنے کی جرات نہ تھی وہ ان کے قول "فانصی استعصی ان اسأله عن خالک الفح" کے معانی سے اس احوال کا جواب یہ دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمرہ میں جو لوگ علم نبوی کے بارے میں سوال کیا اس میں یہ دستور کا حجاب کوئی مانع نہیں تھا سوال کی نسبت ان کی طرف نہ پہنچتی تھی۔

نہایت کہ ہندو میں شرم و سیالیاں ہونے سے یہ قول لازم نہیں آتا۔ بہت سیادہ کا جواب دینے میں یہ کہیں کہ احوال مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی نماز کے صورت میں بھی پیش آتی ہیں جن کو نیزہ احوال میں بلا غرض ہوتا ہے لہذا حضرت علیؓ کا یہ فتویٰ خود سوال کرنا کوئی عیب نہ تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۱۰۔ ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اگرچہ دوسرے حکمرانوں کو مذکورہ بارے میں حوالہ دیا

طلب علم پر مقبول غایہ ہے اس پر ان السلاکۃ نصح اصح کو مرتب فرمایا اور ۱۰۰۰ وجوہ میں میں کوئی شرف نہیں ہے اس کو علوم میں شہرت نہیں لی کیا جہاں پر یہ نصیحت مرتب ہو گئی۔

غلا نفع اجتناب کے یہ معنی ہیں جو عمر میں کیے گئے ہیں اور یہ بات نہیں نظر سے نہیں گذری کہ فرماتے طالب کے پاؤں کے نیچے پر بچھا دیتے ہیں مگر کسی نے انہی الفاظ سے جو سمجھ ہے تو عمل تمام ہے اور اگر کوئی روایت ہے تو نہیں معلوم نہیں تو ہر بات پر۔

اسی قیم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم بصرہ میں بعض محدثین کے خلاف درس میں بیٹھے تھے تو انہوں نے یہ حدیث باب ہم سے بیان کی کہ در مجلس میں ایک معتزلی شخص تھا جب اس نے یہ حدیث سنی تو طور پر ہی خدا کی لعنت پر اٹھ کھڑا ہوا لیکن اربابوں کا اور اس سے فرشتوں کے پروں کو راندنا شروع کر دیا وہ جو تابعین کو چھٹنے لگا اس کے دونوں پاؤں بے کار ہو گئے اور ان میں لکھی یاد دہانی پیدا ہو گئی جو ہاں کو کہنے والی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں لکھی مستغنی سے محفوظ رکھے۔

حدیث باب میں ہے "الامن جبانہ" یہ اعتبار فرماتے ہیں کہ کام یہ ہے "ان لا تنزع خفاف من حدث من الاحداث الامن جبانہ" کہوں کہ جہالت کی وجہ سے جس پر حمل اور جب ہو گیا اس سے تے موزوں پر مس کرنا اور ست نہیں ہے بلکہ موزہ اتار دینا کا حکم ہے اور دوسرے اعضاء کی طرح یہ اس کا دھنا ضروری ہے اور جب باقی کی عبارت "الا من حجابہ" سے معلوم ہو گیا کہ جہالت کی وجہ سے موزہ اتار لینا کا حکم ہے تو اس کے بعد "اولیٰ من عاتق رسول ونوم" فرماتا اس پر ہم کو درپردہ یاد ہوا کہ مسابقی سے پیدا ہوا تھا اور بخلاف یہ موزوں کے اتارنے کا حکم نہیں ہے بلکہ ان پر مس کرنے کا حکم ہے کہ ضرر عذر دوسرے اسباب سے خطرات کا اندھیرا ہو جائے موزوں کو اتارنے کا حکم نہیں ہے بلکہ ان پر مس کرنے کا حکم ہے کہ ضرر کے وقت دونوں موزوں پر مس کرنا کرے اب لیکن کا عطف کا مقدمہ یہ ہے "الا من حجابہ" اولیٰ من عاتق رسول ونوم اور "من غلط" "المذوف" کے ساتھ متعلق ہے مقدمہ کلام یہ ہے "لمسح نزع من حجابہ ولكن لا تنزع من غلط الح" غرض یہ کہ سن کے قبل اور بعد میں اتار دینا ہے اور لیکن کا اھ ایک شہ کا جواب دیتا ہے جو سن کے نہیں سے پیدا ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ یہ آتیا لیکن اس کا بھائی نہیں آیا تو میں مرے پہلے سن کے ہاں اور بعد کے عمر میں نہریاں فرق ہے اسی طرح اس حدیث میں لیکن کے قبل اور بعد کے نمبر میں واضح فرق یہ کہ ثابت ہے جہالت کی وجہ سے موزہ اتار لینے کا حکم ہے لیکن ہاتھ نہ چھو کر اور نیزہ کر وجہ سے اتارنے کا حکم نہیں بلکہ موزے پر مس کی اجازت دینی اب مقدمہ کلام یہ ہے "المسح نزع من غلط الح" من غلط الح علیہ وسلم اذا کنا سفران فنزع خفافنا من الحجاب فی العدة العذکرة ولكن لا تنزع فیہا من عاتق رسول ونوم وغیرہا۔

باقی تشریح مسطحین کی قبل میں مکرر ہو چکی ہے۔

باب الوضوء من الطائفة

یا بخفی تہ کی وجہ سے وضو لازم ہوئے کا بیان

[illegible]

انہوں نے مقررہ ایسے مسائل پیش کیے جو کہ ہم نے ہمیشہ سے مقررہ مسائل میں دئے آئے ہیں۔

فَلْيَسْرُوا فِيهِ

جب اس نے یہ سنا تو اس کی ہمارت و دل پر گرا پڑا اور اس نے کہی کہ جو ملازم و سرکار ہے تو اس کے لئے

میرا حال ایسے عجیب سے تھا کہ میں نے غصے سے اپنے آپ کو مار مار کر پیٹا تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ میں نے تو خدا کو سزا دی ہے اور اس کی سزا میں بھی نہیں ہوتا۔ میں نے تو خدا کو سزا دی ہے اور اس کی سزا میں بھی نہیں ہوتا۔ میں نے تو خدا کو سزا دی ہے اور اس کی سزا میں بھی نہیں ہوتا۔

الوضوء من الريح

ہواخ رنج ہونے کی وجہ سے وصول لازم ہوئے کا بیان

[illegible]

تشریح

[illegible]

کہ ہوا نکلنے کی آواز سن لے یا نہ نہ معلوم ہو۔

یہ حکم ان صورت میں ہے جس پر درج مشکوک ہو اور جو یقین ہو تو یہ بڑا آواز کا معلوم ہونا نقصان نہیں ہے بلکہ اس سے بڑا آواز کا ناقصا نقصان ہوگا وضو تو جاری رہے گا یہ بڑا آواز کا معلوم ہو گیا نہیں ہو۔

طاعت یعنی نے شرع بخدا کی میں اور مملوئی نے شرع مسلم نے لیا ہے کہ یہ حدیث اصولی اسلام میں سے آئی ہے اصل ضمیمہ ہے اور اس سے ایک حدیث نہ تو حدیث کو یہ دین کا اصول ہے یہ ہے وہ ہے کہ تمام اشیاء کو اپنے اصول پر دینی حد جانے کا جب تک کہ ان کے خلاف کام یقین نہ ہو جائے اور تک جو ان پر نہ دیکھتا ہو ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اس کے بارے میں حدیث باب وارد ہوئی ہے کہ اگر کسی شخص کو خبر دے کہ یقین ہے کہ ان کے بعد حدیث کا شک ماضی ہو تو غلط کرنا جائے گا کہ وہ شخص پر دستورانی طہارت پر باقی ہے خواہ شک نہ نہ کہ اندر ہو یا نماز سے باہر یہ ہمارے اور مجاہدین و سلف و خلف کا مذہب ہے مابین نماز اور حدیث کا یقین ہو جائے اور طہارت میں شک نہ تو اس صورت میں باندھنا امت مسلمہ پر وضو نہ ہوگا اور درالحکامہ (۱/ ۱۵۶) میں ہے "ولو ابيض بالظهور وشك بالحدث او بالعكس احد باليقين" حاصل بحث کا یہ ہے کہ جب تک تکلیف مشکوک الی وجہ کا یقین نہ ہو جائے جس وجہ کا یقین مشکوک تھا وضو نہیں پڑے گا البتہ سرع صوت یا وجہ ان میں سے جو یقین حدیث سے نہ پایا میں وضو نہ جائے گا کیوں کہ عام طور پر یقین عام صوت اور وجہ ان میں سے جو ہے ان کے لیے معہ اس وضو میں کوئی چیز واقع ہو جائے تو خلاف یعنی نماز سے باہر جانے کا حکم ہے صرف شب و روز کی بنیاد پر نماز کو تو ذکر ہم لکھنا جائز مطلقاً اصل ہے جس سے منع کیا گیا ہے اور ثواب مبارک "لا يصرف الغ" سے اس کی طرف اشارہ ہے۔

الوضوء من النوم

نیند سے وضو لازم ہونے کا بیان

احسننا اسماعیل بن مسعود و حمید بن مسعدة قال حدثنا يزيد بن ربيع قال حدثنا معمر بن الزهري عن ابي سلمة عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اذا استيقظ احدكم من نومه فلا يدخل بيده في الصلاة حتى يفرغ عليها ثلاث موات فانه لا يدرى ان يمسك بيده.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرمیں سے سو کر اٹھے وہ اپنا ہاتھ پائی کے رتھ میں نہ ڈالے جب تک کہ اس پر تھما کر تہ پائی نہ ڈالے اس سے کہ وہ تھما جائے کہ ان رات گزری اس کا ہاتھ یعنی پاک ہو جائے پاک ہو۔

تشریح معنی تو وضو نہ ہو یا نہ ہے جس جملہ ان کے نیند بھی ناقص وضو ہے اس کے اثبات کے لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لا ہے جس میں حدیث کتاب الاطہارۃ کے شروع میں بھی پنجو اختلاف الفاظ کے ساتھ مذکور ہے اور ہاں تفصیل سے تشریح بھی کی گئی ہے۔

حدیث میں مذکور تھا ہے اس سے ورنہ حق مراد ہے جس میں وضو کرنے کے لئے پانی بھر اور اسوائے لئے بعض روایات ہیں فی الجملہ کہ لفظ آیات واقعہ کے رہنے کے ساتھ جس کے معنی وضو کے پانی کے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی آدمی نیت سے جائے اور وضو کرنا چاہے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو پانی بھر سے برتن میں ڈالنے سے پہلے انہیں تک نہیں مہر جو جسے بھرتی سے پانی بھرے اور وضو کرے اس کی قید سے کوئی نہ کچھ کیلئے کہ حدیث میں جو حکم ممانعت بیان کیا گیا ہے وہ نیت سے ہاتھ دالنے آدمی کے ساتھ خاص ہے نیت سے جائز کے بعد سنت ہو یا زیادہ ممانعت ہے ورنہ ہاتھ دھونا غریب سے چائے والے اور پیداوار سے ہونے والے سب کے لئے سنت ہے اور بڑی پر اعتراض علماء ہیں پھر یہ نہیں جو حدیث میں وارد ہوئی ہے تحریریں کتب کا استخراج ہے اس لئے اگر بغیر وضو کے ہاتھ کو پانی کے برتن میں ڈبو یا تو پانی پاک نہ ہو گا مگر یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس کے ہاتھوں پر نجاست ظاہر نہ ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ حدیث میں فحشاء عاقل بالغ مسلمان کو ہے پھر اگر جائزے والا نیت سے چھوٹا بچہ یا بھون یا کافر ہو اس نے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈال دیا مگر اس پر کوئی نجاست کا تحقق و تحقق نہیں تو اس کے بارے میں دو قول ہیں، ایک تو یہ کہ وہ بھی مثل عاقل بالغ مسلم کے ہے کیوں کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ حدیث میں اس کا ہاتھ کہاں رہا اور کہاں نہ رہا اور دوسرا یہ کہ اس کے ہاتھوں سے کچھ اگر نہیں ہوگا کیوں کہ غسل سے منہ نعت بطریق خطاب ثابت ہوئی ہے اور ان لوگوں پر خطاب نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے کیفیت وضو کی بحث میں "السنۃ لا بدوری الخ" کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہاتھوں کو دھوئے پھر کافی دیر ہو جائے اور بہت دیر تک ان سے بے خبر رہے جس میں مان ہوتا ہے کہ نجاست اور میل ان تک پہنچا ہو جس کی وجہ سے اس کا ہاتھوں کو پانی میں ڈال دینا پانی کو پاک یا ٹھنڈا نہ بنایا اس کو غریب دینا ہے اور پانی میں بھونک دینے سے نبی کریم ﷺ نے جو منع فرمایا ہے اگلی جہ بھی یہی ہے۔

باب النعاس

ادھکھ تاقض وضو ہے یا نہیں اس کا بیان

احمد بن اشعر من ہلال قال حدثنا عبد الوارث عن ایوب عن هشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نعس الرجل وهو فی الصلوۃ فلیبصرہ لعلہ یدعو علی نفسه وهو لا یدری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی شخص پر نماز کی حالت میں اونٹھ جاری ہو تو وہ نماز کو جلدی ختم کر کے سوئے کے لئے ہنسی کی طرف لوٹ جائے اس لئے کہ وہ گھٹکتے ہوئے نماز جاری رکھنے کی صورت میں شاید کہ وہ بے شعوری میں اپنے حق میں بدوا کر بیٹھے۔

تشریح: اگر نماز کی حالت میں کسی شخص پر اونٹھ جاری ہو جائے تو وہ کیا کرے گا نماز کو جاری رکھے گا یا کوئی اور طریقہ۔

التمیاز نہ کرنے کا مدیث باب سے معلوم ہوا کہ اونگھنے ہوئے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے چنانچہ قلیعصر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اونگھنے کی حالت میں نماز کو جاری نہ رکھا جائے جس کی وجہ یہ ہے کہ اونگھنے والے کو پورا احساس و شعور نہیں رہتا اس لئے دوستا ہے کہ بے فحشی کی حالت میں اس کی زبان سے اپنے حق میں کوئی بددعا کا کلمہ نکل جائے اس لئے جب ایسی حالت پیدا ہونے سے تو نماز کا مکمل جاری رکھنا عند الضرر پر بند ہے نہیں اور وہ مصلحت کے خلاف ہے بلکہ ایسی صورت میں تو قلیعصر کا حکم ہے یعنی سوجا جائے یہاں تک کہ نیند کا اثر ختم ہو جائے لیکن ارشاد مبارکہ قلیعصر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نماز جو تمام حالت میں ہے اس کو ترک کر سوجائے کیوں کہ اس میں ابطال نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت پیش آنے کے بعد نماز کو طویل نہ کرے بلکہ جلد از جلد اس نماز کو پورا کر کے سوجائے۔

معلوم ہوا کہ اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ اگر اس سے وضو ٹوٹتا تو شارع ﷺ نماز سے روکنے کے لئے یہ علت بیان نہ فرماتے کہ شاید اونگھنے والا اپنے حق میں بددعا کر بیٹھے بلکہ آپ واضح طور پر یہ ارشاد فرمادینے کا دیکھئے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لئے اس کی نماز درست نہیں مگر بغیر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ اونگھنا نفس وضو نہیں ہے اس سے معصفت نے ترجمہ کو نکالا ہے۔

الوضوء من مس الذکر

اپنے اکے تامل کو چھونے سے وضو ٹوٹا ہے یا نہیں اس کا حاکم

اخبرنا ہارون بن عبد اللہ حدثنا جعفر بن عبد اللہ بن مالک ح والحوادث بن مسکین قراءة عليه وانا اسمع عن ابن القاسم قال حدثنا مالک عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم انه سمع عروة بن الزبير يقول دخلت على مروان بن الحكم فذكرنا ما يكون من الوضوء فقال مروان من مس الذکر الوضوء فقال عروة ما علمت ذالك فقال مروان اخبرتنی بسرۃ بنت عفوان انها سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول اذا مسح احدکم ذکرة فلیعوضاً۔

عروہ بن زبیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں مروان بن حکم کے پاس گیا اور وہ انقض وضو پر گفتگو کی مروان نے کہا وضو تامل کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کے بعد وضو ضروری ہے عروہ نے کہا کہ مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں کہ ذکر کو چھونے سے وضو لازم ہوتا ہے اس پر مروان نے کہا کہ مجھے بسرہ بنت عفوان نے خبر دی ہے کہ اس نے رسول اکرم ﷺ کو کمرے میں لے کر کہا کہ جب تم میں سے کوئی ذکر کو چھوئے تو وہ وضو کر لے۔

اخبرنا احمد بن محمد بن لعمیرة قال حدثنا عثمان بن سعید عن شعيب عن الزهري قال اخبرنی عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم انه سمع عروة بن زبير يقول ذکر مروان فی امارته علی المدينة انه یبشوا من مس الذکر اذا اقصی الیہ الزجل بعدہ فانکرت ذالك وقلت لا وضوء علی من مسه فقال

ساتھ مخصوص کیا جائے گا۔

حضرت امام حنفیہ اور آپ کے تابعین کہتے ہیں کہ میں ان کی حالت میں ناقص و نحوہ نہیں، ان میں نہ حضرت کی حدیث طلق بن علی رضی اللہ عنہ ہے۔

اب حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو حنفیہ کی دلیل ہے اور حدیث ہر دو شواہق کا استدلال ہے، دونوں کے درمیان تضاد پیدا ہوا کیاب دلائل خارجیہ سے ترجیح ہوگی وجود ترجیح ہر فرقہ میں کرنا ہے شواہق کی طرف سے، اسے پہنچا سکتے ہیں کہ حدیث ہر دو حدیث طلق بن علی رضی اللہ عنہ دینے کے لئے یہ چیز کافی ہے کہ شخص نے حدیث طلق کی ترجیح کی ہے اور نہ اس کے راویوں میں سے کسی راوی سے احتجاج کیا ہے لیکن حدیث ہر دو کے تمام راویوں سے شخص نے احتجاج کیا ہے برابر سوال حدیث ہر دو کیوں چھوڑ دیا تو پہنچا سکتے ہیں کہ ہر دو حدیث ہر دو کے راویوں میں ان کا ہر دو سے ثابت ہے یا نہیں اسی طرح ہشام کا علاج اپنے والد عمرو سے ثابت ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہوا ہے اس لئے بخاری نے سمجھنے حدیث ہر دو کی ترجیح نہیں کی اور ہم نے اپنا جملہ پر بیان کیا ہے کہ اس طرح کا اختلاف حدیث ہر دو کی صحت سے الٹ نہیں ہے اگرچہ شخص کی طرف سے مطابق نہیں ہے مگر کہتے ہیں کہ پہنچا سکتے ہیں کہ یہ کچھ بیان کیا ہے وہ حدیث ہر دو کے ضعیف ہونے پر ثابت کرنا ہے نہ کہ اس کی صحت پر کیوں کہ جب حدیث ہر دو کے درمیان شخص کے درمیان تو اس کے باوجود بخاری و مسلم نے اس حدیث سے کیوں انحراف کیا حالانکہ اس حدیث سے تو مراد نہیں لیا جاتا ہے بلکہ اس کو کتاب میں درج کیا جاتا ہے تو معلوم ہو کہ ان کا یہ عرض بغیر کسی وجہ کے نہیں انہی نام بخاری و مسلم دونوں کوئی ایک علت پر مشرور مطلع ہونے میں جو ان کے نزدیک اس لحاظ حدیث کے موجب ہے کسی لئے تو انہوں نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں داخل نہیں کیا۔ نیز اس حدیث کی اسناد میں مروان کا شرطی سے اور وہ معمول ہے جس کا حال معلوم نہیں معتبر ہے یا غیر معتبر اور یہ جو کہتے ہیں کہ مروان سے بلا واسطہ متا ہے تو اس پر انان المدعی، اس میں اور نام احمد، ام بخاری و مسلم وغیرہ نے انکار نہیں کیا اور جب ان لحاظ حدیث نے جو جرح و قدر میں خائن ہیں اس کا اعتبار نہیں کیا تو بلا واسطہ ملنے کا قول مروج ہے۔

ہر حال پہنچا سکتے ہیں جو حدیث ترجیح بیان کی ہے وہ انہماک دعویٰ کے لئے کافی نہیں، حنفیہ کہتے ہیں کہ حدیث طلق کو حدیث ہر دو پر ترجیح ہے وہ ترجیح یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جس مسئلہ کے بارے میں متفقہ طور پر ہیں اس سلسلہ میں حتیٰ احادیث وارد ہوتی ہیں سب سے زیادہ پختہ اور سب سے زیادہ صحیح حضرت طلق بن علی کی حدیث ہے اور اس حدیث کے تمام طریقوں میں سے زیادہ بہتر طریق ملازم بن عمرو کا طریق ہے جس کو اگلے باب کے تحت ائمہ کی طرح بتائیے تاکہ اس میں، حاذی نے ابو جعفر طلاس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ "حدیث فیس من طلق عندنا ثبت من حدیث ہر دو" حافظ ابن حجر نے تلخیص امیر میں فرمایا کہ اس حدیث کو ابن حبان و طبرانی اور ابن خزیمہ نے بھی صحیح کہا ہے۔

غرض کہ حدیث طلق کو علی بن ابی طالب، ابو جعفر طلاس، ابو امام محمد بن عمرو وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے بخلاف حدیث ہر دو کے کہ وہ ضعیف ہے کیوں کہ اس کی سند اور متن میں اضطراب ہے جس کی تفصیل اپنی الاحبار شرح معانی الآثار میں مذکور ہے ہم

نے طوائف کے خوف سے اسے چھوڑا ہے۔

یہ سب جب علی قدس سرہ سے روایات سے ظاہر ہو گئی ہیں جو شیخ بخاری میں (اور میں نے اسے شراہ
بخاری کے فرمایا) "ما استصعبرت ففقسى عند احد الا عند على ابن الصديق" یعنی میں نے اپنے آپ کو کسی کے
سامنے پسند نہیں کیا مگر کسی میں نہ نبی کے سامنے اور ابن مسعود نے کہا کہ "اعلموا ان احکم منکم علی بن ابی طالب" اور اس کی صحت میں کہ کلام ہے لہذا حدیث طلقی کی کو ترجیح کا حق حاصل ہے حدیث سرور، الامام بخاری نے یہ حدیث طلقی کو ترجیح
دینے پر خوش نہیں اس لئے دوسرے ہیں کہ حدیث طلقی کی ترجیح کا تحقیق سے نہیں کی اور نہ اس حدیث کے درجہ میں سے کسی راوی
سے احتجاج کیا ہے بخلاف حدیث سرور کے۔ نوایوں کے نزدیک کہ تمام راویوں سے بخاری کو مسلم نے احتجاج کیا ہے لہذا حدیث
سرور کو حدیث طلقی پر ترجیح ہوئی، ہم کہتے ہیں کہ تحقیق کا کسی حدیث سے رجوع کی وجہ سے اعتراض کرنا اس حدیث کے ضعیف
ہونے پر دلائل نہیں ہو سکتا کیوں کہ بہت سے ثقہ اور مشہور روایہ ایسے ہیں کہ بخاری کو مسلم نے ان سے احتجاج نہیں کیا مگر حاکم نے
ان سے روایت کی ہے اور ان کی احادیث کو طلقی شرطاً المستحسن صحیح قرار دیا ہے چنانچہ حاکم نے مسند سے وہ ماثر سے وہ محدثین
جو اسے دو قس سے وہ اپنے والد طلق سے روایت غریب کی حدیث روایت کی ہے اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے حالانکہ
بخاری کو مسلم نے اس کی ترجیح نہیں کی اور وہ دو کو نہ واسطہ سے روای اسناد کو کہہ رہے ہیں لہذا کہ اسے ترک وضو کی حدیث نقل کی
ہے لہذا اہل علم میں سے کوئی کہنے والا نہ کہہ سکتا ہے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے حالانکہ تحقیق سے اس کی ترجیح نہیں کی۔

دوسری وجہ حدیث طلق کو حدیث سرور پر ترجیح دینے کی یہ ہے کہ اصول میں جہاں وجہ ترجیح پر بحث کی گئی ہے مثلاً ابن
کمالیک جب یہ بھی ہے کہ جو موافق بالقیاس ہو اس کو ترجیح ہوئی چنانچہ جب الناح والسنن بخاری نے بھی اس کو بھی ہے کہ جو
حدیث موافق قیاس ہو اس کو ترجیح ہوگی اور اس سے غیر قیاس کی طرف عدول نہیں کریں گے اس کا ذکر اجتماع کے ساتھ اس لئے
کیا کہ اختلاف پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ دو قیاس پر عمل کرتے ہیں حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ محدثین بھی اس پر عمل ہیں اور
قداس کے وقت جو موافق بالقیاس ہو اس پر عمل کرتے ہیں اور یہاں موافق قیاس حدیث طلق ہے اس سے انحراف خلاف اصول
ہے۔

اب حدیث طلق موافق قیاس کس طرح ہے اس کو سمجھ لیں پہلی چیز جو اصولی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ کو دیکھا ہو تو اس کو
کتاب اللہ میں تلاش کرو پھر سنت رسول اللہ میں دیکھو اس اصول کے مطابق ہم بھی کتاب اللہ کو دیکھیں۔ اس میں کہ کہیں قرآن
وضو کا بیان ہے یا نہیں یہ تو بالکل ہے کہ ان کا ذکر نہ ہو ہے شک اور اجتہاد پر کیوں نہ ہو ضرور ذکر ہوگا چنانچہ سورہ فاتحہ میں ہے
"و اجعلنا من الصالحين" "تم میں سے کوئی شخص پیشاب یا پاخانے کے شائبے سے فارغ ہو کر آیا ہو جس سے وضو
نوٹ ہوتا ہے یا یہاں مسجد میں (آ) اس اللہ کو باقی آ کہہ کر یہ ہے قصائے حاجت سے تو توفیق وضو میں سے اور چیزیں
معلوم ہوئیں یا مکان اور پیشاب اور یہ دونوں ناپاک چیزیں ہوں سے خارج ہوتی ہیں اس لئے امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ منام

بناؤ نہ ہو کے نوٹے میں صرف خروج نفس عن البدن ہے جب جہاں خروج نفس ہو گا وہاں نقصان و سوا کہ ہم دیکھتے آئے تھے تو اس سے نزدیک خروج ہی ہے یہاں غالب ظن خروج کا ہو گا جتنے تو نفس انصاف تھا، غنی نے لکھے ہیں سب اس میں داخل ہیں البتہ قبیلہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ قیاس کے خلاف ہے لیکن چونکہ نفس موجود ہے اس لئے ہم قیاس کو چھوڑ دیں گے کوئی نفس اس کے معارض بھی نہیں لہذا قیاس کو ترک کرنا چاہئے گا۔

اب ہم مسئلہ نماز میں شوافع سے پوچھتے ہیں کہ سن و ذکر کس میں داخل ہے اگر کسی نے ایک بار پھولیا تو یہاں نہ تو خروج نفس ہے اور نہ اس کا غلبہ ظن ہے۔

بہر حال دو درجہ میں ترجیح کی ہو گئی ایک تو حفاظ حدیث اور بڑے بڑے فقہاء میں البدن یعنی اور ابو حفص غلاتی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حدیث طلق حدیث برہ سے اشد و احسن ہے دوسری سرائی قیاس ہے علاوہ ان کے حدیث طلق کتاب اللہ کے موافق ہے یعنی کتاب اللہ دلالت کرتی ہے کہ وضو نہیں، نیز کہا کہ صحابہ حضرت علی، عمار، ابن مسعود، ابن عباس، حدیثہ، عمران بن حصین اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سب یہی کہتے ہیں کہ سن و ذکر کا نفس نہیں ہے ابن عبد البر مالکی نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ عام غلطی نے فرمایا کہ صحابہ کرام میں سوائے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اور کسی نے بھی سن و ذکر سے وضو کا فتویٰ نہیں دیا۔ یہ سب وجوہ ترجیح ہیں جس کی بنا پر حنفیہ حضرت طلق بن علی کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور حنفیوں بھی اسی جاسکتی ہے کہ حدیث برہ کو احتیاج پر اور حضرت طلق بن علی کی حدیث کو غیرہ جو بہر حال کریم۔ (واللہ اعلم بالصواب)

باب ترک الوضوء من ذالک

مس ذکر سے ترک وضو کا بیان

اخیر ناہدا عن ملازم بن عمرو قال حدثنا عبد اللہ بن یزید عن قیس بن طلق بن علی عن ابیہ قال خسر حنا و فدا حتی قلنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فباعناہ و صلبنا معہ قلنا قضی المصلوۃ جاء رجل کأنہ یدنو فقال یا رسول اللہ مالو فی رجل من ذکرة فی المصلوۃ قال و هل هو الا مضطعة مک او مضطعة مک۔

قیس اپنے والد طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ایک دفعہ کے ساتھ نکلے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک بدو شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اسی شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے نماز کی حالت میں اپنے ذکر کو چھوڑا حضور ﷺ نے فرمایا: وہ تو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ وہ حیر سے بدن کا ایک ٹکڑا ہے۔

تفسیر یہ وہل هو الا مضطعة یہ ٹکڑا زوائد ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جس طرح بدن کے دوسرے حصے کو چھونے سے وضو واجب نہیں ہوتا ہے اسی طرح مس ذکر سے بھی واجب نہیں ہوتا ہے، مشکوٰۃ شریف میں حضرت طلق بن

علیؑ کی حدیث نقل کرنے کے بعد امام محمدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ حدیث طلق حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے منسوخ ہو چکی ہے کیوں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت طلق بن علیؓ کی آمد کے بعد اسلام لانے میں یعنی مکہ میں پھر حدیث ابی ہریرہؓ سے حضرت علیؓ سے کہ جس کو مانع مانا ہے اس کو نقل کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا "اذا قضی احدکم بیدہ الی ذکرہ لیس بینہ و بینہا حنی فلیتو عینا" کہ جو شخص باطن کف سے اپنے عضو مخصوص کو چھوے وہ وضو کرے، لیکن علامہ رشتی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ نسخ کا دعویٰ باطل محض احتمال پر مبنی ہے جو احتیاط سے خارج ہے ہاں اگر امام موصوف یہ ثابت کر دیں کہ حضرت طلق بن علیؓ انتقال کر گئے تھے حضرت ابوہریرہؓ کے اسلام لانے سے پہلے، جب وہ اپنے وطن کی طرف لوٹ گئے تھے پھر دوبارہ حضورؐ کی خدمت مبارک میں حاضر کیا کا موقع ہی نہیں ہوا تو محمدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کو ہم مان لیں گے فرض کہ جب تک اس کو ثابت نہ کیا جائے ان کا قول قاضی تسلیم نہیں شاید امام موصوف کے علم میں یہ بات نہیں کہ حضرت طلق بن علیؓ نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے اسلام کے بعد ہی ہے۔

راقم الخروف بتاتا ہے کہ شیخ توربشتی کے قول کو روایتی وغیرہ کے قول سے تائید و تقویت حاصل ہے چنانچہ والدہ کی اور ان سے بعد نے تصریح کی ہے کہ حضرت طلقؓ کی حاضری والدہ کی حنفیہ کے ساتھ ہوئی تھی اور بقول والدہ کی اس وفد میں وہی سے کچھ اور آدمی تھے اور اس وفد کی آمد سے وہیں ہوئی تھی، یہی کافہ الامنی کثیر اور علامہ مہدی نے والدہ کی سے نقل کیا ہے اور اس قول کو راجح قرار دیا ہے جب کہ یہاں بقول امام محمدی رحمۃ اللہ علیہ کے نسخ کا قول کیا جائے تو پھر حنفیہ کے مسلک کے مطابق حدیث بسرہ اور حدیث ابوہریرہؓ وغیرہ کو منسوخ ماننا پڑے گا کیوں کہ حضرت بسرہؓ قدیم الحجرت اور قدیم المصحبہ ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ سے ہمارا شرف جاسلام ہوئے جبکہ حضرت طلقؓ نے اپنی روایت کردہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے کچھ سال بعد ہی ہے۔

بہر حال بحث کا حاصل یہ نکلا کہ اگر شوافع کی بات کریں تو حدیث بسرہ وغیرہ مقدم ہونے کی وجہ سے بذریعہ حدیث حنفی منسوخ ہو چکی ہیں اور اگر ترجیح کا طریقہ اختیار کیا جائے تو کچھ تفصیل اور ترجیح کی ابھی عنوان سابق کے ذیل میں گذر چکی ہے، مگر ان کے ایک وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ جو حضرات اس ذکر سے انقضض وضو کے قائل ہیں ان کے نزدیک حدیث انقضض وضو کا عمل ہی متعین نہیں ہو گا اس کے صدق میں سخت اضطراب پایا جاتا ہے چنانچہ امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں کہ اس کا مصداق باطن کف ہے لہذا اگر ہاتھ کے اوپر کے حصہ سے چھو یا وضو نہیں کرنے کا نام احمد کے نزدیک باطن کف اور کبار کف کے درمیان کوئی فرق نہیں اور اگر حدیث انقضض وضو کا مصداق دونوں کو بظہر اتے ہیں تو پھر نہ بب امام مالک سے صحیح روایت میں اور امام احمد سے بھی ایک روایت میں ہے کہ اگر شہوۃ کے ساتھ چھو یا ہے تو وضو کرنے کا اور نہ نہیں اور بعض حضرات کہتے ہیں بدون شہوۃ والدۃ کے بھی نوت جائے گا پھر بعضوں نے مساکر ناقض وضو ہونے میں قصد کی تبدیلی ہے اور بعضوں نے نہ مکر کا ہے وغیرہ ایک۔

بہر حال جو حضرات انقضض وضو کے قائل ہیں ان کے نزدیک حدیث بسرہ وغیرہ کا عمل ہی متعین نہ ہو گا اس کے برعکس حضرت طلقؓ کی حدیث صراحۃ عدم انقضض وضو پر دلالت کر رہی ہے اور عدم انقضض وضو کے قائلین میں کوئی اختلاف بھی نہیں

ہے کی لئے ان حدیث کو حدیثِ لبرہ (لجبر) کی اور ان پر طعن کیا پاتے۔

ان وجودِ جمیعِ مہمات تک یہ بھی ہے کہ تواریخ کے واسطے روایتِ رحمانیہ اور ایستِ نسائیہ ترغیبِ حقانی ہوتی ہے لہذا یہاں بھی حدیثِ طلق و حدیثِ ہرج و مرج ترغیبِ حقانی۔

تیسری یہ کہ خیراء و عوام ہوگی جس معنی ایسا معاملہ جو عوام کو پہنچتا ہے اس میں غیر متعلقین ہیں اور نہ ہی اس کے فیصلے سے یہ فرض کہ ان وہ ہوتا ہے کہ بنادیا جائی کہ اس طرح ہو گیا اس باب میں سر نہ تھیں و شوق کے کامیہ کا نہ اب یہی تہی دور نہ رہے (وہ بعد اعلیٰ)

ترك الموضوع من من الرجل امرأته من غيره شطوة

مرد کے اٹنی عورت کو بغیر ثبوت کے چھوٹے سے دھوکے میں لانا

أخبرنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم عن شعيب عن الملك قال أخبرنا ابن الهيثم عن
عبد الرحمن بن القاسم عن القاسم عن عائشة قالت إن كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يُصلي وأنى
لمعتصرصة يديه أعتراض الجارية حتى إذا أراد أن يرمي فمضى برجله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے دو فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے اس حال میں کہ میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھتی ہوں تو غبار کھٹکھٹا کر میرے ہاتھوں پر پڑتا ہے یہ سن کر جب آپ ﷺ نماز پڑھتے تو ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

اجبرنا يعقوب بن ابي حليم قال حدثنا يحيى عن عبد الله قال سمعت النعمان بن محمد يحدث عن
عائشة قالت سألت النبي رأيتني معي في يد رسول الله صلى الله عليه وسلم ورسول الله صلى الله عليه
وسلم يصلي في ادان يسجد غمز حني فصعدت التي ثم سجد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے پاس لے کر بیٹھا دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے سر پر رکھ کر پڑھتا ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کو کبھی اپنے سر پر رکھ کر پڑھتا ہوا نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر پر رکھ کر پڑھنا شروع کیا ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کو کبھی اپنے سر پر رکھ کر پڑھتا ہوا نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر پر رکھ کر پڑھنا شروع کیا ہے۔

حضرت مکتبہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ساری بولی حق اور میرے دلوں پہاں آپ کے لئے ہوتے ہیں جب بعد کے کہنا بات نہ کر دو دیکھتے تو میں اپنے پاؤں کو سیٹ لٹی کر جب کھڑے ہوتے تو میں اپنے پاؤں کو چیلہ دیتی۔ دران دلوں میں کھری میں چراغ دلیہ کی سوزت نہ تھی۔

زمزم پبلشرز

کے ہاتھوں کے لئے بلند تھے عنوان کے ذیل میں جو حدیث تیار آئی ہے وہ ایک واضح دلیل ہے اس پر کہ کس یا ظہور آتے ہیں
 و منہم من لم یکن بائیں کہ مادہ لیسہ یا کس یا شوق سے خالی نہیں ہوتا ہے اس موقع پر کہ فریق مخالف یہ تاویل کرے کہ ممکن ہے
 کس حالت کے ساتھ ہوا ہوتا ہے یا وہ حضور ﷺ کے ساتھ ہوا کہ تو یہ ایک ہیہ تاویل ہوئی تو کتب سے نکالی نہیں اور کما کر کے کس
 مخالف ہے۔

چونکہ روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول کریم ﷺ کو اپنے بستر پر نہ دیا
 تو میں نے آپ ﷺ کو لٹائی کیا تو میرا ہاتھ آپ کے پاؤں کے قوسے پر پڑا اس وقت آپ ہمہ دھن تھے اور ان کے پاؤں پر زنا نہ
 میں نہ تھے اور آپ پر فریاد ہے تھے انھوں نے سرضدک میں مسحک الیخ "اس سے بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے ہاتھ
 مرد کے جسم سے کسی جی حصہ سے لگ جائے تو مرد کا دھو نہیں پوننا کیوں کہ غیر عیسایہ صلوٰۃ والسلام نے اپنی نماز کو قطع نہیں فرمایا اب
 جو کہ اس لئے قائل ہیں کہ عورت کا ہاتھ جسے سے مرد کا عضو نہ جاسے اس پر یہ حدیث حجت ہے اور یہ تاویل نہ کہ شاید آپ
 نے یہ قول پر کچھ لگا ہوا ہو تو یہ محض گھٹ و رخلاف ظاہر ہے جس کو وقت پر ہی ملے گا یہ قول نظر رکھنا ہے۔

قاضی حاضی نے کہا۔ حدیث میں جو حفظ اور متذکرہ کا لفظ آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کمال سے ہے آپ نے فرمایا۔
 نیز اسے محبوب چیز اور شرف شے یعنی رضا اور معافیت کی پناہ مانگی ہے۔

۱۲ حصہ شفاء علیہ السلام انسان اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی سے بالکل عاجز و قاصر ہے اس جملہ سے اس کی کمال
 عزت و بیان فرمایا ہے کہ میں آپ کی حمد و ثناء کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہوں یعنی نہ اس کی نہایت تک میری رسائی ہو سکتی ہے اور نہ اس کی
 معرفت کا حد نہ کر سکتا ہوں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے حدیث شفاء میں فرمایا ہے "فاحمدوا محمد و لا تقدر علیہا
 الا ان" کہ میرا حق میں شفاعت کے وقت اللہ تعالیٰ میرے عجب میں ایسی تعریفیں ڈال دے گا کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی تعریفیں
 کہیں گے جن پر اس وقت نہ کر سکتا ہوں۔

افست کما افست علی نفسک طبی نے کہا ہے کہ غفلت معصوم یا موصوفہ ہے اور کاف یعنی مشل ہے اور
 مطلب اس کا یہ ہے کہ آپ کی حمد و ثناء کے افراد میں سے کسی ایک فرد کا حق بھی ادا نہیں کر سکتا ہوں پھر یہ کہ کوئی نہ ایسا میں کس
 میں آپ کی طرف سے یہ ان احسان کا ہوسکتا ہو جو نجات دہندہ و شفا دہن آئی ہے ﴿و ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها﴾ میں آپ کی
 حمد و ثناء اور شکر کی ادائیگی سے عاجز ہوں اس لئے میں آپ سے آپ کی حمد و ثناء و شکر کی درخواست کرتا ہوں آپ تو ایسے ہیں ہیں
 آپ نے اپنا تعریف کی ہے اس آیت میں ﴿فان الله له الحمد رب السموات والارض رب العالمین وله الکبریا وعلی
 السموات والارض وهو العزيز الحکیم﴾۔

علامہ سیوطی نے اس ارشاد کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس موقع پر جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے اپنی تعالیٰ کی ہوئی
 ہوئی صفات و اس کا کمال و معصیت و قدسیت و عظمت و کبریا و اور اس کے جہات و غیرہ مختلف ہوئیں جس کی نہ کوئی انتہا ہے اور نہ
 ان کی حد تک کسی کی رسائی ہو سکتی ہے اور نہ عقل میں کا اراک کر سکتی ہے اور یہ ظہور انسانی کا اعلا تر قسمتی ہے اور اس مقام تک پہنچنے

ہے۔ حرمی مرحلے سے بھی روکتی گئی ہے اور اصول سے بھی دور نہ رہا۔ ہمیں کی حدیث میں تو امام شافعی کے نزدیک بھی حجت سے تشدد اور طریق سے بھی وارد ہو چکا ہے۔ اہل حق موقوف اور روٹی کو یہ کسی مٹائی کا قافیہ اس حدیث مرحلے کے موافق ہو، کسی اقتداء نے اس پر جس نے اس کی تصریح علامہ سادہ کی نے لکھی ہے نظر کرتے ہوئے کی یہ تفسیریں بھی حدیث پر ماحولہ بالکل حق رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر قضا کے کہنا ہے کہ یہ حدیث صحابہ میں ہمارے شرفی سے دو اور اہل حق ہے دو اور انہم بھی سے وہ اپنے باب پر یہ من شریعت بھی سے وہ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے اور شاہد متصل کر دیا ہے اور سب راوی تھے ہیں وہ اب انھیں کو سترہ بھی اور ہو گیا، علامہ سادہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اس کے ایک ہی بھی کے وہ بھی طریق متعدد ہے۔ ہر وہ ہے پندرہ الفاظ کے لئے اسی سند میں کہ وہ داخل بنی تھو اب ان صحیح سے اگر میں موسیٰ بن اسحاق سے ہے، وہ ان کے راویوں سے وہ بعد ائمہ ثلاثہ کی ہے۔ وہ وہاں سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اتفاق سے کہ یہ ہیں ان اہل حق صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی بعض بعض مسئلہ ولا یو صلا میں حدیث کے سب درجہ ہیں وہ بعد ائمہ ثلاثہ میں ان کے طریق سے روایت کرتے کے بعد فرمایا لا اعمم لہ عندہ فوج نہ کذا الخ الجوہر الشی: ۱: (۳) ان حدیث کے اور بھی طریق ہیں جن کا ذکر اہل حق نے کیا ہے۔ یہ جس کو شافعی ہو، ہاں دیکھ لے۔

غرض یہ کہ اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث خرقہ تصدیق سے روایت کی گئی ہے اب وہ اتفاق حجت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ علامہ شوکانی نے محل لاوار میں لکھی ہے کہ نقض دوسرے قاضیوں کی طرف سے حدیث انھیں کا یہ جواب یہ دیا ہے کہ وہ ضعیف ہے نیز مرحلے ہے مگر اس جواب کو رد کر دیا گیا ہے کہ اس حدیث کی کثرت روایت کی ہے اس کا ضعف اور نہ کیا ہے اور یہ حدیث قبلہ مرویہ لا وہ فادہوں خرقہ سے ثابت ہے اور روایت صرفہ فرمایا میں ہندو کی کی طرف دوسرا کر دیا گیا ہے اگر اس اصول کا یہ بھی مذہب ہے۔

وقد روی هذا الحديث الاعمش الخ من طريق من طريق باب کے دوسرے طریق کو ضعیف قرار دیا ہے کہ اس حدیث کو اعمش نے حبیب بن ابی ثابت سے انہوں نے مروی سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے موقوف سند کی وجہ سے ایک یہ حدیث ضعیف ہے جس کی ترمذ میں ابن القان کا قافیہ تھا کہ اب ابی قنن کان من اس میں کلام کیا ہے انہوں نے کہ کہ حبیب بن ابی ثابت کی یہ حدیث جس کو انہوں نے مروی عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت کیا ہے اور ان کی دوسری حدیث جس کو ترمذ نے اس کے ساتھ ساتھ مقدم کے بارے میں باقی القان روایت کیا ہے "صلی اللہ علیہ وسلم فطر الدم علی الحصور" دونوں لافقی لکن ضعیف ہیں اور ضعیف قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ایک ترمذ میں جس مروی کا ہماری کیا ہے کہ اس سے مروی بن زبیر مروی ہیں تو ان سے حبیب بن ابی ثابت کا مروی ثابت نہیں ہے میرا کہ ترمذی نے نام بخاری کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حبیب بن ابی ثابت نے مروی سے نہیں سنا اس لئے حدیث منقطع ہے جو شافعی کے نزدیک حجت نہیں۔

جہاں تک دوسرا نکتہ ہے، عہدہ لیتے دوسرے موقع پر امرشکو، یا کائنات میں وہی جنگ نہیں ہے، یہاں تک کہ عہدہ سے جوں ہے،
بھلا اور دشمنیوں اور مہربانوں کا تو فیصلہ کیا ہے۔

طاہر مریٰ انکار کافی کہتے ہیں کہ نام اودھ کا تو فی ثبوت سہا ہے یعنی حراحت میں پر وازت کر دیا ہے کہ صیب ۵۴۸
عہد سے ثابت ہے اور فی ثبوت قول جو برآمد ہے ہم کے ۵۴۹ فی کماودھانی ہے منہ ثبوت ثانی یہ مقدمہ ہو گا۔

نفس کو نکالنا حدیث کے یہ اقوال و افعال پر انکسار کرتے ہیں کہ حبیب کے علاوہ ان نبی کے ساتھ ہے۔ اس حبیب کو ثابت ہوا تو اشخاص کی طاعت اور ہوئی اور حدیث متصل ہوگی نیز ایمان و ایمان و حدیث حبیب کے دوسرے طریق پر قرآن و احکام شریعت میں ہے۔ البتہ اس حدیث کا اثر پہنچنے کے بعد سے شروع میں جو اس میں سے پہلے ایمان کے اثر میں نہ آئے ہیں ان سے حدیث قبل کی تاکید ہوتی ہے کہ عورت کو نہ مانے سے وضو نہیں ہوتا اور اس کا قائل ہیں کہ عورت کو چھوٹے سے اندر نہ لانا حضور اکرم ﷺ کے حکم میں جس سے ہے جیسا کہ احادیث میں ہے اور کیا ہے حکم سے نہ لائی ہیں اور اس واقعہ سے بہتے کہ ان سے ہے۔

یہ حال تو پرندہ گز سے واضح ہو کر کہ بتادوار کیلئے مذہب کا مسلک قوی یا ضعیف وغیرہ کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ فرمیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ قوت قرآنی ہے اور وہ باری تعالیٰ ہے (عز وجل) ہم نے اس سے کائنات کو تخلیق کیا اور اسے بالبدن پر محمول کرتے ہیں یعنی اس کے معنی ہاتھ سے چھونے کے ہیں اور کیا اس کی اس قدر قوت ہے کہ اس کی طرف سے آواز آئے اور **هَذَا الْمَسْئِمُ الْمَاءُ** یہ ہے اس سے مسلام نہ کہ کسی مرقومہ آتش و آمو ہے خلاف اس کا جواب دیتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر زیادہ معتبر ہے مگر امت میں فساد ہے کہ اس جملہ سے کلامیہ سے نہایت دور کیا یہ مسلم کرنا کوئی ہے تاکہ قوت آواز سے آواز نہ آئے وہ بھی ہو جائے کیوں کہ ہوس کے زور میں دست بردار کیا یہ بھی ہو جائے ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ایجاد اور بغیرت میں اس لئے اس طرح یعنی لفظ جماع کو ایک ہی تعبیر لفظی میں سے تعبیر کر کے جیسے کہ آریہ خلقی یا وان خلقہ ہر **من قل ان تمسوا من یکم بالجماع** کسی نے جس میں آیت ہے **ثم انزلہ تعالیٰ نے ان کو اس میں استعمال فرمایا ہے نہ کلامیہ کی جماع سے فقط جماع کا استعمال نہیں فرمایا۔**

[illegible]

باب النوض و مما غیرت النار

آگ کی اثر کی ہوئی چیز کھانے سے وضو واجب ہونے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراہیم اخبرنا احمد بن محمد بن عبد الرزاق قال حدثنا معمر بن الزهري عن عمر بن عبد العزيز عن ابراهيم بن عبد الله بن قارظ عن ابي هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول نوضوا مما مسّت النار.

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آگ کی اثر کی ہوئی چیز سے کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔

حدثنا هشام بن عبد الملك قال حدثنا محمد بن عيسى ابن حرب قال حدثنا الزبيري عن الزهري عن عمر بن عبد العزيز اخبرنا ان عبد الله بن قارظ اخبرنا ان ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول نوضوا مما مسّت النار.

اخبرنا الربيع بن سليمان بن داود قال حدثنا اسحق بن بكر وهو ابن مصر قال حدثني ابي عن جعفر بن ربيعة عن بكر بن سواد عن محمد بن مسلم عن عمر بن عبد العزيز عن عبد الله بن ابراهيم بن قارظ قال رايت ابا هريرة يتوضأ على ظهر المسجد فقال اكلت انوار الجنة فتوضأ منها اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يامر بالوضوء مما مسّت النار.

اخبرنا ابراهيم بن يعقوب قال حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث قال حدثنا ابي عن حسين المعلم قال حدثني يحيى بن زبيد عن عبد الرحمن بن عمرو الاوراني انه سمع المطلب بن عبد الله بن جندب يقول قال ابن عباس اتوضأ من طعام اجدته في كتاب الله خللا لان النار منه فجميع الوضوءة حصي فقال اشهد عند هذا الحصى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نوضوا مما مسّت النار.

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا ابي ابي عدي عن شعبة عن عمرو بن دينار عن يحيى بن جعدة عن عبد الله بن عبد عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نوضوا مما مسّت النار.

اخبرنا عمرو بن علي ومحمد بن بشار قال حدثنا ابن ابي عدي عن شعبة عن عمرو بن دينار عن يحيى بن جعدة عن عبد الله بن عمرو قال محمد الفارسي عن ابي ايوب قال قال النبي صلى الله عليه وسلم نوضوا مما مسّت النار.

اخبرنا عبد الله بن سعيد وهارون بن عبد الله قال حدثنا حماد وهو ابن عمارة بن ابي حفصة قال حدثنا شعبة عن عمرو بن دينار قال سمعت يحيى بن جعدة يحدث عن عبد الله بن عمرو الفارسي عن ابي

طلحة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال توضعوا معا غيرت النار

اخبرنا هارون بن عبد الله حدثنا جرير بن عمار قال حدثنا شعبه عن ابي بكر بن حفص عن اس

شهاب عن ابن ابي طلحة عن ابي طلحة ان النسي صلى الله عليه وسلم قال توضعوا معا انتصبت النار

اخبرنا هشام بن عبد الملك قال حدثنا محمد قال حدثنا الزبيدي قال اخبرني الزهري ان

عبد الملك بن ابي بكر اخبره ان خارجة بن زيد من ثابت اخبره ان زينب ثابت قال سمعت رسول الله

صلى الله عليه وسلم يقول توضعوا معا مست النار

اخبرنا هشام بن عبد الملك قال حدثنا ابن حرب حدثنا الزبيدي عن الزهري ان اباسلمة من

عبد الرحمن اخبره عن ابي سفيان بن سعيد ابن الاخير بن شريق انه اخبره انه دخل عبي ام حبيبة زوج

النبي صلى الله عليه وسلم وهي خالته فسفنه سويفانم قالت له توضعوا يا ابن اخي فان رسول الله صلى الله

عليه وسلم قال توضعوا معا مست النار.

اخبرنا الربيع بن سليمان بن داود قال حدثنا اسحق بن بكر بن منصور قال حدثني بكر بن مصر عن

جعفر بن زبعة عن بكر بن سوادة عن محمد بن مسلم ابن شهاب عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن ابي

سليمان بن سعيد بن الاخير ان ام حبيبة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت له وشرب سويفانم يا ابن

اخي توضعوا فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول توضعوا معا مست النار.

تفسير امام نسائي وغيره کا دستور ہے کہ وہ جن احادیث کو منسوخ سمجھتے ہیں ان کو پہلے لاتے ہیں پھر اس کے بعد

احادیث کا نسخہ بیان کرتے ہیں ایسا ہی یہاں بھی کیا اس باب میں وہ احادیث لاتے ہیں جو آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے

بعد وضو کے واجب ہونے پر است کر دی ہیں پھر اس کے بعد دوسرے باب قائم کیا ہے اس کے ذیل میں وہ احادیث لاتے ہیں جو

ترک وضو کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جن میں سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا چاہے ہیں کہ وضو کا حکم منسوخ ہو چکا ہے ہتھ دینے

اسلام میں آٹک کی پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد خوراک و شرب ہو یا اس کے علاوہ کوئی ایسی چیز جس میں پختا ہٹ نہ ہو جیسے ستودہ غیرہ

وضو کا حکم ایسا تھا اس کی حکمت بعضوں نے یہ بیان کی ہے کہ در جاہلیت کے لوگ اور اعراب صفائی اور پاکیزگی کا خیال نہیں

رکھتے تھے جب وہ لوگ اسلام لائے تو حضور ﷺ نے شانہنگی کی تعمیر فرمائی اور ان کو آگ پر تیار کی گئی چیزوں کے استعمال کے

بعد وضو کا حکم دیا ہے پھر جب آپ ﷺ نے دیکھ کر لوگ غفلت و لمہارت کے معاملہ میں شائستہ ہو گئے ہیں تو اب وضو کی

ضرورت نہ رہی اور اس کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ خلفاء راشدین اور امیر مومنین اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے کہ آگ کی

پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں نوتا وہ احادیث جو فضائل وضو کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ و غیرہ کی

روایات سے منسوخ ہو چکی ہیں جن میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد نبی کریم ﷺ کے ترک وضو کا بیان ہے اور یہی

آپ ﷺ کا آخری قول ہے۔

فرمایا اور کئی گراہائی پھر فرمایا ان کو نہ مانجھنی اس میں چھٹائی ہے اس لئے میں نے کئی کئی تویہ قلیل جس طرح وہ دھ پینے کے بعد وضو وغیرہ کی کتب پر روایت کر رہی ہے تاکہ مامونہ اور ہو جائے اسی طرح اس قصص مذکور سے ہر اس چیز کے کھانے کے بعد جس میں پکڑائی ہو خود اداوت کا شوش ہو یا کائے وغیرہ کا شوش ہو وضو وغیرہ کی کتب پر روایت ہو رہی ہے۔

نیز ہزار نے عبد الرحمن بن عجم اشعری سے روایت کی ہے کہ نہروں نے حضرت معاذ بن جنس رضی اللہ عنہ سے پوچھ کیا تم "سباعت الحار" سے وضو کرتے تھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں! جب ہم میں سے کوئی شخص تک کے اربعہ پکی ہوئی چیزوں سے کچھ کھاتا تو دونوں ہاتھ اور سر دھو جاتا اور ہم اس کو وضو کہتے تھے اسی طرح معاذ رضی اللہ عنہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے شہ زکا گوشت تناول فرمایا پھر گلی کی اور ہاتھ دھوئے پھر نماز پڑھی۔ ان کے ملاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے وضو لغوی کا ثبوت ملتا ہے گو وضو کے لفظ سے جس معنی کی طرف تبادول نہیں ہوتا ہے وہ وضو شرعی ہے لیکن اس حقیقت کے کوئی بھی انصاف پسند آدمی انکار نہیں کر سکتا کہ اس لفظ کا استعمال وضو لغوی پر ہوتا ہے جیسے احادیث مذکورہ میں وضو لغوی مراد لی گیا ہے اور لفظ وضو مامونہ سے وہ وقت جس کے معنی لطفائے گئے ہیں تو اصل وقت میں بغیر اعضا کے غسل مثلاً ہاتھ مر کے دھونے اور اس کی صفائی کو وضو لغوی کہتے ہیں اور شریعت میں اعضا وضو کے غسل اور مسح کو وضو کہتے ہیں۔

لیکن یہاں احادیث مذکورہ اور ابن حنین احادیث میں وضو لغوی مراد لیا گیا ہے، تاہم یہ ضابطہ وغیرہ کی یہی تحقیق ہے۔
حاصل ظاہر یہ ہے کہ اگر تک سے کئی ہوئی چیزوں کے کھانے سے امر وضو کی قیام احادیث میں وضو شرعی و جنوی کا حکم تھا جو جوہر وغیرہ کے نزدیک منسوخ ہو گیا یا ان احادیث میں وضو سے مراد وضو لغوی ہے جو اب بھی غیر منسوخ اور باقی ہے اس جواب ثانی کو، وہی یک جماعت نے اختیار کیا ہے اور امام شافعی نے جیسا کہ پہلی نے نہیں کیا ہے اس جواب کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن اس جواب ثانی پر علامہ صفہ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا ہے کہ لفظ وضو کو وضو لغوی یعنی غسل کہہ سکتے ہیں بحکم قول کر کے کا قول خلاف تبادول سے کہ ملاوہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول "کان آخو الامور من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مصلحت النار" کے بھی خلاف ہے کیوں کہ ان کے اس قول سے وضو لغوی مراد لینا بہت بعید بات ہے جیسا کہ یہ بات ہر اس شخص سے پیشہ نہیں جو کلمات سے واقفیت اور اس کا تجربہ رکھتا ہو لہذا بہتر جواب یہ ہے کہ امر بالوضوء احتیاج پر معمول ہے۔ (اعلاء الملس ۶۲/۱)

اسی طرح حارہ فطانی نے بھی امر بالوضوء کی احادیث کو احتیاج وضو پر محمول کیا ہے لیکن علامہ ذرقانی نے اس کو کھادی شریف کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے رد کر دیا ہے بخود ہی میں ہے کہ عبد الرحمن بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ابو العباس رضی اللہ عنہ نے ایک سے چار ہاتھ دھوئے کھانا کھا پھر میں نماز کے لئے وضو کی نیت سے کھڑا ہوا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ابو العباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کیا تم حلال اور پاکیزہ چیز کھا کر وضو کر رہے ہو "لقد صحت بعد عرقا" اس کا مطلب یہ ہے

جیسا کہ ذرا قافی کہتے ہیں کیا تم نے یہ ظم اہل عراق سے حاصل کیا ہے اور اہل مدینہ کا عمل جو رسول اکرم ﷺ سے ملا ہے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

بہر حال ان دونوں حضرات نے آگ سے بچی ہوئی چیز کھانے کے بعد نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا حالانکہ یہ دونوں خود بھی وضو اکرم ﷺ سے وضو غیرت الخار کے راوی ہیں لیکن اس موقع پر وضو نے وضو نہیں کیا حضرت امام طحاوی فرماتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات نے آگ سے بچی ہوئی چیز کھانے کے بعد امر وضو کی جو حدیث حضور اکرم ﷺ سے روایت کی تھی وہ منسوخ ہو چکی ہے ذرا قافی کہتے ہیں کہ یہ روایت دلائل قویہ میں سے ایک مضبوط دلیل ہے جس سے وضو کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے پورا ہی روایت کی بناء پر خطابی کا یہ قول کہ امر وضو کی احادیث اکتساب پر محمول ہیں وہ ناقابل اعتبار ہو جاتا ہے کیوں کہ اگر آگ سے بچی ہوئی چیز کھانے سے وضو مستحب ہو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک شخص مستحب پر ان دونوں حضرات نے انکار کیوں کیا بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا "لعلی لم یفعل" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کے قول کو مان لیا ہے اور ان کی رائے کی طرف رجوع کیا ہے۔

غرض کہ ان دونوں صحابیوں کے انکار سے معلوم ہوتا ہے کہ انتخاب بھی باقی نہیں رہا اور نہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک فعل مستحب پر کیوں انکار کرتے۔ چنانچہ کہا کہ ممکن ہے کہ امر وضو ہوتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تجدید اور وضو علی الوضوء کے ارادہ سے وضو کیا ہو جس سے لوگوں کو شبہ پیدا ہوا اس لئے ان دونوں صحابہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پر انکار کیا نہ یہ آگ سے بچی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنے پر اس مقام پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بڑی کم فاعل فرمایا۔

اس کو جواب مصنف المانی الاہد نے یہ دیا ہے کہ باقی کی یہ تاویل مسند احمد کی روایت سے غفلت کا نتیجہ ہے کیوں کہ امام احمد کی روایت میں آیا ہے "ثم دھرت بوضوء فقال لم تنوضا فقلت لهذا الطعم الذي اكلنا" اس سے صاف معلوم ہوا کہ آگ سے بچی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنے پر انکار کیا تھا نہ کہ وضو علی الوضوء کے محل پر۔

بہر حال علامہ ذرا قافی کی تقریر مذکورہ سے علامہ خطابی کا قول رد ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ان بعض حضرات کا قول بھی رد ہو جاتا ہے جو آگ سے پکا ہوا کھانا کھانے کے بعد وضو غرضی کے انتخاب کے قائل ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

باب ترک الوضوء معافیت النار

آگ سے بچی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو نہ کرنے کا حکم

اخبرنا محمد بن العثی قال حدثنا یحییٰ بن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسن عن رجب بنت ام سلمة عن ام سلمة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل کثف فجاءہ ہلال فصرح الی الصلوة ولم یمس ماء۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بکری کے شائد کا گوشت کھایا پھر حضور ﷺ کے پاس

[illegible][illegible]

الحسن بن محمد بن عبد الاعلیٰ قاضی حیدر خانہ قاضی اس جرح میں سندیں ملے ہیں کہ یہ شخص ابن ہمارا عن ابن عباس قتالہ شہادت و سیرت الفضلانی اند علیہ وسلم انکی خبر روایت ہے یا وہی تصنیف : دلت نہ جا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو پہلی اور دواست بارے میں سنا ہے۔

احمرًا عمرو بن منصور حدثنا علي بن عياش قال حدثنا شعيب عن محمد بن الحنفية قال
سعد بن جابر بن عبد الله قال حدثنا اخو الاميرين من رسل الله صلى الله عليه وسلم ترك اثره ما

معدنہ پور میں مہاراجہ جیو داس نے ایک عجیب و غریب کھنڈی چھوڑ دی تھی۔ اس سے کھنڈی چھوڑنے والے (پتھر) کی طرف سے ایک بڑی بستی بن چکی تھی۔ اس کے بعد ایک بستی بنی۔

تفسیر: ”کے“ سے خبر کی نفی خبر میں کے استعمال سے ہر موصوفہ کے متعلق ہوتا ہے۔ مثلاً: ”میں نے سنی میں ان کی ذبیحہ“۔

مجلس مدینہ انصورت اور مسجد حنیفہ سے مراد یہ ہے کہ اس سے معذور ہو اور ایک سے کچی ہو تو فیہ چیز کو کہنے سے وضو نہیں پڑتا۔
کہیں کہیں میں آیا ہے کہ وہ اپنی مجلس کے نمازات یعنی یا تو یکیں یا دو سے اور کچی تو ہے اور چھ تک آپ کیا ہیں جو ان کے لئے
قرآن و حدیث کا سامنے ہے یا نہ ہو وضو صحیح ہے۔ مگر کلی زبان میں نہیں ہے۔

اور نبی نہایت بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی اور اعلیٰ تعلیمات میں سے ایک تعلیم ہے کہ حضرت ابو

نے سنے تھے جس میں امر و نہی کا بیان ہے۔ وہ دوسری حدیث جابر کے بہت سے اور بھی خواہ تیرا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہیں اور ہر یہ حدیث کی روایت بخاری میں ہے (انہوں نے آخری عمر میں آگ سے کچل کر پیچ کر کھانے سے وجوب وضو کے قول سے رجوع کر لیا تھا) اور محمد بن مسلمہ کی روایت ان الفاظ سے "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل اخو امریہ لجمعائہ صلی ولو یوہنا" منہ انی کی انیس میں ہے اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "اکل مساعیر انصارہم صلی ولم یوہنا" وکل آخر امریہ "اور حضرت تیرے دوست شعبہ کی حدیث کو ان الفاظ اور عبرانی نے انیس میں روایت کیا ہے اسی حدیث میں ہے "ولو فی حدیث فعلی الناس والکب معدی" کہ اگر میں کھانا کھانے کے بعد وضو نہ کرنا امت کو تمام امت پر ضروری ہو جائے تو مجھ کیسے کہ کھانا کھانے کے بعد حضرت نعیم و رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پانی کیوں پیش کیا تو اس نے کہا ان کو سو صلیا معاصمت النار "ارٹا ہمارا کہ علم ہے نہ پانی نہیں پیش کرتے۔"

فرض کہ ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ امر بالوضو اور فعلی وضو مقدم تھا ترک وضو نیز موافا میں ہے کہ بخیر تالار سے ترک وضو کا عمل ختم میں واقع ہوا تھا اور وہ حاکم ہے اس سے یہ امر کہہ سکتے ہیں کہ وضو کا حکم تھا پھر منسوخ ہو گیا اور خلفاء راشدین اور کبار صحابہ کا ترک وضو پر اجماع صحت حق کی وجہ سے کیوں کہ ان حضرات کا سنہ النور سے ترک وضو پر اجماع وجوب وضو کے ختم سے واقع ہوئے یعنی جس پر مسکرا کر دینی سے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "نبی کریم ﷺ سے روایت حدیثیں مروی ہوں اور ہمیں اس کا علم ہو جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی ایک حدیث پر عمل کیا ہے اور دوسری کو چھوڑ دیا ہے تو یقین کرو کہ حق روایت شدہ مروی ہے جس پر ان دونوں حضرات نے عمل کیا ہے اب امر بالوضو کی حدیث میں اگر امر ایسا ہے تب تو وضو منسوخ ہو گیا اور اگر وضو لغوی ہے تو صحابہ پر عمل کیا ہے تو وہ آپ بھی پائی اور نیز منسوخ ہے۔

مراہ سندھی فرماتے ہیں کہ اگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نہ ہوتی تو اب روایت میں تعارض واقع ہوتا اس حدیث نے مسئلہ صاف کر دیا کہ وضو کا حکم جو پہلے تھا وہ اس حدیث سے منسوخ ہو گیا ہے۔

المضمضة من السويق

ستون کھانے کے بعد کھلی کرتا

احمد بن محمد بن مسلمة والعماد بن مسکین فرادۃ علیہ وانا سمع واللفظ له عن ابن القاسم قال حدثنی حاکم وهو ابن ابی عن یحییٰ بن سعید عن یحییٰ بن یسار مولیٰ سی حارثة ان سويد بن الثعلبان اخبرہ انه خرج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام خیبر حتی اذا کانوا بالصہباء وهي من ارض خیبر صلی العشر ثم دعا بالارواء فلیحم ہنات الاب السریق فامرہ فخری فی کل راکلنا ثم فاد الی المغرب

لمضمض وفضضنا ثم صلى ولم يوضأ.

حضرت سید بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے بھیر بن یزید سے حدیث بیان کی کہ وہ خیر والے سال میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نیک زبان تک کہ جب مقام صہبا میں پہنچے جو خیر کا مدینہ طیبہ سے قریب والا حصہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توشے طلب فرمائے تو سوائے ستو کے اور کچھ حاضر نہیں کیا جا سکا پھر آپ نے ہماری اور ہانی سے اس کو تر کر لیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور ہم نے بھی کھایا اور پھر آپ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے گلی فرمائی اور ہم نے بھی گلی کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

تشریح: یہ وہی جگہ ہے جہاں خیر اور مدینہ طیبہ کے درمیان دشمن کا محزو وجود تھا آیا ہے جس کی نام طحاوی نے مشکل الآثار میں صحیح کی ہے اور اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے شیخ لوگوں کو اس شانہ اور محزو کو یاد رکھنے کی غرض سے روایت کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اہل طہ کے لئے سبب نہیں کہ حدیث اکامہ کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے اور جس میں صورتِ خیر اسے کا محزو بیان فرمایا ہے یاد کرنے سے غافل رہیں کیوں کہ وہ نبوت کی علامات میں سے بڑی علامت ہے۔ (فیض الناری: ۱/۲۰۷)

اس روایت میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو کھایا پھر گلی کے مغرب کی نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا حالانکہ ستو بھی تو انجیرت النار کا فرد ہے تو عنوانِ سابق کے حدیث سے ان کا نام کر کے بھروسے کے بعد المضمضة من اللبن کے ترجمہ سے غالباً امام نسائی جواب دہائی کی طرف اشارہ کر رہے کہ جن روایات میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد امر وضو کا بیان آیا ہے وہاں وضو سے مراد وضو لغوی ہے نہ کہ اصطلاحی و شرعی و با حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل آپ کے قول کی تشریح ہو گیا اور وضو لغوی سے مراد ہاتھ کی تکلیف مضمود ہے ستو میں اگرچہ چٹائی نہیں ہوتی تاہم ستو کھ کر گلی کرنے کا نفع یہ ہے کہ اس کے اجزاء دانتوں کے درمیان اور سنہ کے کناروں میں گھر جتے ہیں اور ان کو بار بار نکالنے کی کوشش سے انہیں صلوٰۃ میں خلل پیدا ہوگا اور قرأت میں شکاف پیدا ہوگا اس لئے گلی کر لینی چاہئے تاکہ منہ کی صفائی ہو جائے اور قرأت وغیرہ میں خلل واقع نہ ہو۔

(لنائم) اس حدیث سے مغرب میں اپنے توشے کے ساتھ احباب کے توشے کو شامل کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اگرچہ کوئی کم کھائے اور کوئی زیادہ کھائے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں اپنے ساتھ کھانے پینے کے توشے کو لے جانا خلاف توکل نہیں۔

(قالہ الحافظ ابن المحجر)

المضمضة من اللبن

دودھ پینے کے بعد گلی کرنا

اخبرنا قتيبة قال حدثنا الليث عن عقيل عن الزهري عن عبد الله بن عبد الله عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم شرب لبنا ثم دعاه بماء فمضمض ثم قال ان له دميما.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے چچا نے ۱۰۰۰ روپے پانچ پائی دیکھا اور انکی فرمائیں بھر فرمایا کہ ۱۰۰۰ روپے چھٹی ہوئی ہے۔

تشریح: ۱۰۰۰ روپے چھٹی کے بعد نبی کریم ﷺ نے جو کل فرمایا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت ضرور ہے ہیں کہ آپ نے ۱۰۰۰ روپے دیا اس کے بعد انکی فرمائیں وارڈ کر کے کی جو یہ ہیں کہ فرمائی کہ "ان لہ دسبا" کہ ۱۰۰۰ روپے میں چھٹائی ہوئی ہے اس کو زائل کرنے کے لئے اسطر ۱۰۰۰ روپے کی فرمائیں اس سے معلوم ہوا کہ ۱۰۰۰ روپے چھٹی کے بعد چھٹی کی جو تے گئی نہ مستحب تے اور اس تعمیل نہ ہوتے جس طرح ۱۰۰۰ روپے چھٹی کے بعد دسوا الفونی کا وقت اب معلوم ہو رہا ہے ای طرح اب اب اب وکالت اس میں پانچائی ہوئی ہے اس کے کی تے کے بعد بھی الزام دہشت کے لئے دسوا الفونی کا احتیاب معلوم ۱۲۸۸ ہے۔

حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک انکی فرمائیں چھٹی کے جواب میں تے پانچائی کے لئے اس کے بعد انکی فرمائیں مستحب۔ جو خاص نماز کے وقت مستحب نہیں ہاں انکی یہ صورت تھی جو حق ہے کہ کھانے پینے سے فراغت ہوئی اور نماز کا وقت بھی اٹھیا، انوں کا اجتماع ہو گیا تو اس وقت احتیاب تاخیر کی ہے جیسے میں نے حدیث مستحکم کے بارے میں کہا کہ اس کا اصل تعلق پانی کے مسائل سے ہے پھر چونکہ دسوا کے پانی کی ضمانت اور بھی لیا، وضو ہوئی ہے اس لئے وضو سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے کی تاخیر لیا، دسوا وضو کی ضمانت میں بھی جس وقت نہ کرنا چھٹی وضو کی اس وقت کرنا چاہے اور طہارت وضو کا مقام سے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ان کی پانچائی نہ کر دے وضو کی نہ دسوا اشارہ کر رہی ہے کہ ہر گز ۱۰۰۰ روپے چھٹی کے بعد کی گئی ہے اور چھٹی کی نہ ہوتے سے پانچائی کا نماز سے کوئی تعلق نہیں۔

لا شريك لى وان محمدا عبده ورسوله فامحمد والله ما كان على الارض وجه اغض الى من وجهك
فغد اصبح وجهك احب الوجوه كلها التى ران غيبك اخفى وانا اريد العمرة فماذا ترى فبشرة
رسول الله صلى الله عليه وسلم وامر ان يعتمر مختصر.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ثمامہ بن اثل غمی جاری پانی یا بھجور کے درختوں کے بارغ میں گیا جو مسجد کے نزدیک
تھا اور غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور کہا "اشھد ان لا اله الا الله الخ" اے محمد! اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی چہرہ میرے
نزدیک آپ ﷺ کے چہرے سے زیادہ صوفی نہیں تھا جب تک اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا
آپ کے نقشہ نے مجھ کو گرفتار کر لیا حالانکہ میں عمرہ کے ارادے سے جا رہا تھا اب آپ کا فرماتے ہیں میں رسول اکرم ﷺ نے
اس کو بشارت دی (کہ بسبب اسلام لانے کے سارے گناہ پہلے کے بخشے گئے) اور اس کو عمرہ کرنے کا حکم دیا۔

تشریح: امام نسائی نے اس کو مختصر روایت کیا ہے پر یہ روایت مسلم اور بیہقی میں ہے لفظ نخل نون اور نیم کے ساتھ
ہے جس کے معنی ہیں زمین سے نکلنے والا پانی اور بعضوں نے کہا ہے کہ جاری پانی کو کہتے ہیں یا لون اور خاء کے ساتھ ہے جو نخل
کی جمع ہے جس کے معنی درخت بھجور کے ہیں کیوں کہ عام طور پر بارغ پانی سے خالی نہیں ہوتا ہے علامہ سندھی نے کہا کہ بعضوں
نے نو نیم ہی کے ساتھ پڑھنے کو صواب کہا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہ کس طرح ہو سکتا ہے حالانکہ محدثین نے تصریح کی ہے
کہ اکثر روایت خاء کے ساتھ ہے اور قاضی عیاض نے بھی کہا کہ روایت خاء کے ساتھ ہے۔

نم داخل المسجد: علامہ سندھی کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ثمامہ بن اثل نے غسل کرنے کو اسلام پر
مقدم کیا ہے تو اگرچہ اس میں اسلام کی تعظیم ہے لیکن اسلام کو غسل پر مقدم کرنا وہی ہے، واللہ اعلم۔

امام بیہقی نے کہا کہ اس روایت میں غسل ختم ہے پھر شہادۃ سے مگر احتمال اس کا بھی ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے
ساتھ پہلے اسلام لائے ہوں پھر غسل کیا ہو پھر مسجد میں داخل ہو کر اعتبار شہادۃ کیا ہو اس سے دونوں قسم کی روایات میں تطبیق
ہو جاتی ہے۔

الفصل من مواراة المشرک

مشرک کو دفن کرنے کے بعد غسل کرنا

اخبرنا محمد بن البیہقی عن محمد بن حنفیہ عن ابی اسحق قال سمعت ناجیة بن کعب
عن علی بن ابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اباطالب مات فقال اذهب فواراه قال انه مات مشرکا
قال اذهب فواراه فلما واریته رجعت الیہ فقال لی اغسل.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ابوطالب کا انتقال ہو گیا حضور ﷺ
نے فرمایا کہ جہان کو زمین کے اندر چھپا دو! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ تو مشرک کی حالت میں مرے ہیں آپ ﷺ نے

فصل واجب نہیں ہونے کیوں کہ اس کا اہل دینی اور شیعہ کے ساتھ نہیں ہوتا ہے لیکن اسے شافعی کہتے ہیں کہ بدوالم شیعہ کے نقطہ سے بھی مثل واجب ہوگا وہ حدیث "الجماء من الجماء" سے مستدل کرتے ہیں اسی لفظ من الجماء "یعنی منی موجب غسل" ہے کیوں کہ یہ حدیث سے مطلق ہے قید شیعہ سے اس لئے ہر صورت غسل واجب ہوگا اگرچہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث حالت حیض پر محمول ہے اور اس خاص حالت پر اس لئے محمول کرتے ہیں تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کی وجہ سے واجب کے موافق ہو جائے۔ نتیجہ ہے کہ امام شافعی حدیث "الجماء من الجماء" کو اس حالت مذکورہ پر کیوں محمول نہیں کرتے حالانکہ یہ مطلق ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث متبع ہے اور ان کے مذہب میں غسل کو مقتیدہ عمل کہ تاہم جائزات ہے لیکن یہاں اس نے یہ کہہ کر کیوں نظر انداز کر دیا ہے اس کی وجہ میں طلب نہیں ہو سکتی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث "الجماء من الجماء" جمہور کا یہاں نہیں اور نہ محمد بن کے نزدیک مشروع ہو سکتی ہے جیسا کہ امام نووی نے اس کی تصریح کی ہے جہاں اس کی ہے کہ شریعہ اسلام میں "اکمال" یعنی آئینہ کامل کی کثرت کا وہاں اس کے بغیر انزال کے ناکافی ہے اس حدیث کی بنا پر غسل واجب نہیں ہوتا تو اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ انزال محلی سے غسل واجب ہوگا صرف غرض مستور کا وہاں اس نے غسل واجب نہیں ہوتا لیکن اس کے بعد یہ حکم (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث سے جو پہنچے کہ رکھتا ہے) مستور ہو گیا اور وہی اہل دین سے غسل کا وہاں ثابت ہو گیا۔ حدیث "الجماء من الجماء" اختلاف پر محمول ہے۔ یہ حدیث ترجمہ کے ذریعہ اس حدیث سے صحاح مطبوعہ پر کئی ٹکٹ سے غسل واجب ہونے میں شیعہ کا بدوالم شرط ہے بدوالم افق اور شیعہ کے خروج کسی سے غسل واجب نہیں ہوتا یہی سبب انراف کا بھی مسلک ہے۔

فصل المرأة ترى في منامها ما يرى الرجل

عورت پر غسل کا واجب ہونا جب کہ وہ خواب میں وہ چیز دیکھے جو مرد دیکھا کرتے ہیں

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم حدثنا عدة حدثنا سعيد عن قتادة عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المرأة ترى في منامها ما يرى الرجل قال اذا انزلت المرأة فتنسل. حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایک عورت خواب میں وہ چیز دیکھتی ہے جو مرد دیکھا کرتے ہیں (تو کیا اس پر غسل واجب ہے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا انزال منی ہونے سے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

اخبرنا كثير بن عبد الله عن محمد بن حرب عن الزبدي عن الزهري عن عروة عن عائشة ان عاتمة اخبرته ان ام سلمة كتبت رسول الله صلى الله عليه وسلم وعاتمة جارية لعاث ان رسول الله ان لا يستحيي من الحق ارايت المرأة ترى في النوم ما يورى الرجل فتنسل من ذلك فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم فالت عاتمة فقلت لها فبذلك او ترى المرأة ذلك فالت النبي رسول الله صلى الله

علیہ وسلم فقال ثوبت بینک فمن ابن یکنون الشیہ.

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سے بات کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس موقع پر تھیں ہوتی تھیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شک اللہ تعالیٰ حق و حق کے بیان کرنے میں حیا نہیں کرتا ہے آپ اس کا جواب دیجئے گا ایک اور بات خواب میں وہ چیز دیکھتی ہے جو مرد کو دکھانے میں ہیں پس کیا اس سے اس پر غسل واجب ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں توہم ہی اس بات کو پسند نہیں کرتی ہوں کیا صورت کو میں خواب میں احکام ہوتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے میری طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں پھر اس کا بچہ کس بناء پر اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

اخبرنا شعب بن یوسف قال حدثنا یحییٰ عن هشام قال اعمر بنی اسی عن ریب بنت ام سلمة عن ام سلمة ان امرأة قالت یا رسول اللہ ان اللہ لا یمسحی من النحل حل علی المرأة غسل اذا هی احتلمت قال نعم اذا رأت النساء فصاحت ام سلمة فقالت التحلم المرأة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفہم بشہہا الولد.

اخبرنا یوسف بن سعید قال حدثنا حجاج عن شعبہ قال سمعت عطاء الخراسانی عن سعید بن المسیب عن خولة بنت حکیم قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المرأة تحلم فی منامها فقال اذا رأت الماء فلتغتسل.

تشریح: احکام کے بارے میں مسئلہ دریافت کرتے والی عورت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انصاریہ مطہران کی بیٹی ہیں وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں ان کے والد مالک کی وفات کے بعد حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اس کے نام میں اختلاف ہے کسی نے کہا ہند کسی نے کہا رسیلہ بعضوں نے کہا ملیکہ و غیر ذلک، یزیدی پاکیزہ و دیگر اور پاک و امین خاتون تھیں انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ایک عورت خواب میں وہ بات دیکھتی ہے جو مرد دیکھا کرتے ہیں کیا اس پر غسل واجب ہے آپ نے فرمایا "اذا نزلت الماء فلتغتسل" اس کو غسل کر لینا چاہئے بشرطیکہ انزال بھی ہوا اس سے معلوم ہوا کہ حکم غسل کا در انزال بھی اور خواب سے بیدار ہونے کے بعد طہارت اور تری کے بعد رکھنے پر ہے۔

بعض روایات میں سلسلہ جس کے تمام راوی ثقہ ہیں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا "وہل محمد مللاً" کہا وہ ہمسرا یا اس پر کچھ تری پانی ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا شاید آپ نے فرمایا فلتغتسل پھر اس کو غسل کرنا چاہئے صرف خواب دیکھنے سے کہ عورت مرد کے پاس گئی ہے اور مرد نے اس کے ساتھ جماع کیا ہے غسل واجب نہیں ہوتا جب تک کہ انزال نہ ہوا ہو۔

دوسری روایت میں بھی اسی واقعہ احکام کا ذکر ہے لیکن چونکہ اس کا ظہار اور اس کے متعلق سوال حیا عری کے خلاف تھا اس لئے بطور تمجید حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا "ان اللہ لا یمسحی من النحل" بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کے جاننے والے سے حیا نہیں کرتا غلام اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بیان حق سے باز نہیں رہتا اس کی صفت کیا ہے

کہ دوسروں کی بات چنانچہ فرمادینے سے اور ہمیں حکم دیا جائے مخلوق باخلاق اللہ تعالیٰ کا قہر ہے کا سوال اس کے مشابہ ہے اس لیے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں بھی حق بات دریافت کرنے سے نہ ہٹیں کہتی چنانچہ انہوں نے سوال کیا یہاں سے ابراہیمؑ میں کہ ان کوئی عورت خواب میں دو بیچ دیکھتی ہے اور روکھ کر کہتی ہے۔

مسند احمد میں ایک روایت میں ہے کہ ان کو خواب میں خانہ کے ساتھ دو بی محافل دیکھا میں کہ بھاری میں ہوتا ہے تو کیا اس پر غسل واجب ہے یہ ساری باتیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کمال ولایت پر دانی میں حضور ﷺ نے فرمایا "مسحہ" ہاں اس کو غسل کرنا چاہئے بشرطیکہ بیدار ہونے کے بعد اپنی محفل بھی دیکھے یہاں سے بل غم فرمایا اعلیٰ حدیث میں پاری مہارت فرمائی "مسحہ اور انات العاء" لہذا اس حدیث مضبوطی کو اگلے حدیث پر از حدیث ہے محکم کیا ہو گا تاکہ ہم ہمہ یوں میں حق بات نہ رہے۔

اس مجلس میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورت کے احکام کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا تھا وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں جب انہوں نے اس سوال کا جواب دیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پر طعن کیا اور اظہارِ خوارت و تکبر کرتے تھیں "اف لک" تمہاری اس بات پر انہوں نے کیا جواب دیا کو بھی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "فحضرت انسہ" ان کے عورتوں کو داخلِ خوارت کی ہے لفظ "ف" کے کلمی معنی ناخن کے لئے ہوتے رہے اس کے چپ کی طرف سے یہ لفظ کسی کی خوارت اور انکار کے موقع پر استعمال ہوتا ہے یہاں اسی معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اظہارِ تکبر و تعجب کے فرمایا کہ کیا عورت کو بھی شرم ہوتا ہے اس کے انکار کی وجہ شاید یہی ہوئی کہ وہ چھوٹی عمر کی تھیں اس لئے احتکام کے واقعہ کا جاننے نہیں تھیں اس لیے انکار کیا ہوتا کہ عورتوں کے لئے احتکام کا وہ اقرار تھا جیسا کہ وہ احتکام مردوں کے لئے واجب تھا تو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورت کے احکام کا انکار کیا تو حضور انور ﷺ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا "انکرست بسببک النحر" اسے نہ نہ کرنا تیرا ہاں ہاتھ خاک سمجھو اور عورت کی جسمی نہیں ہوتی ہے تو پھر پھر اس کے مشابہ یوں نہ کہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے اندر عینِ سوئی ہے بیک کی مشابہت۔ اس وقت ہو گئی جب عورت کے اندر عین ہو۔

تھیم اس لئے بھی اس کو مانا جاتا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ بچہ دونوں کی مائی کے منہ سے پیدا ہوتا ہے بچہ باپ یا ماں کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ بھی غلبہ عین کی اور کبھی سبقت عین دونوں بر سبقتی ہیں اور جب عورت کی عین کا ثبوت ہوا تو احتکام کی صورت میں اس کا انکار اس ممکن ہے جبکہ دونوں دو برابر ہیں اس کا فروغ ہو گا تو اس عورت پر غسل واجب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور ہم سے جو نقل کیا کہ ہے کہ عورت پر غسل واجب نہیں ہے جبکہ اس کو احتکام ہو جائے اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ اس صورت میں ہے جبکہ فروغ عین حضور اہل سے فروغ خارج تک نہ ہو۔

تصویرت جیسٹیک۔ تیرے ہاتھ کی شکل چاروں طرف کا کارا رہے۔ نہ کہ یہ ہے فقرہ احتیاج سے بچہ تیرے بدن کا جملہ ہے لیکن یہاں پر بدن کا مفہوم نہیں اس جملہ کو مستعمل کرنے والے حضور انور ﷺ ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں استعمل فرمایا جو حضور ﷺ کی تشریف آوار بی بی ہیں اس میں سے زیادہ محبوبہ اور مہر خیز تھیں تو کیا آپ کی شان میں اس جملہ کے مستعمل کرنے کا مقصد بدعا کرتے یوں کر ہو سکتا ہے جبکہ یہاں تشریف آوار بی بی کے معنی کے لئے استعمال ہوا ہے اسی طرح ہر بھی

بت سے ملا تھا اعلیٰ عرب استقام کرتے ہیں جن کے کام کی ساری مصلحتیں ہوتے مثلاً کتب میں العرب بد مذکور، فافضلہ اللہ ما
 لہما، لا اولیٰک، لکلہما اللہ وہیں لامہ "انجیر" ایک قرعہ کرپ یہ لکھا تھا جس کو اس وقت سے بات تھی جب کسی
 چیز پر ایذا کرنا ہو یا اس پر زبردستی ہو یا رو دیا اور غلطی ہو تو کسی بھی شخص کو ملو اس کے اور بھی شک و گمان نہ ہو
 جس کی تحقیق ماسد سیاحی نے جو کہ قول امامہ رضی اللہ عنہا نے ذکر فرمایا ہے

فمن العرب یسبک "انجیر" لفظ ایسے ہیں جن میں خشیت التبیہ دونوں پہلو ہیں جن میں غلبہ ہوتا ہے۔
 منہو، کسی کو بدکار یا کٹھن سمجھنا اس حدیث سے مانع ہوگا کہ یہاں طبعی طور پر کسی شخص کے رویہ کے لئے اس کا کٹھن کی
 طلب و تحقیق سے باز رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور یہاں تعلیل مروجہ ہے کہ کسی بدو کو قتل نہ کرنا۔ ہر شخص اس کو رہا کر
 اور قتل نہیں کرے کی وجہ اس کی شریعت کی تحقیق طلبہ میں بھی گئی نہیں تھی اور غصہ کے پیش نظر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
 انصاری مروجہ کی قرینہ لکھی، انہی السبا، سبہ الاشرار الخ "انصاری جو شخص بدست آگیا اس کی زبان کے تادیق
 فی الدین سے مانع نہیں ہوتی۔

تیسری روایت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی مذکور ہے کہ ان کا سبب و قاتل کریم ﷺ نے اُسے بدل
 کر غنیمت رکھا، خایہ بہت ہی عالم و فاضل تھیں ان کے والد کا نام سہانہ بن محمد اسد بخاری ہے ان کی موت کے بعد غنیمت کی
 والدہ مدینہ منورہ کا مکان سے جلا وطن ہو کر کے بعد میں ان کو مہاجرین کے ساتھ روانہ کر دیا گیا اور غنیمت کی
 میں بھی نہ رہنا ہے۔ اور اس وقت تک کہ ایک موت کے مسئلہ کے حقیقی سوال پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "نعم اذا
 دانت النساء الخ" انہاں اس صورت پر غم و افسوس ہے جبکہ وہاں بھی کسی کو دیکھنا اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کسی آن در کہ
 کہ موت کوئی مسئلہ ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "خیر ان کا نہ کسی سب سے اس کے کٹھن پر ہوتا ہے۔

یہاں روایت انہی سے ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کسی نے کہا کہ یہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انکار
 حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا اور اپنی روایت سے معلوم ہوا کہ انکار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا نظام بقدر غل معلوم ہوتا ہے
 امام نووی نے اس کا جواب شرع مسلم میں دیا ہے کہ جو کتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا دونوں نے ہر
 سلیم رضی اللہ عنہا پر انکار کیا وہ بہت اچھی تھیں ہے اس لئے کہ دونوں کا ایک ہی مجلس میں حضور اکرم ﷺ کے پاس موجود ہونا کوئی
 ناممکن بات نہیں اور سب دونوں نے انکار کیا تو حضور ﷺ نے زبردستی فرمائی۔

ایک روایت یہ بھی دیکھی گئی ہے کہ جو کتا ہے فقہ متعدد، وہ اس طرح کی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں بھی نہیں
 اس لئے غصہ سوال، ہمارے شرف خدمت ہوتی ہیں یا زیا دہ تحقیق اور وثوق حاصل کرنے کے لئے غصہ سے ہم دور حاضرہ کی نہیں۔

(واللہ اعلم بالصواب)

چوتھی روایت سعید بن مسیب کی قول بہت عجیب ہے کہ انہوں نے بھی عورت کے احترام کا مسئلہ دریافت کیا تھا، نبی
 کریم ﷺ نے فرمایا "جب کسی ایسے کو قتل کرنا ہو یا بے عارقتی کے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرح اور بھی چند

بہر حال ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ابی جابر رضی اللہ عنہ میں کوئی اختلاف نہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیث "الصماء من الماء" کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اب بھی بعض خاص صورت میں حکم باقی ہے اگرچہ اس کا عموم باقتیاری معیت سے منسوخ ہو چکا۔ اور امام سائیک نے اذیت فاشتر رضی اللہ عنہ والوہ برہ رضی اللہ عنہ اور اس حدیث میں تلحیح دینے کے لئے اسی صورتہ مخصوص کی طرف ترجیح میں اشارہ کیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

باب الفصل بین ماء الرجل وماء المرأة

مرد اور عورت کی مٹی کے درمیان کیا فرق ہے اس کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابرہیم قال انما عبدة قال حدثنا مسعود عن قتادة عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماء الرجل غليظ ابيض وماء المرأة رقيق اصفر فليهما سبق كان الشبهة حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کی مٹی کاڑھی اور سفید ہوتی ہے اور عورت کی زرد و ہلکی ہوتی ہے پس ان دونوں میں جس کی مٹی سبقت کرے گی پھر اس کے مشابہ ہوگا۔

تفسیر: فلیہما سبق کل الشبهة: لفظ شبهة کل کے سرور کے اور باء کے مکان کے ساتھ ہے پادھوں کے فرق کے ساتھ ہے جس کے معنی مشابہ کے ہیں یعنی مرد اور عورت دونوں کی مٹی میں سے جس کی مٹی انزال میں تقدم ہوگی اور نرم میں پیچھے کرے گی یا جس کی مٹی غالب ہوگی اور مقدار میں زیادہ ہوگی تو پیچھے مرتبہ میں اور اگر قلیل ہوگی تو اس کے مشابہ ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیے کہ یہ ہے کہ اسی حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ مرد کی طرف عورت کے تقدم بھی مٹی ہوتی ہے اور بچہ پاؤں کے نظفے سے پیدا کیا جاتا ہے کیوں کہ اگر عورت کے اندر مٹی نہ ہوتی اور بچہ محض رحم کے نظفے سے پیدا ہوتا تو بچہ پاؤں کے مشابہ نہ ہوتا۔ بعضوں نے کہا کہ عورت کی مٹی باہر نہیں نکلتی بلکہ جہر کی طرف اٹھ جاتی ہے بلکہ شہ تخی الدہن فرماتے ہیں کہ اس قول کو وہ حدیث مسترد کر رہی ہے جو عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا عورت غسل کرے گی "اذا احتلمت وابصرت الماء" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس پر غسل واجب ہے اس سے واضح ہو گیا کہ مٹی رحم کی طرف متغصن نہیں ہوتی ہے بلکہ خارج ہوتی ہے۔

ذكر الاغتسال من الحيض

حيض سے غسل کرنے کا بیان

اخبرنا عمر بن یزید اخبرنا اسماعیل بن عبد الله اعدوی قال حدثنا الاوزاعي قال حدثني يحيى ابن سعيد قال حدثني هشام بن عروة عن عروة عن حفصة بنت عيسى عن بنی امیہ فرویش أنها تت البی صلی اللہ علیہ وسلم فذكرت انها تسبحها من فروعها قال انها ذالک عرقی فاذا اغتسلت الحيضة فدعي المصلاوات اذا دبرت فاعطی عنک الدم ثم صلی۔

ملان ذوالقعدة ليد رسول الله صلى الله عليه وسلم أمكنني قدر ما كانت تحسبك حيث كنت ثم أقبلني
أحد أنفس مرة أخرى ولم يدرك جعفر أحد أقضية عمر مالك بن عمار بن عمار بن عمار بن عمار بن عمار بن
إسماعيل بن أبي أمية قال كان يقرأ في الدار على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستمع بها أو سمع
الرسول صلى الله عليه وسلم فقل لمصر عند النباني والآباء التي كانت تحضر من أشهر قبل أن يبعثها
الذين أصابها فنتركي الصلوة فذكر ذلك من الشهر فاد حفت ذلك فنتعلل لم كنت لم نعلم.

فتوری

[illegible][illegible]

وہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی بیوی تھیں وہ حضور انورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مجھے تھانہ سوتے ہو، میں پاک بنی نہیں ہوتی تو کیا نہ دیکھو؟ میں نے کہا کہ تم کو کچھ دینا ہے، وہ ان کو دوا دے کر رہے۔

ہزارہ ہے کہ کافران سے جو عرض کرے سب جہنمی ہوتا ہے اور جو عرض نہیں کرے اس صورت میں شہید ہے۔ نہ لاپ نہ لاش کے ایام۔

نہ لاش نہ لاپ نہ ہوا نہ ہو۔ بس اہل علم و ادب کا جس دوا بخون و عین و نچر نماز و صبر

[illegible]

نہیں ملے گا۔ اور اگر اس پر پورا نہ ہو اس معنی سے جو ارشادِ مجتبیٰ "قدر لایب و اربع" ہے۔ سب سے پہلے یہ لکھنا چاہیے کہ "قدر" لایب و اربع کا کیا معنی ہے۔

ہر حال اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت فاطمہ بنت قیس متقاہ تھیں اور وہ اپنی مائیت کے مطابق اقبال تھیں، خدا کا
پہچان اپنی تھیں یہ بات میرا نہیں کہ وہ جیسا نہ آئے اور ختم ہونے کا اعتقاد خوں کے انکوں سے کیا کرتی تھیں اس لئے کہ اگر وہ
ان میں اختلاف التوائے اقبال و ارادہ کا قیمن کرتی تھیں تو مجھ روئے حدیث "والکفر دعوی الصلوۃ فہو الایمان النبی
کنت نحشی فیہ" کے ساتھ کیوں تعبیر کرتے جو جس الزامات۔

افغانی تقریباً نو کروڑ سے زائد ایک اکناف مسلح بھرتی ہو کر، وہ عقائد کے حلق میں انتشار پائی اور انہیں جوئے کا عام اور مادی اجرام،
میں ڈال دیتے ہیں۔

مختصات شروع کرتے ہیں کہ انھیں اور ساتھ فریبوں خون سے رنگ سے امتیاز ہو سکے ہیں مہذوب و مختار بالادوان کا تقابلاً کرتے ہیں مگر اوصاف تیز سوا اور سخت سیاہ خون کو انھیں سمجھتے ہیں باقی رنگوں کو انھیں ٹائلیس کہتے ہیں مہذوب کا سر سیاہ و مختار یعنی لہو تو ہے لیکن وہ ان کے نزدیک خون کی رنگت اور حالت سے تیز تر ہے، دل و عورت کو تیز و کبابا جانتے ہیں وہ انھیں اور اس طرح میں فرق اس طرح سے لڑتی ہے کہ انھیں ایام میں تیز رنگ کا خون سمجھتی ہے اور انھیں دوسرے جگہ رنگ کا تو نہیں وقت تیز رنگ کا خون پائی ہو گا۔ مہذوب نے کہا کہ اس کا رنگ کھارنی، دکانا تو اس وقت سیاہ نہ سمجھتی کہ تیز رنگ کا تو نہیں وقت سرخ و سیاہ خون آسانی سے جھیل جڑ جھیل و تیز و کھارنی ایک دن نہیں رات ہے اس سے کہ نہ ہوا اور نہ انھیں انھیں جھیل کے نزدیک پندروہی نشان ہے زیادہ وہ ان کے ان کو انھیں قرار دیا جاسکے۔

یہ معاملہ جو محض بیوقوفانہ مشرطنی کے ذریعہ ایک مجمعِ قول کے مطابق بغیر اس اعتماد کے درمیان تجزیوں کے بغیر
نے اعتماد کے لئے کئی ناکامیوں کے اعتبار سے۔

[illegible]

تربہ کے تحت دوسری حدیث میں دیکھتے ہیں جو ادریسی روایت میں بیان ہوا ہے اس میں ایام ضعیف مندرجہ ذیل کے ہیں۔

تیسری روایت میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے یہ بھی مستحضر ہوتا ہے کہ جس عذر سے سوئی گئی تھی شرع میں ان کی اتنا ذمہ نہیں ہے اس میں کچھ بھی پرہیز نہیں کیا جاتا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور یہی کیفیت سے مشہور ہیں۔ واقعہ کی اور عربی نے کہا کہ ان کا نام ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہے اور کثرت بغیر ہاء کے ام حبیب ہے، ہذا قطعی نے ہی کو ترجیح دی ہے مگر روایت صحیحہ میں ثابت ہوا کہ ساتھ مشہور ہے اور وہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں جیسا کہ یہ بات اگلی روایت سے معلوم ہوتی ہے۔ اور سہلہ میں ہے کہ سہلہ بن عمرو نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں لیکن ان کے متعلق بعض محدثین نے کہا کہ یہ ام دانی ہے اور بعض نے کہا کہ یہ سہلہ ہے کہ ان کا نام حبیبہ ہے اور کثرت ام حبیبہ ہے ہی طرح ان کی بیوی ام سلمہ کہیں کا نام بھی حبیبہ ہے لیکن یہ ان کا اصل نام تھا اصل نام تو ان کا ابو تھا مگر جب حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا تو ان کا نام بدل کر حبیبہ رکھا تو ام المومنین تو بچے ام کے ساتھ مشہور ہو گئیں اور ان کی بیوی اپنی کثرت سے اس لئے دونوں میں التباس کا کوئی اندیشہ نہیں اور ان کی تیسری بیوی ام حبیبہ کا نام حبیبہ دو بھی مستحضر ہے اس سے ثابت ہے۔

اس روایت میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کیا ہے ان کو سات سال تک اتنا عذر ہوا کہ کثرت ذالک الخ "تو اس عذر کی شکایت انہوں نے نہیں کی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ نے فرمایا کہ یہ بیوی نہیں ہے کہوں کہ بیوی کا خون رحم سے نکلے اور استیفاء کا خون چوری کی جگہ سے رگ سے آتا ہے اس لئے دونوں کے واسطے ایک الگ ہیں استحاضہ کی حالت میں تو پرہیز لازم نہیں گوارا کرنے کے بعد فحش گرواں کے بعد نماز شروع کرو اور بی بی حضور ہمیشہ پاری کو مستحاضہ متوا کے لئے شرعی حکم یہی مقرر کیا کہ یہ ہے اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سہلہ تھیں۔

چوتھی روایت میں بھی وہی واقعہ ہے جو پہلی روایت میں مذکور ہے ان کو کچھ تفصیل کے ساتھ اور اس طریق سے بیان کیا گیا ہے اس روایت نے آئینہ شریعت کوئی کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیوی تھیں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت میں "امراة عبد الرحمن بن عوف" آیا ہے بانی مضمون حدیث کا ظاہر ہے۔

"اس کے آخر میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "فکانت معنہ لکحل حبلیہ وتصلی" "کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں فرمایا کہ غسل میں اس سے صوم ہوا کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے حالانکہ یہ جہود امر کا مذہب نہیں ہے جمہور کے نزدیک ہر نماز کے وقت ہر نماز کے لئے مقعدہ متوا پر غسل واجب نہیں لیکن بعض روایات میں اس کی تاکید اور اس کی روایت سے ہوتی ہے جس کو ابو اعظم رحمہ اللہ روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مستحاضہ تھیں یا تو کرم رضی اللہ عنہ نے ان کو قہر دیا کہ بقدر پرہیز ان کا حال گوارا نہیں کر سکتا بلکہ وہ ان کے بعد غسل کرنا اور نماز چھوڑنے کے بعد فرمایا "فانسان ذات شیتا من ذالک تو صلات و صلت" اس سے صاف صوم ہوا کہ یہ بیوی فحش ہونے کے بعد اگر ناقض صیام ہو چکے ہیں تو مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل ضروری نہیں بلکہ وہ اپنی بیوی کے بعد ایک غسل کرے گی جو واجب ہے مگر ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھے گی اب یہ بات کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں جیسا کہ حضرت

ماں بیٹی فرماتی ہیں کہ ان کے متعلق کام نہ چلی فرماتے ہیں کہ ان کے بچے کو وہ بہت فوری تھی کہ ایم ایف
نہر جانے کے بعد فیل روک کر گزارا کرو، مگر وہ نہیں روک سکا، وہ نے اپنے فیل کو ان کے رونا کو ان کے خوف کی
توبہ پائی کے کہ یہ ہم بلا شکر کی مشقی ہے جو کمر کو فیل پر، ان کے نہیں لڑا ہے تو شہزادہ اور بہت تھیں لیکن جانے تو ہی ادا
مہر نادر عافیت مسمیٰ اس نے ہرگز ان کے مسمیٰ ان کے فیل میں غیب تو نہ تھی، ان اس ہے وہ نہ لڑا ہے کے فیل پر ان کی
تھیں۔

[illegible][illegible][illegible]

میں اور وہی ہے کہ ان طرح بھیجیں پڑھنا کی صورت میں آیا ہے نہ کہ صرف کی صورت میں۔
اس روایت میں امر کہ ہے مرد حضرت زکریا سے اپنی بیٹی بھیجنا جس میں کالہ، فکل کی روایت میں آیا ہے تو
حضرت ام عمر بھیجنا کے لئے کہ وہی امر ہے۔ عتویٰ پڑھا تھا، آپ بھیجنا سے فرمایا کہ "المنظر عدد الفیاض
المنظر" کو پائے کر اٹھائے۔ اس کا ترجمہ ہے جسے ان وقت کی قوم نے سے نہیں آتا تھا پہلے اس چیز میں معنی ہوتا ہے
پس میں وہاں معنی ہوئی ہے (یعنی استخوان میں) اور اس قدر حد تک نہ کہ چھوڑ دے بھر جب اس کے ایام نذر پڑا میرا تو مسل
کر کے چھ انگوٹھ دے دے اور نذر پڑا ہمارے۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ استخوان سے پہلے جتنے دن استخوان کو دیش آتا تھا استخوان کے زمانہ میں اس قدر ایام میں نماز
پہنوں یا ضروری ہے کیونکہ نہ شایع کے مطابق ایسی ایام کو ایام میں بعض شہادیاں ہاں کے ایام یا ان خون کو ختم ہے اور یہ حکم جو حدیث
میں بیان کیا ہے اس صورت کا ہے جس کو پہلی ہی بار میں آئے کے ساتھ استخوان نہ آئے ہو بلکہ متعدد مرتبہ بعض آیا ہو پھر استخوان
آئے ہو۔

ابو جہل اس حدیث سے مسئلہ خلیفہ کی تائید ہوئی ہے کہ استخوان کی حالت میں بعض کے آئے اور قوم ہونے کا وہ روایت
ہوایا میں پیش ہے۔

نکرة الاقراء

لفظ اقراء جو قرء کی جمع ہے اس سے معنی جنس مراد ہونے کا بیان

احمرنا المربع بن سلیمان بن داؤد بن ابراہیم قال حدثنا اسحاق بن مکر قال حدثني ابي عن يزيد
بن عبد الله عن ابي مكر بن محمد عن عمرو بن عاصمة عن عائشة ان ام حبيبة بنت جحش التي كانت تحت
عبد الرحمن بن عوف وانها استحيصت لا تطهر فذكرنا انها لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انها
ليست بالحظوة ولكنها ركضة من الرحم فلنظر فلم يفرها التي كانت تحيض لها فلنظر في الصلوة ثم
نظر ما بعد ذلك فلنصل عند كل صلوة.

احمرنا محمد بن السنن قال حدثنا سفيان بن الزهري عن عمرو بن عاصمة عن عائشة ان ام حبيبة بنت
جحش كانت تسبحها سبع سنين فصارت ابي صلى الله عليه وسلم فقال ليست بالحظوة اما هو
عرق لأمها وان عرق الصلوة فذكر الفرائض وحديثها وتغسل وتضمي فكانت تغتسل عند كل صلوة

احمرنا عيسى بن حماد قال حدثنا الميمون بن يزيد بن ابي حبيب عن مكر بن محمد بن عبد الله عن المنذر بن
الصميرة عن عمرو بن فاطمة بنت ابي جحش حدثت انها رأت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال
الدم فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم اما ذلك عرق فانظري اذا انك فرأوك فلا تغتسلي فاما

مر قزوٰک فسطھری لم یصلی ما بین القراء امی القراء هذا السبیل علی ان الاقرء حیض قال ابو عبد الرحمن
وقد روی هذا الحدیث هشام بن عروہ عن عروہ ولم يذكر فیہ ما ذکر المدعو۔

احمرنا اسحق بن ابراہیم احمرنا عیسیٰ وکیع و ابو معاویہ قالوا: حدثنا ہشام بن عروہ عن ابيه عن
عائشة فاستجاءت فاطمة بنت اسی حبش التي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت انی امرأة
استحاض فلا اظھر افادع الصلوة قال لا انما ذلک عرق وليس بالحيضة فاذا املت الحيضة لدعى
الصلوة واذا اقبلت فامسنى عك المدم وصلی۔

تفسیر: روایت میں اقرا کا ذکر آیا ہے اس لئے ترجمہ الباب میں بھی اس کا ذکر کیا ہے عزمان کے ماتحت کی پہلی
اور دوسری حدیث میں حضرت ام حبیبہ بنت عُمّش رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے جو مائیں میں بھی آپکا ہے کہ وہ استحاضہ میں مبتلا ہو گئیں باکی
میں غسل نہیں ہوئی ان کی ناست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیسے بطور تمہید کے فرمایا کہ یہ حیض نہیں
”ولکنہا ركضة من الرحم“ ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں ”انما هذه ركضة من ركضات
الشيطان“ یعنی شیطان کے رحم میں لڑی ہو گئے سے دو رکعت پڑھ جاتی ہے جو رحم کے سر تھوٹی ہوئی ہے پھر اس کے پیٹھے سے
خون آئے لگتا ہے جس کا سلسلہ بنے نہیں ہوتا ہے کہ استحاضہ کا کھری سبب اس رکعت سے جس کا نام عاذل ہے خون جاری ہونا ہے
نہیں بلکہ سبب یہ ہے کہ شیطان کے رحم سے دو رکعت پڑھ جاتی ہے۔ ابن المبرق نے ارشاد فرمایا رحمہ اللہ ”ولكنہا ركضة
من الرحم“ کہ وہی حقیقت پر محمول کیا ہے جو ہلکا کا غسل مستحب نہیں ہے۔

مر صفطانی نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ استحاضہ کی وجہ سے شیطان کو استحاضہ عورت کے کہ دین کے معاملہ میں گھبرات اور
نراؤ وغیرہ میں شک و شبہ اس کا موقع ملتا ہے اور بہکانے اور خراب کرنے کا راستہ اس کے لئے کھلتا ہے اس لئے اس کی اس بھڑ
پھار کے اعتبار سے مجازاً ترجمہ شیطان فرمایا۔ (واللہ اعلم)

پھر جاں کلام مذکور کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے یا مجاز پر اس سے حیض و استحاضہ کے درمیان جو فرق ہے اس پر تمہید فرمائی
ہے کہ یہ حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے اگر استحاضہ نہ ہو تو حیض آئے تو کیا کرنا چاہئے؟ اس کے متعلق مسئلہ طائے ہیں افلہنظر
قلو فوفھا التی الخ“ کہ ام حبیبہ بنت عُمّش رضی اللہ عنہا کو اس حدیث تک انکار کرنا چاہئے جس میں اس کو استحاضہ سے پہلے ہر مہینہ
میں حیض آتا تھا اور اس قدر کہ مائیں ناز بھڑوے پھر آگے جو خون آئے وہ مائع ہلکا ہو گئیں اس لئے کہ وہ استحاضہ ہے اور استحاضہ
معذوبہ کی طرف ہے۔ اس حدیث میں ہر نماز کے وقت غسل کرنا مذکور ہے اور بعض روایات میں ایام حیض گنوا جانے کے بعد صرف
ایک غسل پھر ہر نماز کے وقت وضو تر مذکور ہے ہذا ہر نماز کے وقت غسل کرنے کو استحباب پر محمول کیا جائے گا کہ عادت میں
تعارض نہ رہے مزید تفصیل پیچھے دیکھی ہے۔

تیسری حدیث میں حضرت فاطمہ بنت ابی جوش رضی اللہ عنہا کا قصہ ہے جو پچھلے عنوان کے تحت گذر چکا ہے عراس منان کے
تحت کی حدیث میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا مذکور ہے تو دونوں صحیح ہیں ان کے والد کا نام قیس ہے اور کنیت ابی جوش ہے تو کبھی

اس سے فرمایا کہ عروقی عارضہ کہ بزرگ کا خون ہے جو بند نہیں ہوتا ہے ناکد سفید ہے عروقی کی جس کے سفیدی نہ ہو اور اس کے جس تو جس طرح صاف دانی خالصت اور صحت سے باز نہیں آتا اسی طرح خاف عادت دونوں رنگ سے آتا ہے وہ بھی بند نہیں ہوتا ہے بہر حال یہ اصل اس ارشاد کا یہ ہے کہ یہ جھٹ نہیں ہے بلکہ استحاضہ کا خون ہے اور سستی نہ کرنے کے نزدیک و غیر ترک کر دینا درست نہیں ہے۔ آجے فرمائی ہیں "فانعمرت من فوجہ المظہر الحج" کہ منظور ہے اس کا خاف عورت کو خضہ یا کچھ کی نذر کو اکثر وقت میں اور عمر کی نذر کو جلدی یعنی ہلے وقت میں پڑا لیا کرے اور دونوں کے لئے ایک غسل کرے اور مغرب کی نماز کو آخری وقت میں اور عشاء کو پہلی پڑا لیا کرے اور دونوں کے لئے ایک غسل کرے اور فجر کی نماز کے لئے ٹیچہ غسل کرے۔

اس نہایت سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے پہلے بین اصلو میں مسورت کے کی طے بہ خرے اور اس میں پانچ نمازوں کے لئے تین مرتبہ غسل کرے گا جو حکم دیا گیا ہے اس کو استحباب پر محمول کیا جائے گا نہ کہ واجب پر۔ کیونکہ واجب تو صرف ایک غسل ہے اور اگر جھٹ نہ رہنے کے بعد مستحاضہ پر ضروری ہے اور اس پر صرف ایک غسل واجب ہونے پر دو حدیث والہ کر رہی ہے جس کو ظہری نے اسے میں اسناد حسن کے ساتھ ابن عمر بن ابی سلمہ سے اس طرحی مرفوع روایت کیا ہے انہو ظاہر کے یہ ہیں "اللمستحاضہ تغسل من فوجہ النی فوجہ الخ" کہ اولیٰ اگر کوئی عورت مستحاضہ تھی وہ یعنی لکی ہو کر جھٹ اور استحاضہ کے خون میں پڑا نہیں کر سکتی ہے یا اس کے لئے ایہ مقرر ہوئے ان کو محمول کی نہ ایام جھٹ وہیں اور نہ تھلا غفران کا وقت یا رہے تو ایسی صورت میں نماز چھوڑنے کا حکم تو نہیں ہے بلکہ ان پر بزرگوں کے وقت غسل واجب ہے کیوں کہ اختلاف و احوال سے حکم مختلف ہوتا ہے۔ ایام عذر کوئی نے فرمایا کہ تین مرتبہ غسل کرے کی احادیث منسوخ ہوئی ہیں ان اہل بیت سے جن میں ایام جھٹ نہیں ہوتے کے بعد ایک مرتبہ غسل کرے پھر ہر نماز کے وقت وغیرہ کرنے کا حکم مذکور ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

باب الاختصاص من النفاس

نفاس سے غسل کرنے کا بیان

احمد بن محمد بن قدامة جدنا جریر بن یحییٰ بن سعید عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ فی حدیث اسماء بنت عقیس حین طفت مدی الحلیقة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یبکر مرء ان تغسل وتھل.

معنی ہاں میں عبد اللہ رضی اللہ عنہما حدیث اسماء بنت عقیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ روایت کرتے ہیں کہ فیکہ اور ذوالحلیقہ میں بچہ کی رات سے فارغ ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسماء بنت عقیس رضی اللہ عنہا کو غم دو کہ غسل کرے اور انعام دے گا۔

تشریح حضرت اسماء بنت عقیس رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں جبہ الوداع کے سفر میں وہ بھی ساتھ تھیں مقام ذوالحلیقہ میں ان کی بیوی نے بچہ بنا جس کا اسم عمر بن ابی بکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اب کیا کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسماء بنت عقیس رضی اللہ عنہا کو غم دو کہ غسل کرے اور انعام دے گا۔

نے حضرت زکریاؑ سے فرمایا ”وہاں تغسل وتہل“ کہ اپنی بیوی کو گھم دو کہ نہ لے اور احرام باندھ لے۔
 علامہ سندھی نے فرمایا کہ یہ غسل جس کا غم دیا گیا ہے احرام سے منقطع ہے جو غم کی صفائی منہوائی کے لئے احرام سے
 پہلے کرنا بہت ہے یہ وہ غسل نہیں جو غاس بند ہونے کے بعد عورت پر واجب ہوتا ہے کیوں کہ غاس سے غسل کرنا اس کے
 بند ہونے کے بعد ہوتا ہے غاس کے دوران اور اس کے جاری رہنے کی حالت میں غسل کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور جس
 غسل کو غم حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو اس موقع پر دیا گیا تھا اس وقت غاس کا خون بند نہیں ہوا بلکہ غاس کی ابتداء اور اس
 کے قائم رہنے کی حالت میں غسل کرنے کا غم یہ ہے لہذا اس حدیث کو اس باب کے ذیل میں ذکر کرنے کی کوئی وجہ کچھ نہیں
 آتی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

باب الفرق بین دم الحيض والاستحاضہ

حيض کے خون اور استحاضہ کے درمیان فرق کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابن ابی عقیل عن محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص
 عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن فاطمۃ بنت ابی حیث کہ انتہا کانت تستحاض فقال لہا رسول اللہ
 صلی علیہ وسلم اذا کان دم الحيض فادع الدم اسود يعرف فامسکی عن الصلوۃ واذا کان الآخر فتوضی
 فانما هو عرق۔

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابن ابی عقیل عن محمد بن عمرو بن علقمہ بن المثنی قال حدثنا
 ابن ابی عقیل عن حفصہ قال حدثنا محمد بن عمرو عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ بنت
 ابی حیث کانت تستحاض فقال لہا رسول اللہ صلی علیہ وسلم ان دم الحيض دم اسود يعرف فاذا
 کان ذلک فامسکی عن الصلوۃ واذا کان الآخر فتوضی وحلی قال ابو عبد الرحمن قد روی هذا
 الحديث غیر واحد لم یذكر احد منهم ما ذکرہ ابن ابی عقیل واللہ اعلم۔

اخبرنا یحییٰ بن حبيب بن عربی قال حدثنا حماد بن وہب عن ابن زید عن هشام بن عروۃ عن امیہ عن
 عائشۃ قالت استنحطت فاطمۃ بنت ابی حیث لیسأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی
 استحاض فلا اظہر افادع الصلوۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذلک عرق ولیمست بالحيضۃ
 فاذا اقبلت الحيضۃ فدعی بالصلوۃ واذا ادبرت فاعلی عنک اثر الدم وتوضی فانما ذلک عرق
 ولیمست بالحيضۃ قبل لہ فالتغسل قال ذلک لا یشک فیہ احد قال ابو عبد الرحمن حسن لا اعلم احدًا ذکر فی
 هذا الحديث وتوضی غیر حماد بن زید وقد روی غیر واحد عن هشام ولم یذكر فیہ وتوضی۔

اخبرنا فتیبہ بن سعید عن مالک عن هشام بن عروۃ عن امیہ عن عائشۃ قالت فاطمۃ بنت

أبى حنبل لم يزل صلى الله عليه وسلم يارسى الله لا يصهر الفتح التسلو فقل رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ذلك عرق وليس بالتحشة فان: قلت الحصة فاجب التسلو فان: ههه فانها فاعسى عاك الله صلى

أخبرنا أبو الإسعبد أحمد بن المفضل، حدثنا أحمد بن الحارث قال سمعت هشام بن عمرو يحدث عن أبيه عن عائشة أن بنت أبي حبيش قالت يا رسول الله أسي لا يظهر فاقتربك الصوف قال لا إنما هو عرق قال عاله فبها قرأت عليه ونعمت بالحبيبة قال. أقلت العجبة فدعى فضلوه وإذا الأمر فاعلمي عنيك الله وصلي

[illegible]

ان حضرات کا شمار اہل حدیث باب سے ہے جس میں مسطورہ جیلنگ نے برطانوی راج کی حکومتیں جھٹکنا اے فرمایا کہ
مصلحت کا خون، یا خون جو کتاب بنو حنیفہ سے لیا گیا ہے جو کتاب ہے جسے ان قسم کا خون چاروں دوجاے کو نماز پھونکا اور جب اس
نے ملے وہ دوسرے رٹلک کا خون اے تو جو لوگ ان کتاب کا خون ہے اس صورت میں ایک بار غسل کر لو تو اس نے بعد از نماز کے کئے
دوسرا کام کرے۔

[illegible]

علاء الدین نے تاحدیت سے انھیں بدلتے ہوئے پایہ پر پہنچانے میں کھانہ پینے کی سہولتیں فراہم کیں۔

الغرض تھارے کورہ سے واضح ہو گیا کہ وہ لاکھ لاکھ روپے سے سبکدوش رہا اور قوی ہے۔

باب کی تیسری روایت میں حضرت غلام بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ کا قصہ روایت کرنے کے بعد امام نسائی فرماتے ہیں "قال ابو عبد الله حسن لا اعلم احداً ذكر في هذا الحديث وهو حسن غير صحيح من زعمه" "فرماتے ہیں کہ ہشام بن عروہ سے لفظ "فوضني" کو روایت کرنے میں تادمین زید متفرد ہیں ہشام کے شاگردوں میں سے کسی اور نے بھی اس کو روایت نہیں کیا اس طرح امام مسلم نے بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس لفظ کی روایت میں حماد بن زید متفرد ہیں اس لئے انہوں نے صحیح مسلم میں اس ذات لفظ فوضني کو حذف کر دیا ہے۔ لیکن امام نسائی اور امام مسلم کا یہ دعویٰ درست نہیں کیوں کہ یہ زیادتی دوسرے فرقہ سے بھی ثابت ہے چنانچہ علامہ ابن القزکائی نے فرمایا ہے کہ اس لفظ کو ہشام بن عروہ سے روایت کرنے میں حماد بن زید متفرد نہیں بلکہ ہشام سے ابو حواری نے بھی اس کو روایت کیا ہے جیسا کہ حضرت امام حماد بن زید نے کتاب البرذلی (الکراہی میں مستدرجہ سے بواسطہ ابو حواریہ ہشام سے لفظ فوضني کو روایت کیا ہے اور حماد بن سلمہ نے بھی اس کو ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے چنانچہ دارمی اس لفظ کو حماد بن سلمہ کے طریق سے لائے ہیں اور ابن حبان نے بھی اس زیادتی کو اپنی کتاب میں ابو حواریہ کے طریق سے روایت کیا ہے اور شعبی نے فرمایا کہ فوضني کا لفظ ہشام سے ابو حواریہ نے بھی روایت کیا ہے امام ترمذی نے اس لفظ کو ہشام بن عروہ سے روایت کرنے والے ابو حواریہ کے طریق سے لائے ہیں اور اس کو صحیح کہا ہے۔

بہر حال امام ابو حنیفہ ابو سعید و ابو حواریہ اور ابو حمزہ و محمد بن احمد بن حنبلہ اور ثعلبی اور شعبی نے اس لفظ کو ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے لہذا امام مسلم کا یہ دعویٰ کہ لفظ فوضني کو تنہا حماد بن زید نے روایت کیا ہے ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ علاوہ اس کے اگر اکیلے بھی اس کو حماد بن زید روایت کرتے تب بھی انہی کی روایت کافی ہوتی اس لئے کہ وہ ایک ثقہ اور تمام اصحاب راوی ہیں خصوصاً ہشام کے عادل اور ثقہ تمام مضبوط ہوئے میں کیا کلام ہے جن سے حماد بن زید نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور یہ جو امام نسائی نے فرمایا ہے کہ اس لفظ کو حماد بن زید کے علاوہ کسی نے ذکر نہیں کیا ہم اس کو مخالفت تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ ذات لفظ ثقہ راویوں کی طرف سے ہے جو مستدرجہ مقبول ہے۔

ابن رشد نے کہا ہے کہ ابنی حدیث کی ایک جہ امت نے اس زیادتی کو صحیح کہا ہے نیز یہ کہ امر بالوضوء کا لفظ بوداؤ اور تہنیتی میں بھی آیا ہے چنانچہ بخاری میں (۳۲۵/۱) یہ لفظ آئے ہیں "واذا كان الاخر فوضني و صلى فانما هو عرفي" "تو یہ زیادتی اس زیادت کو تائید و تقویت پہنچا رہی ہے۔ بحث کا حاصل یہ ہے کہ مستحاضہ معاذ کے لئے حکم شرعی یہی ہے کہ ایام جنس گزارنے کے بعد ایک مرتبہ غسل کرے گی۔ اس کے ذمہ صرف وضو کا مکمل ضروری ہے ہر نماز کے وقت یا ہر نماز کے لئے وضو کر کے نماز پڑھے گی پھر اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ مستحاضہ عورت ہر فرض کے لئے وضو کرے گی یا ہر نماز کے وقت امام ابو حنیفہ و احمد و زفر و ابو یوسف اور ابو حنبلہ و محمد بن حاتم و احمد بن حنبلہ کے نزدیک مستحاضہ ہر فرض نماز کے لئے وضو کرنا ضروری ہے ہر وقت کے اندر فرض و اذان و اذان جرحا ہے پڑھ لیا کرے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مستحاضہ کو ہر فرض کے لئے وضو کرنا ضروری ہے اور نوافل کو فرض کی مانند ہی میں پڑھ لیا کرے۔ امام مالک اور یحییٰ اور داؤد و طحاوی کے نزدیک ہر نماز کے لئے وضو کرنا مستحب ہے واجب نہیں کیوں کہ ان

لے نہ ایک استخوان کو خون حد نہیں ہے اور جب وہ پیش آنکھ وغیرہ کے ساتھ آدھ تو طہارت وغیرہ اس کے لئے ہے۔
 ہے۔ امام مالک وغیرہ نے طہارت اپنی پیش کی حدیث کے آخری جزء "فلا تقربوا علی عینک الدم نم صلی"
 سے اپنے مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ اگر ایسا نہیں ہے تو ان کے بعد ترغیبتوں کیجئے تو یہ فاتی و حاکم و
 یحتمل و جامعہ علم ہوا کہ استخارہ کا فرض نہیں ہے۔ لیکن یہ ترغیبتوں کے لئے بحث نہیں بن سکتا اس لئے کہ ترمذی میں
 از مسند کی روایت میں "نحو صلی لکل صلوة حتی یحیی ذلک الوقت" آیا ہے اور فقہ ہندی میں حاکم و یحتمل و جامعہ
 نے اسے صرف اس لئے کو ترجیح دی ہے۔

امام شافعی نے ترمذی کی روایت مذکورہ اور ابن ماجہ کی روایت "المسحودہ خصوصاً لکل صلوة" سے استدلال کیا
 ہے۔ امام ابو حنیفہ و احمد وغیرہ حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حدیث مذکورہ اور شافعی کی روایت میں "شروعاً عند
 کل صلوة" سے الفاظ کے ساتھ آئی ہے اور ابو حنیفہ کے طریق سے "المسحودہ خصوصاً لکل صلوة" سے
 اللہ کے ساتھ نہیں آئی ہے۔ اسی لئے حدیث میں اس حدیث کو بھی الفاظ سے قریب کہ ہے "لأن الله واقف" میں یہ نہیں بلکہ ابن
 قدامہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کے بھی الفاظ بغیر جہلی کے تعریب نام نہایت ہی عجیب ہیں۔ اسی حدیث کے بعض طرق
 میں بھی "اور وہ یہ ہیں" خصوصاً لکل صلوة "لأن الله واقف" پر قریب کا حواشی درست نہیں۔ اور
 شرح مختصر المحادی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ نے شمار سے دو اپنے والد عروہ سے دو عاشرہ نقل کیا ہے اس کو یہ الفاظ روایت کیا
 ہے "ان المسی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقاطعة بیت اسی حیث وت حضی وقت کل صلوة" اور امام بخاری نے
 اس کو اصل میں مفسر روایت کیا ہے۔ اسی بات پر اس حدیث میں کہ یہ حدیث تکمیل ہے نہ ترمذی حدیث "نحو صلی لکل
 صلوة" کے نزدیک لا مشابہ ہے کیوں کہ یہ حدیث مذکورہ جو حدیث کی دلیل ہے غیر کا احتمال نہیں۔ حتیٰ بخلاف "کل صلوة"
 کے اس میں غیرہ احتمال ہوگا۔ کیوں کہ لفظ صلوة بول دیکھتے مسنونہ اور لفظ صلی اور عرف میں خاص و عام بات ہے
 چنانچہ حدیث میں آتا ہے "جعلنی فی الارض مسجداً و علیہ اظهر" لیکن شخصی القیلولة فی صلیت و صلیت "یہاں
 پر لفظ صلوة سے مراد وقت صلوة ہے نہ کہ کسی صلوة اور عرف میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں "تیسک فیصلولة الظہر ای
 لوقتہا" اسی طرح کہا جاتا ہے "فی فیصلولة الاول و آخر" یعنی وقت صلوة کے لئے اس بھی ہے اور آخر بھی ہے۔

بہر حال شرع اور عرف کے اعتبار سے جائز ہے کہ صلوة کا غلط استعمال کیا جائے اور اس سے مراد وقت ہو جائے لیکن
 یہ جائز نہیں کہ وقت ذکر کیا جائے اور اس سے مراد صلوة کی جائے لہذا ان ممکن کو قسم پر محسوس کرنا ضروری ہے تاکہ انہوں قسم کی
 و نیلوں کے درمیان تحقیق ہو جائے۔ نیز یہ کہ مناف کا وہب تو بعد از عید کے بھی مطابق ہے کیوں کہ وقت کو ادا کے قائم
 مقام کی جگہ ہے تاکہ تکلف نہ ہو جائے اس لئے کہ بعض دفعہ اس کو بات و سند میں روافض ہوں اس سے تراکب اور تراکب کی
 ضرورت پڑتی ہے اس لئے اگر وقت کو ادا کے قائم نہ ہو تو تکلف کے لئے غش اور دشواری ہوگی جو محقق شرع کے خلاف
 ہے۔

بقرہ سوال اور سائل کے قول الحمد للہ اے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقریر کے قریب سے آخر فصل کا جواز اس حدیث سے مستقار ہوتا ہے۔ (کذا قال علامۃ السنہ)

الاغتسال اول اللیل و آخرہ

رات کے شروع حصہ اور آخری حصہ میں غسل کرنا

احمرنا یحییٰ بن حبیب بن عروبہ اخبار ما حماد عن برد عن عبادة بن نسی عن عصفی بن الحجارث قال دخلت علی عائشة فسالتها قلت اکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یغتسل من اول اللیل او من آخره قالت کل ذالک ربما اغتسل من اوله وربما اغتسل من آخره قلت الحمد لله الذی جعل فی الامر سعة

تشریح اس عنوان کے ذیل کی حدیث سے بھی وہی بات ثابت ہوتی ہے جو حدیث سابق سے ثابت ہوئی تھی صرف عنوان بدل دیا ہے اور اس کے ماتحت اسی حدیث سابق کو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے۔

باب ذکر الاستتار عند الاغتسال

غسل کے وقت پردہ کرنے کا بیان

احمرنا مجاہد بن موسیٰ قال حدثنا عبدالرحمن بن مہدی قال حدثنی یحییٰ بن الولید قال حدثنی محمل بن حلیفۃ قال حدثنی ابو السمع قال کنت احدث رسول الله صلی الله علیه وسلم فکان اذا اراد ان یغتسل قال ولنی ففاک فاولیہ ففانی فاستترہ بہ

ابو داؤد رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت کرتا تھا جب آپ غسل کرنے کا ارادہ فرماتے تو مجھ سے فرماتے اپنی پیٹھ کو میری طرف پھیر دو تو میں اپنی پیٹھ کو آپ کی طرف کر دیتا اور اس سے حضور ﷺ کو پردہ کر لیتا یعنی پیٹھ آپ کی طرف کر کے کپڑے سے پردہ کر لیتا پھر اس کی آڑ میں غسل فرماتے۔

احمرنا یعقوب بن ابراہیم عن عبد الرحمن عن مالک عن سالم عن ابی مرۃ مولى عصفی بن ابی طالب عن ام هانسی رضى الله عنها انها ذهبت الى النبی صلی الله علیه وسلم يوم الفتح فوجده یغتسل وعاطیه نسرۃ بنوب فسلمت فقال من هذا قالت ام هانسی فلما فرغ من غسله قام فصلی ثماني رکعات فی ثوب ملتحف فابہ

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے دن حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے آپ کو غسل کرتے دیکھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک کپڑے سے آپ کا پردہ کے ہوئے تھیں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے سلام کیا حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون ہیں میں نے کہا میں ام ہانی ہوں ﷺ پھر جب حضور ﷺ غسل سے فارغ ہوئے تو کپڑے ہٹے اور ایک کپڑا

اپنے بدن پر پھیر کر آنحضرت نماز ادا کی۔

تشریح: اگر غسل کی ضرورت ہو کسی کے لئے وہ صورتیں ہیں ایک تو تنہائی میں غسل کیا جائے تو اس صورت میں اجتماع پردہ کی ضرورت نہیں تھے۔ دوسرے غسل کرنا چاہئے البتہ افضل یہ ہے کہ ستر پہن کر غسل کرے دوسری صورت یہ ہے کہ لوگوں کے قریب غسل کرنا چاہئے تو اس حالت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ پردہ کے ساتھ غسل ضروری ہے فرض بین دونوں روایات میں نبی کریم ﷺ کا جو کمال بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی موجودگی میں غسل کرتے وقت پردہ کرنا ضروری ہے بے پردہ کے ساتھ نہایت عفت و شرم سے نہایت فصیح لہجہ سے دوسری روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل کرنے والے کے لئے بات کرنے کی اجازت ہے اور اس کی اجازت سن خدا سے معلوم ہوتی ہے کہ جب امام بانی ﷺ نے حضور ﷺ نے فرمایا "ان هذا ما ائتمنہ آپ ﷺ اس وقت غسل فرما رہے تھے اسی روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم جب ﷺ غسل سے فارغ ہوئے "فصلی ثلثی رکعات الح" کتاب نے ایک کلمہ بدن پر پھیر کر آنحضرت نماز ادا فرمائی "ثقلہ من و متاخر من سب اسی حدیث سے اشارہ کرتے ہیں کہ چاشت کی نماز آنحضرت رکعات تھیں اور حافظ ابن عبد البر نے تعبد میں ہوا خط تحریر میں خالد ام بانی ﷺ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور فتح مکہ کے دن آنحضرت نماز ادا فرمائی میں نے عرض کیا کہ کوئی نماز ہے آپ نے فرمایا "هذه صلوۃ نصحنی"۔

تو میں عرض فرمائی کہ ان رکعات کو فتح مکہ کے شکرانہ کی نذر قرار دیا ہے اور بعض حضرات اس کو چاشت کی نماز بتلاتے ہیں کیوں کہ وہ وقت چاشت ہی کا تھا۔

باب ذکر القدر الذی یکتفی بہ الرجل من الماء للغسل

پانی کی اس مقدار کے بیان میں جو ایک شخص کو غسل کے لئے کافی ہوتی ہے

احمر بن محمد بن عیاد قال حدثنا یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدة عن موسیٰ الجعفی قال اتی محمداً بن عبد حمزہ ثمالیہ او طال فقال حدثنی عائشۃ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یغتسل بمثل هذا .

موسیٰ جعفی روایت کرتے ہیں کہ جبکہ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس کا میں نے اندازہ لگایا تو وہ آنحضرت ﷺ کا پانی پھر بوند نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے یہ سن لیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس جیسے برتن سے غسل فرماتے تھے۔

احمر بن محمد بن عبد الاعلیٰ قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبۃ عن ابی بکر بن حفص سمعت ابامسلحۃ یقول حدث علی عائشۃ و اخوها من الرضاۃ فأنھا عن غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعت ماء وہ فیہ ماء قدر صاع فسررت سرافا غسلت فافترعت علی رأسھا ولولتا

ابو اسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جناب نبی کریم ﷺ کے

بہر حال صحیح مسلم روایت کی اور ابو ہریرہ کی روایت سے ثابت ہوا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رحمہ کی بھائی ہیں لہذا بخاری کی روایت میں منہم طور پر داخل فرما دیا عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو لفظ وارد ہوا ہے اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رحمہ کی بھائی مراد ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبد اللہ بن ابی بنیہ کا چچا اور دوسرے بعض شامیوں نے صحیح مسلم کے کتاب البخاری کی ایک روایت جریوہ اور ابوالوطی عن عبد اللہ بن ابی بنیہ فرمیں عائشہ بن عائشہ کی سند سے مروی ہے اس پر اعتقاد کر کے کہا ہے کہ عبد اللہ بن ابی بنیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی ہیں۔ مگر حافظہ ابن حجر کہتے ہیں کہ میرے نزدیک بخاری میں اس کا تائید نہیں ہو سکتا کہ اس موقع پر بخاری نے کریم رحمہ اللہ کے غسل کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے جو شخص ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس سے عبد اللہ بن ابی بنیہ مراد ہے۔ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک اور رضاعی بھائی ہے جس کا نام کثیر بن عبیدہ ہے اس نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت حدیث کی ہے اور اس کی حدیث بخاری کی کتاب ابوالفرزدق میں موجود ہے اور عبد اللہ بن ابی بنیہ بھی ہیں اور کثیر بن عبیدہ کوئی ہیں تو ہو سکتا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک ہو۔ (واللہ اعلم)

غرض کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں دریافت کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک برتن منگایا جس میں ایک صاع کے برابر پانی تھا پھر غسل کیا اور سر پر تن مرتبہ پانی بھایا مگر غسل کے وقت بارے اور ان کے درمیان پر دو تھا لیکن چونکہ یہ دونوں غرم تھے اس لئے سر کا حصہ پردے سے باہر تھا اور دونوں غسل کی ابتدا انہوں سے ہوئی اس کو دیکھ کر تھے چنانچہ قاضی عیاض نے لکھا کہ بھلا۔ ان حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر اور اوپر کے جسم جس کی طرف دیکھا محرم کے لئے جائز ہے اس حصے کے غسل کے عمل کو دیکھا ہے البتہ نیچے کا حصہ جس کا چھپانہ محرم سے بھی فرض ہے وہ پردے میں تھا۔ کیوں کہ اگر وہ دونوں اس موقع پر غسل کا مشاہدہ ہی نہ کر سکتے تو پھر ان کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غسل کرنے کا اندوہ ہی کچھ نہ ہوتا اور نہ وہ بدوین مشاہدہ کے خلاف غیبت علیی و آسہا للاحاق روایت کرتے۔

بہر حال اس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ غلی تعلیم مستحب ہے ان دونوں کے روایت کرنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کا عمل کر کے دکھایا اور سلف میں غلی تعلیم کا دستور دیا رہا ہے کیوں کہ وہ زیادہ واضح اور مبینہ عمل ہوئی ہے۔

اب کی تیسری حدیث میں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل فرماتے تھے جس کو فرق کہا جاتا تھا اور فرق سولہ غسل کے بیانہ کو کہتے ہیں چنانچہ ابو سعید نے اس پر ائصال بحث کا اعلان غسل کیا ہے فرق تین صاع کی مقدار اور سولہ غسل کے بیانہ کو کہا جاتا ہے فیصل البخاری میں ہے کہ فرق میں تین صاع سماتے ہیں اگر وہ برتن غسل کے وقت بھرا ہوا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں کے حصہ میں دیر ہوا چار صاع آیا اور ہو سکتا ہے کہ بعض احوال میں اس قدر پانی سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا سو اگر چہ اکثر احوال میں ایک صاع پانی سے غسل فرماتے تھے لہذا اگر وہ برتن بھرا ہو جائے تھا تو برائے کے حصہ میں

ایک ایک صراغِ انوار کے لئے کوہِ برفِ مقدسہ اور میں تین صراغ کے ہمارے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پانی میں بھی صراغ کی مانند رکھ دینا ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنی عبادت و ہدایت کے سلسلے میں ایک صراغِ پانی سے عمل فرمایا۔

چوتھی روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک صراغِ پانی سے وضو فرماتے تھے اور غسل پاٹھ م پانی سے فرماتے تھے اس سے نقل کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ ایک صراغ کی مقدار پانی سے غسل فرماتے تھے اس روایت پر امام شافعی وغیرہ نے یہ تفسیق کی ہے کہ اصل غسل کے پانی کی مختلف مقداریں جو روایات میں یون کی ملتی ہیں ان کو تعلق مختلف عبادت سے ہے جب غسل کے لئے زیادہ پانی یا نیسی تو حضور اکرم ﷺ نے زیادہ پانی استعمال فرمایا اور جب کم تھا تو کم استعمال فرمایا تو آپ ﷺ نے اس مسئلے میں معلوم ہوئے غسل کے لئے جو پانی استعمال کیا جاتا ہے اس کی مقدار میں کوئی حد تو نہیں ہے جس کا پانی زیادہ یا کم نہ ہو اور اگر شریعت کی جانب سے اس طرح کی کوئی حد مقرر کر دی جاتی تو امت کے لوگ مشقت میں پڑ جاتے۔

۱۔ کئی آیتیں حدیث میں آیا ہے کہ یہ مضر یعنی اوس یا مضر جو امام زین العابدین کے لئے میں دیتے ہیں وہ جتنے ہیں کہ مضر حدت جائیداد ہوا کہ ہم کہہ سکتے ہیں غسل کے بارے میں بحث و مبالغہ کرنے کے لئے یہاں تک غسل جہالت کے لئے اتنی حد پانی کی ضرورت ہے اور کسی نے کہا کہ اتنی مقدار کافی ہے اس سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غسل نہایت کے لئے چار صاع پانی کافی ہے اس پر مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے من میں محمد بن علی بن ابی طالب سے کہا کہ تم نے اس حد تک حدت کیا ہے اس کا کیا ثمران ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تقدیر بکھلی من میں حیدر افسکہ علیہ السلام کہ ایک صراغِ پانی کی کریمہ رضی اللہ عنہ کے لئے کافی ہوگا تمام دنیا آپ کے سر مبارک پر پانی بھی قریب زیادہ دیتے لیکن قرآن و کافی حد ہونے کی کیا وجہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے استناد میں حدت سے کام نہیں لیتے ہو کہ کوئی شخص حدت سے غسل کرے آپ صراغِ پانی اس کے لئے کافی نہ جاتا ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلف نبی اکرم ﷺ کے افعال سے اقتداء کرتے تھے اور ان کی تابعداری کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص بغیر علم کے بحث کرتا ہے اس کو سختی کے انداز میں جواب دینا چاہئے جبکہ جواب دینے والا اکابر و خلق اور صاحبین کو تامل فرمائیے کہ قصہ کرنے پر اس روایت نے واضح ہوا کہ وضو اور غسل کے لئے جس قدر پانی کی ضرورت ہے اس کے استعمال کی قیادت ہے کہ صرف کدو پینہ۔

باب ذکر الدلالة علی انه لا وقت فی ذالک

اس چیز کے بیان میں جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پانی کی مقدار میں کوئی تحدید نہیں

احمد بن مسعود بن عمر قال حدثنا عبد الله بن معمر عن الزهري عن واخرنا اسحق بن ابراهيم قال حدثنا عبد الله بن واخرنا معمر عن ابي حريز عن الزهري عن عروة بن عائشة رضی اللہ عنہا قالت كنت اغتسل انما ورسول الله صلى الله عليه وسلم من الماء والحد وهو قدر الفرق

احمر بن عمار بن عیسیٰ قال حدثنا یحییٰ قال حدثنا سفیان قال حدثنی منصور عن ابراهیم عن الامجد عن عائشة قالت کنت اغتسل انارسول الله صلی الله علیه وسلم من اناء واحد.

احمر بن یحییٰ بن موسیٰ عن سفیان عن عمرو بن عمرو بن زید عن ابن عباس قال احمر بن حاتم مینو به انها كانت تغسل ورسول الله صلی الله علیه وسلم من اناء واحد.

احمر بن صوبه بن منصور قال حدثنا عبد الله عن سعید بن یزید قال سمعت عبد الرحمن بن هرمز الاعرج یقول حدثنی ساعم مولیٰ ام سلمة ان ام سلمة سلت انغسل المرأة مع الرجل نعم اذا كانت کسفة راتینسی ورسول الله صلی الله علیه وسلم تغسل من موکن واحد نغسل علی ابدینا صلی سلیها حتی نغسل علیها الماء قال الاعرج لا تذکر فرجها ولا تناب.

تشریح: اس متن کے ذیل کی روایات کی تشریح کیجئے "باب فضل المحب" میں ملاحظہ ہو یہ سب کی آخری حدیث جو حضرت ام سرہ (رضی اللہ عنہا) کے آزاد کردہ غلامانم سے مروی ہے اس میں آیا ہے "ان ام سلمة سلت الخ" کہ حضرت ام سرہ (رضی اللہ عنہا) نے جو چاہا کیا عورت مرد کے ساتھ غسل کر سکتی ہے، حضرت ام سرہ (رضی اللہ عنہا) نے جواب دیا ہاں! کر سکتی ہے جبکہ عورت پوشیدار اور عقلمند ہو۔

بعض شریعت کے کماکان کی مراد یہ تھی کہ مرد کے ساتھ پانی استعمال کرنے میں ایک ہی برتن سے ابھی دوش التیار کرتی ہو تو شریعت میں عورت کو مرد کے ساتھ غسل کرنے سے منع نہیں کرتی ہے۔ راجح و معروف کتاب ہے کہ لغو کیسے کہ تفسیر اپنے قول "لا تذکر صرحتاً ولا تبالہ" سے اعراج نے کی ہے جس کو مصنف نے اس حدیث کے خرمیں نقل کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ عورت غسل کے وقت نہ شرعاً نہ کاد نہ کرہ کرتی ہوا نہ بے وقوف عورتوں کی طرح کوئی اعتقاد فعل کرتی ہو یا کسی عورت نے شہر کے ساتھ غسل کر سکتی ہے۔

بہر حال ام سرہ (رضی اللہ عنہا) کے فتویٰ سے معلوم ہوا کہ عورت مرد کے ساتھ غسل کر سکتی ہے جبکہ وہ غسل کے وقت عیناً طریقہ اختیار کرے اور ان کا اپنا غسل بھی فتویٰ کے مطابق تھا چنانچہ فرمایا ہیں کہ میں اور رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) دونوں ایک گن سے غسل کرتے تھے روایت کے لفظ یہ ہیں "تغسل من موکن واحد الخ"۔

باب ذکر النہی عن الاغتسال بفضل الجنب

اس بات کے بیان میں کہ جنبی کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا منع ہے

احمر مافیہ قال حدثنا ابو عروانہ عن داؤد الاودی عن حمید بن عبدالرحمن قال لقیتم رجلاً صاحب النہی صلی الله علیه وسلم کہما صحبہ ابوہریرة (رضی اللہ عنہ) اربع سنین قال نہی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یمنیط احدنا کل یرم او یبول فی مقضله او یغسل الرجل بفضل المرأة والمرأة بفضل الرجل.

آپ نے فرمایا "ان الماء لا یجب" کہ پانی بھی نہیں ہوتا ہے اس کو تہذیب نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے اور نسائی کی روایت میں "ان الماء لا یجبہ شئی" آیا ہے یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز پاک نہیں کرتی سوائے ان چیزوں کے جن سے پانی کا پاک ہونا شریعت میں وارد ہے اور عورت کا غسل کرنا ان چیزوں میں داخل نہیں ہے لہذا جس برتن سے عورت نے وضو یا غسل کیا ہے اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو اور غسل کرنا مرد کے لئے جائز ہے۔

بہر حال ان روایات سے حدیث باب کے برخلاف حکم ثابت ہو رہا ہے اس لئے قواعد میں یہ اضافہ کیا گیا کہ طہارت علماء نے تحقیق کے لئے مختلف طریقے بیان کئے ہیں۔ بعض شارحین نے کہا کہ نبی کی روایت میں غسل سے مراد اعضا سے اُترنے والا پانی ہے جس کو ماء مستعمل کہا جاتا ہے اور استعمال کی اجازت کا تعلق اس پانی سے ہے جو برتن میں عورت کے غسل کے بعد باقی رہتا ہے۔ لیکن بعض محققین نے اس توجہ کو پسند نہیں کیا یہ خلاف عقل سلیم ہے کیوں کہ مستعمل پانی کے استعمال کا دستور تھا اس کی نئی چیز معنی دار نیز حضرت ابن عباس کی حدیث مذکور باقیہ فی الظرف کے متعلق نص ہے کہ وہ بعض ازواج مطہرات پر ﷺ بھی غسل کر عورت کے غسل کے استعمال سے جو مراعات وارد ہوئی ہے وہ بقیہ پانی کے متعلق بھی اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ان الماء لا یجب" لہذا اس کو ماء مستعمل پر محمول کرنا کیسے صحیح ہوگا۔

بعضوں نے کہا کہ عورت عورت میں لڑائی کیا جائے کہ انہی عورت کے بقیہ پانی سے غسل نہ کیا جائے کیوں کہ جب مرد کو معلوم ہوگا کہ فلاں عورت نے اس برتن سے غسل یا وضو کیا ہے تو ممکن ہے شیطان دوسرا انداز کرے اور اس سے اس عورت کے متعلق نفسانی خیالات پیدا ہوں تو نفسانی رسواں سے بچانے کے لئے مرد کو منع کیا گیا ہے کہ جنسی عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے لیکن یہ تاویل بھی غیر معقول ہے "ولیسعرفا جمعہا" کے قول سے یہ تاویل غلط ثابت ہوگئی کیوں کہ یہ قول متنازعہ ہے کہ مراعات میاں بیوی کی تکمیل کے بارے میں وارد ہوئی ہے اس لئے سوائے میاں بیوی کے ایک ہی ساتھ اعتراف کا وجود ممکن نہیں اس سے معلوم ہوا کہ حدیث باب میں نبی کا انہی عورت کے بچے ہوئے پانی سے کوئی تعلق نہیں "ولیسعرفا جمعہا" کا کوئی مطلب نہ ہوگا۔

حافظ ابن حجر نے تعلیق دی ہے جو صحیحین الروایات کے سلسلہ میں سب سے بہتر ہے کہ بقرہ ۱۵۷ احادیث جو تہذیب نے نبی کریم ﷺ کی برکت پر محمول ہے اور کراہت عزائم کی احکام کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ جمہور علماء کی رائے ہے کہ فاکل ہیں کہ عورت کے وضو اور غسل کے بعد جو پانی برتن میں باقی رہتا ہے اس سے وضو اور غسل کرنا مرد کا جائز ہے البتہ امام احمد اور ابو داؤد وغیرہ نے اس خاص صورت کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر عورت نے تنہائی میں وضو یا غسل کیا ہو اور مرد نے اس کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو اس کا پچاؤ دہانی مرد کے لئے ناقابلِ استعمال ہو جاتا ہے۔

مناظرین علماء میں سے علامہ انور شاہ صاحب شمشیری کی رائے بھی یہی ہے کہ احادیث نبی کریم ﷺ کی کراہت عزائم پر محمول کیا جائے اور آپ نے مراد حدیث یہ بیان کی ہے کہ اس حدیث میں حسنِ نوب اور ضمنِ معاشرت کی تعلیم دی گئی تاکہ مرد اور عورت کے تعلقات خوشگوار رہیں اور ان کے تعلق میں بدعمری پیدا نہ ہونے پائے اسی لئے پہلی صورت سے منع فرمایا اور دوسری صورت

یعنی ایک ہی ساتھ احترام کی اجازت دی چکی صورت میں دونوں کی حیثیت کا لحاظ رکھ گیا ہے جس کی وجہ سے یہ کہ بطور عادت کے عورتیں ہل کچلیں کے ساتھ آلودہ رہتی ہیں پاکیزگی و صفائی کے بارے میں اعتقاد بھی بہت کم کرتی ہیں اس لئے مردوں کو ان کے بچے ہوئے پانی کے استعمال سے انگواری ہوتی ہے اسی طرح مردوں کے بارے میں عورتوں کا خیال یہی ہے مگر ان کا خیال خفا واقع ہے کہ درجالت بھی اچھی طرح طہارت حاصل نہیں کرتے ہیں ان نئے طور عیش بھی مردوں کے بچے ہوئے پانی کے استعمال سے گراہت محسوس کرتی ہیں۔

بہر حال دونوں کی حیثیت کی رعایت کرتے ہوئے شاعر نے اسلام کے حساب سمجھا کر مرد کو عورت کے جنس سے بچنے کے پانی کے استعمال سے اور عورت کو مرد کے بچنے ہوئے پانی کے استعمال سے منع کر دیا جائے تاکہ پانی وضوئی کے معاملہ میں ان کے دلوں میں کسی قسم کے وسوسے پیدا نہ ہوں، لیکن اجتماعی طور پر غسل کرنے کی صورت میں نہ کسی کو ناگوار ہی ہوتی اور نہ وہ سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے کہ جو لوگ باہم ایک دوسرے کا جھوٹا استعمال کرنے کو نا پسند کرتے ہیں عام طور پر وہ ایک ساتھ پانی نہ لے کر نہ کھانا کھائیں محسوس کیا کرتے آپ سمجھتے نہیں کہ جو شخص آپ کا بھائی اور لکھنا پسند نہیں کرتا ہے وہ آپ کے ساتھ کھانا کھانے سے کراہت محسوس نہیں کرتا ہے کیوں کہ وہ اس کو اپنے حق میں جھوٹا کھانا نہیں سمجھتا ہے تو معصوم ہوا کہ کراہت و عدم کراہت میں اصل غرض مجموعہ ہونے کا ہے۔

غرض یہ کہ نہ مرد و عورت کے لئے بچا ہوا پانی چھوڑے اور نہ عورت مرد کے لئے بچا ہوا پانی چھوڑے تو کیا جس طرح آپ برتن میں باقی ماندہ کھانا اور پانی اپنے دوست کو کھانا پیند نہیں کرتے اسی طرح بشریت میں یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے چھوڑا پانی نہ چھوڑے بلکہ دونوں ایک ساتھ چلو عمر بھر کہ برتن سے نکالیں۔ اصل کلام یہ تھا کہ مسافرت کا حکم حسن معاشرت کو باقی رخصتے اور سدا ہام کے لئے ہے اس معلومت کے پیش نظر منہج کے احوال اور دینے ہیں ورنہ ویسے مسافح اور اجازت ہے کہ مرد و عورت کے بیچ ہونے پانی سے غسل کر سکتا ہے اور عورت بھی مرد کے ہونے پانی سے غسل کر سکتی ہے۔

باب الرخصة في ذلك

باب اس بیان میں کہ جنہی کے بقیہ یابی سے فصل کرنے کی اجازت ہے

احمرنا محمد بن بشير عن محمد بن محمد بن عبد الله بن عاصم عن عاصم بن واثير بن مويذ بن نصر اخبرنا
عبد الله بن عاصم عن معاوية بن عائشة رضي الله عنه قالت كنت اعتمد انا ورسول الله صلى الله عليه وسلم من
انا واحيد يادوني وبأدرة حتى يقول دعني لي واقول لا دع لي قال مويذ يادوني وبأدرة فاقول دع لي
دع لي.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک بقرے سے غسل کرتے تھے آپ ﷺ پانی لینے میں مجھ سے جلدی کرتے تھے اور میں آپ سے پہلے لینے میں جلدی کرتی تھی یہاں تک کہ آپ فرماتے تھے

کہ برے لے چھوڑ دیجئے اور میں کتنی بھی کمرے لے چھوڑ دیجئے (تاکہ میں بھی پانی اداں)۔

تشریح مصنف نے اوپر کے باب میں شہی کے بچے ہوئے پانی سے غسل کی حرمت کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے دلیل میں جو حدیث روایت کی ہے وہ مخالفت پر مبنی ہے۔ اب اس کے بعد دوسرا باب قائم کر کے جواز کو قائم چاہتے ہیں اور اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شہی کے بچے ہوئے پانی سے غسل کی اجازت ہے چنانچہ اس حدیث میں ہمیں غسل کا بیان آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے پہلے پانی لینے میں جہدی کرتے تھے حدیث باب میں "بہاؤ دنی و اسادۃ" کے الفاظ آئے ہیں اگر سنّت حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بقیہ پانی فضل جنس ہو گیا اور اگر پانی لینے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے غسل کی تو یہ وہ پانی حضور ﷺ کے حق میں فضل جنس ہو گیا اب اگر ایک کا فضل یعنی بقیہ پانی دوسرے کے لئے استعمال کرنا جائز ہوتا تو مہاروت کا قصہ نہ فرماتے کیوں کہ اس سے پانی کو دوسرے کے حق میں شراب کرنا اور قابل استعمال بنانا لازم آتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس حدیث میں مہاروت کا ذکر آتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے پہلے پانی لینے میں سبقت کرتے تھے تو آپ ﷺ کے اس عمل سے اہانت معلوم ہوتی ہے کہ مراد اور مہاروت دونوں ایک دوسرے کا بقیہ پانی استعمال کر سکتے ہیں یہی جہر رخصا کا مسلک ہے۔

باب ذکر الاغتسال فی القصصۃ النبی یحییٰ فیہا

جس پر اللہ میں آگاہ گوندھا گیا جس سے غسل کرنے کا بیان

احمد بن محمد بن یسار قال حدثنا محمد بن الحسن قال ثنا ابو اھیم بن مافع عن ابن امی نہج عن
سجاد بن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغتسل هو وعبودۃ من الماء واحد فی قصصۃ یحییٰ
ابو العجین

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور حضرت عبودہ رضی اللہ عنہ نے ایک برتن سے غسل فرمایا اس برتن میں گوندھے ہوئے آٹے کا نشان تھا۔

تشریح فی القصصۃ النبی من کے معنی میں ہے اہی ان قصص اور یہ بدل واقع ہوا ہے کہ نام سے قصصہ کلزی کے یہاں کہتے ہیں جس میں دس آدمیوں کی خوراک آگئی ہے اس میں گوندھے ہوئے آٹے کا نشان تھا کیوں کہ اس میں آدھ گوندھا تھا اور ضرورت کے وقت اس میں پانی بھر کر غسل بھی کرتے تھے دونوں کام لئے جاتا تھے تو روایت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے ساتھ گوندھا ہو جانے کو وہ پانی کو مدف طہارت سے خارج نہیں کرتی ہے لہذا ایسے برتن کے پانی سے غسل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

باب ذكر ترك المرأة نقض صفراً أسفا عند اغتسالها من الجنابة

اس بات کے بیان میں کہ عورت کے سر کے گوندھے پال نہ کھولنا غسل جنابت کے وقت

احبرنا سليمان بن منصور عن صفوان عن ايوب بن موسى عن سعيد بن ابي سعيد عن عبد الله بن رافع عن ابي سلمة روى النبي صلى الله عليه وسلم قالت قلت يا رسول الله اني امرأة اشد حمر واهسى الانفسها عند غلبها من الحماة قال انها بكفبك ان تعنى عني راكبت ثلث حنات من ماء ثم تقيصين عني جسدك

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک ایسی عورت ہوں کہ سر کو سخت گوندھتی ہوں تو کیا غسلِ جنابت کے وقت اس کو کھول کر آپ ﷺ نے فرمایا تو کہ صرف یہ کافی ہے کہ اپنے سر پر تھیں لیکن دینی نبی و ان لوگوں نے بدن پر پانی بہا کر۔

تشریح حدیث کی دلالت منصوبہ باب پر ظاہر ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ عورت پر گوندھے ہوئے بالوں کا کھولنا فعل جہت میں واجب نہیں بلکہ اس کو یہ کافی ہے کہ سر کے بالوں کو تراش دے۔ ان کی جڑوں میں پانی نہ پکچھا دے یہ حدیث اگرچہ اس بارے میں سنا کہ ہے کہ بالوں کی جڑوں میں پانی نہ پکچھا شرط ہے یا نہیں لیکن صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ تصحیف علی رأسہا فندلکہ حتی یبلغ شغلہا ولسہا سر کے بالوں کی جڑوں میں پانی نہ پکچھا ہے اسے واجب پر دلالت کرتا ہے پس لغت شغل کے معنی اصول کے ہیں۔

اس حدیث باب میں خلافت کی جو قید آئی ہے وہ اوجہ اب کے لئے نہیں۔ بات ادیان اُسن جلد اول سے معلوم ہوئی اس میں اس حدیث کی تشریح کے تحت علامہ مظہر امروٹالی نے فرمایا کہ قید خلافت اوجہ پر محمول نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ سر پر پانی کی تین لٹیں ڈالنے والا غلام قرار دیا جائے بلکہ مقصود اس سے ظہار نہیں ہے۔ سر کے بالوں کو تراکھنا، جلا، اور اگر یہ مقصود ایک مرتبہ بادوستہ زانے سے حاصل ہوا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

باب ذكر الأهر بذاك للمحاض عند الاغتسال للأهرام

اس کے بیان میں کہ احرام کے واسطے غسل کے وقت حیض والی عورت کو گونڈھے ہوئے بالوں کے

کھولنے کا حکم دینا

أخبرنا يونس بن عبد الأعلى قال حدثنا شهاب عن ابن شهاب وهشام بن عروة حدثنا
عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عام حجة الوداع فحللت
بالعمرة ففقدت مكة وإنما أحاطت فيه أطفالي والميت ولأبين الصفا والأمرؤ فمشكوت ذلك لي رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال انقضى رأسك وامتنطى وأهلى بالحج ودعى العمرة ففعلت فلبنا ففعلنا
وهزم ويلشر

ذکر غسل الجنب یدیه قبل ان یدخلهما الاناء

اس بیان میں کہ جنبی شخص اپنے دونوں ہاتھوں کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے دھو لے

اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا حسین بن خالد قال قال حدثنا عطاء بن السائب قال حدثنا
ابو سلمة عن عبد الرحمن بن عوف قال حدثنا عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اغتسل من
الجنابة وضع له الاناء فصب علی یدیه قبل ان یدخلهما الاناء حتی اذا غسل یدیه ادخل یدیه الی المیسی فی
الاناء ثم صب مائسی وغسل فوجہ بالیسری حتی اذا فرغ صب بالیسری علی الیسری فغسلهما ثم
تغمض وامنق ثلاثا ثم یصب علی راسه مئی کفیہ ثلاث مرات ثم یغسل علی جمده

بوسلت بن عبد الرحمن کہ میں نے سنا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل
جنابت کا ارادہ فرمائے تو آپ کے لئے پانی بھرا اور برتن رکھا تو آپ ﷺ دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالتے اور برتن میں داخل
کرنے سے پہلے ہاتھ دھوئے اور دونوں ہاتھوں کو دھوئے تو انہیں ہاتھوں کو برتن میں داخل کرتے پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتے اور شرفاء
نویاں ہاتھ سے دھوئے اور جب اس سے فارغ ہو جاتے تو انہیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور دونوں ہاتھوں کو
دھو لیتے پھر کئی کرتے اور کئی پانی چڑھاتے تین مرتبہ پھر تین گھونٹے پھر اپنے پورے بدن پر پانی بہا دیتے۔

تشریح اس حدیث میں آیا ہے "فصب علی یدیه الی" کہ برتن میں دونوں ہاتھوں کو برتن میں داخل
کرنے سے پہلے دھو لیتے لیکن اس کا ذکر نہیں کہ ہاتھ دھونے کا یہ صورت کئی جگہ ایسا روایت میں "فما کفوا الاناء" کا
بہرہ وراہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ برتن کو جھکا کر پانی پتے اور اس طریقہ سے اپنے ہاتھوں کو دھوئے پھر اپنے ہاتھوں
پر ہاتھوں کو برتن میں ڈالتے پھر باقی احوال میں اس حدیث کی رعایت کرتے جس کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے لیکن اگر
اس حدیث سے ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالنے سے جائز نہیں تو اس میں کئی حدیثیں اس لئے کہ بعض روایات میں آیا ہے حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل کرتے تھے کہ مختلف ایسا ہاتھ "فما کفوا الاناء" کا
ان حدیث میں آگے چھپے پاتے اس حدیث سے احوال یہ کار جو رعایت ہوتی ہے اس لئے بغیر ہاتھ دھوئے پانی میں ہاتھ داخل
کرنے سے کوئی خرابی نازل نہیں آتی اس وجہ یہ ہے کہ جنبی کے ہاتھ پر کوئی ظاہر نبی مت تو ہے جس جنت کی وجہ سے اس کا
پانی نہ آتا ہوتا ہے اور نہ کئی بے گرفت مگر ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پانی میں داخل کرنے سے پہلے دھو لے کہ غسل
کرنے والے کے دل میں کوئی شک نہ رہے۔

باب ذکر عدد غسل الیدین قبل ادخالهما الاناء

باب اس بیان میں کہ دونوں ہاتھوں کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے کتنی مرتبہ دھونا چاہیے

احمد بن احمد بن سلیمان قال حدثنا ابو یوسف قال حدثنا حماد بن عطاء بن السائب عن ابی سلمة قال

سألت عائشة عن غسل رسول الله صلى الله عليه وسلم من الجنابة فقالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغترغ على يديه ثم يمسح برأسه ثم يمسح بوجهه ثم يمسح بغيره ثم يغترغ على رأسه ثلاثاً ثم يغترغ على سائر جسده

تشریح: اس باب کے ذیل کی حدیث بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور حدیث کی ذوات باہر پر مشتمل ہے کہ اس میں اسطور غنی بعدہ دلائل کی تصریح ہے کہ مشہور کرم اللہ وجہہ بابر علیہ السلام نے سب کسب و کسب فرماتے تو انوں باقیوں کو روشن میں داخل کرنے سے پہلے ان پر تمیز و جان دالتے اور ان کو دھو دیتے پھر اپنی شریک و اور دعوہ دیتے پھر انوں باقیوں کو دھو دیتے پھر کھلی کرتے اور انک میں باہر دھو دیتے پھر تمیز و جان دالتے پھر دوسرے میں باہر دھو دیتے۔

ازالة الجنب الاذى عن جسده بعد غسل يديه

پھنکی اپنے دونوں ہاتھوں کو دھونے کے بعد اپنے بدن سے نجاست کو دور کرے۔

أخبرنا معجم بن عجلان حدثنا النضر الخبزي ناضية حدثنا عطاء بن السائب قال سمعت بإسلمة
 أنه دخل على عائشة فسلمها عن غل وسول الله صلى الله عليه وسلم من الجاه فمالت كأن نسي على
 الله عليه وسلم يؤتى بالإناء فيصب على يديه ثلثاً فيحسبهما ثم يصب برسمه على شمالك فيغسلها على
 فخذه ثم يغسل يديه ويتمضمض ويستنشق ويصب على رأسه ثلثاً ثم يفيض على سائر جسمه.

تشریح یہ حدیث بھی جو اس عنوان کے تحت مائے یں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے مضمون حدیث ظاہر
جس میں آیا ہے "فی غسل ما عسی فعدہ" کسی عورت کے وقت نبی کا دھواؤں والو سارے کواں کوئی کریم علیہ
بائیں ہاتھ سے جڑے تاکہ بدن پر پانی نہ دے سے نہایت ادھر ادھر چیل کر بدن کے جتنی حصہ جلوت نہ کرے یہ حال پانی
دینے ہاتھ سے ڈالنا اور نہایت کا اڑا نہ بائیں ہاتھ سے لی جی مسنون طریقہ ہے اس لئے کہ دینے ہاتھ کی شرافت و تقاضیہ
سے کہ اس سے نہایت کا اڑا نہ کیا جائے۔

باب إعادة الجنب غسل يديه بعد ازالة الاذى من جسده

باب اس بیان میں کہ جنہی اپنے بدن سے نجات کو دار کرنے کے بعد دوبارہ ہاتھوں کو دھو لے

أخبرنا إسحاق بن إبراهيم قال أخبرنا أحمد بن محمد بن عيسى عن حماد بن السائب عن أبي سلمة بن عبد الرحمن قال وضعت عائشة غسل النبي صلى الله عليه وسلم من الحنطة فأتت كأن يعسل يده ثلثاً ثم يفيض بيده اليمنى اليسرى فيغسل فرجه وما أصابه قال عمر ولا أعلمه إلا قال يفيض بيده اليمنى على اليسرى ثلاث مرات ثم يغمض ثلثاً ويستشق ثلثاً ويغسل وجهه ويديه ثلثاً ثم يفيض على رأسه ثلثاً ثم يصب عليه الماء .

نرم اور تر ہو جاتے ہیں پھر اس کے بعد سر پر پانی ڈال دینے سے تمام بالوں اور خابری جلد تک پانی پڑتی ہو جاتا ہے لیکن یہ یعنی سر کے بالوں کا خلال کرنا بائناق امر واجب نہیں ہے البتہ اگر بال کسی چیز سے جمائے ہوئے ہوں جو پانی کو جڑوں تک پہنچنے سے روکتی ہے تو اس خاص صورت میں تخلیل شعر یعنی انگلیوں سے بالوں کا خلال کرنا غسل میں ضروری ہے۔

باب تخلیل الجنب رأسه جنبی نفس کا اپنے سر کے بالوں میں خلال کرنا

احمرنا عمرو بن علی قال حدثنا يحيى قال حدثنا هشام بن عروة قال حدثني ابي قال حدثني عائشة رضي الله عنها عن غسان النسي صلي الله عليه وسلم من الحمامة انه كان يغسل يديه ويتوضأ ويخلل رأسه حتى يصل الى شعره ثم يفرغ على سائر جسده

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے نبی کریم ﷺ کے غسل جنابت کے بارے میں بیان کیا کہ آپ ﷺ پہلے دونوں ہاتھوں کو کھائی تک دھوئے تھے پھر وضو فرماتے تھے اور سر کے بالوں میں خلال فرماتے تاکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر پانی بدن پر پانی ڈالتے تھے۔

احمرنا محمد بن عبد الله بن يزيد قال حدثنا سفیان عن هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة رضي الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ينسرب رأسه ثم يحمي عليه ثلاثا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنے سر کے بالوں کو پانی پلاتے تھے یعنی ان کو پانی سے تر کرتے تھے پھر سر پر نہیں لگتے ڈالتے تھے۔

تشریح: ويتوضأ ويخلل رأسه الخ: غسل جنابت سے پہلے وضو کرنے کا وہی طریقہ ہے جو نماز کے لئے وضو کرنے کا ہے جیسا کہ یہ بات پچھلے عنوان کے تحت کی روایت سے معلوم ہو چکی ہے اور پھر راجحان وہاں ہو چکا ہے اور سر کے بالوں کی جڑوں میں خلال کرنے کی تفصیل بھی وہاں مذکور کی ہے بالوں میں خلال کرنے کے بعد تین چو پانی سر مبارک پر ڈالتے جیسا کہ اہل کی روایت میں اس کا ذکر آیا ہے پھر پورے بدن پر پانی ڈالتے تھے لیکن اس کی کیفیت کا بیان اس روایت میں نہیں ہے مگر دوسری روایت میں آیا ہے کہ جسم کے باقی جانب پر تین مرتبہ اور بائیں جانب پر تین مرتبہ پانی ڈالتے تھے۔

باب کی دوسری روایت ہے "سكان ينسرب رأسه" لفظ ينسرب مأخوذ ہے نظریب سے یا شرب سے جس کے معنی پانی پلانے کے ہیں تو حاصل اس جملہ کا وہی تخلیل شعر ہے جس کا ذکر اوپر کی روایت میں ہے یعنی پانی میں انگلیاں ڈال کر تھوڑا پانی پینے اور اس کو بالوں کی جڑوں میں پہنچاتے پھر خلال فرماتے انگلیوں سے تاکہ بال نرم اور تر ہو جائیں پھر سر پر تین چلو پانی ڈالتے تھے۔

باب ذکر مایکفی الجنب من افاض الماء علی رأسه

پانی کی اس مقدار کے پین میں جو منیٰ محض کے اپنے سر پر ڈال دینے سے کافی ہو جاتی ہے

احمرنا قتیبہ قال حدثنا ابو لاجوس عن ابی اسحق عن سلسار بن صرد عن جبر من مطعم قال
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا غسل كذا وكذا فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم اما نأفوض الماء علی رأسی ثلاث اكف

تیس مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ کچھ ٹوٹ نسل کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں بحث کرنے لگے ان
میں سے کسی نے کہا میں تو یہاں ایسا محسوس کرتا ہوں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم یہ محسوس من لو میں تو میں اپنی سر پر ڈال دیتا
ہوں۔

تشریح اس روایت سے معلوم ہوا کہ محمد بن ابی اسحاق خرمی کی تحقیق کے بارے میں مباحث و مناظرہ جاری ہے اور یہ
بھی معلوم ہوا کہ غسل کے سامنے مغفہ لیکن کارناظرہ جاری ہے۔

بہرحال کسی نے کہا کہ غسل کا طریقہ ایسا ہے کہ اس نے کہا یا پانی کی کریم ﷺ نے فرمایا یہ غسل تو یہ ہے کہ میں تمہیں
چلو پانی لیتے ہوں اور سر پر پڑا دیتا ہوں چنانچہ حدیث باب میں "ثلاث اکف" "تربیعہ لکھتے تھے جس سے بحث کی اس کے معنی
یہ ہیں کہ پانی بہ مرتبہ دونوں ہاتھوں سے کرتے ہیں یا سر پر ڈال دیتا ہوں اور اس روایت اس پر دلیل ہیں فرضاً میں مرتبہ سر پر پانی
دوں جس کی پانی ہے چکرے کا طریقہ سے ڈالے بدون ضرورت کے زیادہ پانی کا استعمال امر انہی میں داخل ہے۔

باب ذکر العمل فی الفسل من الحيض

اس عمل کے بیان میں جو غسل حیض کے بعد کیا جاتا ہے

احمرنا عبد الله بن محمد بن عبد الله بن حماد قال حدثنا سنان عن منصور وهو ابن صفية عن امه عن
عائشة رضی اللہ عنہا ان امرأه سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن غسل من الحيض فاجابها کیف تغسلن
قال غدی فرصة من مسك فتصهري بها قالت وكيف انظري بها فاستبرأ كذا ثم قال سبحان الله نظهري
بها قلت عائشة رضی اللہ عنہا فحدثت المعراء وقلت تبعين بها انظر لدم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے اپنے غسل حیض کے بارے میں سوال کیا
آپ نے اس کو اس طرح غسل کر گئی اس کا طریقہ تلاؤ پھر فرمایا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی روٹی وغیرہ کا ٹکڑا اس پر مسکے گا تو پھر اس سے پاکی
حاصل کر دے عورت نے کیا کہ میں اس طرح پاکی حاصل کر دے ان کی یہ بات سن کر آپ نے پھر سے پوچھا کہ اول یہ پھر فرمایا
ہو ان وہ اس وقت خود کو کھڑے سے پاکی کا عمل کر دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف سے کھینچ لیا اور اس
سے کہا کہ خوں کے بہنے کو تلاش کر کے ان پر اس کو ڈال دے۔

تفسیر ان امراء مسائل الخ یہ عبارت اس نے جن جنس کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا تھا اس کا

۱۰۰۰ باب نقل ہے مگر خطیب بغدادی نے اپنی کتاب اور ماہنامہ میں اور دوسرے علماء نے اس کا نام نامی بہت پر یہ جنسوں کا نام نہیں لیا تھا۔ (روافہ علوم)

اس نے مولف جنس کی حیثیت کا کیا تھا یہ کریم علی نے جواب میں اس کی حیثیت بیان فرمائی کہ کیا کیفیت تھائی اس کا ترجمہ مسلم روایت سے آیا ہے جس میں ہے "فقال فاعدا احدی من ماء عاز وسدر نھا فظھر الخ"۔ یہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر عورت غسل کرنے پانی اور جی کے پتے لیا کر۔ یعنی بی بی کے بونہ و سر پہ صفائی کے لئے مائے کرب و جوش سے اور اس سے پانی حاصل کرے اور انہی طرح پانی کہ جس کو کہتے ہیں سر پہ پانی ڈالتے اور اس کو ٹوبہ اچھی مارتے ہیں۔ شہر سے ہرے ہوس کی بڑوں سے پانی پھینکے جانے پھر کر کے پالوں پر پانی ڈالتے اور اس کو ٹوبہ اچھی مارتے ہیں۔ مسکنہ فسطوس مہا۔ اسی آخر حدیث "مجرورہ کا کوئی ٹکڑا لے جو مسکنہ سے لیا جائے اور اس سے پانی پاک ہو جائے۔ نسائی کی روایت میں "عذی فرصۃ من مسک" کے لفظ میں لفظ فرصۃ کا اے سرور اور راء کے سکون کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں دونوں کا ٹکڑا یا دونوں والے چڑے کا ٹکڑا اور بعد وغیرہ کے یہ معنی نکلتے ہیں اور لفظ مسک کا بعض علماء نے نیم لکھا ہے کہ یہ چھاپے جس کے معنی چھوٹے ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ کوئی چڑے کا ٹکڑا لے جس پر ان دونوں اس سے نیم کے ٹکڑوں سے چھوٹے چھوٹے پارے کر کے ان سے لے کر اس سے کیا ہے کہ ان دونوں میں عورتیں بھی اور عورت کی حالت میں جنس تو انی حالت میں مشکل نہیں کہ اس قیمت وال چیز کو خرید کر استعمال کرنا ہر چیز عورت کے لئے ممکن ہے تھا اس لئے یہ لفظ مسک ہم سے کہ اسے ساتھ میں چھوٹے نیم سے ساتھ مسک ہے جس کے معنی چڑے کے ہیں اور اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ چڑے کا کوئی ٹکڑا ہے اس پر ان دونوں سے خون نے ان چیزوں کا ازالہ کرتے جو نیم پر خام ہو گئے ہیں اور انہوں نے بکسرا ہے۔ کوئی چھوٹا ہے جس نے معنی مسک کے ہیں اور اشارہ کو "عذی فرصۃ من مسک" سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو یہاں انہوں نے لکھا ہے کہ اس کے ہیں ان پر غلط آلودہ روئی یا دھن کا ٹکڑا لڑا ہے جس کا مقصد یہ ہونا اور کرنا اور ٹھوس ہونا ہے۔ اس خبر نے جو مسک کے استعمال کو مستبعد سمجھا ہے وہ ناقابل اعتبار ہے اس لئے کہ یہ مطلب ہے کہ الیٰ جزا کثرت سے خوشبو کا استعمال کرتے تھے اور یہ کہ مسک ان قیمت چیز ہے ہر عورت کے لئے اس کا استعمال ممکن نہیں ہے۔ ماقول بات ہے اس لئے کہ ہر عورت کے لئے غسل جنس کے بعد اس کا استعمال کرنا لازمی قرار نہیں دیا گیا بلکہ ہر عورت اس کے استعمال کرنے پر قادر ہو کر اس کی تمام دنیا کی ہے کہ وہ غسل جنس کے بعد جوں جوں وہاں خون کے اچھے گئے ہونے میں بدن کے ان وہ صلیح ہے۔ لکن استعمال کرے۔

۱۰۰۰ باب میں فرمایا کہ اگر عورت نے قوی ہوئی تھی "من ذریعۃ" کے غلط ہونے سے جو جبہ الرزاق کی روایت میں آیا ہے ذریعہ ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے نیز صحیح مسلم کی روایت میں فرمودہ مسکنہ کا لفظ آیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غلط مسک ہم سے سرور کے ساتھ ہے اس لئے کہ مسکنہ روئی یا دھن کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو مسکنہ سے

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا يتوضأ بعد العسل.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

تشریح: لایسوضأ بعد العسل: علامہ سندھی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد دوبارہ وضو نہیں فرماتے تھے بلکہ جو وضو غسل سے پہلے کرتے تھے اس پر کفایت فرماتے یا غسل کے ضمن میں چونکہ وضو کی جی ادائیگی ہو جاتی ہے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے بدون وضو عید کے نماز پڑھ لیتے تھے۔

(واللہ اعلم)

ابوہریرہؓ نے کہا کہ غسل میں دو وضو مستحب نہیں ہیں یعنی ایک وضو تو وہ ہے جو غسل سے پہلے کیا جاتا ہے اور دوسرے غسل سے فوراً ہونے کے بعد نہ کہ دوبارہ وضو دینی ہے جس پر تمام ماہرین کا اتفاق ہے۔

ابن عامرؓ نے علامہ نوویؒ کی کثرت کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد غسل دوبارہ وضو کرنا محروم اور خلاف سنت ہے۔ چنانچہ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من توضأ بعد العسل فليس حنا "غرض غسل سے فوراً ہونے تک اگر حدیث لاحق نہ ہو تو غسل کے بعد دوبارہ وضو نہ کرے چنانچہ اس بعد خمس دوبارہ وضو کرنے کو بعض ماہرین کہتے ہیں۔

باب غسل الرجلین فی غیر المكان الذی یغتسل فیہ

اس بیان میں کہ جس جگہ غسل کرتے تھے اس جگہ سے ہٹ کر پیروں کا وضو

احمر بن علی بن حجر قال أخبرنا عيسى بن الاعمش عن سالم بن كريب عن ابن عباس رضي الله عنهما قال حدثني عائشة بنت أبي بكر قالت اذ نبت لرسول الله صلى الله عليه وسلم غسله من المجامعة فغسل كعبه مرتين أو ثلاثاً ثم دحس بيمينه في الماء فأفرغ يده على فرجه ثم غسله شماله ثم ضرب بشماله الأدهم فغسل كعبه ذلكما شديداً ثم توضأ وضوءه للصلاة ثم أفرغ على رأسه ثلاث خبثات من كعبه ثم غسل سائر جسده ثم توضأ من مقامه فغسل رجله فالت اثنتا بالمعدل فرداه

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میری خالہ حضرت یحییٰ بن زکریاؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے غسلِ جنابت کا پانی لائے کہ آپ کے پاس رکھ آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھو لیے۔ تین مرتبہ دھو یا پھر دینے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا اور اس سے اپنی شرمگاہ پر پانی ڈالا پھر بائیں ہاتھ سے اس کو دھو یا پھر بائیں ہاتھ زمین پر مارا اور اس کو گھسی سے دھو پھر وضو فرمایا غسل وضو کرنے نماز کے پھر دونوں ہاتھوں میں پانی نکھڑ میں پانی سر پر ڈالا پھر اپنے تمام بدن کو دھو یا پھر غسل کی جگہ سے ہٹ گئے اور دونوں پاؤں دھوئے حضرت یحییٰ بن زکریاؓ فرماتی ہیں پھر میں ایک رمل لائی (تا کہ اس سے بدن پر ٹچھ لیں) آپ نے اس کو دھو فرمایا یعنی استعمال نہیں کیا۔

تشریح حضرت یحییٰ علیہ السلام فصل دہانت کی کیفیت بیان کرتی ہیں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک غسل پانی کا اتنا فصل نہ لے لیں گے ساتھ ہے اس پانی کو کباب نہ رہے جس سے غسل کیا جاتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حاجت نہیں پہلے آپ نے دونوں ہاتھ کو کالی غصہ دھویا اور اس لئے دعوت تھے کہ وہ کہہ ٹھیک ہے لیکن یہ دھو کر دونوں ہاتھوں کا ضروری نہیں بلکہ بقرہ اقلیل مستحب ہے کیوں کہ دوسری روایت میں سنح کی علت یہ بیان فرمائی ہے "لا یصل احدکم لحدی من دانت مدد" تو اس صحت کے بیان سے واضح ہو گیا کہ دونوں ہاتھوں کا دھونا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

دونوں ہاتھوں کے دھونے کے بعد دائیں ہاتھ کو برقی میں ڈال کر اس سے شروع کر پانی ڈال پھر دھو کر بائیں ہاتھ سے دھویا پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر مارا اور اس کو بے اچھی طرح نشی۔ معاشی۔ علی کر بائیں ہاتھ کو اس نے دھویا تا کہ بے حاشا ہو جائے در حدیث کے الفاظ "ھدسکھا ھلکنا شدھدا" سے اشارہ ملتا ہے کہ سنی ناپاک ہے اور نہ ہاتھ دھونے میں اس قدر مبالغہ نہ فرماتے اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہو کہ شرب گاہ کو دھونے کے بعد بائیں ہاتھ کو کٹی یا صابون وغیرہ سے صاف کرے تاکہ گندگی اور بدبو پانی نہ رہے اور یہ عمل بھی مستحب ہے اس کے بعد دھو کر جس طرح غار کے لئے وضو کرتے تھے پھر سر پر دونوں ہاتھ سے تین چھو پانی ۱۱۱ پھر حجام بدن کو دھویا پھر غسل کی جگہ سے ہٹ کر دونوں پاؤں دھوئے اس سے معلوم ہوا کہ غسل سے غار نہ ہونے کے بعد جگہ بدل کر دونوں پاؤں دھوئے۔

فقہاء و کرام نے اس حدیث کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ ٹرخوت یا پتھر وغیرہ پر غسل نہ کیا جا رہا ہو بلکہ جہاں غسل کیا جا رہا ہے وہاں استعمال شدہ پانی جمع ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں پاؤں بعد میں دھو لئے جائیں اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل سے فارغ ہوئے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے رومان پیش کیا آپ نے اس کو رد فرمایا یعنی اس سے بدن خشک نہیں کیا اس کی مختلف دھو ہو سکتی ہیں کہ یا تو رومانی سے بدن کا نہ پونچھا افضل ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمل نہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلد کی نماز کے لئے شریف سے جانا چاہتے تھے یا موسم گرمی کا تھا اور گرمی کے موسم میں حصوں پر روت کے لئے رومال سے بدن خشک نہیں کیا یا چونکہ وضو اور غسل عبادت کا مقدمہ ہے اس لئے مقدمہ عبادت کا اثر باقی رکھنے کے لئے رومال کا استعمال مناسب نہیں سمجھا یا رومال مسال تھا اس لئے استعمال نہیں کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ رومال اس حدیث سے واپس کر دیا تاکہ لوگ اس کے استعمال کی عادت نہ بنالیں۔

غرض جسے احتمالات کے ہوتے ہوئے یہ حدیث ترک مٹھتی سیبہ یا غصہ منشیف کی کراہت پر دلیل نہیں بن سکتی ہے۔ اور بھی نے کہا اس حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ وضو یا کرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد جسم کو پونچھتے تھے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت یحییٰ علیہ السلام آپ کے سے رومال پیش نہ کرتی اس لئے غسل کے بعد تریہ اور رومال کے استعمال و عدم استعمال کے بارے میں متعین علماء کی یہ بات بالکل صاف اور بے تکلف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رومال استعمال نہ فرما کر جو لوگ بیان کر دیا اور رد فرمایا کہ اس کا استعمال ضروری نہ ہونے پر غصہ فرمائی۔ (واللہ اعلم)

باب ترک المنديل بعد الغسل

غسل کے بعد رومال استعمال نہ کرنے کا بیان

احسننا محمد بن یحییٰ بن ابوبن برہم قال حدثنا عبد اللہ بن الدریس عن الاعمش عن سالم بن کریم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وسلم اغتسل فأتى بمنديل فلم يمسه وحمل يقول والباء هكذا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ربہ ﷺ نے غسل فرمایا پھر آپ کے لئے رومال آیا مگر آپ نے اس کو چھوا تک نہیں اور دونوں ہاتھوں سے پالی کو دین سے پر لپٹے تھے۔

تشریح غسل کے بعد منديل یعنی تولیہ سے بدن نہ چومے کا مسئلہ سرچند باب سابق سے بھی معلوم ہو چکا ہے لیکن باقی اب مصنف مستقل باب قائم کر کے اس کے اہل میں متن عباسی کی روایت پیش کر رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ پر جناب ﷺ نے غسل کے بعد تولیہ استعمال نہیں فرمایا بلکہ بدن اور دونوں ہاتھوں سے پر لپٹے ہوئے "و حمله يقول والباء" یعنی ہاتھوں میں ابدن لے رہے۔ عرب کے نزدیک لفظ قول کے لئے بڑی وسعت ہے اور غیر کلام پر بھی بولنے میں چنانچہ قال یہودی کہیں کے جبکہ ہاتھ سے پکڑا اور قال برجلہ لیس کے جبکہ پاؤں سے چڑا وغیرہ الگ۔

فرض قول کے زور پر فرض کی توجیح کرنا ہر بات ہے اور لفظوں میں اس کا یا غرض کے متنی میں ہے۔ ان حدیث سے فرض کے بعد تولیہ کے استعمال کی کرہت پر استدلال کرنا درست نہیں اس لئے کہ جنس روایات میں ثبوت استعمال کا ذکر ہے چنانچہ حضرت قیس بن سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قیہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ حارے پاؤں تکریف لائے ہم نے آپ کے لئے غسل کا پانی رکھا آپ نے غسل فرمایا پھر میں نے آپ کو ایک کپڑا پہنایا جو عمران یاورس سے رنگا ہوا تھا آپ نے اس کو بدن پر لپیٹ لیا ظاہر بات ہے کہ بدن پر لپٹنے سے پل کپڑے کے اندر جذب ہو جاتا ہے، نیز حضرت معاذ کی حدیث میں ہے وہ کہتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ وضو کرنے کے بعد اپنے پیروے کو کپڑے کے کنارے سے پونچھ لیا۔ (رواہ الترمذی) تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ غسل یا وضو کے بعد رومال وغیرہ کا استعمال کرنا نہیں۔

حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ اس وقت ہیئت نہیں چاہی اس لئے استعمال نہیں کیا۔ اور اس کی مختلف وجہیں ہو سکتی ہیں جن کی تحصیل باب سابق کی حدیث کے تحت ہو چکی ہے اور بقول بعض متعین صاف اور بے خفہ بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے غسل کے بعد بیان جواز کے لئے منہ میں کا استعمال کیا ہے اور فرمایا کہ استعمال منہ میں ضروری نہ ہونے پر حبیہ فرمائی ہے۔

(وقفہ اعلم بالصواب)

امام مالک اور ثوری وغیرہ نے حضرت قیس بن سعد وغیرہ کی حدیث مذکور کی بناء پر تولیہ یا رومال کے استعمال کو غسل کے بعد جائز فرمایا ہے اور احناف بھی جواز کے قائل ہیں۔

باب وضوء الجنب اذا اراد ان يأكل

باب وضوء کرنا جبھی کا جبکہ وہ کھانے کا ارادہ کرے

احمد بن حنبل عن مسعدة عن سفیان بن حبيب عن شعبہ بن جابر عن حمزة بن عمرو بن علی قال حدثنا بعضی وعبد الرحمن بن سعید عن الحسن بن الحکم عن ابراهيم بن الاسود عن عائشة رضی اللہ عنہا قانت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان يأكل او یشرب وهو جنب توضأ زاد عمرو بن علی حدثہ وضوءاً للوضوءة

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب نہایت کی حالت میں جب کھانے یا پینے کا ارادہ فرماتے تو وضوء فرماتے تھے۔ عمرو بن علی کی روایت میں یہ بیرونی ہے کہ نہایت کے واسطوں طرح قبول فرماتے تھے۔

تشریح اس حدیث سے جازت معلوم ہوگئی کہ میں بغیر غسل کے کھا کرے اور وہ کھانے کا ارادہ کرتا ہے اس میں کوئی تباہی نہیں آتی۔ جنابت کی حالت میں کھانے اور پینے سے پہلے وضوء شرعی کا مکمل نفل کیا جائے کہ جبھی کھا کر اور پینے سے پہلے وضوء کرے۔ اور جمعہ کے نزدیک یہ وضوء واجب نہیں مستحب ہے۔ کیوں کہ دن خیر اور دن حرام نے اپنی کجی میں حضرت اہل شریعت رضی اللہ عنہم سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کریمہ ﷺ سے پوچھا یہ جنابت کی حالت میں ہم میں سے کسی نے نفل بغیر غسل اور وضوء اور جمعہ کے ساتھ کیا کرے؟ انہیں آپ نے فرمایا نعم وضوء حرام من ماء یہاں اور وضوء کرے اگرچہ تھوڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ وضوء بھی پر جبکہ وضوء چاہا ہے واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

باب اقتصار الجنب علی غسل یدیه اذا اراد ان يأكل

باب کفایت کرنا جبھی کا دونوں ہاتھوں کے دھونے پر جب وہ کھانے کا ارادہ کرے

احمد بن محمد بن عبد بن محمد قال ما عبد اللہ من ائمة بارک عن یونس عن الزہری عن ابی سعید عن عائشة رضى الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا اراد ان یشرب وهو جنب توضأ وضوءاً اذا اراد ان يأكل غسل یدیه

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب جنابت کی حالت میں کھانے کا ارادہ کرتے تو وضوء فرماتے اور جب کھانے کا ارادہ کرتے (جنابت کی حالت میں) تو دونوں ہاتھ دھو لیتے۔

تشریح اس حدیث کے راوی محمد بن عبید اللہ ہیں اپنی زہالی اسناد نہ ہیں اس حدیث سے سونے اور کھانے کی حالت کے درمیان فرق معلوم ہوا اور اس سے پہلے باب کے تحت کی حدیث میں کھانے اور پینے کا ایک ہی حکم بیان کیا گیا ہے تو دونوں حدیثوں میں شیخین اس طرح دی جائیں کہ دونوں مختلف حوالہ احادیث پر مضمون کیا کہ پینے کا کہ غسل احادیث میں بیان ہوا ہے کہ صرف دونوں ہاتھوں کے دھو لینے پر کفایت فرماتے اور انہیں انہوں میں کھانے سے پہلے نماز کے وضوء کی طرح وضوء فرماتے۔

باب اقتضار الجنب علی غسل یدیه اذا اراد ان یأکل او یشرب

جنبی جب کھانے یا پینے کا ارادہ کرے تو دونوں ہاتھوں کے دھونے پر کفایت کرنے کا بیان

احمد بن محمد بن نصر اخبرنا عبد اللہ بن یونس عن الزهري عن ابي سلمة بن عائشة رضی اللہ عنہ قالت
كنت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اراد ان ينام وهو جنب توضأ واذا اراد ان يأكل او يشرب فالت
غسل یدیه ثم تأكل او یشرب

ترجمہ۔ اگر آپ ﷺ سے روایت ہے، وہ فرمائی ہیں کہ رسول اگر نماز کے بعد یا جب کھانے یا پینے کے ارادہ کرتا ہے تو ہاتھوں کو دھو کر کھاتا یا پیتا ہے۔

تشریح اسے دو یا ان کے بعد کے ہاتھوں پر غسل ملتا ہے کہ وہ اپنی حدیث باب کے میں اور چنانچہ مصنف کے
مستدرک میں ان سے روایت کرتے ہیں کہ ایک لفظ اور شرب کا زور دہرا دیا ہے اس سے ترجمہ میں کہ اس کے ساتھ نہ شرب کا لفظ بڑھا دیا
ہے۔ اگرچہ اسے نہ شرب لفظ اور ایک اور حدیث میں اس کو اتنی ہی روایت آیا ہے کہ غسل پر پینے کے ساتھ غسل کرنے کا بھی ذکر
کونے یعنی جب غسل کرے اور پینے کی بات میں کہے کہ وہ اسے دھوئے تو دونوں ہاتھ دھو لیتے اور پینے کے ساتھ
کھاتے۔ اور اسی نے اس کو کھانے کے بعد غسل کرنا بھی لکھا ہے اس کی اس حدیث سے اس کی کفایت پر ہی کفایت پر ہی۔

باب وضوء الجنب اذا اراد ان ينام

باب جنبی کے وضو کرنے کا جب وہ سوئے کا ارادہ کرے

احمد بن محمد بن عبد القادر بن عبد القادر عن ابي شهاب عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن عائشة رضی اللہ عنہا
قالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا اراد ان ينام وهو جنب توضأ وضوءه وضوءة قبل ان
ينام

ترجمہ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرمائی ہیں کہ رسول اگر نماز کے بعد یا جب کھانے یا پینے کے ارادہ کرتا ہے تو ہاتھوں کو دھو کر کھاتا یا پیتا ہے۔

حبر۔ عییدہ بن سعید قال حدثنا حماد بن عبد اللہ قال اخبرني مافع عن عبد الله بن عمر ان عمر
قال يا رسول الله انما احب ان وهو جنب فلي اذ توضأ.

ترجمہ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کی بات سنی ہے کہ جب وہ سوئے کا ارادہ کرتا ہے تو ہاتھوں کو دھو کر کھاتا یا پیتا ہے۔

تشریح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث میرے شریعہ کے ساتھ روایت کی ہے لیکن اس میں "اذا توضأ" کا لفظ
نہ ہے۔ اس کے باب کی حدیث میں وہ بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے صریحاً "اذا توضأ" آیا ہے اس سے لکن جیبہ لکھی اور

واذا ظاہری اسناد زوال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر جنسی غسل سے پہلے سوئے گا اور ادھر تو اس کے لئے وضو واجب ہے، جمہور اگر وضو کے وجوب کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک وضو مستحب ہے اور مسلک جمہور کی تائید حدیث عرفیہ سے ہوتی ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اس میں آیا ہے "انما امرت بالوضوء اذا قمعت الی الصلوۃ" (قرارداد اصحاب السنن) یعنی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بطور وجوب کے مجھے وضو کا حکم دیا گیا ہے جس وقت نماز کا ارادہ کروں۔ اس حدیث عرفیہ سے واضح ہوتا ہے کہ جنسی پر سونے سے پہلے وضو واجب نہیں کیا کہ شارع ﷺ نے عصر کے ساتھ فرمایا کہ صرف ارادہ صلوٰۃ کے وقت وضو کا غسل ضروری ہے۔

نیز مسلک جمہور کی تائید ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن خزیمہ اور ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، اس حدیث میں آیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ مجھ میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سٹکا ہے آپ نے فرمایا "نعم و یوضا ان شاء" "ہاں سو سٹکا ہے اور اگر چاہے تو وضو کرے یعنی وضو شرطی کر لے اس سے معلوم ہوا کہ جنسی پر وضو واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جنسی ہوتے "ثم یسما ثم یستحبہ ثم ینام" پھر سو جاتے پھر جاتے پھر سو جاتے تھے اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور ملاطی قادری نے کہا کہ اس کی سند اچھی ہے تو اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جنسی کو بدن غسل اور وضو کے سو جانا درست ہے سونے سے پہلے اس کے لئے وضو ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔

باب وضوء الجنب وفصل ذکرہ اذا اراد ان ینام

جنسی کے وضو کرنے اور اپنی شرمگاہ کو دھونے کا بیان جب دھونے کا ارادہ کرے

احمرنا قیصہ عن مالک عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال ذکر عمر رضی اللہ عنہما لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ تعصب الجنابۃ من اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توہما و اھسل ذکرک ثم لم۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے ذکر کیا کہ اس کو یعنی مجھے رات کے کسی حصہ میں جنابت لاحق ہوتی ہے پس رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اچے ذکر کا عمل کو کرلو اور وضو کرلو پھر سو جاؤ۔

تشریح: اس حدیث میں حیضہ امر "توضو" "دارد ہوا ہے جو ان حجب مانگی اور ظاہری کا مسئلہ ہے ان کے نزدیک سونے سے پہلے جنسی کے لئے وضو واجب ہے لیکن جمہور اگر دوسرے دلائل کی بناء پر جنس سے وضو کا وجوب نہ ثابت ہوتا ہے اس حدیث میں حیضہ امر کو احتیاط پر محمول کرتے ہیں اور ہم نے مسلک جمہور کی تائید میں چکھلے عنوان کے تحت کچھ روایات بیان کی ہیں وہاں ملاحظہ کیجئے۔

امام محمد بن نے فرمایا کہ جو آپ وضو کا حکم جو پیش کیے لئے تھا وہ منسوخ ہو چکا ہے۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ راوی کی اور ابن عبد البر نے کہا کہ اس حدیث کے الفاظ میں مقدمہ و تاخیر ہوگی کہ ”نو حضا“ یعنی وضو کرنا تکمیل پر باعتبار مکمل ہو کر ہے اس کو مقدمہ کیا ہے اور نفس ذکر یعنی مکمل حاصل کر دھونے کا حکم جو وضو سے مقدم ہے اس کو مؤخر فرمایا ہے تو اگرچہ الفاظ حدیث میں مقدمہ و تاخیر مذکور ہے تو فی ہے لیکن مطلب رشاہد میں رکھا ہے کہ ”واغسل ذکرک و نو حضا“ یعنی اپنے عضو مخصوص کو وضو و وضو کر لو کیوں کہ ”واغسل ذکرک“ میں حرف الکاتر تیب کا لفظ مذکور نہیں ہے بلکہ وہ مطلق جمع کے لئے آتا ہے اور عقل بھی قضا کرتی ہے کہ نفس ذکر مقدم ہو وضو پر اور اگرچہ الفاظ حدیث میں مقدم و تاخیر کی جو بات کہنا ہے وہ اس حدیث کے دوسرے طریق پر نظر کرانے سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ ذہبی اور شعبہ نے عبد اللہ بن دینار سے اسی حدیث میں ”اعسل ذکرک و نو حضا“ کے الفاظ روایت کئے ہیں اور فرمایا اس کی اس حدیث کا کوئی کتاب نہیں کہہ کر بیٹھ رہا ابن حبان نے دوسرے طریق سے یہی الفاظ روایت کیے ہیں ”اغسل ذکرک لم یو حضا ثم ارفد“۔

غرض ان روایات میں ترتیب کی روایت کی گئی ہے کہ غسل ذکر مقدم ہے اس کے بعد وضو کا عمل ہے اور عقل و روایت کا قاضا بھی یہی رہتا۔

باب فی الجنب اذا لم یتوضأ

باب جنبی کا جھکے دو وضو نہ کرے

احمرنا سحن بن ابی اہم قال اخبرنا ہشام بن عبد الملک قال اخبرنا شعبہ ج و احمرنا عبد اللہ بن سعد قال حدثنا بحی عن شعبہ و اللفظ لہ عن علی بن ملوک عن ابی ذر عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن نوح عن ابیہ عن علی بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان لا تدخل الملائکۃ بیتا ف صورۃ ولا کلب ولا حنہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان رشتے اس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں جاندار کی تصویر ہو اور اس میں گھر میں جس میں کتاب ہو اور اس میں گھر میں جس میں جنبی ہو۔

تشریح عبد اللہ بن علی رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جنبی جب کھڑے ہوئے گا ارادہ کرے تو اس کے لئے غسل کرنا واجب ہے اور وضو کافی نہ ہوگا کیوں کہ جنبی کا وضو اس کو جنابت کی حالت سے نہیں نکالت لہذا اگرچہ وضو بھی کر لے پھر بھی جس گھر میں جنبی موجود ہوگا اس میں رستہ کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، حالانکہ است میں سے کوئی شخص حتیٰ کہ ظاہر یہ بھی وجوب غسل کے قائل نہیں اب مرنے پر حدیث کیا ہوگی تو اس بارے میں

علامہ خطابی نے یہ تاویل کی ہے کہ حدیث باب "لا تدخل المسلمانکة النجس" میں طہارت سے مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت اور برکت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ قہر اور غیر حسب سے کسی حالت میں جدا نہیں ہوتا ہے اور حسب سے وہ بھی مرد نہیں جس کو نہایت لالچ، زہی اور وہ شخص کہ یا ہو جو غسل جنابت کا پورا اہتمام کرے نہ ہو گھراس نے نماز کا وقت۔ اس نے تک غسل میں نہ خیر کر دی بلکہ "جنب" ہے وہ بھی مرد ہے جو غسل جنابت کے معاملہ میں سستی اور غفلت اور بے پرواہی کا فرکر ہو اور اس سے اس کی بدعت بنائی ہو تو ایسے شخص کے لئے بھی وہاں ہے جو حدیث میں مذکور ہے کہ رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جب کہ وہ گھر میں موجود ہو لیکن جو حسب غسل جنابت کا پوری طرح پابند ہو اور وہ نماز کی اہمیت وہ عمل کو مؤخر کر دے تو اس میں کوئی تباہی نہیں۔

اور مصنف نے ایک اور تاویل کی ہے جس کی طرف ترجمہ میں "اذا لم یوضأ" کی تفسیر اشارہ کیا ہے کہ مرد جب سے وہ بھی شخص ہے جس نے وضو نہ کیا ہو تو ایسے شخص جس گھر میں مرد جو سوگا اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے لیکن اگر وہ ضرورے تو اس صورت میں اس کی گھر میں موجودگی دونوں فرشتے سے مانع نہ ہوگی۔

حاصل کلام یہ کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بحالت جنابت ہوتے تھے اور اپنی بیویوں سے جماع فرماتے تھے ایک شخص کے ساتھ یعنی سب سے جماع کر کے ایک غسل فرمایا تھے اور بھی کو وضو کے ساتھ سونے کی اجازت دے دی اسی لئے حدیث باب کو اتنی خاص صورت پر محمول کرنے کی ضرورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اسی حدیث میں کتاب اور تصویر کے تحقق جو اشارہ فرمایا ہے کہ جس گھر میں کتاب اور تصویر موجود ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اس سے محمول نہیں بلکہ مرد وہ کہنے اور تصویر میں ہیں جن کا پانا اور کھانا منع ہے جیسے گھر میں تصویر جاندار کی تو وہ بلند جگہ پر ہو اور بلا ضرورت کتاب پالے تو ایسے گھر میں رحمت اور برکت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے لیکن اگر کتب حکار اور تحقیق وغیرہ کی حفاظت کے لئے پالے اور تصویر و رشت وغیرہ کی ہو اسی طرح جو تصویر و رشتہ کی جاوے تو وہ فرشتوں کے داخل ہونے سے مانع نہیں اسی طرح بھی سے ہر بھی مرد نہیں کہ اس کے گھر میں رہنے سے فرشتے کی آمد بند نہ ہوئے بلکہ وہ بھی مرد ہے جو ازراہ سستی کے ترک غسل کی حالت میں لے کر نماز کا وقت بھی گزرا جائے اور وہ بھی ایسا رہے یا مرد وہ بھی ہے جو وضو نہ کرے۔

باب فی الجنب اذا اراد ان یعود

جب جی جب دوبارہ جماع کرنا چاہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے اس کا بیان

الخبرنا الحسن بن حوین احمرنا سفیان بن عاصم عن امی السوکل عن ابی سعید رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اراد احدکم ان یعود فلیعود

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک بار جماع کرنے کے بعد دوبارہ جماع کا قصد کرے تو وضو کر لے۔

ابو ذر اور انس کی ایک روایت میں حدیث باب کے خلاف آیا ہے، ابو ذر اور انس کی روایت میں دوسرے وقت کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک وقت اپنی ازواج سے جنازہ فرمایا، اس روایت میں آئے یہ الفاظ ہیں: **بعضنا عند هذه وعند هذه** انہیں کے پاس بھی غسل فرماتے، اور اس کے پاس بھی۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تمام ہیوں سے جنازہ کے بعد آخر میں ایک غسل فرمائیے تو معاملہ غس کا آسان رہتا، آپ ﷺ نے فرمایا: **هنا** از کسی واطب واطھر کہ یہ یعنی ہر ایک بیوی سے جنازہ کے بعد جدا جدا غسل کرنے میں زیادہ پاکیزگی اور طہارت ہے۔

غرض کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک بیوی سے جنازہ کے بعد جدا جدا غسل کرتے تھے اور حدیث باب سے معلوم ہوا کہ سب سے جنازہ کر کے آخر میں ایک غسل فرماتے، اب دونوں قسم کی روایت میں تفریق یہ ہے کہ ابو ذر اور انس کی روایت صحابہ پر محمول ہے، نور حدیث باب جواز پر مبنی تفسیر ﷺ نے اپنے اس عمل سے تلاوت کی کہ ایک بیوی سے جنازہ کے بعد جب دوسری بیوی سے جنازہ کا خیال ہوتا تو درمیان میں بغیر غسل کے نہ دیکھتے، اس سے جنازہ جوڑ سکتے، اب وہی وضو کی بات کہ آپ نے دونوں جنازوں کے درمیان وضو فرمایا تھا، انہیں اس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ آپ ہر جنازہ سے وضو نہ ہونے کے بعد وضو فرماتے ہوں اور یہی احتمال ہے کہ بیان جواز کے لئے وضو بھی مذکور ہے۔ (واللہ اعلم)

یہاں پر ایک احتمال یہ ہے کہ یہ واقعہ جو حدیث باب میں مذکور ہے، قسم مبنی باری کے خلاف ہے کیوں کہ اسی خاص شب میں تو کسی ایک بیوی کی باری ہوگی۔ بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ باری حضور ﷺ کے لئے واجب نہیں تھی جیسا کہ تقدیر ازواج کی آپ کے لئے نہیں تو اگر آپ ﷺ نے اسی خاص شب میں تمام ازواج سے جنازہ کیا تو اس سے تو کہ واجب لازم نہیں آیا۔

لیکن اکثر علماء نے کہا کہ حضور ﷺ پر نوبت مقرر کرنا واجب تھی اس صورت میں یہ جوابات دینے گئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ایک رات میں تمام زوجوں سے جنازہ کرنا نوبت کے وجہ سے پہلے تھا، بعض نے جواب دیا کہ ایک دور اہتمام ہونے کے بعد دوسرا دور شروع ہونے سے پہلے ایسا کرنا مطلقاً جائز ہے، ثوکانی نے لکھا کہ حافظ علامہ ابن عبد البر نے حدیث کے یہ معنی لئے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ایک شب میں تمام ازواج سے جنازہ فرمانا اس وقت واجب کہ آپ ﷺ سفر سے تشریف لائے اس وقت ازواج مطہرات میں سے کسی کے لئے نوبت مقرر نہ ہونے کے سبب باری واجب نہ تھی لہذا اس وقت تمام زوجوں سے جنازہ فرمایا پھر اس کے بعد قسم کے مطابق دور کا سلسلہ شروع فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

کہوں کہ وہ سب ازواج آزمودہ تھیں اور حضور ﷺ کا طریقہ ان سب میں عدل باہتمام کا تھا کہ یکے کی باری کے وقت میں دوسری بیوی کے پاس نہ جاتے تھے۔

فیض الدہلوی (۱/۲۵۵) میں ہے کہ علامہ انور شاہ صاحب شیعری نے فرمایا کہ یہ واقعہ جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے، نبیؐ ابو ذر کے موقع پر ایک شربت پیش آیا کہ اس موقع پر تم جو یاں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ نے مناسب جانا کہ احرام نہ ہننے سے پہلے ازواج کا حق ادا فرمائیں اس لئے جنازہ کی یہ صورت اختیار فرمائی تاکہ تمام ازواج مطہرات جنازہ

اور فرمایا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ راوی کے الفاظ "کان مبطرف" سے شہید ہوتا ہے کہ آپ اس پر مدعا دیتے فرماتے تھے۔ ہم کہیں گے کہ اگرچہ راوی کے الفاظ متلازم ہیں کہ جہاں کی یہ صورت آپ ﷺ کی مدعا دیتے تھی لیکن میرے نزدیک واقعہ کا ابتداء کرنا زیادہ بہتر ہے کیوں کہ غرض میں سوائے اس واقعہ کو روئے کوئی اور واقعہ جانا پس گیا ہے ہذا اس واقعہ کو اس کے مورد عمل پر محدود رکھا جانا چاہئے۔ ابن حبان نے کہا کہ لفظ کان لفظا لغت استمرار پر دلالت نہیں کرتا ہے کیوں کہ وہ لوگوں سے ماخوذ ہے مگر اس سے باعتبار عرف استمرار سمجھا جاتا ہے خاص کر جب کہ اس کی خبر مضارع ہو۔ میں کہتا ہوں ابن حبان کی یہ بات درست ہے مگر میری تفسیر یہی ہے کہ یہ واقعہ کو روئے والودغ کے موقع پر صرف ایک ہی مرتبہ واقع ہوا ہے۔

باب حجب الجنب من قراءة القرآن

باب اس بیان میں کہ جنبی کا قرآن پڑھنے سے روکنا

الخبرنا علي بن حجر قال أخبرنا اسماعيل بن ابراهيم عن شعبة عن عمرو بن مرة عن عبد الله بن سلمة قال انبت علينا ما ورحلان فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصرح من الخلاء فيقرأ القرآن ويأكل مما للمحرم ولم يكن يعجبه عن القرآن شئ ليس الجنابة.

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں اور دو آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ بیت الخلاء سے نکلے تو قرآن کریم پڑھتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے تھے اور آپ کو قرآن پڑھنے سے سوائے جنابت کے کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔

احمد بن محمد بن احمد ابو يوسف المصنف لابی الربیع قال حدثنا عيسى بن يونس قال حدثنا الأعمش عن عمرو بن مرة عن عبد الله بن سلمة عن علي بن فضال قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ القرآن على كل حال الا الجنابة.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ سوائے جنابت کی حالت کے ہر حال میں قرآن پڑھتے تھے۔

تشریح: حدیث کے راوی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور کوئی ہیں ان کو حافظ ابن حجر نے صدوق کہا ہے تقریب میں، مگر ان کے ہدف میں تفسیر آیا تھا ان کے ساتھ دو آدمی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے وہ کون تھے نہائی کی روایت میں بطور مجہول بیان ذکر کئے ہیں۔ ابو داؤد میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک شخص ہم میں سے یعنی نبی مراد میں سے تھا اور دوسرے کے بارے میں غالب ظن یہ ہے کہ وہ نبی مراد میں سے تھا۔

"ولم یکن یعجبه عن القرآن شئ لیس الجنابة" علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ زرکشی نے تخریج میں کہا کہ یہاں پر لیس بمعنی غیر ہے، اور ہزار نے کہا کہ بمعنی آقا ہے اور اس کی تائید ابن حبان کی روایت سے ہوتی ہے اس میں "الا الجنابة" آیا ہے اور ابن حبان کی

ایک روایت میں "اما حلال الجہاد" آیا ہے۔

خامسہ مئی ہے کہ اگر "وہم یکن یحجہ الخ" حدیث میں جوہد فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو قرآن پاک کی تلاوت سے کوئی چیز نہیں روکتی تھی مگر جہاد میں عوام بھی سے مراد وہ اصول ہیں کہ ان میں عقل تلاوت قرآن کو جائز سمجھیں ہے وہ نہ پیشاب و پاخانہ کی حالت میں جہاد کے لئے نہیں چوکندہ ان دونوں حالتوں کا وہم مگر اس سے خارج ہے جہاد قبلہ عقل کے حالات ہے اس لئے شہاد کی ضرورت نہیں۔

اب حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن محدث کے لئے تو جائز ہے لیکن جہاد کے لئے کہ منوع ہے جس پر حدیث واضح صریح و اہل ترویج ہے اور یہی مجموعہ ائمہ سب سے کہ ان کے نزدیک نبی کے لئے قرآن پاک کی قرأت غلوہ شہوئی و یازید و قصہ تلاوت قرآن جائز نہیں ہے کیوں کہ تعلیم قرآن کا مقصد یہ ہے کہ جہاد والے و قرآن قیمہ کی تلاوت ممنوع ہو حدیث باب کے علاوہ بھی احادیث میں من سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد والے قرآن پڑھنا ممنوع ہے اور اگرچہ یہ احادیث ضعیف ہیں لیکن تفسیر قرآن کی وجہ ان کے اندر تو قیود و ہدایتی اور مسر لفظ کے درجہ میں نہ ہو نہیں اور حدیث حسن فقیر و امام میں جہت ہے۔

لیکن یہ تو حضرات قول جہاد کے برعکس تھے چنانچہ امام بخاری الطبری ابن مبارک و ابوداؤد غابری نے جہاد والے کو تلاوت قرآن کی اجازت دی ہے۔ یہ حضرات صحیح مسلم کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "کان ینذکر اللہ عنی کل حیوانہ" ان کی بنا پر یہ حضرات کہتے ہیں کہ جب حدیث سے معلوم ہو کہ حضور اکرم ﷺ ہر وقت اور ہر حال میں ذکر الہی کرتے تھے تو قرآن بھی پڑھتے جو ہر وقت آپ ﷺ تلاوت فرماتے تھے جہاد معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی تلاوت سے نہیں روکا گیا۔

مجموعہ ائمہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ باب کی حدیث نہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ خاص ہے اور یہ حدیث "کان ینذکر اللہ عنی" عام ہے اور خاص کی موجودگی میں عام سے استدلال صحیح نہیں لہذا ذکر غیر قرآن کے مرتجع خاص کرنا چاہئے گا کہ دونوں قسم کی احادیث میں تحقیق حاصل ہو جائے۔ اور امام بخاری نے غیبی کے لئے تلاوت قرآن کی جواز جہاد دلی ہے اس پر اپنی کتاب میں جو ائمہ نے فقہاء یا محدثات کے کوئی تحریر صریح پیش نہیں کی۔

باب معاسة الجنب ومجانسته

جنبی سے ہاتھ ملانا اور اس کے پاس بیٹھنا

احیو نا اسحق بن ابوالہیثم احیو ماجویر عن لشیاسی عن ابی بردہ عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا لقی الرجل من اصحابہ ماسحاً ودعاہ قال فربنا ہو ما فکرة فحدثت عنہ ثم اتیتہ حبساً وارتفع السہر فقال لنی ذابتک فحدثت عسی فقلت ای کنت جنباً فحدثت ان تمسی فقال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسلم لا یجس۔

حضرت ذہب رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب رسول اکرم ﷺ اصحاب میں سے کسی شخص سے ملے تو اس سے بعد فرماتے اور اس کے لئے وہ فرماتے حضرت ذہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو ایک دن صومرہ نامی ایک بھیر میں ایک طرف کوہت کیا پھر بعد غسل کے ان چہلے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو دیکھا تھا پھر تم ایک طرف ہٹ گئے میں نے کہا کہ میں بھی تم اس لئے آ رہا ہوں کہ آپ کہیں مجھے سے مصافحہ نہ کریں اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کا ایک نہیں ہوتا۔

احمد بن الحنفی بن منصور بخاری یحیی قال حدثنا صفیان قال حدثنی واصل عن ابی وائل عن عبد اللہ بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نقیہ و هو جنب فاہوی الی فقلت ای حب فقال ان المسلم لا یجس۔

حضرت ابوالنضر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہوئی اور میں جنبی تھا آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا میں نے کہا کہ میں جنبی ہوں اور آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان پاک نہیں ہوتا۔

احمد بن حنبلہ بن سعید قال حدثنا یحیی و هو ابن المغنزل قال حدثنا حمید بن بکر عن یحیی بن زافع عن ابی ہریرۃ بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقیہ فی طریق من طرق المدینۃ و هو جنب فالتسل علیہ فاعتسل فغسلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما جاء قال ای کنت یا ابا ہریرۃ فقال یا رسول اللہ انک لفتنی واما جنب فکفرحت ان احال ملک حتی اغتسل فقال سبحان اللہ ان المؤمن لا یجس۔

حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستہ میں نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہوئی اور میں جنبی تھا اس لئے چپ کر غسل کرنے کے لئے نکل گیا اور اس دور ان نبی کریم ﷺ نے نچھ کرنا پایا پھر جب میں آپ کی خدمت میں آیا تو غریبوں پر رحم کرنے میں نے کہا یا رسول اللہ جب آپ سے میری ملاقات ہوئی اس وقت میں جنبی تھا اس لئے میں نے آپ ﷺ کے پاؤں چمکے تو ان کو نواہر بھجوا ہاں تک کہ غسل کر لوں حضور ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ و تک مسکن پاک نہیں ہوتا۔

تفسیر صحیح ان المسلم لا یجس: یعنی نہایت نجاست ممکن ہے اس لئے وہی حقیقت پاک نہیں ہوتا اور غسل کا جو تقوید دیا گیا ہے وہ امر تعہدی ہے اس لئے اگر غیر جنبی شخص کے ساتھ مصافحہ وغیرہ نہ کرے تو جہالت کا اثر اس کے اندر بہت نہیں رہتا بلکہ جنبی کے ساتھ نجس لگتی مصافحہ کرنا بھلا بیٹھا وغیرہ ذالک اور کے ساتھ جائز ہے اس میں شرعاً کوئی قہرست نہیں۔

دوسری روایت میں آیا ہے فاہوی الی یعنی جب نبی کریم ﷺ سے حضرت ذہب رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی اور وہ

جیسی تھی تو حضور ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی طرف ہاتھ بڑھائے مصافحہ کی فضا سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جیسی ہوں حضور انور ﷺ نے فرمایا مسلمان جس نہیں ہونا چاہی بوجہ حدیث کے کسی مسلمان کو ناپاک نہیں کہا جاسکتا اگر مسلمان جیسی بھی ہو تب بھی اس کو ظاہر و باہر کے اعتبار سے ناپاک نہیں کہا جائے گا اس نے اس سے مصافحہ کرنے اور اس کے ساتھ میلہ کر کے باتیں کرنے وغیرہ کی اجازت ہے جنابت و کبہ کی نفاست ہے جس کا تعلق مخصوص امور سے ہے۔ بظاہر دوسری روایت اور پہلی روایت کے درمیان منافات ہے کیوں کہ پہلی حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ غسل سے فارغ ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو اس وقت حضور ﷺ سے گفتگو ہوئی اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بحالت جنابت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی تو اس وقت انہوں نے حضور ﷺ سے گفتگو فرمائی۔ لیکن فی الواقع کوئی تعارض نہیں کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ چپے سے ایک طرف ہٹ گئے آپ ﷺ سے کوئی بات نہیں کی پھر جب آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ میں نے تم کو کچھ اچھا کیا بات ہے نہ پچھلے سے نکل گئے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ”اے نبی! جسے جسے انہی کے پاس آئے اس روایت میں اختصار سے کام لیا ہے پوری بات نقل نہیں کی۔ اور اس اختلاف کو اختلاف و افتاد پر محمول کر دینی بات ہے۔

اسی طرح کہ دونوں قسم کی روایات میں منافات مذکورہ اس صورت میں ہے جبکہ بنو عبد اللہ کے من مذہب ہو جائے یا کہ شیعہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس حدیث باب کے پیش نظر ملا۔ اس بات کو مستحسن سمجھتے ہیں کہ جب شاگرد شیخ کے حلقہ اور مجلس میں بیٹھے تو صاف سحرے کپڑے پہن کر اور مضر و خوشبو کا تو بیچے کیوں کہ اس میں علم اور اہل علم کی تعظیم و توقیر ہے۔

باب استخدام الحائض

اس بیان میں کہ حیض والی عورت سے خدمت لینے کی اجازت ہے

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا يحيى بن سعيد عن يزيد بن كيسان قال حدثني ابو حازم قال قال ابو هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد اذا قال يا عائشة ناوليني الثوب فقلت اني لا اصلي قال انه ليس في يدك فناولته.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب مسجد میں اعکاف کی حالت میں تھے اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا مجھ کو کپڑا دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نماز میں پڑھتی ہوں حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ جس تہا سے ہاتھ میں نہیں ہے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو کپڑا دیا۔

اخبرنا قتيبة بن سعيد عن عبيدة عن الاعمش عن واخبرنا اسحق بن ابراهيم اخبرنا حمير عن

الاعمش عن ثلث من عبید عن القاسم بن محمد عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناولی الخمر من المسجد قلت اسی حائض فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیست حیضک فی بدک

حدیث ۱۰۸۰ بخاری ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ وہی چٹائی دے وہی کچھ سے اہل بیت رضی اللہ عنہم نے کہا کہ میں صعد اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔

احمد واسحق بن ابراہیم قال حدثنا ابو معاویہ عن الاعمش بعد الامانة منه

تشریح باب کی حدیث میں جو صورت مذکور ہے اس میں کوئی تکلیف نہیں ہے اور اس کو یہ نہ کہتے ہیں پہلی

حدیث میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں مشغف تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اسے عشاء چھینے کیلئے آئے۔ حضرت خرومیں وہ کھڑکی کے راستہ سے آئے۔ لیکن چونکہ حضرت عائشہ اس وقت حاضر تھیں چنانچہ وہ کھڑکی پر ہی "اسی لا اصلی" کے کلمہ نماز میں پڑھتی ہوں اس سے نبیوں نے جہل کی طرف اشارہ کیا۔ میں مانعہ ہوں اس لئے کہ جو باہر کھڑکی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچے وہ غصہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے بیس ہی بدک کہہ کر غصہ نہ کرے۔ تو میں نہیں بتاؤں کہ غصہ کی طرف سے یا غصہ سے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھڑکی کے راستہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ دیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ نولیس الجہد من المسجد الخ "طبری نے کہا کہ یہ پھولے پہلے کو کہتے ہیں جو گھجور کے پھول سے بنایا جاتا ہے، اس کو خرومیں لے کر جاتا ہے کہ عمارت مسجد اس کے ذریعہ سے نماز کی ہے۔ کچھ اور یہ بتائی کہ زمین کی حرارت اور اس وقت سے قفطہ کا قمار اور اگر چٹائی پانی ہو جس پر نماز کی کھڑکی سے اور مسجد بھی کہ کھڑکی والے گھجور سے ہیں اور وہی حرج زہری نے تہذیب میں اور ابو یوسف برونی وغیرہ نے کہا۔

دوسری بحث یہ ہے کہ من المسجد "کا معنی اس سے ہے۔ واقعی عیاض کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قال ہے۔ متعلق ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات مسجد سے فرمائی تھی کہ اسے عائشہ رضی اللہ عنہا حیرت سے منسوس ہے۔ وہ اس کو غصہ کرنے کے بعد صاف منہ سے فرماتے ہیں یہ تقریر کا صحیح معنی اس کی خود رائے میں ہے حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ وہ رائے مختلف ہے اور من المسجد کا معنی نہ لینی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیرت میں تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کچھ مسجد سے منسوس دیا وہ اب ہاں کہہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خیال میں مسجد کے اندر سے منسوس لے کر دینے کی صورت زیادہ مانعہ دہ ہے یا نہت میں صورت کے کہ مسجد کے باہر کھڑکی کے راستہ سے آپ کو کچھ دیا جائے اس لئے انہوں نے مانعہ ہونے کا ذکر کیا۔ یہ ہے جیسا کہ اس کا ظہار بار سے اپنے کی صورت میں آیا تھا۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا "اسی حائض" تو شرط وغیرہ نے اپنے اجتہاد سے سمجھا کہ جس طرح منسوس والی صورت مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اسی طرح اس کے لئے اجتہاد جو بھی مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کے اس اظہار میں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۔ اے مومنین! تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا ہے۔

اس وقت غازی پورہ کے ایک مسلمان صاحب نے ایک اخبار میں ایک مضمون لکھا تھا کہ ایک مسلمان نے ایک عورت کو اغوا کر لیا ہے اور اسے اپنے گھر میں رکھ لیا ہے۔ یہ خبر سنا کر ایک مسلمان نے اسے بلوایا اور اس سے کہا کہ اگر وہ عورت کو اغوا کر لیا ہے تو اسے اپنے گھر میں رکھ لے۔

باب في الذي يقرأ القرآن ورأسه في حجر امراته وهي حائض

باب ۱۱ شخص کے بیان میں جو پناہ اسرائیلی بیوی کی گواہی دے گا کہ خواتین قرآن کرتے ہیں اور مخالفین وہ بیوی کا گواہ ہے۔
 احادیث صحیحہ میں اس گواہی سے حرج و مضطربہ احقر نا مضطربہ عن متنبور عن امه عن
 عائشہ رضی اللہ عنہا انہا روى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجر اسماء وھی متنبور وہو یقول
 ۱۱

مفسرینی دل و دماغ کے اس وضع میں نہ پہنچا۔ وہ اپنے سوتیلی بھائی کو کہہ کر اس کے پاس پہنچا۔ وہ سب سے پہلے اس کے دل میں اس حال میں کہ وہ سوتیلی بھائی کو کہہ کر اس کے پاس پہنچا۔

۱۔ ہوتے ہیں کہ متعلقہ باب پر غماز ہے کہ نہ صرف ان کی نفسی حالت پر غور ہے۔ بلکہ ان کی جسمانی حالت پر غور کیا گیا ہے۔ ان کی طبیعت پر غور کیا گیا ہے۔ ان کی زندگی پر غور کیا گیا ہے۔ ان کی تعلیم پر غور کیا گیا ہے۔ ان کی تعلیم پر غور کیا گیا ہے۔

باب غسل الحائض رأس زوجها





باب - محض وانی عورت کا بچہ شوہر کا سر دھو دینا

احمد بن عسکروہیں عسکری خاندان سے تھے۔ ان کا تعلق خاندان سے تھا۔ ان کے والدین نے ان کو علم و ادب سے بہت زیادہ دلچسپی دے رکھی تھی۔ ان کے والدین نے ان کو علم و ادب سے بہت زیادہ دلچسپی دے رکھی تھی۔ ان کے والدین نے ان کو علم و ادب سے بہت زیادہ دلچسپی دے رکھی تھی۔

احمرنا محيذاً من سينه قال حدثتني وقتئذ عروة بن الحارث وذكر احمر علي ابن الانباز عن
عبد الرحمن بن عوف قال قلت لابي بصير انه صبي اشد عليه يسلم بحر ج الذي راسه من السجود وهو
مجاناً فاسيله وابا حنيفة

مذکورہ بالا بیانیہ کے تحت یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ مولانا صاحب نے اپنے اس بیان میں جو کہ اس وقت کے حالات اور حالات میں اس مسجد سے پہلی بار اس بات پر غور کیا کہ اس مسجد کی حالت اور اس کی تعمیر کی ضرورت تھی۔

احسرت قتيلة من سعيه حين هالكت عن هضام من عذراء علي بن ابي عن عائشة رضي الله عنها فالتفت حكت ارجلها

میں واقعہ سے کات کات کر ان بڑی میں سے گوشت کھاتی پھر میں اس کو کھڑی اور خیر مایہ امٹوا دوں گا اس کو پتہ بھر
 آپ  اسی نیکہ سے کھاتے جہاں سے میں نے کھایا تھا اور آپ  پنے کما چڑھتا اور خود پنے سے پہلے اس میں
 میرا اکیسوا کا تے اور میں اسی کو کھتی اور اس سے جتنی پھر اس کو کھتی اور یہی کریم  اس کو لیتے اور آپ  اس کو پیات
 کی اس چہرہ پر ہر گھڑی جہاں سے میں نے جاتا تھا۔

اخبرنا ايوب بن محمد الدوراني قال حدثنا عبد الله بن جعفر قال حدثنا عبيد الله بن عمرو عن
 الامام عمن عن الصادق عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفتح
 فاه على الموضع الذي اشرب منه فيشرب من فضل سؤري وانا حاض.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمائی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنے منہ سے یہ بات کہیں کہیں نہ فرماتے تھے جس سے میں جتنی بھرتی ہو رہی ہوں، وہاں سے نہ فرمائی ہوگی۔

تشریح یہ دو طور میں اپنی حیض والی عورت کے پاس نہیں بیٹھتے تھے اور نہ اس کے ساتھ کھاتے اور بیٹھتے تھے دین اسلام میں ان دو طریقہ عقد ہے ان کے فیصل میں نہیں، ان عورت کا جنس نہ جو ہے جو جسم پاک ہے جو لہذا عقد جنس صحیح اور انقضائے دست نہیں کیاں نہ عقد عتہ باب کے الفاظ "فما عتق منہ ثم ائمنه فبإخاذه الخ" اسی طرح "لبضع لہ علی الموصوع الذی یلخ" الفاظ سے معصوم ہوتا ہے نہ عاتقہ کے اعضاء باجمہ اور نہ وہ غیرہ پاک نہیں ہیں اور اس کے ساتھ کھانا پینا اور بیٹھنا سب جائز ہیں ان سے اعلا نے بعضی والی عورت کے ساتھ ایک اچھا اور نہ سب طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے کہ سونے جاگنے نہ کے ساتھ کھانے پینے اور عیادت وغیرہ سب کام کی اجازت ہے۔ لہذا امام ابو یوسف کی طرف جو کوس منسوب لگا کر ہے کہ عاتقہ کا بدن پاک نہ ہے وہ درست نہیں ہے۔

فرض یہ کہ پیغمبر ﷺ نے اپنے اس من سے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث باب "کسان و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصرہ فہا الع" میں نقل کیا ہے ہم جو ان کو بیان فرمادیا کہ وہ ظنیہ کا جو ٹھکانہ پاک ہے اور اس کا کھانا چاہتا ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان فرماتی ہیں کہ میں وہ ظنیہ ہونے کی حالت میں جس جگہ سے چلی تھی اسی جگہ پر منہ رکھ کر حضور اکرم ﷺ میرا ہاتھ نہمہ پیتے تھے۔ یا آپ ﷺ نے یہ کھانے اشیاء شفقت و محبت کی خیر سے کیا ہے جس سے اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ خیر و فی محبت سے بالکل یہ انقطاع نہ کر دیا جائے بلکہ ہر نفس اپنی جائزہ بندی کے ساتھ خوشوار اور بالشفقت زندگی بسر کیا کرے۔ یہ وہ غیر کاظمی اقتدار نہ کرے اور اسر حالانہ طریقہ ہے۔

باب الانتفاع بفعل الحائض

حاکم نے جو بقیہ چھوڑا ہے اس سے انتفاع کا بیان

أخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا قتيبان عن مسعر عن الجعفي عن بن شريح عن أبيه قال سمعت

عائشہ رضی اللہ عنہا یقول کہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بناولنی الاتاء فاشرب منه وانا حائض لم اعطیہ فیشری موضع لمی فیضعہ علیہ

شری میں ہاں کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مجھ کو برقع دیتے تھے یہاں میں سے جتنی مالانکہ میں ہانڈ دیتی پھر میں حائضہ ﷺ کو دیتی اور آپ ﷺ اپنا منہ اس جگہ پر رکھ کر پیے کو پسند فرماتے تھے جہاں سے میں نے پیا تھا۔

اخبرنا محمود بن عیلاق قال حدثنا وکیع قال حدثنا مسعر وسفيان عن المقدام بن شريح عن ابيه عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کنت اشرب وانا حائض وانا ولہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیضع فاه علی موضع ففی فیشر ویتعرق العرق وانا حائض وانا ولہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیضع فاه علی موضع لمی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے پیئے کی چیز جتنی بھی مالانکہ میں ہانڈ دیتی پھر میں وہ جمود نبی کریم ﷺ کو دیتی آپ ﷺ اپنا منہ میرے منہ رکھنے کی جگہ پر رکھتے پھر پیئے اور میں گوشت کی ہڈی چوستی حالانکہ میں حائضہ دہی ہوتی ہوتی اور میں وہ ہڈی نبی کریم ﷺ کو دیتی آپ ﷺ اسی جگہ منہ رکھ کر ہڈی سے گوشت کھاتے ہیں میں نے کہا یا تھا۔

تشریح عرق اس ہڈی کو کہتے ہیں جس کا اکثر گوشت اتار دیا گیا ہو اور قحوظ سا گوشت اس پر باقی رہ گیا ہو قحوظ گوشت پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھاتی تھیں حالانکہ وہ حائضہ ہوتی تھیں پھر اس ہڈی کو نبی کریم ﷺ لیتے اور آپ ﷺ اس کے گوشت کو اس جگہ سے کھاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا تھا اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ کا غسل یعنی بیس ضرور و پاک ہے لہذا اس سے انتفاع یعنی اس کا کھانا پینا جائز ہے۔ اور ان میں سے انسانی وغیرہ نے حیض والی عورت کے ساتھ مواکاتہ و مشارکہ کے جواز پر اسے قائل نہیں کیا ہے۔

باب مضاجعة الحائض

حیض والی عورت کے ساتھ پیئے کا بیان

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا حماد قال حدثنا هشام ح و اخبرنا عبيد الله بن سعيد واسحق بن ابراهيم قالوا حدثنا معاذ بن هشام واللعط له قال حدثني ابي عن يحيى قال حدثنا ابو سلمة ان زيب بنت ابي سلمة حدثتہ ان ام سلمة حدثتها قالت بينما انا مضجعة مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخیملة اذ حضرت فانسلت فاخذت لیاب حضرتی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انقضت قمت نعم فلدغانی فاضطجعت معہ فی الخیملة۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جبکہ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اولی چادر میں لیٹی تھی تو وہاں تک مجھے غسل آتا

شرع کو نہیں لئے جس پیکے سے نکل گئی اور بڑے شخص کے وقت کو پڑے پیٹے کے ہوتے ہیں دو تین گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تجھے شخص شروع ہو گیا جس نے کہا ہاں بھلا آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور میں آپ ﷺ کے ساتھ چاروں میں سے گئی۔

اخبرنا محمد بن العسی قال حدثنا بعض من سمع عن جابر بن عبد الله عن جابر بن عبد الله عن عاتشة رضی اللہ عنہا قالت كنت انا ورسول الله صلى الله عليه وسلم نبيت في الشعار الواحد، انا طامت او لا، ثم قد اصابه مسي شني غلب، ولم بعده وصلي فيه ثم يعود فان اصابه مسي شني فعن مثل ذلك ولم بعده وصلي فيه

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول کریم ﷺ ایک ہی گزے میں رات گزرتے تھے حالانکہ میں عاصہ بنتی بچہ کرکھ سے بچوں میں آپ ﷺ کے گزے کو ٹک جاتا تو صرف اسی تہ کو دیکھ لیتے یہاں خون لگا ہوا جس سے نہ نہ اور نہ بچاؤ کو نہیں دھوتے اور اسی وجہ سے اس کے گزے میں سارے جتنے بچے بچر آپ ﷺ کو زیادہ دیر سے ساتھ آتی پڑے میں لیت ہاتے یا بچہ کرکھ سے کوئی نجاست خون کی حضور ﷺ کے گزے پر لگ جاتی تو آپ اس کو دھوتے اور علاوہ کئی نجاست کے زیادہ جگہ کو نہیں دھوتے اور اسی گزے میں فرما پڑتے۔

تشریح پہلی حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں آیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب مجھے شخص شروع ہو گیا تو میں نے یہ کام کیا "فانسلت فاحذت ثياب حيضتي" میں پیٹے سے چادر کے اندر سے نکل گئی اور اس سے نکل گئی کہ حالت حیض میں ایک ہی چادر میں ان کی حیضت نے نہی کریم ﷺ کے ساتھ لینے کو کرنا نہیں کہا یا ان کو اس کا اندیشہ نہ کیا کہ شخص کا خون حضور ﷺ کے بدن یا گزے کو ٹک ہوئے گا اس نے پیٹے سے کھٹک نہیں اور اپنے شخص کے گزے سے اپنے اس سے وہ گزے سے مراد میں جو حیض کے ایام میں پہننے کے لئے تیار کر رکھے تھے اس معنی کے خون سے نکلنا حیضی کو حاء کے کمرہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ عاتشہ رضی اللہ عنہا اور علامہ نووی نے اسی وترجہ دی ہے اور بعض شارحین نے ماوراء النہر کے ساتھ پڑھتے ہوئے ترجہ دی ہے اس لئے کہ بعض روایات میں بغیر حاء کے بعض کا لفظ آیا ہے تو اس فقرہ پر جو معنی ہوں گے "احضت ثيابي المني البسها من الحيض" کر میں۔ نہ وہ گزے سے لینے جو حیض کے زمانہ میں استعمال کرتی ہوں۔

بہر حال جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے چادر کے اندر سے پیٹے سے نکل کر زمانہ حیض کے گزے سے پہن لئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "انسلت" اسی احضت کیا تمہیں حیض آ گیا میں نے عرض کیا کہ ہاں حیض شروع ہو گیا ہے یہاں پر شارحین رحمہم اللہ نے نفاس کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے انسلت فرمایا اس سے حیض مراد ہے۔ اما وارث میں نہیں حیض پر نہ اس کا لفظ استعمال کیا گیا اور نہیں نفاس پر حیض کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے واضح تعالیٰ الم اعصاب اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ حیض وہ نفاس دونوں نے اس کام بھاش و لغو کی ممانعت کے سلسلہ میں ایک ہیں اور جب دونوں کے حکام مشترک ہیں تو حیض پر نفاس اور نفاس پر حیض کا جو لفظ بولا گیا ہے اس میں کیا اشکال ہے۔

علامہ خطابی نے فرمایا کہ لفظ "انسلت" "نوں کے زبرد اور طام کے کمرہ کے ساتھ ہے جو معنی "احضت" کے ہے

جس نے نبی حبیب کوئی عورت چھس جانی ہوئی ہے تو کہنا ہوتا ہے "نفست العرفہ"۔ اور نفست ان کے ضمیر کے ساتھ رہتا ہے اور ان کے عقلی میں استعمال ہوتا ہے۔ ان کا اس خبر نے کہا کہ یہی قول اکثر میں لفت کا ہے۔ لیکن ابو حافر نے، معنی سے نقل کیا ہے کہ جنہیں اور ازادوں ان کے لئے ضمیر ان کے ساتھ "نفست العرفہ" کا استعمال درست ہے۔

برہمائی اس۔ بٹ میں تغیر **کائنات** کا ارتداد **الفلسفہ** کے عقلی اخص کے پر کو آپ **علی** نے حضرت ام
علیہ **علیہ السلام** کے دریافت فرمایا تمہیں بعض عقائد نہیں۔ تم جواب دیا مئی بائیں پھر ہادی کیا اس کے بعد وہ فرمائی جس کہ
عضو **علی** نے مجھے پایا اور میں آپ **علی** کے ساتھ چہ در میں بیٹ گئی اس سے مضمون سا کہ قرن پاک کے ارتداد
و **عقائد** و **النساء** ہی **المحیط** کہ کے پرمئی ہرگز نہیں کہ بعض وئی صورت۔ بے باطل تعقبات قسم کر لئے جائیں یہ وہی ہر کہ
طریقے جو کمالا یہ طریقہ ہے بلکہ جماعت **الاعتقاد** یعنی **طریقہ** درست کا تصور ہے باقی اپنے ہر حصہ وئی کے ساتھ **نفسا** ہونا کھانا
اور چنا۔ سب کی اعانت ہے۔

دوسری حدیث جس میں نبی کریم ﷺ کا منہ سے نکلنے والا مادہ مذکور ہے کہ اس کا اصل بھی وہی ہے جو اوپر کی حدیث میں مذکور ہوا۔

باب مباشرة الخاضع

حاضرہ کے بدن سے بدن ملانے کا کیا حکم ہے اس کا بیان

اے نبیؐ! کہ جس نے اللہ کی قسم یاد کر لی کہ میں اس کو اپنے لیے نہیں چاہتا، تو وہ جنت کا رہائشی ہے۔

احقرنا الحق بن ابراهيم ان جبرير عن منصور عن ابراهيم عن لاسود عن عائشة رضي الله عنها قالت كانت احدا اذا حضرت امرها رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تترك ثم يغتوضها.

حضرت عائشہ رضي الله عنها فرماتی ہیں کہ جب ہم بیویوں میں سے کسی نبوی کو غسل شریعہ ہوتا تو ہمیں اس کو تبریدہ منسوبہ نہ ہونے کا حکم ایسے پھرایا ہوتا اس لئے کہ وہاں سے ملائے۔

أخبرنا الخوارزمي عن مسكين قراءة عليه وأنا نسمع عن ابن رهب عن يونس بن أبي عمير عن ابن شهاب عن حبيب بن أبي عوف عن بريدة بن عبد الله بن مولى بريدة عن ميمونة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم بين يدي العرافة من نسائه وهي حانص إذا كان عليها ازوابيل الصف المخذير والركبتين في حديث الثلث محتجزة به.

”حضرت یحییٰ بن جعفرؑ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک نئی کپڑے میں اپنی حائضہ بیوی کے ساتھ بیٹے تھے، ایسا اس بیوی پر تہہ بند نہ تھا جو سلفِ صالحین تھے۔“

تشریح: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ سے مباشرت پر اگر بے جبکہ نہ اذوق اور غفلتوں کے درمیان بالہ بدلیا جانے پر نہ حضرت یحییٰ بن جعفرؑ کی حدیث میں اس کی تہہ ثواب اور فرمائی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان مصبرات میں سے اپنی حائضہ بیوی کے ساتھ مباشرت فرماتے، بلکہ اس کے خالص ہندوئیت پر تہہ بند نہ تھا اور ہندو کے خاص ہندوئیت اور کھنڈے کے درمیان کا تھا۔ ہے۔

ان شہادت سے روایت کرنے والے محدث کی حدیث میں ”محدثہ جوفہ“ کی یاد دہانی ہے جس کے معنی ہیں درآئیاں ایک اور حائضہ بیوی اس تہہ بند کوئی کہ پر غیب جی طرح کسی لیتی تھیں یعنی ناف سے گھٹنوں تک تہہ بند نہ ہوتا، کہ اسے باندھ لیتی تھیں اس کے بعد نبی کریم ﷺ مباشرت فرماتے لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ یہاں بہ شروعات سے جو محنت مراد نہیں کیوں نہ تھی، ولی عورت کے ساتھ جہان کے امام ہونے پر تمام امت کا اتفاق تھا، اور آیت قرآنی اور احادیث سے اس کا حرام ہونا ثابت ہے بلکہ مباشرت سے اسے نہ صرف کے دوسری قسم کا اتفاق تھی بلکہ وہ اٹھانا نہ ہے جیسے کہ حائضہ کے بدن سے بدن مالاہوں کے ساتھ ایک کپڑے میں لپیٹنا اور وہ تہہ بند اور تھیل وغیرہ۔

اب رہا یہ سوال کہ حائضہ عورت سے اتفاق کسی حد تک جو کچھ ہو اس کے بدن کے بدن کے جس حصہ سے اتفاق نہ ہو سکتا ہے یا ایک انتہائی مسئلہ ہے۔

ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ بغیر وہاں عورت کے، تحت نازار یعنی ناف اور گھٹنے تک کے درمیان سے اتفاق نہ ہو سکتا ہے، اور اکثر صحابہ بھی یہ قول ہے۔ باب کی حدیث سے ان حضرات کا مسلک ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں یہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ذوالج طہرات میں سے کسی ایک بیوی کے ساتھ اس کے کوٹھ ہوئے، نہ اس حالت میں مباشرت کا اور نہ فرماتے تو اس کو تہہ بند باندھنے کا حکم دیتے تھے اور تہہ بند باندھ لپٹنے بعد مباشرت کرتے تھے اس بیوی کے، تہہ لپیٹتے تھے اور بدن واس کے ہاں سے لگاتے تھے۔ یہ تو ہے حدیث باب کا غیظہ۔ لیکن اس سے متبادلاً یہ بات نقلی ہے کہ اگر حائضہ عورت کے سر و آہنی ناف سے نیچے گھٹنوں کے درمیان جو بدن کا حصہ ہے اس سے قائمہ نہ ہونے کی اجازت ہوتی تو جہر عذاب اور جہنمی تہہ بند باندھنے کا نہیں حکم فرماتے، بلکہ اس سے معلوم ہوا کہ تہہ بند نہ ہونے کا مقصد یہی اوکا کہ آپ ﷺ نے فرمائی کہ درمیان وہ کپڑا حائل میں نہ ہے نہ کہ شرکاء اور اس کے اور گرو کی جگہ سے جڑ گھٹنے تک سے بلاوجہ مباشرت اور محاسن نہ ہونے، نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ مرد کو اپنی بیوی سے لیا جاتا ہے جس نے حائضہ ہونے کی حالت میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرق نازار کہ تہہ بند سے اوپر کے بدن سے جس وغیرہ جائز ہے۔ اس کو باطلی نے، مگر بن عمر سے روایت کیا ہے کہ اس کے بدن پر کچھ بخاری کے درمیان ہیں۔ (مجمع الزوائد)

اس عہد کی طرح ہے جو قرآن حکیم میں ہے فرمایا جو اونٹن من کل منیٰ (سورہ نمل) الخیض کو ہر ایک چیز کی منیٰ، بظاہر اس سے عموماً مراد لیا جاتا ہے حالانکہ یہ مراد منیٰ بلکہ بادشاہی کے لوازم میں سے سب ضروری سامان جو ایک بادشاہ کو درکار ہوتا ہے وہ اس کے پاس موجود ہوتا تو اس طرح یہاں من کل منیٰ سے مراد معلوم نہیں ہے اسی طرف حدیث "اصنعوا کل شیء الا الکحاح" میں موم مراد نہیں ہے۔

یہ جواب دیا جائے گا کہ اس حدیث میں الا الکحاح جو بعض اکل منیٰ کے بعد ارشاد فرمایا ہے وہ تحت الاذار کے استخارج سے کنایہ ہے تو اگرچہ وہ لفظ الکحاح عذاب کے معنی میں صریح ہے لیکن یہاں ما تحت الاذار کے استخارج سے کنایہ ہے واجبہ مطلب یہ ہوگا کہ عذہ یونی کے ساتھ مباشرت اور بوسہ وغیرہ سب کام کر سکتے ہو مگر تحت الاذار کے استخارج سے پرہیز کرو۔

باب تأویل قول اللہ عزوجل ویسنلونک عن المحیض

اللہ بزرگ و برتر کے قول ویسنلونک عن المحیض کی تفسیر کا بیان

احمرنا احمی من ابرہیم قال حدثنا سلیمان بن حرب حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس بن مالك قال كانت اليهود اذا حاضت المرأة منهم لم يواكلوهن ولم يشربوهن ولم يجامعوهن في البيوت فسالوا نبي الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فانزل الله عزوجل ویسنلونک عن المحیض فل هو اذی الآیة فساموهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ان یواكلوهن ویشربوهن ویجامعوهن فی البیوت وان یصنعوا بهن کل شیء ما خلا الجماع.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی کی حالت تھی کہ جب ان میں سے کوئی عورت حائضہ ہوتی تو نہ اس کے ساتھ کھاتے اور نہ پیتے اور نہ اس کو ایک کوٹھری میں اپنے ساتھ رکھتے تو صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ویسنلونک عن المحیض الخ لہذا تو رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ تم حائضہ عورت کے ساتھ کھاؤ، پیاؤ اور اس کو گھر میں اپنے ساتھ رکھو اور اس کے ساتھ سب باتیں کرو جو اسے حرام کے۔

تفسیر یہود ایک قبیلہ ہے ان کے جدِ اعلیٰ یہودا جو حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائی ہے اس کے نام سے موسوم ہے۔ یہود کے تعلقات جنس و ملی عورتوں کے ساتھ اچھے نہ تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نہ حائضہ عورتوں کے ساتھ کھتے نہ اور نہ ان کو ایک کوٹھری میں اپنے ساتھ رکھتے بلکہ ٹھہرے نکال دیتے تھے تو ان کا یہ برتاؤ زیادتی اور ان انصاف کا برتاؤ تھا جو اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ہے اسلام نے جنس و ملی عورت کے ساتھ ایک مناسب طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ چنانچہ باب کی حدیث میں ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنس و ملی عورت کے ساتھ نہ کھائے نہ پئے و نہ دھیرے کے بارے میں بہت سی باتیں کیں تو آیت نازل ہوئی ویسنلونک عن المحیض الخ لہذا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم جنس و ملی عورت کے ساتھ سب باتیں کرو مگر جماع اور لبتہ وغیرہ سب جائز ہے جو اسے

جماع کے کہ اس نے ساتھ صحبت کرنے سے منع کر دیا کہ روایت "فما عسرهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
 مواستھوا الخ" "نیت کی تعمیر اور بیان ہے فافترسوا النساء فی المحبص" کا۔ کیوں کہ لفظ افترس سے مدھن
 مسکد و جاسر نہیں ہے بلکہ اس سے کھلیت خصوصاً مرد و عورتی فرج اور اس کے باطن سے اور ہنا اور اس سے فائدہ نہ اٹھانا۔
 باقی موانع مثلاً رواج و غیرہ وہاں سے کہ اجازت ہے جیسا کہ یہ باتیں نبی کریم ﷺ کے بیان سے واضح ہیں۔

اسی حدیث سے امام محمد بن مسلم اور امام احمد نے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے۔ ان کے نزدیک سوائے شرمگاہ
 کے جنس والی عورت کے باقی تمام بدن سے فائدہ اٹھانا جائز ہے کیوں کہ انسانی کی روایت میں چند چیزوں کا ذکر فرامانے کے بعد
 "وان یصنعوا لہن کل مٹی ما خلا الجماع" "فرمایا اور تمام مسلم کی روایت میں "اصنعوا کل شئی الا الجماع"
 ہے اور جماع کے معنی وقت میں جماع کے جس توکل تین نے کہ اس سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے۔

ان کے اس حدیث سے استدلال کا جواب اس باب سے منسلک دیکھنے باب کے تحت دیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے بعض
 تابعین نے ایک اور جواب یہ دیا ہے کہ حدیث مسلم و نسائی معارضت ایک دوسری حدیث کے چنانچہ عبد اللہ رحمہ سے روایت
 ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ مجھے میری بیوی سے کیا حلال ہے جبکہ وہ جنس کی حالت میں ہو حضور
 ﷺ نے فرمایا کہ میرے واسطے باقی فرقہ لازم ہے یعنی ہر چیز سے اس سے استعمال جائز ہے اس کو اگر روایت
 روایت کر کے سخت کیا ہے۔ یہ حدیث جمعیت نے جنس نے اس حدیث کو اس کی جواب یہ حدیث معارض ہوئی اس حدیث مسلم
 کے جو امام محمد وغیرہ کی دلیل ہے۔ اور جس سے استدلال کر کے انہوں نے سوائے فرج کے باقی تمام بدن سے فائدہ اٹھانے کو جائز
 قرار دیا ہے۔ میرا حال اگر معارض مانا جائے تو فرج حدیث اور ذکر و بولی کیوں کہ یہ منع کرتی ہے اور حدیث مسلم اور نسائی سے
 ثابت ہے تو اختیار کے مقام پر ممانعت کو ترجیح دی جائے گی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

باب ما یجب علی من اتی خلیتہ فی حال حیضتھا بعد

علمہ بنہی اللہ عزوجل عن وطنھا

باب اس کے بیان میں کہ جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ جنس کی حالت میں محبت کرے اس بات کے جاننے کے بعد
 کہ اللہ تعالیٰ نے جنس والی بیوی کے ساتھ محبت کرنے سے منع فرمایا ہے تو اس شخص پر کیا واجب ہے

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ عن شعبۃ عن الحکم عن عبد الحمید عن مفسم عن ابن
 عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الرجل یأتی امرأته وہی حیاض یتصدق بدینار أو ینصف
 دینار۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی سے اس کے جنس کی حالت میں
 جماع کرے تو وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے۔

قَفْصُوح

تشریح: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جعفر کی حالت میں صحبت کو حرام نہ کرنے کے (اور اتفاق سے صحبت کو پیش آتا)

نہ سے بارے میں مصنف کے قائم کردہ جواب و اس کے تحت جو حدیث نقل کی گئی ہے اس سے واضح کامیاب اور حقائق
 یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس شخص پر کفار واجب ہے نہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے۔ یہی قول امام احمد اور
 احناف اور اوزاع کا ہے امام شافعی کا قول یہ کہ ہم بھی اسی طرح ہے۔ ان حضرات نے اے احب حدیث ہے اسناد لالی کہ ہے کیا اس کے
 حدیث میں آئے کہ وہ شخص اپنی بیوی سے جنسی کی حالت میں صحبت کرنے والے ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے۔ لفظ اولیٰ
 کے لئے میں پندرہ ترمذی نے لکھے کہ اگر شرعاً بیعت میں صحبت ہو تو ایک دینار اور اگر آئینہ میں جہاں کیا ہو تو نصف دینار
 دے۔ یا ایک دینار دے جبکہ قدرت رکھتا ہو اور قدرت نہ ہونے کی صورت میں نصف دینار صدقہ کرے اور مصرف اس کا مثل
 کرے تو اس سے۔

[illegible]

اس سے نہ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے اتفاقاً مجلسِ ولی ہوئی سے سمیت کی حاکمیت اس کو معلوم تھا کہ مجلس کی حالت میں صحبت کرنا حرام ہے تو اس کے گناہ کبیرہ کی اس پر توبہ واجب ہے کہ توبہ و استغفار سے گناہ معاف ہونے کی امید ہے۔ یہی قولی امام ابوحنیفہ (الامام مالک اور امام شافعی کا قول یہ ہے اور مالک روایت میں امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور علامہ غزالی نے لکھا ہے کہ یہی قول انفرمایا کا ہے، وہ ان کے نزدیک گناہِ مردود و نسیب نہیں، البتہ توبہ و استغفار ضروری ہے۔ اور اسی باب کی حدیث جس میں گناہ کا ذکر ہے ان کے وہ میں عرض ہے کہ سندوں نے کہا کہ اس حدیث کے مرفوع و موقوف ہونے پر مجرم مل انقطع و مفصل ہونے میں اختلاف ہے (اگر روایتی راہ پر ساقا: اس کو حدیثِ معطل کہتے ہیں) پھر استاد اور مشن کے اعتبار سے بھی مضرب ہے، ان مولیٰ تفصیل لکھی اور میری میں ہے۔

متن کا اضطراب یہ ہے کہ اس حدیث میں بطور تنگ بندیدار دو نصف دینار " آیا ہے کسی میں نصف دینار " ہے کسی میں نصف دینار فلان کم بعد نصف دینار " ہے اور بعض روایات میں نصف دینار جمعاً نصف دینار " آیا ہے وغیرہ الگ۔ اس سے احکام کے باب میں ایسی حدیث محض نہیں مل سکتی اور اس سے وجوب کفارہ پر استدلال درست نہیں ہے۔ اس لئے جمہور کا یہ وجوب کفارہ کا نہیں بلکہ توجہ استغفار کرتے لیکن اگر بطور احتیاج ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دیدے تو یہ کرے اور جمہور اس کے قائل ہیں لہذا جمہور پر یہ اعتراض نہ ہوگا کہ انہوں نے حدیث باب پر عمل چھوڑ دیا ہے البتہ وہ وجوب کے قائل نہیں کیوں اس جسی حدیث ضعیفہ سے وجوب کفارہ ثابت نہیں ہو سکتا اس کے لئے حدیث صحیحہ اور قوی کی ضرورت ہے۔ اور دلیل احتیاج یہ ہے کہ دینار نصف دینار میں احتیاج رہا مگر اسے مال الیک ایک ہی جنس کے تقبیل و کثیر میں

الکتاب نہیں سمجھتا۔

بہر حال یہو را حجاب صدقہ دنیا پاب توبہ استقامت کیوں نہ ملے تو غضب الہی و لعنتا ماریہ ہے اور صدقہ پاک نہ رہتا ہے۔
قرآن حکیم میں چور و سٹلوں کو عن السحیض الخ کہے بعد و اللہ عزیز فرماتا ہے اور یہ کہ جو یہ انعام نہیں لے کر یا کھائے یا
لفظ یحب التواہیں و یحب المتطہرین کے ساتھ فرمایا تو کونفیس ہے اعتیاد علی سے فعل کی حالت میں جی ہر ایک سے خارج نہ کرے تو
اسکو توہر کرنا چاہئے۔ متطہرین سے شاید یہی مراد ہو کہ اپنی جو باتوں سے پہلے پاک نہ ہوں تو انہیں بھی محبوب رکھتا ہے۔

علامہ شیخ الاسلامی اگر موقع پر فرماتے ہیں کہ حُرّ و ذلیل ان کے خلاف کہتا ہے کیوں کہ یہ حُرّ و ذلیل ہیں اور حُرّ و ذلیل اپنے بھٹے خاکیوں کے
تہذیب متطہروں سے متوہین مراد ہوں گے تو جو لوگ متوہین ہوں وہ ضرورۃً ائین سے بیگانہ ہیں مقدمہ اول کے لہذا پہلے اسی
کا ذکر ہونا چاہئے۔ میرے خیال میں گندہا بے کہ متطہروں سے و مسند فقہین مراد ہیں قرآن میں کہ یہ کلمہ ہے کہ مسند پاک کرتا ہے۔
بہر حال فقہ شیعہ مذکور کا مرتبہ قطعاً چرچا میں کرے اور صدق بھی دے۔ اب رہا یہ حوالہ کہ لکھنؤ ان دو حقائق کے ان کا
ذکر اور ہوا ہے ایک دینار یا نصف دینار کی مقدار کے دیگر میں یہ غلٹ ہے تو فرما دیا جائے گی۔ یہ محض امر تعبدی ہے جس میں
اعتقل یا کوئی دھم نہیں ہے۔ (وہ اعلم بالصواب)

باب ما تفعل المحرمة إذا حاضت

باب اک: بیان میں کہ جب محرمہ کو حیض آجائے تو وہ کیا کرے گی

أخبرنا الشيخ ابن اسماعيل قال حدثنا سفيان عن عبد الرحمن بن القاسم عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها قالت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يرى إلا النجس فنهاه أن يسرف فحصب فدخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا بكى فقال مالك فقمت فعمم قال هذا امر كنهه الله عز وجل عليّ يا أدم فاقضى ما يقضى المحتاج غير أن لا يطوف في البيت ويخفى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن سنانة بالقر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور ہم جس چیز کا ارادہ کر لیں اور جسے ہم نے منع فرمایا وہ اس میں نہ ہو تو جو شخص "شیاء" اور رسول اللہ ﷺ میں سے کسی ایک پر عمل کرے اور اس وقت میں دوسری شے آپ ﷺ نے فرمایا تھی کیا اس کو کیا کیا منع شروع ہو گیا میں نے کہا ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ بعض ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدمی کے لیے منع فرمائی ہے اور وہ ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف سے اللہ کا خوف نہ کرنا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبانوں کی طرف سے کئے گئے کہی ہوئی فرمانی۔

تشریح: اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کر دے تو اس کا خون اس کے خون کے برابر ہے۔

الصحيح انہ کا ہمارا میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے شروع میں احرام میں داخل ہوا تھا اور غرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ کر نکلتے تھے۔

پھر حال چپ وقت ہمارے میں یہ نہیں کرنا شروع کیا تھا بلکہ ایک جگہ کا کہہ کر کہہ کر قریب سے دور ان کے اور نہ کہہ کر دیا یہ تھا کہ ان میں کافرا سے جب حضور اکرم ﷺ ان کے پاس آتے تھے ان کے وقت اور وہی نہیں تھے کہ غرض رضی کی وجہ سے ان میں وہ اور ان میں مشکل ہو گیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہو گیا یا تجھے جیسا آتیا انہوں نے جواب دیا میں پھر حضور اکرم ﷺ کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی دلی اور فرمایا کہ خدا صبر کہہ اللہ علی بات آدم کہ یہ یعنی ایک ایسی چیز ہے اس کو کہہ تھائی نے آدم ﷺ کی بیویوں پر لکھ دیا ہے۔ حاکم اور ابن ابی شیبہ نے اسناد صحیح سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بعض کا تھا کہ حضرت نو کو اس وقت ہو کہ جب جنت سے اتر رہی تھیں۔

پھر حال حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی دلی کرنا شروع کیا۔ ہمارے مقررہ وقت پر آتی رہا ہے اس میں تیار ہوا تو یہ تصور نہیں لایا کہ یہ ان کے لئے اور نہ کہہ کر کیا بات ہے تم نے اس مقصد کے لئے ستر کی سخت برائیت کی اور ضائع نہیں ہوئی اور تہہ سے اور دوسرے حاکم کے درمیان افعال حج کی لڑائی میں کوئی فرق نہیں ہوا ہے اس کے کہ قرابت نہ کا طواف نہ کرو۔ ایک روایت میں بھی خبر کیا گیا ہے کہ بعض سے پائے ہوئے جب طواف زیادہ کر کے مکہ سے باز ہو اور سنی میں انصاف ہاں روایت تھی۔ انہوں نے غیر ان لا تظوفی بالمہیت۔ "سے مرا طواف اور ویز ہے جو مکہ کے پہنچے ہے جس کی سنی اس لئے کہ تو طواف پر مقدمہ کرنا چاہا نہیں ہے اور نہ کہہ کر طواف کے تہہ سے نہ لے اس کا کہ نہیں فرمایا تو طواف پر اور سنی انہوں سے پاکی حاصل ہو۔ نے کہہ کر باز ہوئی افعال حج جیسے حاکم میں ہر گز نہیں کہہ کر سنی کی تفصیلی بحث کا موقع مناسب لگ ہے۔

پھر نہ کہہ کر یہ مندرجہ سے واضح ہو گیا کہ احرام کے بعد کی محرمات میں بعض سے یہ توہم ہے کہ تو بیت اللہ اور مکہ کے ہائی تمام افعال اور حاجیوں کی طرف کو نہ مگر پھر پائے ہوئے کے بعد یہ وہاں رگاہ دار ہے۔ اس قسمی یہ ہے کہ طواف کرنا مسجد میں واقع ہوتا ہے اور حاکم مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اس لئے یہ دونوں چیزیں طہارت تک اور ضروری ہاں ہیں اور طہارت کے بعد اگر گئے۔

باب ما تفعل النفساء عند الاحرام

اس بیان میں کہ احرام کے وقت نفاس والی عورت کیا کرے گی

احمر بن عمرو بن علی و محمد بن العتبی و یحییٰ بن ابراہیم و اللفظ لا قالوا انہم نا یحییٰ بن سعید قال حدثنا جعفر بن محمد قال حدثنی امی قال انہما حاکم بن عبد اللہ ﷺ و قالنا عن حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحدثنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لخمیس نفیس من دی النعفة و اخر صا بعة حتی اذا أتتہ الحلیفة ولدت اسماء بنت عمیس فحمله من بی نکر فارسلت الی رسول اللہ

جلی اللہ علیہ وسلم کیف اصنع قال اغتسلی واستعمری ثم اہلبی

راہی حدیث جعفر بن محمد اپنے والد محمد سے روایت کرتے ہیں ان کے والد نے کہا کہ تم جو بہن عبد اللہ ﷺ کے پاس گئے تو ان سے نبی کریم ﷺ کے حج کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ حج کے ارادے سے مدینہ منورہ سے گئے تہذیبی قہر کے پانچ دن باقی تھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ جب زنا علیہ میں ہوا ہے تو اس وقت ہمیں ﷺ نے محمد بن ابی بکر کو جاتا ہوا دیکھا ﷺ نے اپنے مذکر کی اطلاع رسول اکرم ﷺ کو دی کہ اب میں یہ رسول منورہ ﷺ نے فرمایا غسل کرو اور ثلث ہاتھ لو جو حج کا حرام ہے۔

تشریح اگر کوئی عورت احرام کے وقت پھر نہ توہ کی کرے لی احرام باندھنے کی یا نہیں اس حدیث میں اسی کے متعلق بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام کے مقام ذی علیہ پہنچے تو اس وقت ہمیں ﷺ نے یہ جانا جس کا نام محمد بن ابی بکر ہے۔

ذوالحجہ میقات ہے اہل مدینہ کا وہاں سے دو احرام باندھتے ہیں ظہر احرام کے وہاں سے آگے پڑنا جائز نہیں ہے وہاں پہلے ایک وقت غائب ایک مسجد خوانی ہے وہ نہایت سے چوبیس رک کے قریب ہے اور نہ تک دور مابقی کے اعتبار سے وہ دن کا راستہ ہے۔ عوام جو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہاں حضرت ملی ﷺ نے کنوؤں میں دنوں سے قالی کیا تھا بالکل جھوٹی بات ہے۔ تو اس مقام پر پہنچنے کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے یہی پیدا ہوا اور نفاس کا ہذا لاحق ہو گیا اب یہ کہنا چاہئے اس کے متعلق روایت کرنے کے واسطے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ سے پاس بھیجا حضور ﷺ نے فرمایا "اغتسلی" "تہ لواء ثلث ہاتھ لونا" "نون کا سیزان رک جائے پھر احرام باندھ لو۔" یہ اس جس کا حکم اسماء بنت حمیس رضی اللہ عنہا کو دیا ہے یہ حالت احرام ہے نہ کہ غسل واجب جو نہ نون کا خون بند ہونے کے بعد ضروری ہے اور چونکہ یہ غسل جمیل الطافت یعنی صناعی سقرانی حاصل کرنے اور بد لوک اذان کے واسطے ہے اور اس سے ضرورت ملے نہیں ہے اس کے عائد اور نفاس دہلی عورت کو بھی اس کا ضرر نہ کیا ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کو فرض غسل کی طرف سے قرار دینا درست نہیں کیوں کہ نفاس کا خون جاری ہونے کی حالت میں وہ اس کے بند ہونے سے پہلے اس کا غسل کرنا اس کو پاک نہیں کرتا اس ساق سقرانی ہے۔ فرض یہ غسل احرام کے لئے ہے اسی لئے اسماء بنت حمیس رضی اللہ عنہا کو نفاس کی حالت میں غسل کا حکم فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نفاس کا ہذا احرام باندھنے سے مانع نہیں ہے۔

باب دم الحيض يصيب الثوب

باب اس بیان میں کہ حیض کا خون کپڑے کو لگ جائے تو کیا حکم ہے

اخبرنا عبيد الله بن سعيد قال حدثنا يحيى بن سعيد بن عمار قال حدثني ابو العلاء قال حدثنا
الحمد بن عمار عن عدي بن زياد قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول انما سألته رسول الله صلى الله عليه

وسلم عن دم الحیض یصبب الثوب قال حکمہ بصلع وغسلہ بعدہ وسمدر

ام قیس بنت محسن ؓ نے رسول کریم ﷺ سے خونِ حیض کے متعلق جو چیز سے میرا لٹ بات ہے وہ پانست کیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ان کو کچھ نہ کہی تے پھر اسکو پانی اور دھوئی کے پجوسے ہوؤ اور۔

اخبرنا یحییٰ بن حبیب بن عری عن حماد بن رید عن هشام بن عروہ عن فاطمة بنت المنقر عن اسماء بنت ابی بکر ؓ وکانت تظنون فی حجرها ان امرأۃ السفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن دم الحیض یصبب الثوب فقال حدیہ ثم افروصہ بالماء ثم انفضحہ وحلی فیہ

فا مر بنت منذر حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ سے روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے حیض کے خون کے متعلق جو چیزوں کو لگ جاتا ہے پوچھی وہ پانست کیا آپ ﷺ نے فرمایا پہلے پیزے کو کترتوں میں صاف کرلو پھر پانی سے کھینچ کر اس کو دھو لو اور اس پیزے سے جس غنازیہ جاری کرو۔

تشریح باب کی پہلی حدیث میں آیا ہے کہ خون ہو کیزے کو لگ جاتا ہے اس کے متعلق قرآن ہے کہ کیا حکم ہے حضرت ام قیس بنت محسن ؓ نے دریافت کیا محض نے ان کا نام نہ بتایا ہے نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے درازنی حرکت دعا فرمائی جس کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ انہوں نے لڑائی لکھی مر پائی۔

تو جب انہوں نے مسئلہ دریافت کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”حکمہ بصلع وغسلہ بعدہ وسمدر“ کہ پہلا اس خون کو کترتی سے کھرچ دو پھر اس کو دھو اور پانی سے دھو لو اس طریقہ سے کیزہ پاک ہو جائے گا پھر یہ تھمیری کی تقسیم میں پہلے کترتی سے کھرچ دینے کا حکم دیا کہ خون کا نشانہ زائل ہو جائے پھر دھوئے اس حدیث کے جیسے کو پانی کے، محمد بن احمد بن حنبلہ سے زیادہ تنظیم کے لئے دیا ہے تاکہ مسائیل اور پاکیزگی خوب اچھی طرح ہو جائے اور یہ مسائیل اس صورت میں ظاہر ہے جبکہ دھوئی کے پیزوں کو پانی ماکر جوئی دیا جائے پھر اس سے خون کے وجہ سے کھوایا جائے اور نہ صرف پانی اصل مقصد یعنی صیارت و طہارت کے حصول کے لئے کافی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نجاست کا زائل کرنا پانی کے علاوہ اور دوسرے اخراجات سے جائز ہے یا نہیں۔ خطابی نے نبی کریم ﷺ حدیث ام قیس بنت محسن ؓ اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ نجاست کو زائل کرنے کے لئے صرف پانی متعین ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ام قیس بنت محسن ؓ کو پانی سے حیض کے خون کو دھونے کا حکم دیا ہے اور نجاست میں سے حیض کے خون کی نجاست ہو یا اور یہ کوئی نجاست ہو کچھ فرق نہیں ہے اس پر سب کا اتفاق ہے ہذا علامہ خطابی کہتے ہیں کہ نجاست کو پاک کرنے کے لئے پانی کا ہونا ضروری ہے اور متعین ہے۔ علامہ حنفیہ کہتے ہیں کہ ازالہ نجاست کے لئے پانی کوئی شرط نہیں ہے اور اس حدیث سے اہریق مصریہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ صرف پانی ہی سے نجاست کو دور کیا جاسکتا ہے اور پانی کے علاوہ دوسرے مائعات یعنی پینے والی چیزیں مثلاً سرکہ اور عرق گلاب وغیرہ سے نجاست کو دور نہیں کیا جاسکتا بلکہ حدیث میں حیض کے خون کو پانی سے دھونے کی تصریح دی گئی ہے وہ واقعیت اور ظہریت پر مبنی ہے کیوں کہ دستور سنی ہے کہ عام طور پر نجاست کا

زائل کرتے پانی سے ہوتا ہے اس سے حدیث میں اتنی کا ذکر فرمایا ہے۔ تو حدیث میں ذکر... ہے اور ہم نہیں سنا کہ پانی کے علاوہ دوسرے مائع یعنی بننے والی چیزوں سے نجاست کا زائل کرنا درست نہ ہوگا اس لئے "و اغسلہ بقاء" کے ارشاد سے اس پر استدلال کیا۔ اور نہ نجاست کے لئے پانی لازمی ہے جو اسے پانی کے دوسرے مائع سے تبدیل کر دے۔ تعلیم نہیں ہے۔ کوئی خواہش وغیرہ میں سے یہ کہہ سکتا ہے کہ ذکر نماز سے ایک اسرار لازمی کا بیان متعہ ہے کہ نجاست کا زائل کرنا ماحال پانی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اگر ذکر نماز کو بیان لازم پر محمول کیا جائے تو پھر سرحد یعنی پانی کے پتوں کے ساتھ دھونے کو بھی شرط کیا۔ کیوں کہ اسی حدیث میں اللہ بنا۔ کے بعد مذکورہ ذکر بھی آیا۔ نہ انا کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ حدیث میں "و اغسلہ" کے بعد لفظ نماز کا ذکر صرف پانی کے ساتھ اور نہ نجاست کو لازمی قرار دینے کے لئے نہیں بلکہ اس کا ذکر حدیث میں بطور اسرار واقعی اور عالمی کے آیا ہے۔ اس لئے خفیہ تمام روایات کو سامنے رکھ کر کہتے ہیں کہ پانی کے علاوہ دوسرے مائع یا مائع سے بھی تصحیر جائز ہے بشرطیکہ ان میں دو وقت ہوں اول ظاہر آپک: دوسری اپنی ذات میں۔ دوسرے کہ ان کے ساتھ نجاست کا ازالہ ممکن ہو جیسے مرق کھرب وغیرہ۔ کیوں کہ پانی میں نجاست زائل کرنے کی صفت ہے۔ اس طرح یہ صفت دوسرے مائع میں بھی ہو جو ہے اس لئے امام ابوحنیفہ و ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پانی کے علاوہ ہر ایک چیز کے ساتھ بھی نجاست کا زائل کرنا جائز ہے جو ہے واقعی ہو بشرطیکہ اس میں دو وقت ہوں۔

باب کی دوسری حدیث فاطمہ بنت منذرؓ نے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت کی ہے۔ یہ نہ طہرین میں منار بن زبیر بن العوامؓ کی اور اسماء بنت ابی بکرؓ نے حضرت زبیر بن العوامؓ کی بیوی میں ان کی پرورش میں تھیں تو وہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے وہی مسکدر یافت کیا جو پہلی حدیث میں گذرا۔ یہ فتویٰ دو چھنے والی عورت کو نہ تھی اس کا تعین نہیں کیا گیا اس روایت میں اس کا ذکر ہم طور پر آیا ہے نہ تصحیر۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت خود حضرت اسماءؓ ہیں جیسے کہ امام شافعیؒ کی روایت میں اس کی تصریح ہے انہوں نے اس حدیث کو بواسطہ سفیان بن عیینہ شام سے روایت کیا ہے اس میں تصریح ہے کہ وہ عورت حضرت اسماءؓ سے روایت کی تھی انہوں نے مسئلہ دریافت کیا تھا۔ اور ان کا اپنے نام کو بطور ہم ذکر نہ کوئی اشکال کیا بات نہیں اور نہ وہ صحیح روایت میں مضرب ہے۔ جیسا کہ ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں جو فاطمہ الکلبیہؓ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد میں وارد ہوئی ہے اس طرح بغیر تعین کے اپنا نام ابوہریرہؓ نے ذکر کیا ہے۔ (عینی و فتح الباری ۱/ ۲۳۰)

بہر حال جب حضرت اسماءؓ نے دم جنس جو بکر ہے۔ پہلے ج: ہے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے فتویٰ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "حبہ نہ مضر صہ بالقاء الع" لفظ حبہ کا معنی یہ کہ فتویٰ وغیرہ کسی چیز سے کھرت زائل اور قرض یہ کہ ناخن سے کھر جاتی اور پانی باقی جائے۔ اور دفعاتی نے کہا کہ قرض اسل میں یہ ہے کہ تھوڑا تھوڑا پانی زائل کر چنگی سے خوب مل کر دھو اور صبح یہ کہ پانی چھڑکا اور کھنی پانی کیا کر دھونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ظاہر بیان میں مراد اس لئے کہ حدیث باب غونا کی نجاست پر زائل ہے اور جنس کے خون کی نجاست پر تمام مل اس میں ہوتا ہے اس کے باوجود یہاں لفظ

تشریح: اس نے تمام ائمہ کے نزدیک اس حدیث میں تشریح یعنی غسل ہے اور حنفیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور یہ حدیث اس بات پر بھی درست رہی ہے کہ پاک کرنے میں کوئی محدود خاص شرط نہیں بلکہ اصل مقصد صہارت، نکالت ہے۔

باب المنی یصیب الثوب

اس بیان میں کہ اگر منی کپڑے میں لگ جائے تو کپڑا پاک ہو گا یا نہیں

احمد بن محمد بن حماد قال حدثنا الليث عن يزيد بن ابی حبيب عن سويد بن قيس عن معاوية بن حليج عن معاوية بن ابی سفيان انه سأل ام حبيبة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی الثوب الذی كان یجامع فیہ فانت نعم اذا لم یوفیه اذی۔

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بہن ام الحسین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے جس کو آپ ﷺ پہن کر مشغول جماعت کرتے تھے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں، بلکہ اس میں گندگی نہ رکھتے۔

تشریح: اس حدیث سے منی کے پاک ہونے پر استدلال کیا گیا ہے کیوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے منی کو اذی سے تعبیر کیا ہے اور اذا لم یوفیه اذی ”فرمایا ہے اور زبان شرع میں لفظ اذی سے، پاکائی اور گندگی کو مراد لیا جاتا ہے۔ (قالہ العسبی) اس سے منی کا پاک ہونا ثابت ہوا۔ ملاؤ اس حدیث کے اور بھی بہت سی، حادیث متواتر و مر فوضہ ہیں۔

معارف: اسنن حوالہ: انجو، دی رحمہ اللہ میں اسی موضوع کے تحت مع امی حدیث باب کے پانچ احادیث مرفوعہ اور پانچ متواتر کل اس احادیث نقل کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ منی عند الشروع پاک ہے۔ لیکن قول امام ابوحنیفہ، امام مالک و ثوری اور ابو زاعبی وغیرہ منہک ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ ایک خاص صورت میں یعنی جب منی کپڑے پر خشک ہو جائے تو باجماع نص فرماتے ہیں کہ اس کا کرب یعنی کھربن، پنا کافی ہے۔ لیکن امام مالک و امام ابو زاعبی ترک کو کافی نہیں سمجھتے ان کے ہاں ہر صورت میں دھوا ضروری ہے جیسے دیگر نجاست دھوئی جاتی ہیں۔

بہر حال ہمارے اور امام مالک کے نزدیک منی پاک ہے احادیث کثیرہ اس کی نجاست پر دلالت کرتی ہیں، امام شافعی و امام محمد بن حنفی کے نزدیک منی پاک ہے۔ امام نووی نے فرمایا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ منی عورت و مرد کی پاک ہے۔ ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں مذکور ہے۔ جو آگے دہائی میں وہاں جواب دیں گے۔

باب غسل المنی من الثوب

کپڑے سے منی کو دھونے کا بیان

احمد بن سريته بن نصر قال اخبرنا عبد الله بن عمرو بن ميمون الجعفي عن سليمان بن يسار عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت كنت اغسل الجنابة من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیخرج الی الصلوة وان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے بتوئی علوم ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے گھر سے مٹی کو کھرج دیتی تھی۔ وہ اس سے زیادہ دل کو مٹی کا نہیں کرتی تھی۔

احمر بن ابی حمزہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے سر پر کھڑکھڑاتے ہوئے تھے۔

انگریزوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو بھی اس مسمار کے آگے لے کر لے گئے۔

احمد رضا قلیہ قال: حدثنا حماد بن زید عن هشام بن حسان عن ابن جعفر عن ابن ابي عمير عن الاسود بن عاصم عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم
 شعثاً غبراً رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرمائی ہیں کہ مجھے خوب بھی طریق معلوم ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 تیرے سے کسی کو نہ دیکھا۔

أخبرنا محمد بن كامل السمرري قال حدثنا هشيم عن مغيرة عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها قالت لقد ربيني أجد في نوب رسول الله صلى الله عليه وسلم وحشة عنه.

اسود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ بے شک میں انجمن صریح جہاننی میں کر میں رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ سے میں نے اپنی ماں میں اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں سے مل کر چھوڑا دیتی۔

تشریح: مصنف نے جو حریق سے حدیث دھڑے عائد ہے رحمۃ اللہ علیہ کو جو ترکِ تنگی کے بارے میں آئی ہے نقل کیا ہے اس سے شائد نے کئی کئی طبقات پر استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی ایسا کھانا ہو تو اس کا کھانا دینا کئی نہیں ہوتا تو ترکِ کھانے کی طہارت سے حاصل قیود و محاسن کیا ہے؟ سے نہیں ہے بلکہ طہارت کے لئے ہے۔

ابہر کہتے ہیں کہ انہی اہل فرک سے شائع ہونے والی کتابت نہیں ہو سکتی بلکہ ان سے مسک خطبہ کی تاریخ نکلتی ہے کیوں نہ فقہاء
خلفہ کے بال تعمیر ریاست کے کئی طریقے ہیں، جہاں ان کا اصل واسطہ ہو جانا، حسب وجہ ان فرک کے، اور وہی فرک ان کے
کفر کا ان جہاد کا ایک حربہ ہے، لہذا جب کئی فرک ہوں گے تو اس میں فرک کافی ہے اس سے طہارت حاصل ہو جائے گی
کیوں کہ ہمارے نزدیک نجاست یعنی خشک مٹی فرک سے زائل ہو جاتی ہے اور سمجھتے ہیں کہ فرک یعنی اس کی نجاست پر دلالت
کرتا ہے جو پاک مٹی اس کی نجاست پر دلالت کرتا ہے اس کے صحیح مسکن روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں
"لقد رأيتني امرأه من ثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم فرقا" کے بعد ان کا قول "فصلی" اور "ثوابی" کے

نے محبت نہیں بن سکا ملک و معین کی محبت یہ کہ نبیاست خیر ماہ سے بھی زائل ہو جاتی ہے۔

شوافع نے ایک اور استدلال اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا ہے یہی ہے کہ ابو سعید خدریؓ نے کہا ہے اور موقوفہ فاضل ابن عباس صحیح کہا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس نئی کے بارے میں جو کچھ سے کوٹھ جاتی ہے فرمایا "المطہ عندک معود و انحراف فاسما هو بمنزلة المعطاة او البصاف" کہ نئی کافی ہے کہ اس کو کھڑی ہے یا دھڑ (خوشبودار) حاکم اسے زائل کر دے اس لئے کہ وہ بھی بھڑک دیت اور خشک کر کے ہے بقول ائمہ صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔ حنفی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خود یہ نئی دے اور موقوف ثابت نہیں ہے لیکن ابن ہزلی نے تحقیق میں لکھا ہے کہ احناف ائمہ نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف روایت کیا اور یہ راوی ٹھ ہے جس سے بخاری و مسلم نے روایت لے ہے تو اس کی زبانی موقوف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ سوال ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت انہوں نے جواب دے اور احناف ائمہ نے سوال کا جواب نہیں دیا۔ اس لئے کہ اگر کیا ہے تو یہ راوی نہیں بلکہ تنبیہ ہے لہذا ائمہ صحیح نے ہذا جو رجال عنایت کے یہی کہا ہے کہ صحیح ہے کہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے ہذا ابن ہزلی کی بات پر القات نہ ہوگا۔

بہر حال شوافع نے اس حدیث موقوف سے نئی کی طہارت پر استدلال کیا ہے یہوں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نئی کو تشبیہ دہی رہتہ اور خشک سے لہذا نئی کی تک ہے جیسے یہ دونوں پاک ہیں۔

حنفیان کا جواب دینے میں کہ خط یہ ہے کہ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کیا وزن ہے ابن صحیح اور حدیث موقوفہ کے مقابلہ میں جو باہر است نئی پر دلالت کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا وہ ان کا جہتہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما اور سعید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما و غیرہ کی صحیح احادیث موقوفہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا ان حضرات کی احادیث موقوفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نئی پاک ہے۔ علاوہ ازیں دوسری بات یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو نئی کو طہار (روایت) کے ساتھ تشبیہ دی وہ ممکن ہے کہ ازلہ اور نظیر میں تشبیہ دی ہو نہ کہ طہارت میں کیوں کہ نئی بوجہ پاکہ اور نئے کے رہنے کے مشابہ ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جس طرح طہار کا ازلہ کی نئی ہے اس طرح طہار دینے سے ہو جاتا ہے یہی طرح خشک نئی کا ازلہ طہار ہے اور اگر طہار سے بھی اس کو دور کیا جاسکتا ہے اور قرینہ اس کا یہ ہے کہ کسی شوافع ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اس کے علاوہ دوسری روایات میں ازلہ نئی کے بارے میں سفیدہ امر اور وہو لیکن سفیدہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے وہ بات مقدمہ قبل علی مقدمہ معنی کے بارے میں فرمائی ہو نہ کہ کثیر کے متعلق کیونکہ عام طور پر مقدمہ الجہت جو نئی کچھ سے کوٹھ جاتی ہے وہ نکل ہی جاتی ہے "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" لہذا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو موقوف ہے طہارت نئی پر محبت بکرا درست نہیں ہے۔

شوافع کی دوسری دلیل حدیث امام احمد بن حنبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے پڑے سے نئی تک لے کر اچھی اس صحت میں کہ آپ ﷺ نماز میں ہوتے تھے اس خبر پر نے اس کو پچی صحیح میں روایت کیا ہے یہی ہے کہ ہمارے ہاں جو نئی ہوتی تو اس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی۔ جو اس کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود نئی کے بارے میں فرمایا۔

اور آپ ﷺ نے اس داؤچی کو دیکھا تو اس پیر نے حضور ﷺ کے کپڑوں میں پیشاب پڑایا حضور اکرم ﷺ نے پانی منگوا کر پھرا کر کپڑے پر چھڑکا دیا اور اس کو نہیں دھویا۔

اخبرنا لقیس بن مالک عن هشام بن عروة عن امه عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت اُتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمسحی فمال علیہ فمد دعا بقاء لبقیہ امہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمائی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا میں اس نے حضور ﷺ کے کپڑے میں پیشاب کر دیا آپ ﷺ نے پانی منگایا پھر اسے کپڑے پر دھا دیا۔

تفسیر: پہلی نے کہا کہ کام قس میں ایک سما یہ عورت ہے اس کا نام امہ ہے اور وہ کاشان حسن اسدی کی بہن ہے وہ اللہ بیان کرتی ہیں کہ اپنے شیر خوار بچوں نے اپنے کو پی کریم ﷺ کی خدمت میں لائیں۔ ہو سکتا ہے نجس ہو (کوئی چیز چبا کر بچے کے منہ کو لگا کر) کرانے کی غرض سے لے گئیں ہوں حضور ﷺ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بٹھایا اس نے حضور اکرم ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا آپ ﷺ نے پانی منگایا اور اس کو کپڑے پر بہا دیا اور نہیں دھویا پانی کپڑے کو مبالغہ کے ساتھ رگڑ کر اور بچہ کو نہیں دھویا بلکہ غسل خف نہ دیا بلکہ مطلب ہے وہ غسل کا۔

چوتھا بچہ جو کچھ حکام نہیں لکھا تا اس کے پیشاب کے نجس ہونے میں تمام فقہاء متفق ہیں سوائے وہ دھوا بری کے لیکن ان کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ تو اگر ایسے بچے نے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو اس کی تطہیر کا کیا طریقہ ہے اس میں اختلاف ہے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تفریق کرتے ہیں کہ اگر بچہ کا پیشاب ہے تو وضو کافی ہے لہذا وضو کے معنی وہ بخلا ہے جس کو پیشاب آلود کپڑے پر اتار پانی چھڑک دیا جائے کہ وہ پیشاب کے اجزاء سے زیادہ ہو خاطر کی شرط نہیں اور بچی کے پیشاب میں غسل کی ضرورت ہے یہ تقریبی کہاں سے نکالی اس کے لئے دوسری حدیث ہے جو اگلے باب کے تحت آ رہی ہے "یسعمل من رسول الجملہ وہ یوسف من یولی الغلام" یہ حدیث قوی اور صحیح ہے اس بناء پر شائع اور شاہد تفریق کے کائن ہیں۔ ابو یوسف اور امام مالک کہتے ہیں کہ دونوں کے پیشاب کو دھوا ضروری ہے البتہ اولیٰ جاریہ کو دھونے میں جس مبالغہ کی ضرورت ہے بچے کے پیشاب میں اس کی ضرورت نہیں اس میں غسل خف کافی ہے کیوں کہ لڑکے کے پیشاب میں بدبو کم ہوتی ہے اور وہ زیادہ پھیلتا بھی نہیں بخلاف لڑکی کے پیشاب کے کہ اس میں بدبو ہوتی ہے اور زیادہ پھیلتا بھی ہے۔ اور غسل خف یہ ہے کہ بطور رگڑنے اور برعربہ بخورنے کے صرف موضع نجاست پر پانی کا بہا دینا۔ وقت عرب میں اس کو بھی دھونا کہتے ہیں۔ امام بخاری نے مسند میں فرمایا کہ شیر خوار بچے کے پیشاب کی تطہیر میں رخصت ہوگی تخفیف رکھی ہے اور یہی احادیث کا مقصد بھی ہے اور احادیث میں بچے کے پیشاب کی تطہیر کے بارے میں اکتفا الفاظ آئے ہیں چنانچہ باب کی پہلی حدیث میں "نضج" کا لفظ آیا ہے اور دوسری حدیث میں "الغصاء" کا لفظ ہے اور اگلے باب کی حدیث میں "یوسف" کا لفظ آیا ہے اور بعض روایات میں "قصب" کا لفظ ہے چنانچہ یہ الفاظ مختلفہ ہوں مگر صی کی تطہیر کے بارے میں نقل کئے گئے ہیں اس لئے فرمایا کہ ہر صی کی تطہیر کے بارے میں شریعت کی طرف سے کوئی تاکید یا حرم نہ تھا اس لئے اس کے پیشاب کو دھونے میں زیادہ احتیاط کی ضرورت نہیں بلکہ غسل خف کافی ہے اسی

کو بھی اور رش کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا اور بھی صواب و غیرہ سے۔ پھر یہ کہ اختلاف کے وقت میں مسئلہ واضح نہ ہوتا ہے اسے تمام الفاظ کی رعایت کے بعد اختیار کیا جائے۔ بعض الفاظ پر محدثین نے دیکھا جائے مثلاً زیر بحث مسئلہ میں شواہد نے لفظ نفع اور رش پر فقہ رکھ کر اس مسئلہ کا فیصلہ کر لیا کہ بچوں کے پیشاب کے نفع ہو گا اور انہوں نے دوسرے الفاظ سے قطع نظر کر لی حالانکہ یہ مناسب نہیں لیکن حنفیہ اور مالکیہ کے قول پر تمام الفاظ مدینہ کی رعایت نہ جاتی ہے اور ان میں سے سب روایات پر عمل ہو جاتا ہے جیسا کہ ابھی باغی میں گذر چکا ہے کہ مالکیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ بچہ اگر بیگاہوں کے پیشاب کو دھو: ضروری ہے فرق اتنا ہے کہ بچوں کے پیشاب میں فصل مفید ہے اور بول جو یہ میں فصل شریہ۔ جو جتنے الفاظ بول غلام کے بارے میں استعمال کئے گئے ہیں ان میں سے "فانصبہ اباءہ" (اس کے پیشاب پر پئے اور پئے پانی بہاؤ) اور "انصبہ" (اس بچہ کے پیشاب پر ایک ہی دھو: پانی ڈال دیا) اس سے واضح طور پر حنفیہ کی تائید ہوتی ہے۔ باقی روایات دہانت میں آئیں "تسطیع" "دوسرا دفر" "تغیر مالکیہ کہتے ہیں کہ تنجور اور تنجیق سے معلوم ہوتا ہے کہ کتبہ مدینہ میں غلط نفع اور رش سے غسل سے جیسا کہ مدینہ کے بارے میں فرمایا "تسطیع" "فروجه" (رواد اخلاقی وغیرہ) یہاں سب کے نزدیک نفع سے مراد غسل ہے۔ نیز فصل ام کے بارے میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "وانصبہ" آیا ہے یہاں بھی نفع سے بلاشبہ فصل مراد ہے۔ فقہ حنفیہ کے ذکر میں آئے ہیں کہ ضرور اکرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "انہی لا عرف فوجہ بتسطیع النجور ما صلبھا" یہاں سب کا تین ایک نفع سے مراد یہ ہے کہ رش سے پانی نفا ہے ضرور ان شے کے آب جانب سے زراں کو دھو کر صاف کرتا ہے رش یعنی چھڑکنے کے معنی مراد نہیں۔ دوسری طرح رش کا لفظ دوسرے کے معنی میں بھی آتا ہے پتہ نفع فصل کے خون کو دھوئے کے بارے میں ترندی کی روایت ہے "حصبہ نعم الوصیہ ثم رشہ و صلی فیہ" یہاں لفظ رش سے مراد بلاشبہ غسل ہے نام نفوی وغیرہ بھی یہی معنی نکالتے ہیں۔

بہر حال ان دلائل مذکورہ سے ثابت ہوا کہ روایات میں نفع اور رش کا لفظ ذکر کیا گیا ہے نہ ان سے مراد غسل ہے نہ اس لئے بچہ کے پیشاب کی نظیر کے بارے میں جو نفع اور رش کا لفظ استعمال کیا گیا ہے حنفیہ اس سے غسل مراد لیتے ہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ تم کو اس پر معنی مراد دیتے ہو۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ چونکہ حدیث میں نص یہ لفظ آیا ہے نیز "فانصبہ اباءہ" کا لفظ بھی آیا ہے اور بظاہر صواب کے معنی میں ہے تو ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ نفع تسطیع نے پیشاب آور کئے کو دھو: اس لئے حنفیہ و مالکیہ لفظ نفع اور رش کو فصل پر محمول کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے تمام الفاظ مختلفہ میں جو بولن میں کے ازالہ میں وارد ہوئے ہیں جمع اور تھیں ہو جاتی ہے اور سب احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔

اب رہے حواشی کا نفع اور رش سے تعبیر اختیار کیوں کی گئی ہے۔ وہ اس لئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ بچوں کے پیشاب کو زہرہ مبالغہ کے ساتھ دھوئے کی حاجت نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ صاحب کتاب: "نہ قرآن کریم کی آیت ۵۰: "و غسلوا البع بالکلی" تفسیر میں لکھا ہے کہ چونکہ مراد ما کا اندیشہ ہے اس لئے "و ارجحہ" "کو کو امسحوا" کے تحت اگر اس کی طرف توجہ کر دی کہ پاؤں کے دھوئے میں مہاندہ نہ کریں جو اسراف کی حد میں داخل ہو جائے بلکہ احتیاط کرنی چاہئے ایسا ہی یہاں ہے۔ اب جس روایت میں "اولم بغسلہ" آیا ہے جیسے کہ یہاں ثانی کی روایت میں نصیحت کے بعد اہم مسئلہ آیا ہے بظاہر نفع فصل پر

ضرر ہے تو اس میں غسل شدہ پتہ ہو جس کی نفی مقصود ہے نہ کہ اصل غسل کی نفی۔

نور کا فی نے کہا کہ حدیث میں جو "ولم یغسلہ" آیا ہے اس کی تہذیبی علامتوں سے ایسی غسلا میں تعاقبہ کفارہ "یعنی اس بچے کے پیشاب کو دوسری نجاستوں کی طرح مباح کے ساتھ نہیں دھویا اور صحیح مسلم کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے اس میں ہے "ولم یغسلہ غسلا" جس سے معلوم ہوا کہ غسل شدہ پتہ نہیں کیا، جو تہذیبی معروف ہے وہ نہیں کیا کیوں کہ غسل متعطل مطلق ہے جو تائید شدہ کا تہذیبی تعلق ہے جسے ضرورت کا معنی نا ہوا ہے اور نہ بت غریبا کا معنی شدہ نا ہوا ہے اس لئے یہاں "ولم یغسلہ غسلا" میں صرف تہذیب اور مہلف کے ساتھ دھوئے کی نفی کوئی اصل غسل کی نفی نہیں کی، تو مطلب یہ ہوا کہ اس بچے کے جس کپڑے پر پیشاب گرا یا تھا غیر متعلقہ لے اس پر صبا فرما کر غسل کی ایک قسم ہے مگر اس سے مرع نہیں ہوا جس طرح دوسری نجاستوں کو زیادہ تہذیب اور مہلف کے ساتھ دھویا جاتا ہے۔

اب بحوالہ مذکور احادیث جو دو مقامات پر سے ملے وارد ہوئی ہیں وہ مذہب حنفی کے موافق ہیں۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذہب دونوں کا پیشاب غسری ہے تو صحیح شارح نے تفریق کیوں کی ہے کہ بچوں کے پیشاب کو بچے کے حریف سے دھویا جاوے تو بھی کافی ہے اور بچی کے پیشاب کو مہلف کے ساتھ دھو کر ضروری ہے۔ تو اس کے نفی سب بیان کئے گئے ہیں بلکہ یہ کہ جو شخص میں اکثر لڑکوں کو لایا جاتا تھا اور جب اکثر بچوں کو لایا جاتا تھا تو ان کے پیشاب سے اتنا دھویا زیادہ ۱۲۷ اس لئے ہر مرتبہ اترل دل کر دھوئے کا حکم دیا جاتا تو انہوں پر حرج ۱۲۸ اس لئے اس میں تخفیف کی اختلاف بچوں کے کہ ان کو کچھ اس میں لانے کا رواج تھا اس لئے یہاں تخفیف نہیں کی تھی بلکہ ان کے پیشاب کو مہلف کے ساتھ دھوئے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسباب یہ کہ تمام کا پیشاب زیادہ پتلا ہوتا ہے جاریہ کے پیشاب سے اس لئے وہ گل کے ساتھ اس قدر مصعق (چھنا ہوا) نہیں ہوتا ہے جتنا جاریہ کا پیشاب مطلق ہوتا ہے ہذا دھوئے کے حکم میں فرق کیا گیا ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ مزاج میں فرق ہے لڑکی کے مزاج میں رطوبت و برودت غالب ہوتی ہے اس لئے اس کے پیشاب میں غلظت اور برودت زیادہ ہوتی ہے جس کا زائد صرف پانی بہا دینے سے نہ ہوگا بلکہ اسل کر اور برودت پختہ کر دھوئے سے ہوگا اور لڑکے کا مزاج گرم اور برودت کم ہوتی ہے اور حرارت غالب ہونے کی بنا پر اس کا مزاج لطیف ہوتا ہے اس لئے اس کے پیشاب میں بھی لطافت ہوگی جس پر صرف پانی بہا دینے سے پیشاب کے جزاء خارج ہو جائیں گے۔ تو ضرورت نے دونوں کے مزاج کو سامنے رکھ کر حکم غسل میں تفریق کی کہ وہی دور یہ حکم بالکل عقل کے موافق ہے کہ فرق نہ ہو، چاہے تو اس طرح کے نسخہ اور غسل کا فرق ہو یا غسل خفیف و غسل شدہ کا فرق ہو۔

باب بول انجاریہ

لڑکی کے پیشاب کا کیا حکم ہے اس کا بیان

اخبرنا مجاہد بن مومنی قال حدثنا عبد الرحمن بن مہدی حدثنا یحییٰ بن الولید قال حدثنا

ہوئے اور اسلام کے حقیقی ثابت کی بعد قرآن مدینہ میں مقیم ہوئے لیکن بسبب انہوں نے مدینہ کی آپ ہوا اور انکے اس وقت یمن
 تو عرض کیا رسول اللہ (ﷺ) ایک عہد ہوا ہے میں نے نہ کہ سرسبز زمین اور کھیتی والے تو حضور کریم (ﷺ) نے ان کو چرواہے
 کے ساتھ ساتھ انی زمینوں کے پاس دفن میں رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہاں کی زمینیں کا دودھ اور شیر شاپ چاکر اور بھر سب وہ
 تندرست ہوئے اور لوگ سرور یعنی سیاہ چتروں وال زمین کی حدود میں تھے تو مسلمان ہونے کے بعد سرتہ ہو گئے اور ان
 کریم (ﷺ) کے چرواہے کوئی کر دیا اور انہوں کو ایک لے گئے (ان کے شروع ہونے میں اس واقعہ کی خبر نبی کریم (ﷺ) کے
 پاس پہنچی تو آپ (ﷺ) نے ان لوگوں کے پیچھے آدی بھیجے اور وہ بھر میں آپ (ﷺ) کی خدمت میں آئے گئے پھر کریم سلائی سے
 ان کی تکمیل پر چوراہی امر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے پھر چتر علی زمین میں چھڑا دیئے گئے یہاں تک کہ سر گئے۔

خبرنا محمد بن وہب قال حدثنا محمد بن سلعة عن ابي عبد الله حميد قال حدثني زيد بن اسر
 ابنة عن طلحة بن مصرف عن يحيى بن سعيد عن انس بن مالك (رضي الله عنه) قال قدم اعراب من عربة ابي
 النسي صبي امة عليه وسلم فاسلموا فاحتوا السدنة حتى اصفرت الواهم وعظمت بطونهم فبعث بهم
 رسول الله صلى الله عليه وسلم ابي نفاخ ليه وامرهم ان ينربوا من البانها وابلها حتى صحوا فقتلوا
 راعبها ومنفوا الابل فبعث نسي الله صلى الله عليه وسلم في طلبهم فأتى بهم فقطع ايديهم وارجلهم
 وسموا عنهم فقال امرهم فمزم من عبد الملوك لانهم وهو بعد هذه الحديث تكفرهم بدلت قال مكفر
 قال ابر عبد الرحمن لا تعلم حدثا قال عن يحيى عن انس في هذه الحديث غير طائفة والعصا
 عدى والله اعلم يحيى عن سعيد بن مسيل

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم درہائی لوگ قبیلہ عریذ کے نبی کریم (ﷺ) کے پاس آئے اور وہ
 مسلمان ہو گئے اور ان کو مدینہ کی آب و ہوا واقف ہوئی (ان لئے وہاں ٹھہرائے گئے) یہاں تک کہ ان کے رنگ زرد ہو گئے اور
 ان کے پیٹ مرنے اور چرے ہو گئے تو رسول اللہ (ﷺ) نے ان کو اپنی دودھ دینے والی زمینوں کے پاس بھیج دیا اور ان کے لئے
 جائز دیئے کہ زمینیں کا دودھ اور شیر شاپ چاکر یہاں تک کہ تندرست ہو گئے پس انہوں نے چرواہوں کو اس باورداشت
 ہاتھ کرے گئے تو نبی کریم (ﷺ) نے ان کے پیچھے تلاش کے لئے دوئی بھیجے اور وہ لوگ پکڑے گئے اور حضور اکرم (ﷺ) کی
 خدمت میں لائے گئے آپ (ﷺ) نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور ان کو آنکھیں پھڑوڑیں حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے جب
 یہ حدیث امیر المؤمنین عبد الملک سے بیان کی تو انہوں نے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ ان کی وجہ سے ان کے ساتھ یہ
 ہوا کیا کیا تو ان ہی سے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا کہ ان کی وجہ سے۔

تشریح پچھلے ابواب میں مصنف نے یوں ہی اور یوں جاریہ کے درمیان فرق کیا اب یہ باب تو تم کے
 یوں مایکل کر اور یوں غیر مایکل کر کے درمیان فرق نکالا جاتے ہیں۔ ان کے اثبات کے لئے پورا واقعہ نقل کر دیا، ان دیہاتی
 لوگوں کو قطع کر قبیلہ سے تھا اور ان کو قعدا کیا تھی اس کے بارے میں اختلاف ہے سنائی کی بجلی راہ سے میں "من عکس"

[illegible]

فرمانِ پیر پانی پاشہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور مسلمانوں کو لے کر اور حضور اکرم ﷺ کی جائزہ سے مدد میں قیام کیا۔ مگر ان کو مدینہ کی آپ رہو موافق نہیں آئی جس کی وجہ سے وہ مکہ پیٹ کی پادری میں پھنس جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ہم اس لیے مبنی ہو رہے ہیں کہ نہ کھانا کھا سکیں نہ شراب پیا کرے۔ آپ فرمایا: مگر یہی عبادت کے موافق نہیں رہا ہے۔ لے لوٹ کے دو روزہ و اسکا نام فرمائیے۔ یہی روایت میں آیا۔ کاغذ قویا ہے اور پر نہیں سے پھر اس تک کے انوشا کہتے ہیں: دوسری روایت میں لکھا کہ آیا ہے جو حق ہے تو کی روادینے والی منجی کہتے ہیں۔

[illegible]

غرض یہ کہ ان لوگوں کی درخواست پر ان کو دیکھ لیا جائے گا۔ انہی کے کہنا پر یہ ثابت پتے کی اجازت دینی چنانچہ حبیب باب میں آیا کہ بشروا من الساعیا والرواحۃ (وہاں تھوڑے سیٹھ تھوڑے آبلے آب دینا اور سردیوں والوں کو گرمیوں کا استعمال دینا) انہی کے کہنا پر حبیب نے استعمال کیا۔ یہ وہاں تک درست ہو گئے کہ ان کی قرأت کو بھی اس جرم کی مراد نہ تھی۔ اسی کو

تھی کہ وہ اپنا رت اہل کے ہاٹ دے کہے کہ اور جب حضور اکرم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہو تو آپ ﷺ نے ان کو
 بکڑنے کے لئے میں آدمیوں کا دستہ جن میں انساریہ زادہ تھے ان کے مقابلہ میں روانہ کیا اور ایک دفعہ ایسی کھڑکی کو اس دستہ
 کے ساتھ بھیج دیا پھر کے جس دستہ نے ان خدمت کروں کو بکڑ لیا اور ان کو بھی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا پھر ان کے
 ہاتھ وہی معاملہ کی تہذیبوں کے پڑا جب کے ساتھ کیا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے منع کیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں مختلف جواب
 سے ہٹا دیے جائیں مگر ایک جانب ہاتھ اور دوسری جانب دایاں جیسا کہ قرآن حکیم میں "مَنْ حَلَّاهُ" "فَرِيضًا مَرَكْرًا"
 "مِرَاسِلًا" میں کریم سولی سے آنکھ پھوڑنے کو کہتے ہیں یعنی ان رہنمائی کی سمجھیں جس طرح سے بھڑکی گھبرا کر نہ یہ راہ کا قدم تھا
 نبیوں ان واقعات نے بھی سطران پر اسے طعن طعن سے خطاب دیا ہے یہی ہے کہ ان واقعات میں کسی قدر بے درگی
 تھی ان کے انہوں نے نے محمد و انصار کو ہلاک کرنے اور یہ راہرواں کو بھی قتل کرنے اور ان کے ہاتھ پاؤں سے پھینک دی تھی
 چنانچہ ان واقعات کے بعد کہ ان کے اس حدیث کے خلاف میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ یہ راہرواں بائیں ہاتھ کی تہذیب
 کے بارے میں آیت حد و اور آیت عذاب کا نزول ہونے سے پہلے کی تھی اور مثلاً سے منع کرنے سے پہلے کی تھی مثلاً قطع اور نہ
 کہتے ہیں بعد ان واقعات کے نے صلح وفاق کا مسازار ہوئے تو وہ مسنونہ تہذیب اور اصول کے خلاف تھے وہ معصوم نہیں ہے بلکہ
 ان میں آیت نور نے فرمائی ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰهَا مُسْتَكِبُونَ" ان آیت
 کے تحت میں "کے ایمان والوں کے کہ تم ان طریق قصاص کی معاملات کے کہ جو انہوں نے یہ راہ کے ساتھ کرتے تھے اور ایک
 روایت میں آیا ہے کہ وہ کتب پڑھتے تھے ان کو پالی نہیں دیا گیا یہاں شد کریم نے

یہاں پر فعل میں کتب پڑھنے کو اخیل تہذیب کو مکمل اور مزید کے لوگوں کو پالی کیوں نہیں دیا کہ وہ اہل تہذیب و اسلام کا اس بات
 پر قصد کیا ہے کہ جو شخص قتل کیا جائے وہ وہ پڑھا۔ لکھتے تھے نہیں انہوں نے یہاں سے علامہ ہوتی ہے جواب دیا کہ کفار مرد کے لئے وہی
 تھی وہ یہ پڑھتے تھے وہی تھے یہ راہرواں حضرت نے کہا کہ جس ان کی شیخ کو کافر دینی ہوئی اس دن وقت قبر پر حضور
 اکرم ﷺ نے کھڑی ہوئی کہ وہ وہ نہیں پہنچا تو آپ ﷺ نے ان پر بدعا فرمائی کہ اس حدیث میں نے اہل بیت کو پڑھا کھاتا بھی
 ان کو پڑھیں گی کثافت کے اس نے دلوں پہنی سے غریب ہو گئے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اس حدیث سے دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا پیشاب پاک ہے لہذا بعض اہل نے کہا کہ بول پاک کر یعنی جن
 جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کو پیشاب پاک ہے اور ان کا پتھر بھری تھیں ہے وہ حدیث جب میں صرف بول پاک کا
 ذکر ہے مگر یہ کہ اس کا گوشت ماکول ہے لہذا دوسرے ماکول اہم کو اس پر قیاس کر لیا گیا کی قول امام باک اندام امام میں منقل
 امام ترمذی اور ایک روایت میں امام محمد کے ہے۔

دوسرے حضرات یعنی امام زین الدین امام ابو یوسف و امام شافعی وغیرہ پاک ہے جس فریق ان کا استدلال حدیث
 باب سے ہے کہ اختلاف ہے یہ ہے کہ اس میں ظہارت کا ذکر ہے نہ نجاست کا اس حدیث میں یہ فہم اس قدر تصریح ہے کہ
 حضور اکرم ﷺ نے چند لوگوں کو انہوں کے دروازہ اور پیشاب پینے کا حکم دیا اب یہ حکم حدیث میں نہ آیا تھا اور یا ملائکہ کی بناء پر یا

عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں ہم سے یہ حدیث بیان کی انہوں نے کہا رسول اکرم ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کی ایک جماعت بھی ہوئی تھی اور انہوں نے ایک اونٹ نزع کر رکھا تو ان میں سے کسی نے کہا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو اس اونچری کو اس کے خون کے ساتھ اٹھائے پھر ان کو مہلت دے یہاں تک کہ جب وہ جگہ کو نہیں تو نہ چھری میں پھرا ہو گوہر ان کی پیٹ پر رکھو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ بخشش کا ہم نے لے لیا تھا اور وہ عقہ ہے وہ اونچری کو اٹھا دیا پھر اٹھا کر لے گا حتیٰ کہ جب رسول اکرم ﷺ مجھ وہ میں گئے تو اس کو آپ ﷺ کی بیٹھ پر رکھ دیا پھر جب رسول اکرم ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی خبر دی گئی حالانکہ وہ چھری پر ہی تھیں وہ بھی دوڑتی ہوئی آئیں اور اس اونچری کو حضور اکرم ﷺ کی بیٹھ سے ہٹا دیا پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے اللہ تو قریش کے ان سرداروں کو گرفت میں لے لے تو آپ ﷺ نے میں مرتبہ دعا کی پھر فرمایا کہ اللہ! ہم نے تو فرمایا اے اللہ! ہمیں بن بٹام کو پکڑ لے اور شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور عبید بن ابی معیط کو پکڑ لے یہاں تک کہ قریش کے سات اشخاص کا نام آیا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس خدا کی قسم جس نے حضور ﷺ پر کتاب نازل فرمائی ہے کہ بے شک میں نے ان کو نوازا و نواہر کے دن ایک کونہ میں کر لیا ہوا دیکھا ہے۔

تشریح: انجیل نے عنوان کے تحت اس مسئلہ کا بیان دیا ہے کہ: "ماہر ایک جس طرح ماکول (الغمر) کی حلال جانور کے چھڑاؤ کو پا۔" کتبے ہیں اسی طرح انہوں نے لینی لید اور ویر کو بھی پاک کہتے ہیں اور وہ آؤطہ بری بھی طہارت کے قائل ہیں اور خود مصطفیٰ کے طرز و عنوان سے بھی اس بات کی طرف اشارہ دیتا ہے کہ ان کے نزدیک ماکول (بھم) کے قربت یعنی گوہر و غیرہ پاک ہیں اور انہوں نے اس کی طہارت پر بعد یت باب سے استدلال کیا ہے۔

استدلال اس طرح پر کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سبھ میں تھے تو سب سے زیادہ جہنم سے متنبہ بنی اپنی معیض نے ابھری حضور ﷺ کی پشت پر رک پر تھوپی مگر اس کے باوجود حضور ﷺ نے غارت ختم نہیں کی نماز کے عمل کو جاری رکھا تو اس سے معلوم ہوا کہ گورہ پائے نہیں ہے اگر وہ کچھ بڑے لوگ جاتے تو وہ کچھ لاپاک نہیں ہوگا کیوں کہ اگر ناپاک ہوتا تو حضور ﷺ نماز کے عمل کو ترک کر دیتا مگر یہ سب کچھ بلا غم و غور ہوئے۔

غرض حدیث باب ست استہلال کرتے ہوئے اہل منہائی وغیرہ نے فرمایا کہ طہال بد مذکور کو بر پاک ہے وہ اگرچہ کپڑے پر لٹ جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن جمہور علماء و محدثین کو ان کا پناہ کہتے ہیں اور نزدیک اللہ کے جس طرح ابتدائی حالت میں طہارات نماز کے لئے شرط ہے اسی طرح شروع کرنے کے بعد اسی عبادت کی حالت میں قائم رہنا شرط ہے اور نماز کا کوئی حصہ بدون طہارت کے درست نہیں ہے۔ اور جمہور کی طرف سے اس حدیث کا جواب دیا گیا ہے کہ رکن پورا نہیں ہو اٹھا۔ اس اور جملہ کی کو بنا دیا گیا۔ یا نماز میں استغفرانی کیفیت کے باعث مضور اور کم ع کو نجاست کا طہ نہیں ہو۔ بلکہ پھر حد میں شاید آپ ﷺ نے نماز کا عادی کیا ہوگا۔ رہا یہ سوال کہ اگر اس نماز کا انکار کیا گیا تھا تو اس واقعہ میں متحمل ہوا ہے جسے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی

کے تعلق نہ کر کے دم دھو کر اپنے محلہ کی دروست لیں۔ چنانچہ ان کو یہ سنتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس نماز کا اعادہ کیا۔ چنانچہ میں فرمایا: اور وہی حدیث کو اس طرح نہ پڑھاں لے اے نے خود کے اعادہ کو نہیں کیا۔

لہذا ان حدیث کے خلاف یہ طور کے گویا غیرہ کی طہارت پر استدلال کیا ہے درست نہیں کہ خون ٹاپا پاک ہے اور اس کو معجزی کے ساتھ خون بھی لگا ہوا تھا جیسا کہ اس حدیث کے بعض طرق میں مذکور کیا ہے۔ لیکن سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ اس وقت تک یعنی اگرچہ زہر دیکھنے کے واقعہ مذکور تک نظمیر شہاب کا حکم لازماً نہیں ہوا تھا لہذا اس واقعہ سے استدلال درست نہیں۔
 انہیں کہ وہ فکاہین تھے کتابِ نظمیر میں انھیں لفظ رکے خواجے سے زیادہ میں سرحد کی روایت کو نقل کیا ہے کہ کسی واقعہ مذکور کے بارے میں حدیث میں "ت" کو "ب" تک فطہ "ن" لازماً ہونی اگر ایسا ہے تو مستراح ہے کہ نظمیر شہاب کا حکم اس سے پہلے لازماً نہیں ہوا تھا اور طہارت ثابہ نہ جاسوئے نہ تھی لہذا انسانی بطور و کائنات واقعہ سے استدلال درست نہیں ہے۔

حدیث باب میں نماز سے عارضاً ہونے کے بعد جو دعا فرماتے گا: اے اللہ! یہ جب حضور اکرم ﷺ نے ان بدخلوں کے حق میں پڑھ کر رکھ دی تو یہ بات ان پر ثابت ہوئی کہ ان کو اللہ کی بجزدی کی روایت میں "فَسَقِیْ ذٰلِکَ عَلَیْہِمْ" کیوں نہ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کی قوم کا قول: "وَلَوْ شِئَیْنَا لَمَرْسُمُکُمْ" کے خلاف ہم کو اختیار ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ نیکو نصیحتیں فرمائی ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے سخت سے سخت موافق پر بھی بدو مخالفوں کی شان میں وقت امد کے لیے سختی مشغول تھا اور یہ ستر کھیں قریش میں رشتہ اور تعلق مع اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے اسے کوہِ نہر میں اور بدو مخالفانہ اور بدخلوں کا نام لے کر بدو مخالفوں کی "اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِسَاسِی جَہِلِیْنِ ہٰشِمِیِّیْنَ" کی روایت حدیث سے "ہاشم بن عبد مناف" سے حضور پر صلح کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ دو لوگ میدانِ بدر کی صفائی میں مرد و بچے کے حضور اویں حدیث سے دعا کا دعائے دعا ہے: "وَلَوْ شِئْنَا لَمَرْسُمُکُمْ" کے خلاف ہم کو اختیار ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ نیکو نصیحتیں فرمائی ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے سخت سے سخت موافق پر بھی بدو مخالفوں کی شان میں وقت امد کے لیے سختی مشغول تھا اور یہ ستر کھیں قریش میں رشتہ اور تعلق مع اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے اسے کوہِ نہر میں اور بدو مخالفانہ اور بدخلوں کا نام لے کر بدو مخالفوں کی "اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِسَاسِی جَہِلِیْنِ ہٰشِمِیِّیْنَ" کی روایت حدیث سے "ہاشم بن عبد مناف" سے حضور پر صلح کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ دو لوگ میدانِ بدر کی صفائی میں مرد و بچے کے حضور اویں

باب الميزاق يصيب الثوب

کپڑے میں تھوک لگ جائے تو کیا حکم ہے اس کا بیان

حسب ما علي من حرج فان حدثنا السيد عبد الله بن محمد عن ابي الحسن عليه السلام ان ابا عبد الله عليه السلام قال: من كان له دين عليه من الناس فليؤد به فانه خير له من ان يكون له دين عليه من الناس.

حضرت فرید الدین عطار سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر دکھانا دلی دوا اس میں تھا کہ پھر بغض کیزے ہو حضرت

اخبرنا محمد بن يونس عن محمد بن ابي نعيم قال سمعت القاسم بن مهزيار يحدث عن ابي رافع
عن ابي حمزة عن ابي بصير عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا صلى احدكم فلا يرفق بين يديه ولا عن يمينه
ولكن عن يساره فلو تحب فقدمه والا فليرفق النبي صلى الله عليه وسلم هكذا في قوله وذلك.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے یا کھانے کی طرف بڑھتا ہے تو اس کی اور اپنی ذات چاہ لیکن اپنی یا کسی جانب با قدم کے پیچھے ٹھوکرے اور نہ اس طرح کرے نیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے ایک کونے میں ٹھوکرے پھران کر دیے۔

تشریح اس روایت سے ہر ایک یعنی تم کو کی عبادت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں اپنی چادر کی ایک جانب میں ٹھوکرے پھا اس کو میں نے یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منہ سے تم کو کی عبادت کا نوحہ و شیخ نے یہاں کرنا تم کو پاک نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز یہ عمل نہ فرماتے یہاں کہ سعی اس حالت میں نماز میں پڑھنا جب کہ اس نے پاؤں سے منہ نہ ہوتا تھا۔

دوسری حدیث میں روایات سے منع فرمایا اور تین چیزوں کی اجازت دیدی کہ منہ کی طرف سے منہ نہ ہوتی تھی بلکہ کسی عظیم کے خلاف ہے اس لئے اس سے منع فرمایا اور اپنی چاہ تم کو کے کا منہ کا جب منہ کی طرف سے منہ نہ ہوتا ہے خصوصاً نماز کی حالت میں جو عظیم منہ سے ہے اس لئے اس طرف سے منع فرمایا لیکن بائیں جانب با قدم کے پیچھے ٹھوکرے کی اجازت دیدی کیوں کہ کوئی منع موجود نہیں ہے۔

یہ جان ان لوگوں میں سے کوئی ایک سہرت اختیار کر سکتے ہیں اور اس طرح بھی کر سکتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے میں ٹھوکرے پھا اس کو نہیں مل دیا۔

باب بدء التیمم

تیمم کی ابتداء کا بیان

ابیرنا حفیہ عن مالک عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض اصغاره حتی اذا کتبا البیداء أو ذات الخیش تقطع عقد لی فأقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنی المنصب وأقام الناس معی ولبسوا عنی ماء ولبس معهم ماء فأتی الناس ابامکر ورسی اللہ عنہ فقالوا الا نری ما صنعت عائشۃ اقامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولبسوا عنی ماء ولبس معهم ماء فجزأ ابو بکر رضی اللہ عنہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضع رأسہ عنی فحدی وقد نام فقال حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس ولبسوا عنی ماء ولبس معهم ماء فذلت عابہ فحاشی ابو بکر وقال ماشاء اللہ ان یقول وحمل یطعن یمیدہ فی خاصرۃ فیما معنی من المصحرک الا مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنی فحدی لدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی أصبح علی غیر ماء فانزل اللہ عز وجل آیۃ التیمم فقال امید من خضیر ماہی ماول یرکتکم یا آل ابی بکر قالت فیعینا البعیر الذی کنت علیہ فی حلقۃ الخمد تحبہ۔

[illegible][illegible][illegible][illegible]

حسّی اذّا گھنا بالبیعد۔ نہ میں اہم و اؤ کوئی سے سمجھ رہا ہوں۔ انہوں نے اُن کو نہ تو اور مقام پر پہنچانے کے ارادہ نہ کیا ہے نا اُن کو دُعا کے ساتھ میں ہے اذّا گھنا ہے کہ قریب اور سُن سے اُن ہے۔

اوداٹ الجیش: جنگی ایک مقام ہے جو عریض ہے ایک طرف سے جنگ کے لئے جہاز ہے اور دوسرے مقام کے قسطن
میں ایک طرف سے واقع ہے یا نادرہ قریب سے واقع ہے۔ لیکن اس کی روایت ہے کہ اس مقام کے قریب پہاڑی غلط

عمر کی حدیث میں جہاں شک کے تقنین کے ساتھ تھا، ہے اور جہاں شک نہیں ہے۔

بیر حال اس منزل پر پہنچنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا درمیان میں کسی تلاش کے لئے مہمور انورم ﷺ ٹھہر گئے۔
لوگوں کو اس کے اصرار نے کے لئے بھیجا یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا اس منزل کے اس پاس اپنی قمیص اتار دی اور لوگوں کے پاس
بھی اپنی رضا تو لوگوں نے مسرت اور ہر ﷺ۔ اس کی تکلیف کی حکایت کی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی جہیز کوئی حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا پہنچتی فرمائی کہ تو نے رسول انورم ﷺ اور مسلمانوں کو ایسی جہیز دیا۔ اچھا! اپنی قمیص ہے تو اللہ تعالیٰ نے ثابت
کئے۔ مال کی اس حضرت اسید بن ضمیر رضی اللہ عنہ۔ کہ جب کہ اس نے یہ بڑی بڑی تہذیب کی مکتبہ نہیں ہے اور کہہ کہ اسے
الوہنم اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کا بار دے کہ جب بھی آپ پر ایسا سانحہ پیش آیا جو آپ کو برا معلوم ہوا تو انجام دینا اللہ تعالیٰ نے
اس میں مسلمانوں کے حق میں فرائض اور آسانی دی۔

فرض اس واقعہ سے معلوم ہو کہ حکیم کا مشرغ ہو ناغزو و مریض سے ہوا جس کا سبب اوپر کی تقریر میں مذکور ہوا اللہ ربانیہ حال کی آیت تھم کوئی ہے اور دیکھو کہ آیت ہے: **وَمَا كُنْزُكَ إِلَّا فِي يَدَيْهِ** کی نام قرطبی نے کہا کہ سورہ نساء کی آیت ہے کیوں کہ آیت مذکورہ کی آیت وضو سے مشہور ہے اور آیت نسا، میں وضو کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے انہوں نے سورہ نساء کی آیت کو آیت حکیم کہہ دیا عمر لام بخاری نے بغیر تردید کے سورہ النامہ کی آیت کو ترجیح دی ہے کہ اس موقع پر آیت مذکورہ ازال ہوئی ہے کیونکہ عمر و بن عبد ربیع نے کہا ہے: **فَلَوْلَا مَا أَهْلُ الدِّينِ إِسْوَاؤُا إِذَا قُضِيَ عَلَيْهِمُ الْغُيُوبُ** اس سے معلوم ہو کہ جس دلیل سے پیش نظر امر بخاری نے آیت تھم سے آیت مذکورہ کو مراد لی ہے شاید اس دلیل پر نام قرطبی وغیرہ کی نظر نہ پڑی ہو کی ورنہ وہ اس دلیل کو مانتے نہ ہوتے۔

باب التيمم في الغرض

حضرت میں تقیم کا بیان

أخبرنا أبو سعيد بن مسكان قال حدثنا شعيب بن نبيت عن أبيه عن جعفر بن ربيعة عن عبد الرحمن بن هرم عن عيسى بن عباس عليه السلام أنه سمعه يقول أقيمت لنا وعبد الله بن عباس مولان سمونة حتى دخلنا على أبي جهيم من الحارث بن الصمة الأنصاري فقال أبو جهيم أقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم من نحو بني الحنمل وثقيف رجل لمعلم عليه فلم يرده رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى أقبل على الجدار لمسح بوجهه ويديه ثم رُدَّ عليه انسداد

حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام عیسیٰ سے روایت ہے کہ میں کہیں اور حضرت یحیٰیؑ کے آزاد کردہ غلام عبد اللہ بن یسارؓ دونوں انجیل کے مفسرین کے گھر پہنچے تو انہوں نے یہ واقعہ بیان کر دیا کہ ہم نے حضرت یحیٰیؑ کو سبیل کی طرف سے تھک رہا دیکھا اور تھے اور حضور ﷺ سے ایک شخص کی مرافقت ہوئی تو اس نے حضور ﷺ کو سلام کیا مگر حضور

اگرچہ حضرت نے جواب میں دیا یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک دہرے قریب پہنچے پھر اپنے چہرہ مبارک اور دلوں ہاتھوں پر مس کیا یعنی تحیم یا چہرے شخص کے سلام کا جواب دیا۔

تفسیر صحیح من صواعق کے معنی میں جیتے کے ہیں۔

بنو جمل مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے جو اس کے ساتھ مشہور ہے۔

وجہ۔ اسے مراد وہی ابو جہم انصاری علیہ السلام ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں حضرت یحییٰ بن عمر زکریاؑ نے حضرت علیؑ کے سلام کا جواب دیا مصنف کا استدلال اس حدیث پر ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت کی حالت میں سلام کا جواب دینے کے لئے تمکین کیا تو سلام نہ ہو جواب دہان طہارت کے بھی جائز ہے تو جس شخص کا حضر میں نماز کے وقت ہو جانے کا اندیشہ ہو اس کے لئے صحیح طریقہ اپنی جائز ہوگا اور میرے بعض مخالفین نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ جیسا کہ مصنف نے فرمایا ہے کہ تمکین کیا ہے کہ تحیم پانی پر قدرت ہونے کے باوجود وضو مستحب میں جائز ہے لیکن وضو واجب میں پانی پر قدرت ہونے کے باوجود تحیم درست نہیں ہے البتہ اگر پانی پر قدرت نہیں اور نماز وقت ہونے کا خوف ہو تو اس صورت میں بحالت حضر بھی تحیم کرنا جائز رکھا گیا ہے کیوں کہ تحیم کی اجازت علماء کے ساتھ شرط ہے اس لئے سفر میں جس بحر من الماء کے پیش نظر تحیم کی اجازت دئی گئی ہے اسی طرح حضر میں مباح ہو جانے تو تحیم درست ہے البتہ اس مسئلہ کے بارے میں کچھ اختلاف ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک اس نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے جس کو حضر میں تحیم کے ساتھ ادا کیا گیا ہے اس کی وجہ اس لیے بیان کرتے ہیں کہ تحیم مسافر اور مرضی کے حق میں اور ہوا ہے اب حاضر اور مقیم شخص جو پانی پر قدرت ہو اس کو بھی ان دونوں کے ساتھ مباح کیا جائے گا لہذا تحیم کے ساتھ جو نماز ادا کی ہے اس کا اعادہ واجب نہیں۔

امام شافعی سے یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ حضر میں چونکہ پانی نہ تھا مثلاً نہ دھو رہی ہوتا ہے اس لئے پانی نہ ملنے کی صورت میں تحیم کر کے نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے لیکن پانی ملنے کے بعد اس کا اعادہ واجب ہوگا۔

حضرت ابو جہم و امام زہری کی طرف منسوب ہے کہ حضر میں تحیم کر کے نماز پڑھے یہاں تک کہ پانی پر قادر ہو اگرچہ اہل سنت و جماعت نے اس پر اجماع سے شریعت قطع سے نقل کیا ہے نہ امام ابو حنیفہ بھی ایک روایت سے مطابقت میں اسے قائل ہیں وہ یہ کہ پانی نہ پائے والے کو جبکہ وہ پانی کی امید رکھتا ہو یعنی غائب مان ہو کہ آخر وقت تک پانی مل جائے گا پانی کے انتظار میں نماز کو آخر وقت تک مؤخر کرنا واجب ہے پھر اگر اس نے پانی پایا تو اس سے وضو کر کے نماز پڑھے اور اگر نہیں پایا تو وقت کے اندر ہی تحیم کر کے نماز پڑھے اور اس قول کی اصل وہ حدیث ہے جس کو دارقطنی نے بواسطہ ابی اخی حضرت عن یحییٰ سے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "اذا احب الرجل فی السفر للوم ما یبہ ویمن آخر الوقت فان لم يجد الماء یحتم ثم صلی"۔

امام ابو حنیفہ نے ایک اور قول سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی نماز کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نہ ضرورت پائی نہ پائے والا شخص جبکہ وہ پانی کی امید رکھتا ہو اس کے لئے مستحب ہے کہ نماز کو آخر وقت تک مؤخر کر دے تاکہ طہارت میں سے اکل

حدیث کے یہاں ایک ضرب ہے وہ ایک ضرب سے پیرو اور پیروں تک کے کسی کے قائل ہیں تو اس روایت میں بعض ضربت کا ذکر نہ ہونے میں اس کے عدم ثبوت پر اہل ثبوت کو اس مسئلے کے تعلق پر اور مدح بحث آگئے ہیں۔

غرض جب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پورا واقعہ سنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "سب لو ایک مانو لیکن" امام رحمۃ اللہ علیہ نے شک میں تھما۔ یہ تو حق امر جو واقعہ ہے یا نہیں کیا ہے وہ جتنے یا نہیں ہے لیکن مجھ کو پابند رہنے سے یہ بات لازم نہیں آتی ہے۔ "نفس الامر میں بھی واقعہ حق نہ ہواں نے میں تم کو اس واقعہ کے بیان سے نہیں روکتا بلکہ تم کو اس بات کا پورا اکتیا ہے کہ قرآن مجید میں علم و احقر اس واقعہ کی تصدیق اور اس کے مطابق فتویٰ دے سکے ہوں میں کوئی حرج نہیں مگر اس واقعہ کے بیان میں مجھے شامل نہ کیا جاوے۔

دوسری روایت میں بھی اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو اوپر کی روایت میں تفصیل سے بیان کیا ہے مگر اس روایت میں واقعہ دیکھ کر یہاں ہے اس میں یہ ہے "النساء کماں بحضرتک من ذالک التبسم" کو اے امیر المومنین جہاد سے لے کر کافی ترجمہ جو حدیث اصغر کے لئے کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تبسم جو حدیث اصغر کے لئے کیا جاتا ہے وہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تو "من ذالک التبسم" سے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ تمہیں جنابت کے لئے وہاں یا تمہارے پورا کافیا تھا جیسا حدیث اصغر کے لئے کیا جاتا ہے اس کو چھوڑ کر تم نے بوجہ کیا ہے کہ تمہارے جنابت و نفس جنابت پر قیاس کر کے زمین پر لوٹ نکال دو قتل اور سب سے زیادہ اولیٰ اور ثناء اولیٰ سے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ فرمایا اس غلطی پر تنبیہ قصدا ہے۔

اس کے بعد ترجمہ کے بارے میں عرض کیا ہے کہ حدیث کی مناسبت سے "التبسم للحنابة" کا عنوان کا ترجمہ ناموزوں و مناسب تھا لیکن مصنف نے "التبسم فی النعصر" کا عنوان لکھا ہے۔ حالانکہ یہ ترجمہ بھی دیکھ کر چکا ہے مگر اس ترجمہ کی کیا ضرورت تھی اس اشکال کا جواب علامہ سندھی نے لیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حدیث کی مناسبت ترجمہ سے اس مخرج قائم ہو سکتی ہے کہ مصنف نے اس ترجمہ کو منظور کر لیا ہے اس ترجمہ کے اس ترجمہ سے نکالا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم اپنے کے لئے کیا تھا اور اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان میں تشریف فرما تھے تمہارے مسلمان تھے اس کے پیش نظر مصنف نے "تبسم فی النعصر" کا عنوان قائم کیا ہے ورنہ اس سے علامہ سندھی کوئی مناسبت نہیں ہے۔

باب التیمم فی السفر

مقدمہ تمہید کا بیان

احمر بن محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ قال حدثنا یعقوب بن ابی وہیم قال ثنا ابی عن صالح عن ابن شہاب قال حدثنی عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن ابن عباس عن عمار رضی اللہ عنہ قال عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ولات العجیسی و معہ عاتشہ رضی اللہ عنہ زوجته فاسقط عفتها من جزع طقار الحبس الناس

ابغواء عقدھا ذالک حتی اضاء الفجر وليس مع اسام ماء فتعبط علیھا الذکر فقال حسنت الناس
ولیس علیہم ماء فانزل الله عز وجل وخصۃ النیعم بالصلیۃ لیل لقدم الممسومون مع رسول الله صلی الله
عہ وسلم فصرخوا بالیدہم الارض من رھوا بالیدہم ولم یغفوا من التراب شیئا فمسحوا بها وجوہہم
والیدہم الی العناکب ومن بطون الیدہم الی الایاط۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ آرام کرنے کے لئے اوقات انجمن میں (اور انی کوذات
انجمن بھی کہتے ہیں) اتر فرمایا اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں تو وہاں
ان کا بار جو عمار کے گھنے سے بنایا تھا کوٹ کر پڑا (خلفاء ساحل یمن پر ایک شہر کا نام ہے وہاں کے سنگوں سے وہاں بنا ہوا
تھا) تو لوگ اس کی محاش کے لئے رک گئے تھے یہاں تک کہ کئی ریشمی ظاہر ہوئی اور لوگوں کے ساتھ پائی نہیں تھا اس سے
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر غمہ پڑے اور فرمایا تو نے لوگوں کو رونا دینا ان کے ساتھ پائی نہیں ہے
پھر اللہ تعالیٰ نے پاک مٹی سے حکم کی رخصت نازل فرمائی رادی کہتے ہیں کہ سب مسلمان رسول اکرم ﷺ کے ساتھ کھڑے
ہو گئے پھر سب نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر راجھا اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور ہاتھوں پر مٹی ڈالی تھی کہ کچھ بھی نہیں بھاڑا پھر
انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرہ پر مسکایا اور اپنے ہاتھوں کے ظاہری حصے پر تھمے تھے صرف سر کا یا اور باقی حصے پر بخون
تھم گئے کیا۔

تشریح : جناب نبی کریم ﷺ فرمادیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ اپنی آڑے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ساتھ نہیں
جب نافہ مردانہ کے قریب پہنچا تو تھاق سے مٹا نہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یاد کریں کہ کیا سارا قلوب میں اتر پڑا نماز کا
وقت آیا تو پائی نہیں ملے مگر اس کا کرامت ﷺ پر بیان تھے اس کی اطلاع حضور اکرم ﷺ کو ہوئی اتنے میں آیت ستم نازل
ہوئی مسلمانوں کو پھر کی اجازت سے پائی خوش ہوئی۔

فصریوا بالیدہم الارض الخ کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان ہاتھوں سے اپنے چہرہ پر مسکایا
پھر روبرو نہ ہو رہے۔ اس سے اپنے دونوں ہاتھوں کے اوپر ہاتھوں اور ہاتھوں تک مسکایا جس سے معلوم ہوا کہ حج میں مسک
ہاتھوں تک ہونا چاہئے ان شہاب زہری اسی کے قول ہیں امام لغوی نے ان کے قول کو عالم میں نقل کیا ہے انہوں نے
حدیث کے الفاظ والیدہم الی العناکب الخ سے مستدل کیا ہے لیکن یہ مسلک امام ابو حنیفہ اور امام شافعی وغیرہ
بمسورہ نہیں۔

مجموعہ روایات یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مجھ کو جنابت ناخن ہوئی تو میں نے
زمین پر کوٹ لگائی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا وضو یہی یعنی مٹی پر دو مرتبہ ہاتھوں راجھا ضروری ہے ایک تو چہرہ پر مسک
کرنے کے واسطے اور دوسری تنہا دونوں ہاتھوں کے مسک کرنے کے واسطے حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور کہا کہ اس

حدیث کی استاذیج ہے اور دار قلمی نے کہا کہ ترجمہ کلمہ ثقافت اس کے سب وجہاں نقد ہیں۔

نیز حضرت - شیخ وغیرہ کی حدیث میں بھی صحیح کہیں تک کرنے کا بیان ہے جس سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے اس حدیث مبارک کا جواب امام بخاری نے یہ دیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جس فعل کی حکایت کی ہے کہ صحابہ نے بظنون تک صحیح کیا ہے وہ نقل صحابہ ہے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس کو حضور اکرم ﷺ سے نقل نہیں کیا ہے بلکہ اس کے خلاف نقل کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث لائق ہوئی تو میں نے زمین پر نوت لگائی پھر جب نبی کریم ﷺ سے سناں کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا عمار زمین پر نوت لگانے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ چرواہا کہیں کا سگ چھیں کافی تھا۔

اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اس حدیث باب میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے یہ تک کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے یہ تو ان صحابہ کا اجتہاد کی فعل ہے انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ سگ بظنون تک ہونا چاہئے کیوں کہ قرآن میں مایدی کا لفظ ہے اور یہ یعنی تاہم اس عضو کو کہتے ہیں جو سونڈ سے جک ہوتا ہے اس لئے وہ اس سے کہنے کو سونڈ سے اور اصل تک صحیح ہونا چاہئے اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے چرے اور کلین کے سگ کا امر فرمایا تو کوئی تعارض نہیں رہا فعل صحابہ امر نبوی کے معروض نہیں ہو سکتا۔

قاضی بیضاوی نے کہا کہ یہ کلمہ ہے تک کے عضو کو کہتے ہیں لیکن سگ کہاں تک ہونا چاہئے اس کی حد نبی کریم ﷺ کے فعل نے مقرر کر دی احادیث میں آپ ﷺ کا جو عمل نقل کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حیم میں دونوں ہاتھوں کا سگ کہیں تک فرما دیا اور قیاسی دلیل بھی یہی چاہتی ہے کہ یہاں پر مراد یہی ہے موافق حقی کہیں تک ہو اور قیاس سے مراد قیاس انفرج مل لاصل سے یعنی وضو اصل اور حیم خلیفہ ہے اس لئے جس طرح وضو میں دونوں ہاتھوں کو کہیں تک دھویا جاتا ہے اس طرح حیم میں بھی سگ کہیں تک کرنا فرض ہے۔ (رواہ اعلم بالصواب)

امام شافعی وغیرہ نے کہا کہ اگر صحابہ نے سگ الی الا باؤ نبی کریم ﷺ کے حکم سے کیا تھا تو اس کے بعد آپ ﷺ کا یہ وہ حکم جس کا بیان احادیث صحیحہ میں آیا ہے وہ حکم سابق کے لئے منع ہے گا اس لئے بظنون تک صحیح کا حکم شروع ہو گیا اور اگر صحابہ کرام نے بظنون تک صحیح حضور ﷺ کے امر کے بغیر کیا تھا تو شریعت میں بہت دلی ہے جس کا حکم حضور اکرم ﷺ نے دیا کہ حیم و ضرب میں ایک چرواہہ سگ کرنے کے واسطے دوسری دونوں ہاتھوں کے واسطے کہیں تک ہے۔

(رواہ حاکم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

الاختلاف فی کیفیت التیمم

تیمم کی کیفیت میں اختلاف کا بیان

احمد بن محمد بن عبد العظیم النعمانی قال حدثنا عبد اللہ بن محمد بن اسماء قال حدثنا جویہ عن مالک عن الزہری عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ انہ اعبرہ عن امیہ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال تیمم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتراب فمسحنا برؤوسنا وابتدینا الی المناکب۔

حضرت غلامیہؑ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ کئی عرصے تک کیا وہ ہم نے بچے
 جیروں کو مسیح کہا اور مسیح کہا اسے مانگوں اور وہ ہمیں کہے۔

تفسیر: یہ حدیث اور روایات سے اس بات پر عمل کی نفیت ہے کہ ایمان سے پہلے جو شخص کسی عورت کے بارے میں اسے کہہ کر نہ لے، وہ اس عورت کے ساتھ نہیں نکاح کر سکتا۔ یہ حدیث کے خلاف ہے کہ کسی شخص کے لئے جو اس عورت کے بارے میں اسے کہہ کر نہ لے، وہ اس عورت کے ساتھ نہیں نکاح کر سکتا۔

اور معنی کہتے ہیں کہ تم میں انھوں تک پہنچنا یا پہنچنا شروع کرنا ممنوع ہو گیا، یہ نص صریح ہے چنانچہ استہوار سے یہ تھا کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ نہیں بوجھ کر کہہ سکتے کہ کیا جانے اس لئے کہ اس نے استہوار میں کھڑی ہو گئی (واللہ تعالیٰ اعلم) اور معنی یہی ہے کہ یہ مطالبہ ہے کہ حضور ﷺ اس جمع میں موجود تھے یہ کہ آپ ﷺ نے ماسے یا کیا کیا ہے اور آپ ﷺ نے اس کو کوئی انکار نہ فرمایا۔

نوع آخر من التيمم والنفخ في اليدين

تینم کی ایک اور صورت اور دونوں ہاتھوں میں پھونک مارنے کا بیان

اخبرنا محمد بن بنار قال حدثنا عبد الرحمن قال حدثنا سفيان عن سلمة عن ابي مالك وعن عبد الله بن عبد الرحمن بن اسود عن عبد الرحمن بن ابي قال كتبنا عنه عمر فانهم رجل فقال يا امير المؤمنين وما يمكنك اشهر والتمهيد ولا نجد العلاء فقال عمرو اما انا فاد لم احد الماء لم اكل لا عسى حتى اجد اسماء فقال عمار بن ياسر انه كثر يا امير المؤمنين حيث كنت بمكان كذا وكذا ومضى فمضى الى اهل قلعهم او اجبتا قال نعم فاما انما فتمضيت في ثياب ثانيا نسي صلى الله عليه وسلم يصحك فقال ان كان الصعيد لكافيك وضرب بكفيه في الارض ثم فزع ايدها ثم مسح وجهه وعض ذراعيه فقال ايض الله يا عمار فقال يا امير المؤمنين ان سنت لم اذكره فقال لا ولكن يد لك من ذلك ما نويت.

[illegible]

کوڑھ میں پامال پھر ان دونوں میں پھونکنا کر انہی اڑا دی پھر چہرہ مبارک اور دونوں ہاتھوں کے کچھ حصے پر مسح فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ سے ذرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرا کلمہ سنیں اگر آپ چاہیں تو میں آئندہ بیان نہ کروں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات نہیں میں تم کو اس واقعہ کے بیان کرنے سے منع نہیں کرتا تم اپنے اہلکار پر میں بات کو براہ حق سمجھتے ہو اس کی تصحیح کر لیتے ہو اس میں کوئی قرحہ نہیں لیکن اس کے بیان میں کچھ شائبہ نکالنا چاہیے۔

تشریح سوال ہے جب سوال کیا کہ ہم کبھی ایسے مکان میں یک زمین اور دوسری زمین تک نہیں جاتے ہیں وہاں ہم کو زیارت لائق ہوتی ہے پھر پالی نہیں ملے تو کیا ہم اپنی حالت میں قائم کر سکتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اما نفا فاد اعم جسد الساء الح" انہی نے کچھ زیارت لائق ہو جائے اور اسی حالت میں مذکور تک پالی نہ ملے تو انہی پالی نے تک نماز کو آخر کر دیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے جو ان کے اعتقاد پر مبنی ہے یہ تھی کہ تہی کے لئے تہی کی وجہ سے نہیں لگاؤ نماز کو پالی نے تک نماز کر دے۔

نہیں اس سے علاوہ ہم صحابہ کرام اور صحابہ کمال یہ ہے کہ پالی نہ ملنے کی صورت میں بھی اس کے لئے تیمم کی ضرورت ہے وہ جہالت کی صورت میں بھی ان طریقہ تیمم کرے جیسے حدیث احمد نے بیان کیا ہے وہ اس کوئی فرق نہ کیا یہ حکم شرعی قانون کے ماتحت کی حدیث سے منہم ہوتا ہے۔

اور مسلمہ یہ ہے کہ حدیث میں "حسب رکعتی ای الارض" کے الفاظ آئے ہیں اس کے محقق تفسیرات یہ ہے کہ مسافر اور مہاجر کے لئے اگر طہر نہ ہو تو یہ صحت بھی اور سب سے بہتر شرب مٹی اور پانی ہاتھ دھونا پر ممانعت ہے اس لئے کہ یہ عمل فقط حدیث کے سوا حق ہے یا اس لئے کہ اس صورت میں غبار و ٹھوس کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اسی لئے کہ راعی میں گھسے کہ شرب کے وقت انہیوں کا کشتہ دھونا بہت ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پانی ہاتھ دھونا بھی حدیث میں شرب کا حکم ہے کیونکہ حدیث میں "وسعص ذوالغیبہ" کے الفاظ ہیں کہ طہر و طہر نے بعض راویوں سے فرمایا کہ کل ذرا تم پر جس سے دونوں ہاتھوں کا کشتہ انہوں تک ثابت ہوتا ہے۔

نوع آخر من التیمم

تیمم کی اور ایک قسم

احمد بن محمد بن یزید حدیثا بہر حدیثا شعبة حدیثا الحدیث عن ذر عن ابن عبد الوہاب عن ابن عمر بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب عن التیمم فلم یدر ما یقول فقال عمار انہ ذکر حیث کنا فی سیرۃ فاجسبت فتمعکت فی الراب فثبتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اما بکفیک ہکذا و ضرب شعبة یدہ علی رکتہ و نفخ فی یدہ و مسح بہ و وجہ و کفہ مرۃ واحداً۔

عمار بن محمد بن ابی بنی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے معرفت میں ان خطابات رضی اللہ عنہ سے کچھ جزئیات کے بارے میں سوال

[illegible]

فشریح حضرت تھارن یا سر تھریج کی سرحدت مصنف نے مقدمہ طوقی سے روایت کیا ہے جس سے قبل اسے نہیں جانتے تھے۔ یہ تمام کامیاب ہیں کہ جس طرح حدیث کے لئے تجربہ کرتے ہیں اسی طرح پانی نہ ملنے کی حالت میں نہونی سے نہ بھی بھر کر اجازت سے ال میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ ہر مہاجر شخص اور مہاجر شخص ان مسئلہ میں اختلاف ہے جو قیود ہو گئے ہیں ایک ترقیہ بہ تنظیم تھا، مگر یہاں ایک خبر بدوہر نے اس شخص کی حد تک ہے لیکن کہا تھا حدیث کی روایات نے انہوں میں لفظ کا اختلاف ہے اور اس میں نے اختلاف و اقوال میں نقل کیے ہیں وہاں غلطی نہ ہوگی۔

[illegible]

۱۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ دین میں کچھ نہ ہے جس سے پیرو مردوں کو باخبر کرے، یہاں پر جس حد تک کمال ہے اور کبھی قوس مٹا کر اور کمال ہو اور انسانی نوعیت میں اور یکسویت میں اور امانت سے بھی ان پر غرور متقابل ہے

۲۔ شیخ مولانا سمانہ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا کمال اور وہی دینی تقویٰ محبوبہ کے مطابق ہے اور وہ اس طریق کے پس

۳۔ دست موجود ہیں، امام احمد ان فضائل وغیرہ کے حضرت محمدؐ اور ان دوسرے پیغمبروں کی معجزات و باب سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ

”تَبَا نَسْمَا مَكْتَبِكُ وَنَسْمَا بِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْدُوهُ سَمِي الْإِبْرَاهِيْمَ“ تصدیق میں قول ان فضائل و تقویٰ کو ترجیح

کیا ہے جس کا مقصد تائید اور تنبیہ فی الایہام ہے بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک ضرب پر اکٹھا کیا اور اسی سے چہرہ اور کفین کا مسخ فرمایا کیوں کہ اس میں کفین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو یہو نچوں تک پر پڑتا جاتا ہے اور بقول حافظ ابن عبد البرؒ کے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے جتنے آثار مرفوعہ مستعمل ہیں چونکہ ان میں اکثر آثار میں ایک ضرب کا بیان ہے اور نہ عین والی حدیث جو اس سے نقل کی گئی ہیں وہ معطوب ہیں اس لئے امام احمد بن حنبلؒ نے ضرب واحد وہاں روایت کو اختیار فرمایا کہ اس سے استدلال کیا ہے ان کے مقابلہ میں مجہور راہ کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث سے ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک قوی حدیث مرفوعہ میں آیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "یا النبیسم ضربہ لہو جہ و ضربہ للذراعین الی السرھین"۔

حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور زہبی نے بھی اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے اور دارقطنی نے کہا کہ اس کے روایت میں شبہ ہیں لیکن اس حدیث پر ابن الجوزیؒ نے ایک اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں ایک روایت میں عثمان بن محمد الانصاری ہے اس کے بارے میں ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ عثمان بن محمد میں کلام کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ تقی الدین نے اس اعتراض کو مسترد کر دیا ہے کہ یہ کلام جو ابن الجوزیؒ نے کیا ہے مقبول نہیں ہے کیوں کہ یہ نہیں بتلایا گیا ہے کہ کلام کس نے کیا ہے حالانکہ اس روایت سے وہاں نے "وہاں" کو ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے اور ابن ابی حاتم نے بغیر جرح کے اس کو ذکر کیا ہے اور ابن حجرؒ نے تقریب میں کہا کہ راوی مقبول ہے اور ابوالوہاب امام میں اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے اس حدیث پر کہ یہ روایت شاذ یعنی شاعت محدثین کے خلاف ہے وہ اسے منظور مرفوع نقل نہیں کرتے یہ اعتراض ابن ابی العیون نے کیا ہے وہ کہتے ہیں "سبعہ روایۃ متافقة" تو اس سے حدیث مذکور پر شاذ ہونے کا وزن بعض کیا ہے جس کی وہ خود بخود جانتے ہیں کہ ابوالضحیم نے اس حدیث کو مرفوعہ سے موقوف روایت کیا ہے اور دارقطنی نے طریق مرفوعہ اور موقوف دونوں کو نقل کرنے کے بعد فرمایا "والصواب موقوف"۔

لیکن یہ اعتراض بھی بغیر موزون ہے احیاء السنن (۱/۱۱۳) میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس روایت کو شاذ قرار دینا درست نہیں کیوں کہ رفع (مرفوعہ روایت کرنا) نقد راوی کی زیادتی ہے جو مقبول ہے اور ابوالضحیم کی روایت کے مخالف نہیں ہے کیوں کہ مرفوع حدیث اور موقوف کے درمیان بزرگ فرق ہے دونوں کے معنی متحد نہیں اور اگر مان لیا جائے کہ منہوم آیت ہے لیکن عزرة کے اصحاب میں سے سوائے ابوالضحیم کے عثمان بن محمد کی کسی نے مخالفت نہیں کی اور دونوں آیت ہیں اس لئے عثمان بن محمد کی روایت کو شاذ نہیں کہہ سکتے اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ دارقطنی نے جوابات فرمائے ہیں کہ "والصواب موقوف" وہ درست نہیں۔

مجہوری دوسری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مرفوعہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "النہم صرینان صرینہ للوجہ و صرینہ للصدین الی السرھین" "بزار نے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعہ روایت کیا ہے اس کی اسناد میں حریش بن خریت ہے وہ اس کو ابوہریرہؓ سے روایت فرمایا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب میں فرمایا کہ دارقطنی نے حریش بن خریت کے بارے میں فرمایا "یعضربہ" اور یحییٰ بن القفطان نے کہا "لبس بہ نفس" اور امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ

ہیں! یا اے عرواں بیکوں! صدیوں سے نہجاً "بتراحہ" میں رہتے رہے۔

تیسری بات، جو یہ کہی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے پاس دیکھا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں ایک کھنڈی (دھن) لے کر اپنے پیچھے سے نکلتے ہیں۔ اس کی روایت ابن عمرؓ سے ہے۔ اس کی روایت ابن عمرؓ سے ہے۔ اس کی روایت ابن عمرؓ سے ہے۔

[illegible][illegible]

ان دلائل مذکورہ کے علاوہ زمین بہت سی اداہٹ میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہ السلام اور عمار بن یاسر علیہ السلام وغیرہ سے مروی ہیں ان سے تہذیب کی سبب ثابت ہوتا ہے عمران روایت کو محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں ٹھیک ہے لہذا اگر انی حثیت کے اعتبار سے ان کے عقیدے کو تسلیم بھی کر لیا جائے لیکن خود وہ تاویلات طریقی ہیں جس سے ان کے اندر قوت آنکی ہر اس سے دور بات قس احسان بن علیس مزے برآں آتے ہیں تاہم یہ اور قیاس سے ان کی تادیب دینی ہے لہذا ان سے تعامل میں کوئی قاحت نہیں ہے۔

انما ائمة من خصل و تقيہ کے حضرت غلام میں ہمارے پیغمبرؐ کی طرح عدالت سے استعجال کیا ہے اسی کا بواسطہ ہمارے موبائی نے

یہ دیا ہے کہ اس حدیث کا یاق تھا رہا ہے کہ اس وقت نبی کریم ﷺ کا مقصد صرف یہ تھا کہ حضرت عمر کو صورت ضرب کی دیکھا جس کی وجہ سے آپؐ نے اسے لے کر اس طرح کر لیا کہ مٹی میں لوٹ لگا دیا درست نہیں تعیم کی پوری کیفیت بیان کرنی منظور تھی جس طرح منصورؓ نے دکھایا اسی طرح حضرت عمرؓ نے تعیم ضرب کی روایت کی اسی لئے دوسری روایات جو حضرت عمرؓ سے تعیم کے بارے میں آتی ہیں ان میں مراد وہ ضربیں مذکور ہیں اور مراد انھیں سے اس حدیث میں ذرا میں یعنی دونوں ہاتھ کھینچ کر آپؐ میں کسی پر جزو کا اطلاق کیا گیا ہے یا عمرؓ یہ ظاہر نہیں ہے مع باقی کے صحیح کیا ہے۔ غیر مستند کہتے ہیں جزو بول کر کل مراد اس کی کوئی تعبیر نہیں مگر ان کی یہ بات غلط ہے کیوں کہ فرقان کریم میں ہے ”کبھی سبط کعبہ الی النساء الصالح“ تو کیا سبط کنین سے صرف احمولہ کا پھیلنا مراد ہے تبیں پورے ہاتھ کا پھیلنا مراد ہے اسی طرح حضرت عمرؓ کی حدیث میں سمجھ لیں۔

بر حال تقریر مذکور سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کوئی تعیم نہیں دی بلکہ ان کو ایک معبود طریقہ کی طرف بطور اشارہ متوجہ کرنا مقصود تھا اور معبود طریقہ یہ تھا کہ حدیث اصغر میں کہیں تک نہ کیا جاتا ہے وہی طریقہ جنابت کی حالت میں بھی کافی ہے زمین پر لوٹ لگانے کی ضرورت نہیں اس کی نظیر وہ حدیث قصص ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا ”انسا بکھیک ان جعی راسک ذلائل جنیت“ غسل جنابت میں ہاتھ کو کان سے کہ تو ڈالنے اپنے سر پر نہیں لیں پانی سے چوٹی کھولنے کی ضرورت نہیں اس میں مضبوطی اور استسحاق اور غسل صحیح بدن کا ذکر نہیں فرمایا کیوں کہ مقصود یہاں نفل صغائر ضروری نہ ہونے کا بیان تھا پورے غسل کی تعیم مقصود نہیں تھی اسی طرح حضرت عمرؓ کی حدیث میں ”انسا کسان یکھیک ہنگما“ سے تعبیر کا یہ مطلب نہیں کہ ایک ضرب یا تسلیوں کا صحیح کافی ہے بلکہ اس تعبیر سے حضور اکرم ﷺ کا مقصد بیان صورت ضرب اور نفل تک تھا پورے تعیم کا طریقہ بیان کرنا مقصود تھا کیوں کہ حضرت عمرؓ کی پہلے سے تعیم فی اللہ کا حکم تھا اس ارشاد مذکور سے اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے دھراستانی ہے باضیہ دل استعفا اس توجہ مذکور کی تاکید حضرت عمرؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے جو سند بڑا درجہ میں نقل کی گئی جس کے الفاظ یہ ہیں ”فما صرنا فصرنا واحدة للواحد فہ حصرۃ اخوی الی المعرفین“۔

حذافہ الذہا حجر بنے الدرایہ میں باسناد حسن فرمایا کرتی تھیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کو حدیث اصغر کا تعیم یقیناً معلوم تھا حضور اکرم ﷺ نے اپنے کلام مذکور سے اسی کی طرف متوجہ فرمادیا۔

بعض حضرات نے ایک اور جواب دیا ہے کہ فریق مخالف یعنی حنابلہ وغیرہ نے جن روایات سے استدلال کیا ہے ان کا استدلال درست نہیں ہے کیوں کہ جن روایات میں وحدت کی تصریح ہے وہ ایک ضرب سے زیادہ کی نفی پر دلالت نہیں کرتی ہیں اسی طرح جن روایات میں وحدت کا ذکر نہیں ہے بدان میں صرف ضرب کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی نفی تراکم پر دلالت نہیں کرتی ہیں البتہ بطریق مضمون ان سے نفی زائد ثابت ہوتی ہے اور استدلال بالمفہوم کے ذریعہ سے مقابلہ پر محبت کا نہ نہیں کی جاسکتی اب دو روایات معاوضہ سے محفوظ ہیں جو ضرر میں کو ثابت کرنے والی ہیں۔

[illegible][illegible][illegible]

۱۰۔ نیا طرزِ حدیثِ فقہان بنی عبدالرحمن بن ابی۔ لکھ گئی حدیثِ کفر بنی عبدالرحمن بن ابی۔

بَابُ تَيْمُمِ الْجَنَابِ

جنسی کے تحکم کا بیان

[illegible]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کیا آپ نے حضرت امار بن ابی اسحاق کی بات نہیں سنی جو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی ضروری کام سے ایک جگہ بھیجا تھا وہاں میں غصہ ہو گیا اور غسل جہیزت کے سے نہ لے پانی نہیں دیا تو میں نے زمین پر لوٹ کر نماز پڑھ لی تھی پھر جب میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اللہ میں حاضر ہوا تو یہ اندوبہ پہنچے کہ سامنے بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا اور تمہیں تو اس طرح کرنا کہانی تھا پھر حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ زینہ پائین دوں مارے چہرہ دونوں ہاتھوں کو تھرا ہوا میں انھوں نے انہیں ہاتھ کی پٹیلی پر اور اپنے ہاتھ سے دس ہاتھوں کی پٹیلی پر اور چہرہ پر ہاتھوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور موسیٰ رضی اللہ عنہ کیا آپ کو علم نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت امار رضی اللہ عنہ کے قول سے اطمینان نہیں ہوا تھا۔

تشریح فضیل بن عیاض نے اس روایت میں غصہ سے نہ لگنا کہا ہے۔
مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے درمیان جو مناظرہ ہوا تھا اس کو نقل کیا ہے۔

مکتبہ میں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی نہیں کو حکم کی اجازت نہیں دیتے اس موضوع پر ان کا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مناظرہ ہوا تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ محدث اور غصبی دونوں کے لئے جواز حکم کے قائل تھے اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنا شروع کیا کہ "یا رسول اللہ! نسبح لک ان عمار لعمر بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا جواب دیا "اولہ نمر عمر نہ یضع یقول عمار" کیا آپ کو علم نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے اطمینان نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے فرمایا تھا "انفی اللہ یا عمار" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس خبر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اندازہ کرنا اس بناء پر تھا کہ حضرت امار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی حدیث بیان کی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد نہیں ہے مگر وہ دوسری حدیث ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی اس مجلس میں حاضر تھے جہاں حضور ﷺ نے حضرت امار رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہ ارشاد فرمایا تھا "انما احسان یکفیک ان تقول هكذا الخ"۔

بہر حال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اسے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ جب خود شریک واقعہ مگر ہے تو مجراں سے استدلال کرتے ہوئے مجھ پر اعتراض کیوں کر درست ہو گا اس کے بعد نبی ہوائی کی اس مختصر روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے اس کا ذکر بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے طر ز امتداد مال بدل کر فرمایا کہ ابو عبدالرحمن امار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قول کو مجھڑ دیجئے آپ سورہ مائدہ کی آیت النجم کے بارے میں کیا جواب دیں گے تو جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے آیت سے استدلال کیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے علوم کو تسمیر لیا کہ اس کا حکم حدیث اصغر اور حدیث اکبر دونوں کو سنائی ہے کہ اس کا ترجمہ کیا جائے کہ "تو آیت کو ضرور جواب دیتے مگر کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور امانہ کا بدل کر لیا اور مدد راہ کا سہارا لینے ہوئے صرف اتنی بات فرمائی کہ اگر ہم غصہ کو حکم کی اجازت دیں تو کوئی ایسا نہیں کہ اس کا حال یہاں تک پہنچ جائے کہ تمہاری ہی مردی پر ہی تو غسل کو چھوڑ کر حکم کر لے گا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جنہی کے لئے جواز تیمم کے قائل ہوئے تھے البتہ احتیاطاً اور سدور علیہ کے پیش نظر فتویٰ نہیں دیتے تھے جو ان کی اجتہادی بات تھی چنانچہ ابوسری اشعری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے شقیق بن سلمہ سے کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وجہ سے تیمم کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ چہ شقیق بن سلمہ نے جواب دیا تھا ہاں بات ایسی ہی ہے۔ لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اس بات کی طرف رجوع کر لیا تھا کہ جنہی پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرے گا۔

اس سے دوسری یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حضرت ابوسری رضی اللہ عنہ نے جس آیت تیمم سے استدلال کیا تھا اس میں ہے **فَاَوْفُوا بَیِّنَاتِ الدِّیْنِ** نہ کہ جس سے معلوم ہوا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ملامتہ سے مراد عداوت ہے اس لئے ابوسری اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا کوئی جواب نہیں دیا اور نہ اگر ملامتہ سے مراد ایسے مالید ہوتا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہہ سکتے تھے کہ اے ابوسری رضی اللہ عنہ تم جس آیت تیمم سے احتجاج کر رہے ہو اس کا ملامتہ سے کوئی نقل نہیں ہے بلکہ اس میں حدیث اشعری کی بات ہے اور ملامتہ سے مراد جماعت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ایسے مالید ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی جس سے واضح ہوتا ہے کہ لوگ جو ان کی طرف ملامتہ سے معنی بیان کرنے میں ایسے مالید کی نسبت کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔

باب التیمم بالصعید

مٹی سے تیمم کرنے کا بیان

اخبرنا سوبید من نصر قال حدثنا عبد اللہ عن عوف عن ابی رجاء قال سمعت عمر بن ابن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راى رجلاً معتزلاً لم یصل مع القوم فقال یا فلان ما منعک ان تصلی مع القوم فقال یا رسول اللہ اصابتی حنابة ولا ماء قال علیک بالصعید فانه یکفیک۔

محدث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ انگ بیٹھا ہے اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں تم کو قوم کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا ہے اس شخص نے کہا کچھ وجوہات مٹی ہو گئی ہے اور پانی نہیں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پانی نہیں ہے تو مٹی سے تیمم کیا ہوتا ایک دو تھمہ کافی ہے۔

تشریح: تیمم صرف مٹی سے ہرگز ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے فقہاء کی عبادت سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تفصیل ہے اور ابو حنیفہ و امام غزالی کے نزدیک تیمم ہر ایک چیز سے جائز ہے جو زمین کی مٹی سے ہو بشرطیکہ وہ پاک ہو بشرطیکہ ریت و چروغ وغیرہ اور بالکل کا قول بھی اسی طرح ہے جیسا کہ علامہ بیہقی نے اس کا ذکر کیا ہے اور ابن حزم بھی اسی کے قائل ہیں امام شافعی، امام احمد اور داؤد و طائفری کے نزدیک تیمم ہر چھ چیزوں میں سے امام ابو حنیفہ بھی اسی کے قائل ہیں امام ابو حنیفہ اور امام غزالی دیکھ لیں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فَاَوْفُوا بَیِّنَاتِ الدِّیْنِ** اور صعداً طیباً کہ اور صعداً نام ہے روئے زمین یعنی بالائی رخ کا یہ معنی صمغ و طیل و حلیم

وائیں العربی اور زجاج وغیرہ سے منقول ہیں اور زجاج نے جو کثرت کا بہت بڑا عالم ہے معانی القرآن میں کہا ہے معیدوئے زمین کو کہتے ہیں خداداد مٹی ہو یا پتھر جو حسب پرستی نہیں ہوتی ہے۔

اور زجاج نے کہا "الا اعلم اختلافاً بین اهل اللعنة" کہ میں نہیں جانتا کہ اہل لعنت میں سے کس نے اس میں اختلاف کیا جو اسی لئے جو امام بیضاویؒ نے جو شافعی المسلک ہونے کے لفظ معید کی تفسیر میں اس کے معنی مٹی نہیں کیے اور قاموس میں ہے "الصعيد تراب ابووجه الارض" یعنی معید مٹی یا جہ الارض کو (زمین کی سطح) کہتے ہیں اب اگر کوئی کہے کہ صاحب قاموس کی تفسیر کے مطابق لفظ معید کے دو معنی ہوتے تو کہاں سے معلوم ہوا کہ اس جگہ معید سے مراد روئے زمین ہے تو اس کا جواب تفسیر مظہری میں دیے کہ اگرچہ لفظ معید تراب اور جہ الارض کے معنی میں مشترک ہے جیسا کہ صاحب قاموس نے کہا لیکن یہاں مراد جہ الارض ہے نہ کہ تراب اس پر قرینہ اور اشارہ باری تعالیٰ ہے چنانچہ سورہ نساء کا وہ ممبر فرما: ﴿يَا أَيُّهَا الْمَدْيَنَةُ وَاللُّهْمَا لِيَجْعَلْ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ﴾ کہیں کہ تراب غنیمت کو کسر و کی قرار دینے میں حرج ہے خصوصاً ان لوگوں پر جو ناقابل ذراعت میدان میں آباد ہیں یا کھادی زمین یا دیگر تان یا پہاڑی زمین میں آباد ہیں وہ آگاہانے والی مٹی کو یہ وہ حرج عظیمہ کے نہیں پاتے والحرث مدفوع فی الشرع اس لئے قرینہ اور اشارہ باری تعالیٰ یہاں معید سے مراد روئے زمین ہے۔

اور حدیث سے امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ کی حدیث مرفوعہ ہے "جعلت لی الارض مسجداً وظہوراً" کہ ٹی کریمؓ نے فرمایا ہے "نئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بھادی مٹی الارض سے جس زمین مراد ہے لہذا جس زمین ظہور ہے۔

نیز ایک حدیث میں آیا ہے "ایسا وجہ امر کثرت الصلوة فیصل" جس کی کو جہاں نماز کا وقت آباد ہے وہاں نماز پڑھ لے اور یہ حدیث فتح کے باب میں وارد ہوئی ہے جیسا کہ پوری حدیث واضح ہے ان الفاظ نے کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ الارض سے مراد روئے زمین کی جس مراد ہے کیوں کہ کبھی رجب میں کبھی شوال میں اور کبھی بیاضی میں ہر طرح کے مقام پر نماز کا وقت پائے گا اور ان اس امر کی روایت میں ہے "فعند ظہور الشمس مسجدہ" یعنی وہ شخص وہاں نماز پڑھ لے جہاں نماز کا وقت آجائے کیونکہ اس کی ظہار سے حقیر اور جائے عبادت کے پاس ہے۔

نیز حضرت انسؓ سے مرفوعہ روایت ہے "جعلت لی کل ارض طیبہ مسجداً وظہوراً" ان اس امر سے اور ابن الجارود نے اس کو باسنح روایت کیا ہے۔ (کما قال الحافظ فی الفتح)

تو ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمین کے تمام اجزاء ظہور ہیں جیسا کہ اس کے تمام اجزاء باقیات ملک و مسجد و گاہ ہیں لہذا زمین کے کھڑوں میں سے جس مقام پر نماز جائز ہے اس سے بڑھتی درست ہے اگر علیحدہ وہ زمین کی جس سے وہ لوگ اس کے لئے قابل ذراعت ہوتا بھی شرط نہیں ہے۔

حضرت امام شافعیؒ وغیرہ کا استدلال حضرت حذیفہؓ کی حدیث سے ہے اس میں آیا ہے "جعلت لی الارض کنبھا مسجداً وجعلت لی مہبطاً وظہوراً اذ لا تم نجد الماء" کہتے ہیں یہ حدیث نہ اس سے لہذا ان پر عام کون جس میں مطلق

اگر اس کا قضا تو ہے محمول کیا جائے گا اس سے ضرورت نہ اب لے رہا تھا غامی ہوئی غیر نہ اب سے تخم وراثت کبھی ہے اس کا جواب علامہ مابراہینی فرماتے ہیں یہ ہے کہ تعلق بالحد ہالہ یعنی جو از تخم کے تحت فروعی کے ساتھ عقیدہ کے مفہوم و مقاب ہے وہ معلوم قیاب و باب اصول کے نزدیک ضعیف ہے لہذا اس کے اور بعد تفصیل منطوق صحیح نہیں ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ معلوم معمول سے چرچا جس اس سے استدلال درست کبھی کہ نہ بتاؤ و جعلت فی الارض مہجداً و طہوراً "کا منطوق بتیاد از امام فروعی فی الطہوریت پر وراثت نہ رہے اب جب غیر قراب میں وراثت معلوم در وراثت منطوق کے اور بیان تقاضا ہے کیونکہ وراثت معلوم نہ مطلقاً بلکہ کوپ حق ہے کہ مواضع میں کے کسی اور چیز سے تخم درست نہ ہو وراثت منطوق طہوریت تو قطعی ہے نہ منطوق امی القدرہ بلکہ امرائی کو ترجیح دی جائے گی کسی نے صرف لیتے ہیں کہ تخم وراثت جی سے جائز نہ ہو میں نے جلی سے ہو۔

اگر مہجلی نے اپنے مسئلہ پر اثر میں جس سے پہلے "اطلب الصعد اوصل النحر" سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرطیہ حجت سے تخم جائز ہونے پر وراثت نہ رہا ہے کیونکہ جب ارض حشر یعنی کھیت کی زمین امیہ امیہ سے اس سے واضح ہوتا ہے کہ غیر ارض حشر طیب سے جو زور کے نہیں، اور یہ ہے لہذا اس سے تخم درست ہوگا مگر وراثت منطوق کا اثر اس میں سے پہلے سے استدلال تقاضا کرتا ہے کہ ضرور ارض سے تخم درست نہ ہوگا لہذا کام و فروعی نے لکھا ہے کہ مہجلی نے تخم وراثت سے اور صحیحہ کو کھاری لکھی ہے جو اگانہ والی نہ ہو۔

باب الصلوات بتیمم واحد

ایک تخم سے کئی نمازوں کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں اس کا بیان

احمد بن عسروں عن عیلام قال حدثنا محمد بن عیسا عن یونس عن ابی قلابہ عن عمرو بن محمد عن ابی اسحق عن ابی ہریرہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوات الطیب وحنوہ المصلو وان لم یجد الماء عشر منین۔

حضرت جو زہر بن عقیل سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پاک مٹی مسابین کے لئے مثل آب وضو کہ جتنا پانی مانہ تک پانی نہ پاتا۔

تشریح یہ حدیث حضرت ابو زہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بعض حضرات نے کہا کہ ان کا ماسجد بن جناد بن قیس جو اور بعض نے کہا کہ یہ صحابہ مشہور صحابی ہیں ان کے مراتب و فضائل بہت ہیں از حدیث صحیحہ فی حدیث تھان کا انتقال ربوہ مسدود ۲۲۰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ۔

حضرت ابو زہرہ رضی اللہ عنہ سے پہلے ستر کہنے اپنے ال کے پاس جاتے اور ان کو پاؤں نہایت اویں ہوتی اور غسل کے لئے پانی نہ پاتے مسدود حدیث روایت میں ہے کہ صلیبی حبابہ فیست بالصعید و صلیب ابداً فروع فی نفسی من

والک جسکی طہرت میں حالک الخ "آپسوں نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی آپ ﷺ نے فرمایا "الصعيد الطيب وضوء المسلم الخ" آپ خبر دین مسلمان کے لئے وضو پانچوں میں ہر ایک پانی نہ پڑے فقط وضوء کے برابر کے ساتھ ہے وضوء کے پانی میں ہے پانی کہ پاک مٹی غمراہ پانی کے ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ فقط وضوء وضوء انہی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ مٹی کا استعمال مخصوص طریقہ پر مٹی وضوء میں سے ہے۔

بہرہ میں اس میں تکیہ لیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حجرہ صارت ناقصہ نہیں بلکہ مثل وضوء طہارت کا ہے۔ اور حدیث میں اس میں سے حدیث ہے کہ مٹی مقررہ درجہ تک معطاب یہ ہے کہ اگرچہ نہ نہ ہر از لک پانی نہ پڑے پاک مٹی مسلمان کے لئے آل طہارت ہے۔

بہر تقدیر اس حدیث میں یہ ہے کہ مٹی کا وقت گزر جانے سے حجرہ نہیں ہوتا بلکہ وہ مثل غم وضوء کے ہے اور طہرت طہرت ہے جب تک پانی نہ ملے براہ پانی رہے گا اور ایک کلمہ ہے جب تک حدیث نہ ہو تو انہی وضوء کا ہے پانی چاہے یا وضوء یا ایک وقت میں دو اوقات متعدد میں عیناً کہ لازم اور مفید اور لازم احمد کا ہے کہ مٹی اور طہرہ سب نام . کہنا کا یہ ہے کہ ہر فرض کے لئے مستقل حجرہ کر کے پانی نہ حجرہ طہرت ضروری ہے کہ صرف نماز کے وقت میں اس کے اور کرنے تک باقی رہتے ہیں تا مٹی کی دھوئی ضرورت اس میں ہے مٹی کی نہ ہوتے ہیں "مس السنان لا یصلی بانهیم اکثر من صلوة واحدة" (رواہ الدارقطنی والطبرانی)۔

اختلاف اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کی اسناد میں حسن میں ہمارا روایت کو شعبہ احمد بن حنبل، نسائی، دارقطنی اور ابن ماجہ وغیرہ نے ضعیف اور متردّد کہا ہے اس لئے دیکھ نہیں سکتے تھے اس سے احمد الیٰ درست نہیں ہے بلکہ اس کے محدث غیر روایتی ثقافتی نے تراجم اس میں فرمایا ہے "ولم یجد فی حدیث صحیح انہ یتیم لکن فی روضة تیسماً جدیداً مل امرہ مطلقاً واقامہ مقام الوضوء" محدث موصوف کی اس عبارت نے واضح کر دی کہ ہر فرض کے لئے وضوء مجہد و متحرک کرنا کی حدیث صحیح ہے اور طہرہ موصوف ثقافتی میں مگر بات الصانع نے فرمائی ہے اس سے مسلک اختلاف کی بنیاد ہوتی ہے اور خود مصنف کے قائم کردہ اب سے ان کی رائے بھی بھی معصوم ہوتی ہے کہ ایک ہی حجرہ سے متعدد نمازوں کا پڑھنا درست ہے۔ (رواہ معالیٰ اعلم)

باب فیمن لم یجد الماء ولا الصید

باب جو شخص نہ پانی پاوے اور نہ پاک مٹی تو وہ کیا کرے گا

احمد بن اسحق بن ابراہیم حدثنا ابو معاویہ حدثنا ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امید میں حصیر ونبأ یظلمون فإذلة کانت لعلہا سببہا فی منزل نزله محضرت الصلاة ولبوا علی وضوء ولم یجدوا ماء فحملوا بغير وضوء فحدکروا ذالک لرسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فانزل الله عز وجل آية التيمم قال اسيد بن حضير جزاك الله خيرا هو الله ما برل بك امر نكرهه الا جعل الله لك وللمسلمين فيه خيرا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور کچھ لوگوں کو بار تلاش کرنے کے واسطے بھیجا اور وہ بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا جو ان کے محل سے گرجیا تھا وہ وہاں بھی گئی تھیں اس مقام پر جہاں انہوں نے قیام کیا تھا یہیں نماز کا وقت گیا اور لوگ وضو نہ تھے اور ان کو پانی نہ ملا تو لوگوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی بعد ازاں لوگوں نے اس کو ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو اللہ بڑا رحیم و بڑے آیت عظیم ازل فرمائی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اے مسلمانوں کی ماں اللہ تعالیٰ آپ کو جزا اے خیر عطا فرمادے جب کبھی آپ کو کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جو آپ کی مرضی کے خلاف ہے تو آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس کے باعث آپ کے اور مسلمانوں کے حق میں بھلائی اور تسلی بھی فرمادی۔

احمد بن محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا امية بن خالد قال حدثنا شعبه ان معمر بن اخبرهم عن طارق بن ورجلا اجنب فلم يهل فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك له فقال اصبت فاجنب رجل آخر فبعثهم وصلى فقام فقال نعم ما قال للاخر يعني اصبت.

طارق سے روایت ہے کہ ایک آدمی اجنبی بنا اس لئے نماز نہیں پڑھی اس کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا پھر ایک آدمی کو نہایت باطنی مولیٰ تو اس نے حج کر کے نماز پڑھ لی پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے اس کو بھی اسی ارشاد فرمایا جو دوسرے کے واسطے فرمایا تھا یعنی اصبت فرمایا کہ تم بار بار غسل درست ہے۔

تشریح: علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ بظاہر اس ترجمہ سے صحت کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص پانی نہ پائے اور نہ پاک مٹی تو ایسی صورت میں وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے جو جب نماز کا وقت آجائے اور بعد میں اس کا اعادہ نہیں کرے گا اس بات پر استدلال حدیث باب سے کیا ہے استدلال اس طرح سے کیا ہے کہ حدیث شریفیت تیمم کو وہ مگر تراب بعد التمر و عیت کی جگہ رکھ کر ہے کیوں کہ دونوں کا حاصل اور مرغی تعذر تیمم ہے تو یہاں مؤثر ہے کیوں کہ اس وقت تک تیمم کا حکم نازل نہیں ہوا تھا تو گویا مٹی نہ ہونے لگی اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس پانی بھی نہ تھا اس لئے وہ معذرت مثل غائت الطہورین کے ہو گئے اس لئے اسی حال میں بغیر وضو اور تیمم کے نماز پڑھ لی پھر انہیں آیت تیمم نازل ہونے کے بعد عاودہ کا حکم نہیں دیا کیونکہ استدلال کی تائید میں حدیث سندھی نے تفصیل بات کی ہے کہتے ہیں کہ یہ اس ارشاد نبوی کے موافق ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا "اذا امرتکم بانظر فاقوا ما استطعتم او مسحوا لال" یعنی جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو بقدر استطاعت اس پر عمل کرو معلوم ہوا تکلیف بقدر استطاعت ہے اب پانی اور مٹی نہ ملنے کی صورت میں انسان کی آخری استطاعت بھی ہو سکتی ہے کہ اسی حالت میں بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے اور چونکہ غیر مستطاع کا مکلف نہیں اس لئے وہ سنا ہے اور

بلکہ اصل غیر مستطاع سے مستطاع ساقط نہیں ہوگا یہی بات قیاس اور اصول کے موافق ہے کیوں کہ شرط صلوٰۃ یعنی وضو اور تحیم متعلق ہونے کی صورت میں اس کا انسان کو مکلف نہیں بنایا گیا ہے لیکن اس سے اس کو جس شرط یعنی نماز کا مکلف بنایا گیا ہے وہ ساقط نہیں ہو سکتی جیسا کہ ستر محرمات و طہارت ثواب اور طہارت مکان و غیرہ کا حال ہے کیوں کہ ان میں سے کسی بھی شرط کے معدوم ہونے سے نماز کا عطا ہونا مستطاع نہیں ہوگا بلکہ انسان کے ذمہ ضروری ہے کہ کسی حالت میں نماز ادا کرے پھر اعادہ نہیں کرے اسی طرح طہارت کا معاملہ ہے وہ شرط صلوٰۃ ہے اور بانی و روشنی نہ ملنے کی صورت میں اس کی تکلیف ساقط ہو جانے سے شرط کی تکلیف ساقط نہ ہوگی اس لئے ایسی حالت میں بدون طہارت کے نماز پڑھے پھر اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ تقدیر کرے بھی باقی ارکان کی تکلیف کو ساقط نہیں کرتا ہے تو تقدیر شرط تکلیف مشروطہ کو کس طرح ساقط کرے گا مثلاً اگر بعض اعضاء وضو کا غسل عدم گل کی وجہ سے متعذر ہو تو باقی اعضاء کو دھو لے گا اور بعض اعضاء کا غسل متعذر ہونے سے خصوصاً نہ ہوگا اسی طرح جب قرآنی اسلوٰۃ سے عاجز ہو جائے اور قیام و غیرہ سے عاجز ہو جائے تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوتی ہے۔

غرض مصنف کے کلام سے اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ قاعدہ الطہورین نماز پڑھے اور پھر اس کا اعادہ نہ کرے اسی طرح امام بخاری کے کلام سے ان کا بیان اور رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسی حالت میں بدون طہارت کے نماز ادا کرے اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔

علامہ سندھی کی اس توجیہ کے مطابق امام نسائی نے اس مسئلہ میں امام احمد بن حنبل کی موافقت کی ہے ان کا مسلک یہ ہے کہ نماز کا وقت آنے کے بعد جو شخص نہ پانی پاوے اور نہ مٹی وہ اسی حال میں بغیر طہارت کے نماز پڑھے اور پھر اس کا اعادہ نہ کرے۔ لیکن بخاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مصنف کے مقصد اور مسلک کو جس فراخ دلی سے علامہ سندھی نے پیش کیا ہے وہ مقصد حدیث باب سے کسی طرح ثابت ہو سکتا ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ حدیث باب سے اس کا ثبوت مشکل ہے کیا کوئی یقین سے یہ ثابت کرے کہ بغیر طہارت کے نماز کو درست قرار دیا تھا اور ادا کرنے کا حکم نہیں فرمایا کیا عدم ذکر عدم واقعی کی دلیل بن سکتا ہے ظاہر تو یہی ہے کہ انہوں نے بعد میں تحیم سے نماز کا اعادہ کیا ہو گا اب رہا یہ سوال کہ حدیث باب میں آیا ہے "فصلوا بطہور و حصو" لیکن یہ الفاظ اثبات مقصد کے لئے کافی نہیں ہو سکتے کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے تحیم کا حکم بآواز ہونے کے بعد نماز ادا کی ہو جیسا کہ یہی بات آچھے ابواب یعنی "باب مدۃ النعم" اور "باب الصیم فی السفر" کے ماتحت کی روایت سے معلوم ہوتی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ روایت نے ان کی ترتیب تبدیل کر دی ہو اور نماز کا بیان مقدم کر دیا ہو کہ حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس پانی نہ تھا اس لئے انہوں نے بغیر طہارت کے نماز پڑھ لی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ فعلی اور جزئی واقعہ ہے جس میں محرم نہیں ہے دوسری طرف حدیث ثمالی کی روشنی میں ایک اصول بیان کیا گیا ہے "لاصلوۃ الا بطہور" بدون طہارت کے کوئی نماز نہیں ہو سکتی ہے تو ظاہر بات ہے کہ جب کوئی خاص واقعہ کسی اصول سے مزاحم ہو تو صحیح اصول کو ہوگی۔

تیسری بات یہ ہے کہ جس طرح امام نسائی نے حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے فعل سے اس بات پر

استدلال یہ ہے کہ فائزہ البکرہ زین العابدینؑ کی حالت میں فی طہ ثروت کے لئے نہ پائے اور چرائیں کا اعلان نہ کرے۔ اسی طرح حضرت
 عقیقہ کے یہاں حضرت عمرؓ کی ولادت ہے۔ حضرت عمرؓ کی ولادت ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے جو بھی بکھ
 کیا، اسی بکھ کے لئے اس میں اس وقت کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ لہذا اسے قطعاً کرنے کی کسی حد کا جواب نہ ہو۔
 جو مانی بہت ہفتہ ہفتہ یہ ہے کہ پیغمبر کے آواز میں صاف نے یہ نہیں پیش کی ہے اور بھی نہیں ہے اس لئے قابل
 قبول نہیں ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

باب کی ... کی حدیث میں "باب کی ایک جگہ نو بار بار اتنی ہوئی کہ اس نے نہ دیکھی ہے۔ اس کا ذکر وہاں ہی
 درج ہے۔ اس نے فائزہؑ کی بیٹی کے لئے کیا "اصمت" کی تھا۔ یہ فقیرانہ حدیث ہے۔ اس نے فائزہؑ کی بیٹی کے لئے کیا
 دروازہ کی بیٹی کی بیٹی کی حدیث میں حاضر ہوا۔ "باب کی بیٹی" اس میں مل جاتا ہے کہ کیا وہ حضور اکرم ﷺ کے "اب" سے
 تھی یا نہ "اصمت" تم نے یہ کیا کیا اس لئے کہ تم نے اپنے بہت سے بچے یا بہت سے بچے اور بہت سے بچے
 یہ ہیں وہاں کہ وہاں تھے جو بھی بار بار وہاں کہ تم نے فائزہؑ کی بیٹی کو اس لئے کہ اس نے فائزہؑ کی بیٹی کو
 نہیں ہے۔ اس نے یا تو وہاں کہ بہت دور کی مصیبت تھی۔ اس کے لئے کہ اس نے فائزہؑ کی بیٹی کو اس لئے کہ اس نے فائزہؑ کی بیٹی کو
 اذکار میں صوبہ اور تہ کی بار بار کہ فاضل ان کا اجتہاد ہی تھا۔ بہت تھی اس نسبت سے اس کے فعل کا انکار اور بھی نہیں
 دیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم۔ کما فی العوضیۃ للعلوۃ السلیعی)

کتاب المیاء

پانی کے احکام

قال الله عز وجل : وانزلنا من السماء ماء طهورا ﴿١﴾
 وقال الله عز وجل : وما نزلنا من السماء ماء يطهركم به ﴿٢﴾
 وقال تعالى : فليقلعوا اعنابا فينبغوا صعيدا طيبا ﴿٣﴾

احمر بن اسود بن شعيب حدثنا عبد الله بن المبارك عن سفيان عن سماك عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما ان بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتسلت من الجنابة فترصا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بغسلها لہ کرت ذالک لہ فقال ان الماء لا یجہ شئی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات نے (ایک گھن میں سے پانی لے کر) جنابت کا غسل کیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کا ارادہ کیا تو اس بیوی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس پانی سے جنابت کا غسل کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز پاک نہیں کرتی ہے۔

تفسیر: شروع کتاب سے یہاں تک جتنا احکام و مسائل ذکر کئے گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے قول بجا ایھا النبی امضوا اذا قمتم فی الصلوة الحج با کی تفسیر سے متعلق ہیں کیوں کہ آیت مبارکہ وضو اور غسل کے احکام اور جنم جو پانی نہ ملے یا اس کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں وضو اور غسل کے قائم مقام ہے اس کے بیان کے لئے آحاد کی جی ہے اس لئے جنسی احادیث ابواب سابقہ میں ذکر کی گئی ہیں سب کی سب گویا اس آیت مبارکہ کی تفسیر اور تشریح ہیں۔

اب یہاں سے مصنف ان احادیث کو روایت کرتے ہیں جو پانی کے احکام سے متعلق ہیں اور اگرچہ اس مسئلے میں بہت سے احکام پیچھے احکام طہارت کے ضمن میں گذر چکے ہیں مگر جوں کہ ان کا ذکر وہاں ہوا، کیا تھا اس لئے صرف الحج و ذکر پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ پانی کے احکام سے متعلق اصل بحث کی غرض سے کتاب الیاء کا عنوان قائم کیا ہے اور عنوان کے شروع میں قرآن پاک کی آیات قرآن کی ہیں جس سے اس بات پر تحبہ مقصود ہے کہ جنسی احادیث اس کتاب میں بیان کی جائیں گی وہ قرآن پاک کی ان آیات نوران جیسی دوسری آیات کی تفسیر تشریح اور ہمزہ بیان کے بھی جائیں گی۔ (واللہ اعلم کذا فی الحاشیہ لعلامہ السنہ)

فتوان کے ماتحت کی حدیث میں آیا ہے "ان الماء لا یجہ شئی" ترجمہ کی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت میں "ان

السقاء لا یوجب "فرمایا تو فرق صرف الفاظ میں ہے مطلب دونوں کا ایک ہے یعنی پتھر یا محدث کے پانی سے غسل وضو کرنے سے اس کا پانی پاک نہیں ہوتا ہے اس سے ان بعض اوراق مطہرات کا جو خیال تھا کہ نیش کے غسل جہاں سے بعد لب میں جو پانی چار ہوتا ہے اس کا استعمال سے گریز کرنا چاہئے ان کے اس خیال کو نبی کریم ﷺ نے "ان السقاء لا ینجسہ شئی" سے رد فرمادیا اور تلاویا کہ تمہارا خیال غلط ہے جیسی اور محدث کے استعمال سے بچا ہوا پانی جو نیک وغیرہ میں ہوتا ہے وہ ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

باب ذکر بتر بضاعة

بتر بضاعہ کے پانی کا کیا حکم ہے اس کا بیان

اخرجنا عن ابن عبد الله قال حدثنا ابو اسامة قال حدثنا الوليد بن كثير حدثنا محمد بن كعب القروطي عن عبيد الله بن عبد الرحمن بن رافع عن امي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قال قيل يا رسول الله انترضاه من بتر بضاعة وهي بتر يطرح فيها لحوم الكلاب والحبص والسنن فقال الماء طهور لا ينجسہ شئی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ بتر بضاعة سے وضو کرتے ہیں حالانکہ وہ ایسا کوں ہے کہ اس میں کتوں کے گوشت اور حبص کے لئے اور بد بود و چیزیں ڈالی جاتی ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو میں پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

اخرجنا عن العباس بن عبد العظيم حدثنا عبد الملك بن عمرو قال حدثنا عبد العزيز بن مسلم وكان من العابدين عن عطف بن طريف عن خالد بن ابي نوف عن سبط عن ابن ابي سعيد الخدري عن ابيه قال سرت بالنبي صلى الله عليه وسلم وهو بترضاه من بتر بضاعة فقلت انترضاه منها وهي يطرح فيها ما يكره من السنن فقال الماء لا ينجسہ شئی۔

عبدالرحمن اپنے والد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذر رہا تھا آپ ﷺ بتر بضاعة سے وضو کر رہے تھے میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ اس کے پانی سے وضو کر رہے ہیں حالانکہ اس میں گندہ چیزیں الہی جاتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی ہے۔

تفسیر: بتر بضاعة یہ منورہ میں آیت مشہور کنوئیں کا نام ہے اس میں حبص وغیرہ کے کپڑے اور بد بود چیزیں گرہتی تھیں کیوں کہ وہ کنوئیں تھیں جسکے میں کھجور بھی کبھی سیلاب گندہ چیزوں کو راستہ سے اٹھا کر اس میں ڈال دیتا تھا اور اگر اس میں ڈالنی تھی لیکن کہنے والے نے تعبیر اس طرح سے کی ہے کہ اس سے وہم ہے اہوتا ہے کہ لوگ نجاست وغیرہ کو اس میں ڈالتے تھے نفوذ پلٹا کی بات عوام مسلمانوں سے بھی نہیں ہو سکتی کیوں کہ اسلام بلکہ جاہلیت کے دور میں بھی ہمیشہ لوگوں کی عادت رہی کہ وہ پانی کی بہت حفاظت کرتے تھے اور ہر جسم کی ناپاک چیزوں سے بچانے کا طریق اختیار کرتے تھے اس لئے کنوئیں میں

لہذا غیر دعاؤں کا تو یہی اولیٰ وجہ ہے کہ اولیٰ سے بھی نہیں ہو سکتا چنانچہ صحابہ کرام سے جو انھیں اور سب سے زیادہ پابانہ رسولان
تھے وہ اصل بات کو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ مطالب اور بات سے تو کسی میں نجاست اور پانی بھی ٹکرائے جس میں ٹھہری تھی جسے نماز
ہو جاتی تھی لیوں کہ پانی اس میں بہت تھا اور پھر اترھا بلکہ اچھڑا دیا یعنی نہ واقعہ سے غصہ کیا ہے کہ اس زمانہ میں وہ جاری تھا
اور اس کے پانی سے ہوا پر اب کیا ہو گا تھا اسی لئے نجاست وغیرہ کو پانی میں کر کے جاتا ہے لے نجاست کا وہ پانی نہیں رہتا اور
الغرض اگر پھر کھڑے ہو کر کھڑے کھڑے پانی سے انھیں نے اس پر جو پانی اور انھیں نے تو پیش کی لیکن وہ دراصل اس کے ساتھ ساتھ
دوسرے خباہتوں اور بات کے بیان میں مستکہ اور قابل اعتبار ہی ہیں انہوں نے جو پانی بیان کیا ہے شاید کے مطابق بیان کیا
ہو ان کا قول بہت ہے۔

پھر حال میں سفر ہنگام کی طبیعت اور دعاؤں کی اس کے پانی سے جب بھی کرے یعنی وضو وغیرہ ہے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھ لیا اس لئے کہ رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کوئی بات پانی سے منع کرتے ہیں جس میں کتوں کے دشت پھرنے کے لئے
اور یہ پانچ چیزیں ذالہ جاتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "السماء طہور ولا یجسہ شیئ" اس میں کتوں کا پانی پاک ہے اور
پاک کرنے والے کوئی چیز اس کو پاک نہیں کرتی ہے۔

اس حدیث کی علامت عبارت سے وہی ہے کہ تمام کتوں کے پانی کا یہی حکم ہے کہ کسی کتوں کا پانی پاک نہیں ہوگا
ہے قصداً اور نہ بہت خواہ اس کے وصف بدل جائیں کیوں کرتے ہیں اس کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پانی قصداً اور نہ بہت جب اس
کے وصف میں سے کوئی ایک وصف نہ ہوتے تو وہ پانی پاک نہ جاتا اس لئے کہ اس کا اس لئے کہ اس کا اس لئے کہ اس کا اس لئے کہ اس کا
ظہور لا یجسہ شیئ "سے شرملاہم بہت کرنا درست نہیں بلکہ انھما عیوہ الخ" میں اللہ سے بہت غارتی ہے اور پھر یہ
تخلیٰ مطلب اس سے مراد اور بظاہر ہے یعنی میں سر ہنگام کا طہر جاتا ہے کہ پانی سے پوچھا یہ جواب میں آئی کہ پانی کا
حکم بیان فرمایا کہ جب تک اس کے پانی میں تغیر نہ آ گیا سو جب تک اس کا پانی پاک اور پاک نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا پانی
نہیں رہتی۔ (وعدہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

باب التوقیت فی الماء

احمد بن الحسن بن محمد بن حریث المروری حدثنا ابو اسامہ عن ابی یزید بن کثیر عن محمد بن جعفر
بن اسیر عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ثناء وما
یوریه من المواب والنسج فقال اذا کان الماء فلیس لہ بحمل النجس۔

احمد بن حنبلہ قال حدثنا حماد بن ثابت عن انس ان عمر ابیا مال فی المسجد فقام الیہ بعض القوم
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ترموہ فقام فرع دعاہ لہ کو من ماء فصبہ عنہ

احمد بن عبد اللہ بن حسن بن اسیر عن محمد بن عبد الوہد عن الاوزاعی عن عمرو بن عمرو بن ابی یزید عن
نہرہری عن عیوب اللہ بن عبد اللہ عن ابی ہریرۃ قال قام انور ابی فکان فی المسجد ففتاوا لہ الناس فقال لہم رسول

اَفْعَلَىٰ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ وَاعْبُدُوهُ عَلَىٰ بَرَكَةِ دُلُوْا مِنْ مَّاءٍ فَانَمَا يَعْتَمِدُ بِهِمْ يَوْمَ يُنْفَخُ الْمَعْمُورِينَ

اس باب کے تحت کی پہلی حدیث کا ترجمہ اور اس کی تشریح پیچھے باب "التَّوَقُّفُ فِي الْمَاءِ" کے تحت ملاحظہ کیجئے۔
ما تَقْرَأُ فِيهِ اَبَدٌ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سِتًّا اَوْ سَبْعًا اَوْ ثَمَانًا اَوْ تِسْعًا اَوْ عَشْرًا اَوْ اَحَدًا وَعِشْرِينَ اَوْ ثَلَاثِينَ اَوْ اَرْبَعِينَ اَوْ خَمْسِينَ اَوْ سِتِّينَ اَوْ سَبْعِينَ اَوْ ثَمَانِينَ اَوْ تِسْعِينَ اَوْ اَلْفًا مَرَّةً يَوْمَ يُنْفَخُ الْمَعْمُورِينَ

باب النهي عن اغتسال الجنب في الماء الدائم

حدثنا الحارث بن مسكين قراءة عليه وأنا أسمع عن ابن وهب عن عمرو بن لحي عن ابن الحارث عن
سكير بن ابی السائب حدثنا انه سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يغتسل احدكم
في الماء الدائم وهو جنب
اس تَمَوَّنَ كَيْفَ تَحْتَ كِي حَدِيثِ كَا تَرْجَمُ اَوْرَسَ كِي تَشْرَحُ يَحْيَى عَن اَبِي سَابِ النَّهْيُ عَنْ اِغْتِسَالِ الْجَنْبِ فِي الْمَاءِ
الدَّائِمِ "كَيْ تَحْتَ مَاحِظَةُ يَحْيَى"

الوضوء بماء البحر

اخبرنا قتيبة عن مالك عن صفوان بن سليم عن سبلع بن ابي سبلع ان المغيرة بن سفيان بن عوف اخبره
انه سمع ابا هريرة يقول يقول سأل رجل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله انما تركب البحر
وسحبل مع القليل من الماء فان توجسا ما به عطشنا افترضا من ماء البحر فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم هو انظروا حازه الحل ميتة
اس تَمَوَّنَ كَيْ تَحْتَ كِي حَدِيثِ كَا تَرْجَمُ اَوْرَسَ كِي تَشْرَحُ يَحْيَى عَن اَبِي سَابِ الْمَاءِ الْبَحْرِ "كَيْ تَحْتَ مَاحِظَةُ يَحْيَى"

باب الوضوء بماء الثلج والبرد

اخبرنا اسحق بن ابراهيم حدثنا حماد بن عمار عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول اللهم اغسل خطاي بالثلج والبرد ونقي قلبي من الخبث كما نقيت الثوب
الابيض من الدنس
اخبرنا علي بن حجر قال اخبرنا حماد بن عمار عن عمار بن القفا عن ابي ربيعة عن عمرو بن حماد عن ابي
هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اللهم اغسلني بالثلج والماء والبرد
اس باب کے تحت کی حدیث کا ترجمہ اور اس کی تشریح مآوان "باب الوضوء بالثلج" اور "ابواب الوضوء بماء الثلج"
کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

باب سؤر الكلب

اخبرنا علي بن حجر قال اخبرنا علي بن مسهر عن الاعمش عن ابي رزين واهي صالح عن ابي هريرة

اس باب کے ذیل میں ہم ریٹ کا ترجمہ، نوشتہ شیخ عنوان "باب سیر الجہرۃ" ہے، لفظ ہے

باب سُر الحائض

أخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا عبد الرحمن بن سفيان عن العفوام بن شريح عن أبيه عن عائشة قالت كنت أصبرق الحرفي فيضع رسول الله صلى الله عليه وسلم فاه حيث وضعه وأنا حائض وكنت أشرب من الإناء فيضع فاه حيث وضعته وأنا حائض.

انہاں باب کے تحت کی حدیث کا ترجمہ اور فقہاء کا جواب اسطورۃ المناہض کے تحت ملاحظہ کیجئے۔

باب الرخصة في فضل المرأة

احسننا ہزاروں میں عبد اللہ قال: حدثنا معمر بن جندبہ مالک عن ربع عن ابن عمر قال: كان النمر حالاً
والسقاء بنو ضنوی فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جميعاً .

اس باب کے تحت کی صورت پر تمام اشخاص کو ان باب و صرہ اور جس و النساء جمیعاً کے تحت درج کیا ہے۔

باب النهي عن فضل وضوء المرأة

عورت کے دھوکے بعد جو مافی فیک عاتما سے اس کے استہلال کی ممانعت کا بیان

أخبرنا عمير بن عيسى قال حدثنا أبو داود قال حدثنا شعبة عن عاصم الأحملي قال سمعت أبا
 حازم قال أبو عبد الله حسن واسمه هو داود بن عاصم عن الحكم بن عمرو بن وهب عن أبيه عن
 عنه يعني ابن يونس أن رجلاً يقضي وهو الغراء

حضرت نعم بن اوفیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے تبلیغ فرمایا اس کے کوہِ کوہ سے
بچے ہوئے مانی سے دھو کر رہے۔

[illegible]

الرخصة في فضل الجنب

احمروا فنيبة قال حدثنا الليث عن ابن شهاب عن عمرو عن عائشة التي كانت تغتسل مع رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم فی الاماء لو حمدا۔

ان مومن کے تحت کی حد یہ کہ اگر وہ بے احترامی سے ان کتاب پھیل جائے تو ان کے لئے عذاب ہے۔

باب القدر الذی یکتفی بہ الانسان من الماء للوضوء والغسل

حمر بن عبدوی بن علی قال حدثنا یحییٰ بن سعید قال حدثنا شعبہ حدثنا عبد اللہ بن عبد اللہ بن حمر
قال سمعت انس بن مالک یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤمنا بحکوکہ ویغتسل یغتسل
مکئی

حمر بن عبدوی بن علی بن سہیل الکوفی قال حدثنا عبد اللہ بن سعید بن مسدد عن سعد بن عبد اللہ بن سعید
بن شیبہ عن عائشہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یؤمنا بعد ویغتسل سحر الصباح

حمر بن عبدوی بن سہیل بن سعید بن مسدد عن عائشہ بن سعید بن مسدد عن عائشہ بن سعید بن مسدد
عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤمنا بالمد ویغتسل بالصبح الخو کذاب لیبیہ
ان باب نے آیت کی کتاب سے لے کر یہ آیت تک لکھی ہے کہ ان سے یہ القدر لیبیہ لکتی ہے کہ الرجل من الماء
للوضوء کے تحت لکھی ہے۔

كتاب الحيض والاستحاضة

باب بدء الحيض وهل يسمى الحيض نفاساً

حیض کی ابتداء کا بیان کیا حیض پر نفاس کا طلاق ہو سکتا ہے

[illegible][illegible][illegible]

ذكر الاستحاضة واقبال الدم وإدباره

الحشر - بحسب ان من نزل في سجن اسما عظيم من عظمته وهو ان من مات من حمله لا يرثي قتل

ذکر الاقراء

«خبرنا ابراهيم بن عثمان بن ابي اسحق قال حدثنا اسحق وهو ابن بكر بن مضر قال حدثني ابي عن ابي حنيفة وهو ابن عبد الله وهو ابن اسامة بن الهاد عن ابي بكر وهو ابي محمد بن عمرو بن حرم عن حمرة عن عائشة قالت ان ام حبيبة بنت حبش كذبت لحدث عبد الرحمن بن عوف وابها استحيصت لا تظهر فذكر شأنها لرسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليست بالحبيضة ولكنها ركعة من امر حرم ظهر فذكر فيها التي كانت تحيض لها فترك الصلوة ثم نظر فبعد ذلك فلتغسل عند كل صلاة»

«خبرنا ابو موسى قال حدثك مغيرة عن ابراهيم بن عمرو عن حمرة عن عائشة ان ابنة حبش كانت تستحاض سبع سنين فبالت الي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم ليست بالحبيضة انما هو عرق فانما ان ترك الصلوة قدر انما وحضه وتغسل وتغسل فكتاب تغسل عند كل صلاة»

«خبرنا عيسى بن حماد اخبرنا الليث بن يزيد عن ابي حبيب عن ابي بكر بن عبد الله عن العطار ابن الصغير عن عروة ان فاطمة بنت ابي حبيب حدثت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن اليه الدم ففعل بها رسول الله صلى الله عليه وسلم انما ذلك عرق فانظري اذا اتاك فروك فلا تجلي. و اذا مرفروك فانظري ثم تجلي ما بين الفراء الى الفراء قال ابو عبد الرحمن حسن قد روى هذا الحديث هشام بن عروة عن عروة ولم يذكر فيه ما ذكر المنذر»

«خبرنا اسحق بن ابراهيم حدثنا عبدة وركيع وابو معاوية قالوا حدثنا هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت حدثت فاطمة بنت ابي حبش الي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت اني امرأة استحاض فلا اظهر الفاء في الصلوة قال لا انما ذلك عرق وليست بالحبيضة فاذا اتيت الحبيضة فعدعي الصلوة و اذا ادبرت فاعلمي عليك الدم وصللي»

اسی عثمان کے تحت کی حدیث کی تکرار تو ان سابق ذکر اقراء کے تحت ملاحظہ کیجئے۔

جمع المستحاضة بين الصلاتين وغسلها اذا اجمعت

حدثنا محمد بن بشير حدثنا محمد قال حدثنا شعبة عن عبد الرحمن بن انقاسم عن ابيه عن عائشة ان امرأة مستحاضة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل لها امه عرق عائشة امرت ان تزعم الظهر وتعمل العصر وتغسل لهما غسل واحد او تفرغ المغرب وتعمل العشاء وتغسل لهما غسل واحد وتغسل لصلوة الصبح غسل واحد»

حبر ما سويده بن نصر اخبرنا عبد الله بن سليمان عن عبد الله بن حماد عن القاسم بن القاسم عن ربيعة بن جحش قالت قلت للنبي صلى الله عليه وسلم اني مستحاضة فقل لي تحلب ايام قرانها ثم تغسل وتؤخر الظهور وتعمل العصر وتغتسل وتصلی وتؤخر المغرب وتعمل العشاء وتغتسل وتصبغها بماء وتغسل للفرج

یہاں جس حدیث میں آیات اور آیتوں کے تحت پیش کردہ روایت دیکھی ہے جو متواتر ذکر شدہ اشعائے بغدادیہ المستحاضہ کے تحت آئے ہیں ان کی کثرت و باریک بینی سے ملاحظہ کیجئے۔

باب الفرق بین دم الحيض والاستحاضة

اخبرنا محمد بن اعني قال حدثنا ابن ابي عدي عن محمد بن عمرو وهو امر غلفمة عن وقاص عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن فاطمة بنت ابي حنيفة اني كانت تستحاض فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان دم الحيض فانه دم اسود يعرف فامسكي عن الصلوة واذا كان الاخر فتوضئي فانما هو عرق قال محمد بن اعني حدثنا ابن ابي عدي هذا من كتابه

احبرنا محمد بن اعني قال حدثنا ابن ابي عدي عن حماد بن محمد بن عمرو عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة ان فاطمة بنت ابي حنيفة كانت تستحاض فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم ان دم الحيض دم اسود يعرف فاذا كان ذلك فامسكي عن الصلوة واذا كان الاخر فتوضئي وصلى قال ابو عبد الله حماد قد روي هذا الحديث غير واحد ولم يذكر احد منهم ما ذكر ابن ابي عدي والله اعلم

اخبرنا يحيى بن حبيب بن عمرو بن عبد حماد عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت استحيضت فاطمة بنت ابي حنيفة فقلت للنبي صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله اني استحاض فلا اطهر الا اذا غاب الصلوة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه ذلك عرق وليست بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فدعي الصلوة واذا اقبلت فاعلمي عنك الدم وضئي وتوضئي فاما ذلك عرق وليست بالحيضة قبل له فافعل قال وذلك لانك فيه احد قال ابو عبد الله حماد وقد روي هذا الحديث غير واحد عن هشام بن عروة ولم يذكر فيه وترجعتي غير حماد والله اعلم

اخبرنا سويده بن نصر قال حدثنا عبد الله بن هشام عن عروة عن ابيه عن عائشة ان فاطمة بنت ابي حنيفة اتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله اني استحاض فلا اطهر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما ذلك عرق وليست بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فامسكي عن الصلوة فاذا دبرت فامسكي عنك الدم وصلي.

احمرنا قبة عن مالک عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت قالت فاطمة بنت ابي حنيفة رسول الله صلى الله عليه وسلم لا طهر الا نزع الصلوة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما ذلك عرقى وليست بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فدعى الصلوة واذا ذهب قدرها فاعسلي عنك الدم وصلي.

احمرنا ابو الاشعث قال حدثنا خالد بن الحارث قال سمعت هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة ان بنت ابي حنيفة قالت يا رسول الله اني لا اطهر الا نزع الصلوة قال لا انما هو عرق قال عائشة فبعد فربما عليه وليست بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فدعى الصلوة واذا ادبرت فاعسلي عنك الدم ثم صلي.

باب تحت ثيابي احييت في ثيابي ثوبين مائة باب الفرق بين دم الحيض والاستحاضة في ثيابي.

باب الصفرة والكدرية

زرد رنگ اور نیلا رنگ کا خون۔ غرض ہو گا یا نہیں اس کا بیان

احمرنا حصرو بن زرارة قال احمرنا اسماعيل عن ابوب عن محمد بن قيس قال قلت ام عطية كذا لا تعد الصفرة والكدرية شيئا

محمد بن قيس۔ حدیث ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم زرد اور نیلا رنگ کے خون کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

تشریح۔ اہل علم اس حدیث سے معصوم ہو گئے کہ زرد اور نیلا رنگ کے خون کو بطل غرض سے شمار نہیں کیا جائے گا اور مصنف نے قائم کر دیا ہے اور اس کے تحت یہ کہ حدیث سے ان کا مہمان اور محبان میں معصوم ہوا ہے اور یہ حدیث اس حدیث کے موافق ہے جو ان باب الفرق بین دم الحيض والاستحاضة کے تحت گذر چکی ہے اس کے مخالف ہیں "فانه دم اسود يعرف" لیکن "مہمورانہ" نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو طبر کے بعد زرد اور نیلا رنگ کا خون کی بجائے صورت پر محمول کیا ہے اور اس صورت پر ابو ایوب کی روایت کے پیش نظر محمول کیا ہے جیسا کہ ابو داؤد میں حضرت ام عطیہ کی روایت میں یہ قید موجود ہے چنانچہ: "فرمائی ہیں" "کنا لا تعد الكدرية والصفرة بعد الطهر شيئا" کہ ہم طہم کے بعد زرد اور نیلا رنگ کے خون کا کوئی اعتبار نہیں کرتے تھے۔ یہ حدیث سے معلوم ہوا کہ میرے پاس چنانچہ میں نے ابام میں اس قسم کے رنگ کے خون کو بغیر شمار کیا یا نہ تھا اور میں مسئلہ میں اس بخاری بھی مہجور کے ساتھ ہیں چنانچہ انہوں نے باب الصفرة والكدرية فی غیر ایام انھیں مستثنیٰ فرمایا ہے ترجمہ میں فی غیر ایام انھیں کی قید لگا دی اس سے انہوں نے اس صورت کی طرف اشارہ کیا ہے جس پر حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو مہجور ہوا نے محمول کیا ہے غرض اگر کوئی مہجور ایام بغیر میں زرد اور نیلا رنگ کا خون دیکھے تو اس کو مہجور کے نزدیک چنانچہ شمار کیا جاوے گا۔

[illegible]

ذکر مایجب علی من اتی حلالتہ فی حال حیضہا مع علمہ
بہنہی اللہ تعالیٰ

اس بات کے بیان میں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ممانعت کے علم کے باوجود اپنی بیوی سے خفیہ کی حالت میں صحبت کرے تو اس پر کیا وجہ ہے

اجرتا عمرو و ابن غنم قال ما نانا باجدي عن شعبان بن شداد عن عبد الصمد عن مقسم عن
انس عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم في الرجل ياتي امرأته وهي حائض يتصدق بمدين او بيهضف

ابن ابی شیبہ کی حدیث کا ترجمہ ہے کہ "ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حبیب کے ساتھ اپنے گھر میں دیکھا کہ وہ اپنے حبیب کے ساتھ اپنے گھر میں بیٹھے ہیں۔"

باب مضاجعة الحائض في ثياب حيضها

الحديث بحديثه قد في مسجد قال أخبرنا محمد بن همام ح وأخبرنا إسحاق بن إبراهيم قال أخبرنا
معاد بن عبد الله قال حدثني أبي ح وأخبرنا أحمد بن محمد بن مسعود قال حدثنا حماد وهو من الثقات
حدثنا شاذان بن يحيى بن أبي كسر قال حدثني أبو محمد بن رجب بن أبي ميمونة عنده أن إبراهيم
حدثنا قال سمعنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا حضرت فاستلمت فأخبرت بآيات
حيثما شئت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انصت فقلت نعم فدعاني فأصغى فحدثت معه شيئا
الذي لم يسمع به من سميته

نہ ہوا تو نہ آئے نہ عدی نہ ہوا نہ رہا تو نہ "باب مصاحفہ المعانیض" کے تحت علم کے فرما گئے۔

باب نوم الرجل مع حليته في الشارع الواحد وهي حائض

مرد کا اپنی حیض والی بیوی کے ساتھ ایک نئی کپڑے میں سونا

احمد رضا صاحب، من انجمنی عالی حمزہ نا یحییٰ عن حمزہ عن صبح الال سعید حلالہ یحلت عن
عائشہ وذاکرت کسہ ما و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ست فی الشعار او احد و دا طامت حویض وں
امینہ میں سے عملی حکم نہ دے دے تو جہلی ہے

اس باب کے تحت روایات اسے بھی قرآن اور حدیث جمعہ طحاوی "حکایت گوشتی پستان کا زخم" اور ابن ماجہ کے تحت ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مباشرة الحانض

حائضہ سے مباشرت کا بیان

احسننا قبلة لسان حمد ابن الاحقر من عمر الى اسحق بن عمر بن حبل بن عثمان قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم من احدنا اذا تكلم فاصاحا ينادونهم بانتهرها

احسبنا امحق من انفسهم قال احبوا جبريل عن تصور عن انفسهم عن الاسود عن عائشة فان
كانت احداهما قد خاصت اموها بمولاه عملي انما عليه وسيلان تدرى به مباشرة

اِس مَظان کے تحت کی رہا ہے فائدہ اُترے گا۔ مَظان باب ہے مَظہر فی الحوائج۔ "کے تحت مآد کے نیچے۔"

ذكر ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يصنعه إذا حاضت

احدی نسانه

جب نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں سے کسی بیوی کو حیض آتا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ جو طریقہ اختیار

فرماتے اس کا بیون

احمد بن محمد بن علی بن عباس وھو بہ کثر من صدقہ بن سعید بن دکر کلمۃ اللہ فی حدیثہ
 حصص من مہر فلان وھو مع امی ورجائی فلانھا کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

رسلم بتبع الی حاصیت احمد کی فائیت کائن باور الی حاصیت احمد الی نذر و باز و اسع ثم یسرم صلیو جا و نامیہا

پیش روئے کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو "میں" کہتا ہے، وہ اپنے آپ کو "میں" کہتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوا کیا کہ نبی تم میں سے کسی کو فیض آقا و جناب نبی کریم ﷺ کی طرح اختیار فرماتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ جب ہم میں سے کسی کو فیض آقا و نبی کریم ﷺ ملتا تو نبی کریم ﷺ شام و شب بیدار رہنے کا حکم دیتے تھے پھر اس کے سوا اور پستان سے انعام نہ لگاتے۔

احمر الحارث بن مسكين قراءة عليه وأنا أسمع عن إس وهب عن يونس وثعلبة عن ابن شهاب
عن جابر بن سمرة عن أنس قال كان مولانا صهولة عن صهولة قال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يمشي المراءى من سانه وهي حائض إذا كان عليها إزار يبلغ اصناف الصنفين
الفر كنين في حديث الثلب تخرجونه.

تشریح: اس روایت میں "سازار و اسع" آیا ہے اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ ہم میں سے جو حاضر ہو کر بیٹھ جائے وہ سب کا ہونا چاہئے۔ اور یہاں تک کہ اگر کوئی شخص نہ آئے تو بیک وقت کھانا کھا لیں۔ لیکن اگر کسی نے کہا کہ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ سے نہ کھائے گا تو اس پر لازم نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ نہ کھائے۔ بلکہ اگر وہ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ سے نہ کھائے گا تو اس پر لازم نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ نہ کھائے۔ بلکہ اگر وہ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ سے نہ کھائے گا تو اس پر لازم نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ نہ کھائے۔

باب کی: امری صحت کا ترجمہ "اثر" "فتوٰی" "باب مباشرة لحائض" کے تحت مل چکا ہو۔

باب مؤكلة العائض والشرب من سفرها

أخبرنا قتيبة بن سعيد بن جميل بن طريف أخبرنا يزيد بن المقدام عن شريح بن هاني عن أبيه عن
شريح أنه سأل عائشة هل تأكل المرأة مع زوجها وهي طاعث قالت نعم كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم يدعوني فأكل معه وأنا عاركة كان يأخذ العرق فيقسم علي فيه لا أعترق منه ثم أضعه ليأخذه
فيعترق منه ويضع فيه حب وضع فمني من العرق ويدعو بالشراب فيقسم علي فيه من قبل أن يشرب
منه فأخذه بالشراب منه ثم أضعه ليأخذه فيشرب منه ويضع فيه حيث وضعت فمني من الخمر.

أخبرنا أبو يوسف بن محمد البزاز قال حدثنا عبد الله بن حنبل قال حدثنا عبد الله بن عمرو عن
 الزعماني عن النخعي عن سفيان عن أبيه عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصح ٥٩
 على العموم الذي أنزل فيه في فضل شرايبي وأنا حائض .

میں اس کے باقی کی بات کا ترجمہ اور تشریح ”باب موائفہ الحدیث والشرع من سؤرہا“ کے تحت طے کر دیتے۔

الاستفهام بفضي الحائض

أخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفيان عن معمر عن المقدم بن شريح عن أبيه قال سمعت

خبریں عام ریڈیو میں منتقل ہو کر تو ان کے آواز پر وہ طعنت کے جھڑپوں میں نہ گریں لیکن ان خبروں پر ان کے لئے ایک خاص اثر ہوا۔ ان کے لئے یہ خبریں ان کی زندگی کو تبدیل کرنے والی تھیں۔ ان کے لئے یہ خبریں ان کے لئے ایک نیا عالم تھیں۔ ان کے لئے یہ خبریں ان کے لئے ایک نیا عالم تھیں۔ ان کے لئے یہ خبریں ان کے لئے ایک نیا عالم تھیں۔

[illegible]

باب استخدام الحائض

[illegible][illegible][illegible]

بسط الحائض الفمرة في المسجد

[illegible][illegible]

باب ترجیل الحائض رأس زوجها وهو معتكف فی المسجد

باب حیض والی عورت کا اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کرنا جبکہ وہ مسجد میں معتکف ہو

احمرناصر بن عینی حدثنا عبد الاعلی قال سمعنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا كانت تخرج رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي حائض وهو معتكف فيها ولها رأسه وهي لي حجرة فيها.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ عاصمہ بن زید کی مات میں رسول اکرم ﷺ کے سر کے بالوں میں کنگھی کرتی تھیں اور اس وقت آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف کی حالت میں ہوتے آپ ﷺ اپنا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب کر دیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرے میں سوتیں۔

تشریح اس روایت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کے مطابق عصبہ ہو کہ شہرہ یعنی بیض والی جگہ سے سوائے جہاں کے جو بھی خدمت لینا چاہے لے سکتی ہے یہی بیض کی حالت میں اپنے شوہر کے بالوں میں کنگھی کر سکتی ہے اور سر جو کنگھی ہے وغیرہ اور یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیض کی جگہ سے مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں اس لئے وہ حجرے میں رہتی تھیں اور نبی کریم ﷺ مسجد کے اندر تشریف رکھتے تو اسے سر مبارک کنگھی کر دیتے اور اس سے نکال دیتے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بالوں میں کنگھی کیا کرتی تھیں اور اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ بعض حصہ مسجد کو مسجد سے باہر نکال دینے سے اعتکاف میں کوئی نقصان نہیں آتا ہے۔

غسل الحائض رأس زوجها

احمرنا عمرو بن علی حدثنا يحيى حدثني سفيان قال حدثني منصور عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغسل الي رأسه وهو معتكف فاعلمه وانا حائض.

احمرنا خببة قال حدثنا الفضيل وهو ابن عياض عن الاعمش عن نعيم بن سلمة عن عروة عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج رأسه من المسجد وهو معتكف فاعلمه وانا حائض.

احمرنا قتيبة عن مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت كنت ارجل رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا حائض.

اسی متن میں کثرت کی احادیث کا ترجمہ اور تشریح متن میں سابق "باب غسل الحائض رأس زوجها" کے تحت ملاحظہ کیجئے۔

باب شهود الحیض العیدین ودعوة المسلمین

باب حیض والی عورتوں کا عیدین اور مسلمانوں کی دعاؤں کے مجمع میں شریک ہونا

احمرنا عمرو بن زواة حدثنا اسماعيل عن ابيوب عن حفصة قالت كانت ام عطية لامة لرسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا قالت بآنا قللت اسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول كذا وكذا قالت نعم يا قال فتخرج العواتق وذوات الخدور والحبر فيشهدن الحبر ودعوة المسلمين وتعتزل الحبر المصلی

حضرت انسہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کا ذکر نہیں کرتی تھیں مگر بایا (میرے باپ آپ ﷺ پر قربان) ضرور کہتی تھیں حضرت انسہ رضی اللہ عنہا نے جو چھادام حبیبہ رضی اللہ عنہا تم سے رسول اکرم ﷺ سے ایسا ہیسا فرماتے ہوئے سنا ہے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا جی ہاں میرے باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو ان الزکیاں اور پردہ نشین عورتیں اور خض والی عورتیں ظہن اور خیر کی مجلسوں اور مسلمانوں کی رہاؤں میں حاضر ہوں اور خض والی عورتیں عید کا دن سے طلحہ درتیں۔

تفسیر قال لتخرج العواتق الخ امام غزالی نے اس کی توجہ یہ کی ہے کہ ابتدائے اسلام میں سب عورتوں کو دونوں عیدوں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونے کا حکم دیا گیا تھا اس زمانہ میں مسلمان کم تھے تو حضور اکرم ﷺ نے چاہا کہ سب ان عورتوں کے مسلمان بہت معلوم ہوں تاکہ وہ شریک ہوں یہ ہو لیکن اب عورتوں کے نکلنے کی حاجت نہ رہی اس لئے کہ مرد مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ دور حاضر میں انسان کا اندیشہ ہے کہ عورتوں کو عید کا دن میں حاضر ہونے سے منع کیا جائے گا نتیجہ کا یہی فیصلہ ہے۔

المرأة تحيض بعد الانفاضة

طواف افاضہ کے بعد عورت کو خض آجائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے

اخبرنا محمد بن مسلمة قال حدثنا عبد الرحمن بن القاسم قال اخبرني مالك عن علقمة بن علقمة عن عاتكة بنت عبد المطلب عن عائشة رضي الله عنها قالت لو سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم ان حصة بنت حبي قد حاضت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلها تحبسن الم تكن طابت معكن قالت بلى قال فاحر حن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ حنیہ بنت حنیہ رضی اللہ عنہا کو حیض شروع ہو گیا ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا شاید وہ بھوکا رک ویز گی کیا انہوں نے تمہارے ساتھ بیت اللہ کا طواف نہیں کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا جی ہاں طواف زیارت کر چکی ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ان سے کہہ دو کہ اب وہ مکہ سے روانہ ہو سکتی ہیں۔

تشریح اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے طواف عورتوں کے واسطے طواف الوداع چھوڑنے کی اجازت دی ہے اور اس پر تمام اماموں کا اجماع ہے کہ اگر عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض شرع ہو گیا تو طواف الوداع

باب دم الحیض یصیب الثوب

احمر بن یحییٰ بن حبیب بن عربی قال حدثنا حماد عن هشام بن عروة عن فاطمة بنت السدر عن أسماء بنت اسی بکون نکون فی حجرها ان اعرافا استفتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن دم الحیض یصیب الثوب فقال یتبہ واقربہ والنصحہ رضی فیہ .

احمر بن محمد بن سعید قال حدثنا یحییٰ بن عثمان قال حدثنی ابو المفضل ان ابی الخضر بن عبدی بن دینار قال سمعت ام قیس بنت محسن انہا سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن دم الحیض یصیب الثوب قال یتبہ بصلع وغسلہ بماء وسدر آخر کتاب الحیض .

اس باب کے تحت میں نے یہ آجہاد و تخریج عنوان ماقبل باب دم الحیض یصیب الثوب کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

راوی حدیث موجب فقہاً بیہائی کرتے تھے یعنی حدیث کی نسبت انصار اور یہودیوں کی طرف فقہ کی غرض سے نہیں کرتے تھے دوسرے یہ کہ غلطی، اسی نوے کے اندر پڑا کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف صحت منسوب کرنے پائیں، ہاں کی خبروں کی سب ان کے خوف سے ایوب حدیث کو بطریق مرفوع روایت کرنے سے حرمان سے بچے۔

بیرمال تمام مضمود یہ ہے کہ بطریق مرفوع روایت کرنے سے اس حدیث سے مرفوع ہونے والی تصانیف کیسے پہنچے گا سب کس حدیث کا مرفوع ہونا دوسرے طریق سے ثابت ہے۔ (وعدہ تعالیٰ اعلم)

باب الرخصة فی دخول الحمام

حمام میں داخل ہونے کی اجازت کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراہیم اخبرنا معاذ بن هشام قال حدثني ابي عن عطاء عن ابي الزبير عن حماد عن ابي النسي صلى الله عليه وسلم قال من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا بد من الحمام الا معذور
صخرت ہمارے شیخ نے کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص ہندوؤں آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، باغیر تہینہ کے حمام میں داخل نہ ہو۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہو کہ بغیر تہینہ کے حمام میں داخل نہیں ہونا چاہیے بلکہ تہینہ کے داخل ہونے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کیوں کہ اس صورت میں بھی کسی فکر بعض نے خرچ کرنے کا نہ صرف تہینہ کے ساتھ داخل ہونے کی اجازت دی کیوں کہ وہ نے نے تھوڑی سی تہینہ ہندوؤں داخل ہونے کی سہولت میں خرچہ ہونے کا، بعض کی فکر بعض نے خرچ کرنے کا کوئی اندیشہ نہیں، لیکن اس حدیث سے یہ بہت نہیں ہوتا۔ ہر حالت میں ہر دھارم میں عملات سہولت تھیں ہندو حدیث اس حدیث کے معنی میں "استنفض لکم ارض الحرم وستجدون فیہ سونا یعال لها العمامات الذی" القاع آئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں انہی دنوں میں تمام کا کوئی دیوار و تھاربا یہ سوال کہ بعض کتابوں میں حضور اکرم ﷺ کا حمام میں بائبل کے لیکن روایت نہیں کے ذرا ایک جگہ نہیں ۱۰ درجہ حدیث ان دنوں میں وارد ہوئی ہے اور حاضر ہے جس کو تو یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا حمام میں نہیں گئے بلکہ نماز اور کھانا بھی نہیں کیا۔ کمر میں جو حمام النبی مشہور ہے شاید اس کی وجہ یہ کہ اس کو صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ میں غسل فرمایا ہاں یہ حمام ہندو یا ہوا ہوا۔ (وعدہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

باب الاغتسال بالثلج والبرد

برف اور اوسلے سے غسل کر لینے کا بیان

اخبرنا محمد بن ابراہیم حدثنا بشر بن الحفصل حدثنا شعبہ عن مجاز عن واہرۃ سمع عبد اللہ بن ابي اوفی یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یدعوا اللہم طهرنی من الذنوب والحطایا

اس وقت کے لیے یہاں ایک اور مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ ان کے پاس ایک ہی زبان ہے مگر ان کے اندر دو زبانیں ہیں۔ ایک تو ان کی مادری زبان ہے اور دوسری ان کی تعلیمی زبان۔ ان کے لیے یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی مادری زبان کو کتنا دیکھنا ہے اور کتنا بولنا ہے۔ ان کے لیے یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی مادری زبان کو کتنا دیکھنا ہے اور کتنا بولنا ہے۔

[illegible]

باب الاغتسال اول الليل

[illegible][illegible]

باب الاستئذان عند الاغتسال

غسل کے وقت پردہ کرنے کا بیان

آخر میں اس شخص نے حقارتوں کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے لیے رسول بنا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو ایمان دیا اور ان کو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی تلقین کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی تلقین کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی تلقین کی۔

اصح ان سے معصومہ اور کھلی جگہ اور میدان میں طمس کے وقت تھوڑا سا غسل کرنا افضل ہے لیکن اگر کسی نے کپڑے اور نچر و ست پر طمس کیا اور وہیں غسل کر دیا تو اس طرف سے دونوں کی آمدورفت کا بھی کوئی اندیشہ نہیں تو ایسی صورت میں کھلی جگہ پر کھلی جگہ میں کوئی گناہ ہوگا کیوں کہ گناہ ہوتا تو حضرت ابوب علیہ السلام اور اسرار پاک نے غسل نہ فرماتے جس کا بیان باب کی چوتھی حدیث میں آیا ہے اور ان کا یہ تھا ان میں غسل سے سخت دعا فیت کے بعد تھا جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے۔

یہاں پر ضروری کہے۔ یہ حضرت ابوب علیہ السلام کا غسل تھا جو ان کے نزدیک ہمارے حاکم ان کے غسل سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ وہ میں سے موت کے فوٹوں کے لئے بھی جائز ہے تو ہم جواب میں لگے کہ وہی شریعت میں اس کا حکم مختلف ہے تو اب یہاں پر کرم بخش میں پر صبر فرمائیے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوب علیہ السلام کے غسل کو غسل فرمایا کہ اس پر لکھا نہیں فرمایا کہ جس سے معصومہ اور کھلی جگہ پر کھلی جگہ میں بھی نہ کھڑی ہے اور کھلی جگہ اور میدان میں ہر درجہ نہایت کی اجازت ہے۔

ترجمہ نئے میدان میں جہاں لوگوں کی آمدورفت نہ ہو نہ کھانا جائز ہے مگر پردہ لگنا افضل ہے اور اس دور سے غسل خازن سے لکھنے سے میر کوئی حرج نہیں باں پردہ کی جگہ کریمہ وغیرہ سے چھپا کر نماز افضل ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

باب الدلیل علی أن لا توقیت فی الماء الذی یغتسل فیہ

احمرنا القاسم بن زکریا بن دیار قال حدثنا السحق بن منصور عن ابراهيم بن سعد عن الزهري عن القاسم بن محمد عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يغتسل في الماء وهو الغرق وكنت اغتسل أنا وهو من ائاء واحد

ابوب کے تحت کی حدیث کا ترجمہ ہے ترجمہ عنوان ابواب ذکر الدلالة علی انه لا توقیت فی الماء کے تحت مذکور ہے۔

باب اغتسال الرجل والمرأة من نساہ من ائاء واحد

احمرنا ابو یونس بن بصیر احمرنا عبد اللہ عن هشام بن عمار عن ابراهيم بن عمار عن هشام بن عمار عن عائشة عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يغتسل وأنا من ائاء واحد تغترف منه جميعا وقال مرید قالت كنت أنا

احمرنا محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا حاتم قال حدثنا شعبه قال احمرني عبد الرحمن بن القاسم قال سئمت اسقاسم يحدث عن عائشة قالت كنت اغتسل أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم من ائاء واحد من الحنابة

احمرنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا عبدة بن حميد عن منصور عن ابراهيم بن الاسود عن عائشة قالت لقد رأيتهما رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ائاء اغتسل أنا وهو منه

باب اذا تطيب واغتسل وبقي اثر الطيب

باب جس شخص نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہ گیا تو اس کا کیا حکم ہے

حدثنا هناد عن السري عن وكيع عن مسعر وسعيد عن ابراهيم بن محمد بن المشتر عن ابيه قال سمعت ابن عمر رضي الله عنهما يقولان اصبح مطلعا فظفر ان احب الي من ان اصبح محرما انضح طيبا فاذ خلعت علي عانتها فاحبر بها بقوله ففادت طيب رسول الله صلى الله عليه وسلم لطاف علي نذانه ثم اصبح معروفا

ابو ابراہیم اپنے والد عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہنے سنا کہ میں نے ایک رکب سے شہزادہ اپنے بیٹے کی حالت میں صبح کریں یہ مجھے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے اس کے میں احرام کی حالت میں صبح کروں اس حال میں کہ میرے بدن سے خوشبو نکلتی ہو پھر میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے پاس گئے پھر صبح کو احرام باندھا۔

تفسیر اس حدیث کے راوی عمر بن الخطاب بھی میں انہیں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے احادیث روایت کی ہیں جب محمد بن قسطلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول سنا کہ مجھے کہہ عکسے سے احرام باندھنے کی حالت میں صبح کرنا اس سے بجز معلوم ہوتا ہے کہ میں محرم ہی کر صبح کران ورنہ ایک میرے جسم سے خوشبو نکلتی ہو تو چونکہ محمد بن قسطلی کو اس امر سے پہلے سے قول پر چڑھ چکے تھے ان کے اس قول کی خبر ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہوں نے یہ کچھ کہا کہ دست نہیں ہے چنانچہ آپ نے اپنے قول "طیبت رسول الله صلى الله عليه وسلم" سے ان امر رضی اللہ عنہما کے قول کو مسترد فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے عجمت فرمائی پھر صبح کے وقت احرام باندھا اور احرام غسل کے بعد باندھا جس پر قرینہ "فطاف علي نذانه" ہے ہذا نگہ غسل کے بعد بھی خوشبو کا اثر باقی رہا میرا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اسی بات سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ خوشبو کا اثر جسم پر غسل کے بعد بھی باقی رہتا صحت غسل سے واضح نہیں ہے ایسا غسل درست اور شرعاً مستحب ہے اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس بات کی طرف اشارہ فرماتی ہیں وہ یہ الوداع کے موقع پر پیش آیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

باب ازالة الجنب الاذى عنه قبل افاضة الماء عليه

جنسی اپنے بدن پر پانی ڈالنے سے پہلے ناپاکی دور کرے

اخبرنا محمد بن علي حدثنا محمد بن يوسف حدثنا سفيان عن الاعشى عن سالم عن كريب عن ابي عيسى عن ميمونة قالت تواضع رسول الله صلى الله عليه وسلم وضوءه للصلوة عبور وجهه وغسل

باب الابتداء بالوضوء فی غسل الجنابة

غسل جنابت کی ابتداء وضوء سے کرنے کا بیان

احمرنا مسوید بن نصر قال حدثنا عبد الله عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اغتسل من الجنابة غسل يديه ثم وضأ وضوءه للصلوة ثم بفصل ثم بخلل يده شعره حتى اذا ظن انه قد اروي بشوقه افاض عليه الماء ثلاث مرات ثم غسل مائه جملته.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر اسی طرح وضو فرماتے جو نماز کے لئے کیا جاتا ہے پھر غسل کرتے پھر ہاتھ سے سر کے بالوں میں نکال کرتے جیسا تک کہ جب یہ لگان ہو جاتا کہ ظاہری جلوت ہو گئی ہے تو سر مبارک پر نہیں مرتب پانی ڈالتے پھر تمام جسم کو دھوتے۔

تفسیر: حدیث کی عبارت "اذا اغتسل من الجنابة" کے معنی ہیں "اذا اراد الاعتسال من الجنابة" تک جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کا دہلاہ فرماتے تو پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز کے وضو کی طرح وضو فرماتے پھر غسل فرماتے پھر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پورے جسم کو دھونے سے پہلے دونوں بیروں کو دھوتے تھے حالانکہ دوسری روایات میں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل سے فارغ ہو کے بعد غسل کی جگہ سے ہٹ کر دونوں بیروں کو دھوتے تھے۔ دونوں قسم کی روایات میں تطبیق یہ ہے کہ کبھی کبھی پورے جسم کو دھونے سے پہلے بیروں کو کبھی وضو کے وقت دوسرے اعضاء کے ساتھ ساتھ دھولیتے تھے اور بعض اوقات پورے جسم کو دھونے کے بعد اس جگہ سے ہٹ کر دونوں بیروں کو دھوتے تھے۔ نیز ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے دونوں بیروں کو ازراہ حدیث کے لئے دھوتے تھے پھر پورے جسم کو دھونے کے بعد دوسری دہلاہ نکالتے اور منی کچھ کو دور کرنے کے لئے دھوتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ اس روایت میں ترتیب بدل گئی وضو کے بعد غسل کا بیان ہے پھر سر کے بالوں میں نکال کا بیان ہے حالانکہ ترتیب یہ ہے کہ وضو کے بعد پہلا غسل نکال کرنے کا ہے اس کے بعد غسل کا مکمل ہے چنانچہ "باب استبراء البشرة الخ" کے تحت جو روایت آ رہی ہے اس میں دواہی نے ترتیب بدل کر روایت کی ہے۔

باب التيمن فی الطهور

وضو وغیرہ کے اعمال کو دائیں جانب سے شروع کرنے کا بیان

احمرنا مسوید بن نصر احمرنا عبد الله عن شعبة عن الاصبغ بن ابي الشعثاء عن ابيه عن مسروق عن عائشة قالت كان النبی صلى الله عليه وسلم يحب التيمن ما استطاع فی طهوره ونقله وتمرجه وقال بواسط فی شانه كله.

اس باب کے تحت کی حدیث کا ترجمہ تقریباً یہ ہے کہ ان کتاب نامی ائمہ حلیس بعد اہل غسل کے تحت مواضع کیجئے۔
 "وہاں جو وسط فی سائہ کلمہ" کو ایسا عواقب آئے ہیں کہ اس سے جو اعضا اور ہر نہ درمیان ہے رانی حدیث
 شریعہ کیجیں کہ جس سے انکار الہی نہ الی اللہ کے لئے شریعت میں اس حدیث کی روایت کے وقت فی شانہ طہی رانی کی کر
 رسول اکرم ﷺ طہارت غسل کرنے اور کھجی کرنے اور بڑے سے پہلے غسل تمام افعال میں وہ اپنی طرف سے شریعت کرنا
 پندہ کرتے تھے۔

باب ترک مسح الرأس فی الوضوء من الجنابة

غسل جنابت کے وضو میں مسح رأس نہ کرنے کا بیان

احمرنا عمر بن ابی حاتم عن خالد قال حدثنا اسمعيل بن عبد الله عن ابن مسعود اخبرنا الاوزاعي
 عن يحيى بن ابي كثير عن ابي سلمة عن عائشة وعن عمرو بن شعبر عن سعد بن نافع عن ابي عمر بن عمر قال
 رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الغسل من الجنابة وانسقت الاحاذيت على هذا ابدأ فغسل على يده
 ليمس يمينه او سلاته ثم يد على يده اليسرى في الاماء فيصب بها على فرجه ويده اليسرى على فرجه
 فغسل ماها لك حتى يذهب ماء الوضوء ثم يمسح بده اليسرى على التراب ان شاء ثم يمسح على يده اليسرى حتى
 يسقط ما به غسل يده ثلاثا ومستقبل ان مضطر وبغسل وجهه وذراعيه ثلاثا ثلاثا حتى اذا بلغ راسه ثم
 مسح وافرغ عليه الماء فمكثا كان غسل رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما ذكر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے غسل جنابت کے بارے میں
 والی (ایسی حدیث کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس پر مشتمل ہے) کہ غسل جنابت
 کے شروع میں پانی اپنے ہاتھ پر یا تین بار پانی اٹھاتے پھر اپنے ہاتھ کو پانی کے برتن میں داخل کرتے اور اس ہاتھ سے پانی
 شریعت پر پانی ڈالتے اور اس ہاتھ سے شریعت پر جو نہن کھی جاتی تھی اس کو دھو لیتے یہاں تک کہ اس کو صاف کر لیتے پھر بائیں
 ہاتھ کو پانی ڈالتے اور اس ہاتھ سے پانی اٹھاتے یہاں تک کہ اس کو صاف کرتے پھر دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوتے
 اور انک میں پانی خرچ کرتے اور کھی کرتے اور چہرہ کو دھوتے اور دونوں ہاتھوں کو دھوتے تین مرتبہ یہاں تک کہ جب سر پر مسح
 کرنے کی نوبت آتی تو اس پر مسح فرماتے اور سر پر پانی ڈالتے جس رمل اکرم ﷺ سے غسل جنابت کی کیفیت اسی طرح تھی
 جو بیان کیا ہے۔

تشریح اس حدیث میں اسم موضع بده اليسرى على التراب کے بعد ان شاء کی قید ہے کہ بائیں ہاتھ
 سے شریعت کی مثال کے بعد حضور اکرم ﷺ سر اٹھاتے تو بائیں ہاتھ کو کھینچ کر اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ
 اس فعل پر حضور ﷺ دوسرا فرماتے کھی میں اس ہاتھ کو کھینچ کر اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب سر پر مسح

کے ہوتا تھا یہاں جواز سے لے کر بھی کرتے اور بھی چھوڑ دیتے۔

دوسری بات یہ کہ اس روایت میں "السم بجمع" آ رہا ہے حالانکہ صحیح روایت گذر چکی ہیں اس میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ غسل جنابت کے شروع میں اسی طرح وضو فرماتے جس طرح نماز کے لئے کیا جاتا ہے جس سے وضو نماز پر سر کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ غسل جنابت کے شروع میں جو وضو فرماتے تھے اس میں عام طور پر حضور ﷺ اپنے سر پر مسح کا مسح فرماتے تھے لیکن بعض اوقات جہاں جواز کے لئے مسح کو چھوڑ دیتے تھے وہاں اس کے سر کا مسح غسل کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے اور مسکے اس کے متوجہ اور اس کی ادائیگی میں ٹھنی مسک کا کافی ہے اس بنا پر اگر ان کیا جائے کہ وضو میں وضو بیروں کا مسح واجب ہے جیسا کہ ٹیڈ لوٹ کہتے ہیں تو وہاں بیروں کے دھونے سے وضو ہو جائے گا لیکن مسح کی صورت میں بیروں کا غسل ارادہ ہو گا اس لئے زیادہ احتیاط بیروں کے غسل ہی میں ہے۔

باب استبراء البشرة فی الغسل من الجنابة

جنابت کے غسل میں سر کے بالوں کی جڑوں اور ظاہری جلد کو تر کرنے کا بیان

احمد بن علی بن حجر حدثنا علی بن مسهر عن هشام بن عروة عن ابیہ عمر عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اغتسل من الجنابة غسل یدیه ثم توضأ وضوءاً للصلاة ثم یخلل راسه ما صابغه حتی اذا حیل الیہ انه قد استبرا البشرة عرف علی راسه ثلاثاً ثم غسل سائر جسمه۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر اسی طرح وضو کرتے جو نماز کے لئے کیا جاتا ہے پھر سر کے بالوں کی جڑوں میں انگلیوں سے غلاں کرتے یہاں تک کہ جب غالباً سر پر جانا کہ بالوں کی جڑیں اور پوری جلد تر ہو گئی تو تین چلوں پر پانی ڈالتے پھر چارے سے بدن کو دھوتے۔

احمد بن محمد بن الحسنی قال حدثنا الضحاك بن مخلد عن حنظلة بن اسی سفيان عن اسی القاسم عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اغتسل من الجنابة دعا یسئلی نحر الحلاب فاحده یکفه یداً یسئلی ثم الايسر ثم اخذ نکفه فقال یهنا علی راسه۔

القاسم بن محمد تابعی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اکرم ﷺ غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو کوئی برتن مثل طاب کے منگواتے پھر اس برتن سے دونوں ہاتھوں سے پانی لیتے اور پہلے سر کے دائیں طرف کے بالوں میں پانی ڈالتے پھر بائیں طرف کے بالوں میں پھر دونوں ہاتھوں سے پانی لیتے اور دونوں ہاتھوں سے پانی سر پر ڈالتے۔

تشریح باب کی دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو وہ ایک برتن منگواتے طاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں اونچی کا ایک وقت کا دودھ دیا جائے بعض

اے، یہ بڑا بڑا آدمی (شاہ) ہے۔ اسے کشتی کے ساتھ لے جائیں۔ یہ شخص ہے جس کی نسبت میں کہتا ہوں کہ وہ ایک بڑا آدمی ہے۔

[illegible]

حسان علی کے اوصاف و صفات :
 حضرت علیؓ کے اوصاف و صفات کے بارے میں قرآن مجید میں بھی کئی جگہوں پر ذکر ہے۔ مثلاً سورہ النور میں ہے :
 "وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ لِقَوْلِهِ إِذَا دُعِيَ إِلَى اللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُقْرَأَ لَهُ آيَاتُ اللَّهِ أَنْ يَقُولَ سَوَاءٌ عَلَيَّ أَمْرُ اللَّهِ أَوْ لَمْ يَأْمُرْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ مُبْهِمًا" (النور: ۲۱)۔
 "اور انسان کفر نہیں کرتا کہ اس کو کہا جائے کہ اگر اللہ اور آخرت کے لیے پڑھا جائے تو اس کو اللہ کی آیات پڑھائی جائیں تو اسے کہے کہ اللہ کی بات سب سے زیادہ اہم ہے، حالانکہ اللہ نے اس کو حکم دیا یا نہ دیا۔" (ترجمہ)

باب ما يكفي الجنب من افاضة السماء على رأسه

[illegible]

ایمان کے لئے یہ دلائل کافی ہیں۔ ایمان سے ایمان تک دھڑکنے والی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

باب العمل في الغسل من الحيض

حضرت شیخ محمد علی صاحب دکن غفرلہ جلد ۱، باب ۱، صفحہ ۱۰۱

حدثنا: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج لحسن ثياب من ذى القعدة وخرجنا معه حتى اتي دابة الحنظل فلبسها، ثم غسل محمد بن ابي بكر فارتسلت ابي رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف اصبح فقال اعنني نه استعري ثوبا فقلت: ان بابي تحت لي مائة ولا تزيروا ثيابا الا عساني من العاصي ان تحت اذخر ما يفي.

باب ترك الوضوء بعد الغسل

حدثنا احمد بن عثمان بن حكيم حدثنا ابي حنيفة عن ابي اسحق ح واحبنا عمرو بن علي قال حدثنا عبد الرحمن بن عوف عن ابي اسحق عن الاسود عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يوضوء بعد الغسل
فمن سأل عن ترك الوضوء من بعد الغسل ان تحت اذخر ما يفي.

باب الطواف على النساء في غسل واحد

ایک غسل میں تمام بیویوں سے محبت کرنے کا بیان

حدثنا احمد بن محمد بن حنبل عن احمد بن حنبل حدثنا شعبة عن ابراهيم بن محمد عن ابيه قال قالت عائشة رضی اللہ عنہا كنت اظلم رسول الله صلى الله عليه وسلم فيطوف على نسائه ثم يصبح محرما يصح طب

محرمة ان شاء الله فرمائی ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لاتی تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں سے بیعت کرتے پھر کھانے کی وقت اہرام باندھتے اور خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے لیتی تھی۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم طواف کرتے تو لایا اس لئے کہ اگر ہر مرتبہ محبت کرنے کے بعد ایک بیوی سے پاکر ایک غسل فرماتے تو یہ بات عاقل و بیدار معلوم ہوتی ہے کہ متعدد مرتبہ غسل لیا جائے پھر خوشبو لائی جاتی رہے بعد اس صورت میں خوشبو کوئی اثر باقی نہ رہتا چاہے کیا خوشبو ہوں سے لیتی ہو۔

بہر حال اس سے امام شافعی کا ردی ثابت ہو گیا۔ تمام بیویوں سے محبت کرنے کے بعد ایک ہی غسل پر اکتفا کرنا جائز ہے جو یہ کہ میں نے پہلے ذکر فرمایا ہے۔

باب التيمم بالصعيد

پاک مٹی سے تیمم کرنے کا بیان

حدثنا الحسن بن اسماعيل بن سليمان حدثنا هشيم حدثنا سيار عن يونس الفقيه عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطيت حسام بعظهن احد قبلين بصوت بالمواع مسيراف
زمزم پبلشر

اس کا واسطو اہل علموں ہی کا ہے۔ ”ہو آتی ہے لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے فضل سے ہمارے لئے اس کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ ہمارے لئے بڑی رحمت ہے کہ ہم میں پرہیز یا سبک کے علاوہ جس بلکہ جائز یا ناجائز دیکھ سکتے ہیں بشرطیکہ اس جذبہ نجاست کا یقین نہ ہو اور اعلیٰ اس میں کو صرف پانی سے طہارت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تھا سو اسے پانی کے صبروت نہ ہوتی تھی لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی رحمت کے لئے پوری زمین کو طہور (پاک) کرنے والی بنا دیا ہے یہاں ”جمعہ صلیت لسا الاوہو طہوراً“ کا جملہ ظاہر ہے کہ زمین کی طہوریت پانی کی طہوریت جیسی نہیں پانی باطنی طہور ہے اور یہ تمام انسانوں کے لئے عام ہے لیکن زمین کی طہوریت عارضی ہے ذاتی نہیں جیسی زمین کے اندر پاک کرنے کی صفت اس کی اصل سے نہیں آتی بلکہ صرف میرے (حضور اکرم ﷺ) اور میری امت کے لئے خاص انعام ہے کہ پانی موجود نہ ہونے کی صورت میں زمین کو طہور بنا دیا گیا ہے اب صرف ہمارے لئے نہ دیکھ کر اس کی حالت میں زمین پر تحیم کرنا اور اس تحیم سے نماز پڑھنا جائز ہے جب تک کہ وہ زمین اپنی حالت صلیب پر قائم رہے اور نجاست کی وجہ سے اپنی اصلی حالت طہور سے خارج ہو جائے گی۔

تیسری چیز ہے شفاعت اور شفاعت سے مراد شفاعت عظمیٰ ہے جو تمام مخلوق کے لئے عام ہوگی اور یہ منصب شفاعت عظمیٰ کا نبی کریم ﷺ کے لئے مخصوص ہے کوئی اور میں شریک نہیں ہے اور وہ شفاعت میدانِ حشر میں طولِ اُتوف سے عرصہ نہ رہے اور ان کی شدت و تکلیف سے نہ گائے اور راحت نہ پائے نہ واسطے ہوئی امام ہوئی نہ شفاعت عظمیٰ سے یہی شفاعت مراد ہے اس کے علاوہ اور بھی بعض شفاعتیں ہوں اگر کم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ اوپر بحث میں ان کی تفصیل آتی ہے مثلاً۔

- (۱) آپ کی امت میں سے چار لاکھ آدمیوں کو بے حساب و کتاب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا تو حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے ایک بہت بڑی جماعت بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوگی۔
- (۲) آپ ﷺ کی شفاعت اس قوم کے لئے ہوگی جس کے حسات اور سینات برابر ہوں اور وہ شفاعت کی مدد سے جنت میں داخل ہوگی۔

(۳) جو لوگ دوزخ کے مستحق ہوئے ہیں ان کے لئے شفاعت کریں گے اور بہشت میں لے جائیں گے۔

(۴) ارفع درجات اور زیادتی کرامات کے واسطے ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

غرض یہ سب شفاعتیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض شفاعتیں مشترک ہیں مثلاً گناہگار لوگ جو دوزخ میں گئے ہوں گے وہ شفاعت سے بھیس کے تو یہ شفاعت تمام پیغمبروں کے درمیان مشترک ہے۔ (واللہ اعلم)

لیکن اصل اور بنیادی چیز شفاعت عظمیٰ ہے باقی سب شفاعتیں اس کے تابع ہیں کیوں کہ اسی کی منظوری سے باقی شفاعتوں کے واسطے تکلیف کے بغیر جیسی کرامت نصیب ہوگی۔

چوتھی چیز جو خاص طور پر نبی کریم ﷺ کو ان کی وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے بڑی کو عوام اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے دینا کے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ

[illegible][illegible]

باب الوضوء من المذی

[illegible]

اگر آپ کے وقت کی قدرتی باتیں باب ما بین الیضواء واما یضواء من
المدی کے لئے ملاحظہ کیجئے۔

ابن حبان نے اس حدیث میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔

تشریح: یہ حدیث اس کے لیے ہے جو نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔ اس حدیث میں اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔ اس حدیث میں اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔

اس حدیث میں اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔ اس حدیث میں اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔

اس حدیث میں اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔ اس حدیث میں اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔ اس حدیث میں اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔

باب الامر بالوضوء من النوم

باب سونے کی وجہ سے وضو کا حکم دینا

اس حدیث میں اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔ اس حدیث میں اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔ اس حدیث میں اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما، مگر میں نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ میں نے اسے رد کر دیا۔

کر یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی میں آپ ﷺ کی بائیں طرف کھڑا ہوا پھر آپ ﷺ نے مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کیا اور نماز پڑھی پھر ایک کر سونے پھر آپ ﷺ کے پاس مؤذن (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) آیا اور نماز کی اطلاع دی پھر حضور ﷺ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا یہ حدیث فقہ ہے۔

اخبرنا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا محمد بن عبد الله بن حمزة الطحاوي حدثنا ابو عبد الله عن ابي اسحق عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا بعس احدكم في صلاته فليتصرف وليرجع
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کی حالت تم میں سے کسی پر آگے طاری ہو تو اس کو نماز سے ہٹ جائے اور سوجا جائے۔

تشریح: اوپر کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو نقل کر رہے ہیں کہ میں نے ایک رات حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اس کو حضور ﷺ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں نے وضو کے بعد شروع کیا تھا جیسا کہ یہ بات بخاری وغیرہ میں مفصل روایت سے اور خود سنائی کی روایت سے بھی جس کو انہوں نے کتاب اصول میں ذکر کیا ہے واضح طور پر ثابت ہوئی ہے لیکن مصنف نے ترجمہ سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ یہ مختصر روایت اس مفصل روایت پر محض ہے اس تفصیلی روایت میں تمام واقعہ کا بیان اس طرح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ایک رات میں نے اپنی خادمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس نماز کی اور نبی کریم ﷺ ان کے حجرے میں تھے کیوں کہ وہی رات ان کی باری بھی حضور اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہا باتیں نہیں پھر تھوڑی سی دیر سو رہا پھر جب تھائی رات باقی رہی تو آپ ﷺ اٹھے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر یہ آیت پڑھی ﴿ان في خلق السباع والارض والانس والحيوان لالفاظ لا تعلم﴾ اور اس کا بندھن پھر پالے میں پانی ڈالنا پھر وضو کیا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں بھی کھڑا ہوا اور وضو کیا پھر حضور ﷺ کی بائیں طرف کھڑا ہوا آپ ﷺ نے میرا کان پکڑ کر مجھ کو بائیں طرف سے دائیں طرف کھڑا کیا پھر جب حضور اکرم ﷺ کی حیرت و رکعت نماز پوری ہوئی اس کے بعد آپ ﷺ اٹھ گئے اور سو رہے تھے پھر جب صبح کی نماز کا وقت آیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دینے کے لئے آگے پھر آپ ﷺ نے فجر کی دو رکعت نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا اور اسی روایت میں آیا ہے کہ فجر کی صحت اور فرض کے درمیان یہ دعا پڑھئے ﴿اللهم اجعل فسي قلبي نوراً وفسي بصري نوراً نافعاً﴾۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی اگر ایک ہوتے تو دائیں طرف کھڑا ہوا اور یہ وہ ہوں تو چپے کھڑے ہوں اور قاضی عیاض نے کہا کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک بار یہ دوبارہ ضرورت کے ساتھ سے حرکت کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا اسی طرح زیادہ بھی اگر فرق سے ہو پلہ رہنے ہو تو اس سے نماز خالص نہیں ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اور بی۔ یہ جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کی تشریح "کتاب العباس" کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

باب الوضوء من مس الذكر

احمرنا قتیبہ عن شعبان عن عبد اللہ بن ابی بکر قال علی اثرہ قال ابو عبد الرحمن ولم اتفقہ عن عروۃ عن بسرہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مس فرجہ فلیتوضأ
احمرنا حماد بن اسود عن ابی ہریرۃ عن محمد بن یونس عن شعبان عن معمر عن الزہری عن عروۃ بن الزبیر عن مسیرۃ بنت حمص عن ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا لمضی احدکم ببدرہ الی فرجہ فلیتوضأ

احمرنا قتیبہ قال حبشنا المثلث عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن موران بن الحکم انہ قال الوضوء من مس الذكر فقال مروان اخبرنی بسرہ بنت صفوان فارسل عروۃ قالت ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یتوضأ منه فقال من مس الذكر

احمرنا اسحق بن منصور قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن ہشام بن عروۃ قال اخبرنی ابی عن بسرہ بنت صفوان ان انس صلی اللہ علیہ وسلم قال من مس ذکرہ فلا یصلیٰ حتی یتوضأ قال ابو عبد الرحمن ہشام بن عروۃ ثم یسبح من امیہ هذا الحدیث اخر کتاب العمل والزیعم

اس باب کے تحت کی احادیث کا ترجمہ و تشریح مزاویہ سابق "الوضوء من مس الذكر" کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

قتال هجرو اذا ورثها مثل اذان الخيلة واذا فني اصلها اربعة انهار: نهر بن طاطان و نهر بن صاهر ان فاست
جبريل فقال اما اليافان فني لجة واما الظاهران فاعرات والنيل ثم فر صب على خمسون صلاة فانس
عليه موسى فقال ما صنعت فتر صب على خمسون صلاة قال اني علمت بالنار منك ابي عالج
بسي اسرايل الشد المعالجة وان انتك من يلقوا ذاك فارح الي ذك فاستأله ان يحفف عنك
لخر جعت الي ربي فاستأله ان يخفف عني فجعلها اربعين ثم رجعت الي موسى عليه السلام فقال ما صنعت
قلت جعلتها اربعين فقال لي مثل مقافته الاولى فرجعت الي ربي عز وجل فجعلها ثلاثين فانس علي
موسى عليه السلام فاخبرته فقال لي مثل مقافته الاولى فرجعت الي ربي فجعلها عشرين ثم عشرة ثم
خمس فانس علي موسى عليه السلام فقال لي مثل مقافته الاولى ففقت ابي استحيى من ربي عز وجل ان
ارجع اليه فودى ان لا امضيته فربضني وعففت عن عدي راجي بالحمسة عشر امانها

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر شریف کے پاس چار اوقاف ہونے اور چار گائے کے درمیان قریبی ہو چکی ہوں اور چار جاگ کے ساتھ جن میں سے ایک شخص آیا اور آغا علیہ السلام میں وہ شخصوں کے پاس تھا پھر میرے پاس ایک طاقتور نے آیا اور جو انسان اور طاقت سے بھرا ہوا تھا پھر چاک کیا میرا سینا اس میں تلک پھر درمہ شریف کے پاس سے تلک کو بھیجا پھر انسان اور طاقت سے بھرا ہوا تھا پھر چاک کیا میرا سینا اس میں تلک پھر اونیہ تھا پھر چار میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ یہاں تک کہ وہ پہنچے قریب ترین آسمان تک آسمان کے دربان نے پوچھا کون ہے جواب دیا کہ جبرئیل ہوں پوچھا اور کون ہے آپ کے ساتھ جبرئیل نے کہا میرے ساتھ محمد (ﷺ) ہیں فرشتوں نے کہا ان صحابہ کے لئے شریف آوری کا یہ ہم سمجھ گیا ہے مگر جبرئیل نے یہ اصرار کیا کہ آیت نو ہے پھر آسمان کو روانہ کھولا گیا حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان کو سلام کیا اور انہوں نے سلام کیا وہ اب یہاں اور کہا کہ مگر اب ایک بخت بیٹا اور خیر صالح و پیر ہم درمیان آسمان پر پہنچے اور پائنت کیا کیا کون ہے وہ جبرئیل نے کہا کہ میں جبرئیل ہوں پوچھا کیا اور کون ہے تمہارے ساتھ انہوں نے کہا محمد (ﷺ) ہیں پھر فرشتوں نے اُنکی اعزاز و تکرار کے الفاظ یعنی "مرحباً ومع الیہ السلام" سے استقبال کیا اور خوش آمدید کہا جیسے پہلے آسمان کے فرشتوں نے استقبال کیا تھا پھر ہم حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے پاس پہنچے ان کو سلام کیا وہ دونوں نے کہا مہربان ہو صالح و صالحی اے نبی و پھر ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پہنچے اور پائنت کیا کیا کون ہے یہ جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں پوچھا کیا اور کون ہے آپ کے ساتھ جواب دیا کہ میں محمد (ﷺ) ہیں پھر اس آسمان کے فرشتوں نے بھی اُنکی اعزاز و تکرار کے ساتھ استقبال کیا پھر ہم حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اور ان کو سلام کیا وہ انہوں نے کہا میرے جبرئیل ہوں پوچھا کیا اور کون ہے آپ کے ساتھ جواب دیا کہ میں محمد (ﷺ) ہیں پھر اس آسمان کے فرشتوں نے کہا خوش آمدید مبارک ہے ان کی آمد پھر ہم حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس پہنچے ان کو سلام کیا انہوں نے "مرحباً و الیہ السلام" سے استقبال کیا مگر جبرئیل نے کہا کہ میں جبرئیل ہوں پوچھا کیا اور کون ہے آپ کے ساتھ جواب دیا کہ میں محمد (ﷺ) ہیں پھر اس آسمان کے فرشتوں نے کہا خوش آمدید مبارک ہے ان کی آمد پھر ہم حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس پہنچے ان کو سلام کیا انہوں نے "مرحباً و الیہ السلام" سے استقبال کیا مگر جبرئیل نے کہا کہ میں جبرئیل ہوں پوچھا کیا اور کون ہے آپ کے ساتھ جواب دیا کہ میں محمد (ﷺ) ہیں پھر اس آسمان کے فرشتوں نے کہا خوش آمدید مبارک ہے ان کی آمد

معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح: طہارتین نماز کی شرائط میں سے ہیں جن کو پہلے موجود ہو چاہئے اس لئے ان کو پہلے بیان کر دیا اب اصلی مقصود یعنی نماز کا بیان شروع کیا۔

علامہ یحییٰ نے کہا کہ نماز شرعی کو صلاہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ عا کو شہل ہے اور ہر وہ امر غت نے اسی کو صحیح کہا اور نماز کا ثبوت قرآن وحدیث اور اجماع سے ہے اور جو کوئی نماز سے منکر ہو وہ کافر ہے اور جو آدمی نماز کے فرض ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو لیکن غس کی مستی وغیرہ سے قصد نہیں پڑھتا تو وہ فسق ہے یہے غس کو مکلف حنفیہ کے مطابق قید کر دیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرے۔

طاعنی قاری نے حوافر العزف کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صلاہ شتق ہے سالی سے جس کے معنی یہ ہیں کہ مجرمی نکلائی کہ آگ سے سبک کر سیدھا کرنا جو نماز کو صلاہ اس لئے کہا کہ وہی میں غس نماز کے سب سے یہ معاین ہے اور معنی کو ثبوت اور عظمت ربانیہ کی کرن پہنچتی ہے جو اس کے نیز ہے میں کو دور کر دیتی ہے تو یہ مثل آگ پر نرم کر کے سیدھی کی ہوئی پھنری کے ہوا اور جو کوئی نماز کی حرارت سے بے بکا اور اس سے ان کا میز مزین نکل آیا تو وہ باں (عالم آخرت کی) آگ میں داخل نہیں ہوگا مگر حرم کو پورا کرنے کے لئے یہ مقلہ مہرک من الاھواں

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ پانچوں نمازوں کا فرض ہونا شب معراج میں ہوا جیسا کہ یہ بات مذکورہ روایت سے ثابت ہوتی ہے اور معراج کی کریم ﷺ کے کلمات میں سے ایک عظیم الشان واقعہ ہے جو بہترین امام زہری کی حدیث میں مذکور ہے نبوت کے بعد ہوا۔ مگر مشہور یہ ہے کہ مکمل ہجرت کے بارہویں سال نبوت میں ہوا اور معراج چار گئے میں ہوا۔ کہیں تھو ہوئی یہی مذہب مجہود فقہ و مشائخ اور صوفیاء کا ہے اور اس میں صحیح حدیثیں اور اخبار و سنی نبیائے کثر سے روایتیں امام نسائی نے مختلف روایات نقل کی ہیں جن سے بہت سے امور معلوم ہوتے۔

پہنچنے پہلی روایت میں آیا کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف کے صحن میں تھا اور دو آدمیوں کے درمیان تھا اور مردان دو شخصوں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ان دونوں کے درمیان بین انا تم وایقان تھے یعنی مجھ کو نیند اور کچھ جاگ تھی یہ راستہ اور میں تھی پھر آپ جاگ اٹھے اور تم واقو میں یہ اور رہے پھر اچانک صحن میں سے ایک آنے (یہ تینوں فرماتے تھے جو انسانوں کی شکل میں آئے تھے) ایک جبرئیل تھے دوسرے میکائیل تھے کہ نام معلوم نہیں ہو سکا پھر ایک خاص وضع کا سونے کا طشت آیا کیا جو ایمان اور حکمت سے بھر ہوا تھا پھر آپ کا سینہ اوپر سے اٹھل بٹھل تک چاک کیا گیا اور قلب مبارک نکلا گیا اور ایک سونے کے طشت میں زہرم شریف کا پانی تھا اس سے قلب مبارک کو دھویا گیا پھر وہ حکمت اور ایمان سے بھر ہوا طشت قلب میں بھر دیا گیا اور اس کو اس کے اصلی مقام پر رکھ کر درست کر دیا گیا۔

آپ زہرم سے آپ کے قلب کو دھونا اس کی دلیل ہے کہ آپ زہرم تمام پانچوں سے افضل ہے اور سونے کے برتن کا

ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ بیت المعمور ہے (بیت المعمور فرشتوں کا قبلہ ہے جو قبلہ خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ہے بالعرض اُردوئے تو میں کعبہ پر گرے) اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جب وہ نکلتے ہیں تو دوبارہ ان کی بادی نہیں آتی پھر محمدؐ کو سورۃ النہش کی حرف بلند کیا گیا کہ جس میں چار شعر ہیں اس میں سے کہ اس کی جز سے یہ چار شعر نکلتی ہیں روانہ کو جا رہی ہیں اور دوبارہ کو جہاں میں نے پوچھا اسے جبرئیلؑ یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ جو اند کو چارہی ہیں یہ جنت میں دو نہریں ہیں اور باہر جو آ رہی ہیں یہ نخل اور فرات ہے۔

بہر حال نبی کریم ﷺ وہ بار خداوندی اور بلا واسطہ کلام ربانی و غیر اسے شرف ہوئے اور پچاس نمازیں آپ ﷺ اور آپ کی امت پر فرض ہوئیں حضور ﷺ یہ اہم حکم لے کر رب العزت کے دربار سے واپس ہوئے واپسی میں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے فریضہ نماز سے متعلق کچھ نہیں فرمایا بعد ازاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گذر ہوا انہوں نے پوچھا کیا حکم ہوا آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نبی امرا نکل کا بہت قہر کر چکا ہوں آپ کی امت ضعیف اور کمزور ہے وہ پچاس نمازوں کو انجام نہیں دے سکے گی آپ اپنے رب کے پاس (یعنی اس مقام کو جہاں یہ حکم ہوا تھا) واپس جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کیجئے حضور ﷺ واپس گئے اور اللہ تعالیٰ نے درخواست فی اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر کے چالیس کر دیں حضور آرام ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر واپسی میں موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے آگے بڑھ رہا تھا تو انہوں نے فرمایا کیا حکم ہوا میں نے کہا کہ چالیس نمازیں کرویں پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسی طرح کہا میں لوٹا تو دس اور کم کر کے تیس نمازیں کر دیں۔

اعتراف بار بار تخفیف کے بعد جب پانچ نمازیں رہ گئیں اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے یہی مشورہ دیا کہ واپس چائے اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کیجئے تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں نے بار بار درخواست کی اب میں اللہ تعالیٰ سے پُرا گیا (گو پھر عرض کرنا ممکن تھا لیکن اب فرضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرنا ہوں) آپ موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دے کر آئے روانہ ہو گئے غیب سے ایک آواز دی گئی کہ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی اور اب نیکی کے بدلے میں کم از کم دس نیکیوں کا ثواب دیں گا۔

دوسری روایت میں آیا ہے "ہی خمس وهو خمسون لا یبدل القول لندی" کہ یہ پانچ ہیں برابر پچاس کے اور میرے یہاں بات نہیں بدلتی یعنی میرے علم میں اسی طرح حسین اور فعلہ شدہ تھا کہ اصل فرض پانچ نمازیں ہیں اور پچاس سے پانچ تک بتدریج تکمیل اور صحت کی بناء پر اختیار کی گئی جیسے طبیب کے علاج میں ترتیب و تدریج صحت اور مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور مریض اس کو اپنی ادائیگی کی وجہ سے تیس دینا سمجھتا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

فرض اللہ تعالیٰ کے ارشاد مذکور سے آپ ﷺ اشارہ اس عدد کے مطلوب و مرضی خداوندی ہونے کا کیجئے اس بناء پر فرمایا "لقد استعصبت من ربی عز وجل۔"

تشریح یہ روایت بہت مختصر ہے متضمن روایت پہنچے گذر چکی ہے اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ نماز کی زندگی میں فرض بولی اور جس کی فرضیت ہا قہم اللہ تعالیٰ نے اس مبارک وقت میں یہ جب رسول اکرم ﷺ معراج کے تقرب خاص سے ممتاز ہوئے۔

معراج کے وقت میں مبارک اس لئے چاک کیا گیا تاکہ قلب مبارک عالم غلت کی سرور تجلیات خداوندی اور آیات ربانیہ کے مشاہد اور رب العزت کی معاجزات کو اس کی بے چوں و چگون کلام کا نقل کر سکے۔

باب کیف فرضت الصلاة

باب نماز کس طرح فرض کی گئی

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم حدثنا سفيان عن الزهري عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت اول ما فرضت الصلاة ركعتين فاقرت صلاة السفر وانصت صلاة الحضر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نماز ابتدا میں دو رکعت فرض کی گئی تھی پھر سفر کی نماز اسی حالت پر برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز پوری کر دی گئی۔

اخبرنا محمد بن هاشم البعلبكي قال حدثنا الوليد قال اخبرني ابراهيم بن عمرو يحيى الاوزاعي انه سأل الزهري عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة قبل الهجرة الى المدينة قال اخبرني عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت فرض الله الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم اول ما فرضها ركعتين ركعتين لم است في الحضر اربعاً واقرت صلاة السفر على الفريضة الاولى.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ بزرگ پر ترسے اپنے رسول ﷺ پر ابتدا میں نماز دو رکعت فرض کی پھر حضر میں پوری پر رکعت کر دی گئی اور سفر کی نماز پہلے فريضة پر قائم رکھی گئی۔

اخبرنا قتيبة عن مالك عن صالح بن كيسان عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت فرضت الصلاة ركعتين ركعتين فاقرت صلاة السفر وزيد في صلاة الحضر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز دو رکعت فرض کی گئی تھی پھر سفر کی نماز اسی پر قائم رہی اور حضر کی نماز پوری کر دی گئی۔

اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا يحيى وعبد الرحمن قال حدثنا ابو عوف انه عن يكي بن الاختس عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فرضت الصلاة على لسان النبي صلى الله عليه وسلم في الحضر اربعاً وفي السفر ركعتين وفي العوف ركعة.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے زبان پر نماز فرض کی گئی حضر (ا) است

غروب آفتاب کے بعد ہوئی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ تو یہ اذان آفتاب پر تہی کے شرک سے یوں طریق غفلت اور بیزاری ظاہر کریں وہی لئے اسی وقت کی نماز میں رکعتوں کی تعداد وہ بھی مٹی جس سے خدا کے واحد اور ترہونے کا ثبوت مل سکے یہ بعد واحد ہوئے مکتبہ سے اس سے منقولہ اور ششونہ ہر نماز کا تعداد وقت ہوتا ہے اور وہ کہ حد بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ جوڑا ہے حلق نہیں اس بناء پر توحید کا مرکز انکار کرنے والا، سب سے قریب ترین طاق عدول ہیں اسی ہے جس سے خدا کا واحد ہونا اور ترہونوں باقی رہتے ہوئے ہیں۔

یہ نماز کے شروع و ختم کا مکمل بھی وقت نہیں رہتا ہر ایک رکعت ہونے میں وقت ہو جاتا اس لئے مغرب میں رکعتوں کی تعداد تین رکھی گئی ہے اور چونکہ آفتاب کا نزل زوال و انحطاط جس کو غروب کہتے ہیں اسی وقت ہوتا ہے اس لئے توحید کے مرکز کو اسی وقت آشکارا ہونا چاہئے اس مضمون کی تصریح اس حدیث کے الفاظ سے ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے وتر نماز کی تاکید فرمائی ہے "والصواب اهل البقرة فان الله وهو يحب المؤمن" اسے قرآن والوں وتر طاق پر چار رکعتوں کی حد بھی (وتر حلق) پھر وہ وتر کو پسند کرتا ہے۔

صبح کا وقت دو انگلیں وقت ہے جب انسان پورے آرام و سکون کے بعد بیدار ہوتا ہے یہ بڑا سہانا وقت ہے طبیعت سوزوں ہوتی ہے اور اطمینان قلب ہوتا ہے اس لئے یہ وقت نماز و عبادت کے لئے خاص طور سے سوزوں ہے اور قرآن کریم بھی اس کے خاص امتیاز کا اثر ان الفاظ میں کیا گیا ہے "ان قرآن الفجر کما انما یجمع فی نماز کی قرات کا وقت ضروری کا ہوتا ہے اس بناء پر ضرورت محمدیہ نے اسی وقت کی نماز میں رکعتوں کی تعداد میں اضافے کے بجائے اس کی اصلی کیفیت کو پیش نظر رکھا یعنی دو رکعتیں دو ہی رہیں مگر حکم دیا گیا کہ قرات لمبی کر دی جائے اور سورس بڑی بڑی جائیں چنانچہ خود جناب نبی کریم ﷺ اور نمازوں کی ایک رکعت میں تقریباً پندرہ تین تلاوت فرمایا کرتے تھے صبح کی نماز میں ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات تک قرات کرتے تھے اور اسی نسبت سے رکوع کا بھی ہوا تھا۔

الغرض پانچوں نمازوں کا فرض ہونا شب معراج میں ہوا مشرکین کی رکعتوں کی تعداد تو قطعی ہے یعنی قیاس و اجتہاد کو اس میں کچھ دخل نہیں بلکہ ہر ایک وقت کی رخصت سے اتفاق کر دیا گیا ہے اور ثبوت الہی قطعی اور معمولی متواتر ہے اور اس کا انکار محض ہے۔

آخری روایت میں آیا ہے کہ امیہ بن عبد اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تم دونوں غلبہ کے نمازوں میں قصر کرتے ہو یعنی غیر مہصر و مشاء کے فرض کو چار کی جگہ دو چار کرتے ہو یا جو دیکھ قرآن پاک میں رخصت خوف کے ساتھ مقید ہے اب تو کوئی خوف نہیں اس وادان کا دور ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ اعلم القرآن تھے یعنی آپ کو قرآن حکیم کا علم سب سے زیادہ حاصل تھا اور آپ نے اس آیت "لیس علیکم جناح الميع" کی جو تشریح تفسیر فرمائی ہے ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے فرض یہ کہ سفر میں خوف نہ ہو تب بھی تکفیرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ قصر نہ عمارہ اس لئے ہم چہار گانہ فرض نماز آدمی پڑھتے ہیں اور خوف کی قید جو آیت میں ہے وہاں ہمارا اس حالت کے ہے جو زوال کے وقت تھی کہ وہ زمانہ

خوف ویراں نہ تھا پھر نبی کریم ﷺ کی تشریف آفری سے عوم مابت ہو گیا اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجتماع ہے۔ اور باب کے تحت روایت کردہ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معلوم ہوتا ہے کہ خوف کی حالت میں ایک رکعت ہے لیکن یہ صورت اجتماعاً تک اہل تکمیل ہے کیوں کہ صلوة خوف میں ایک رکعت برے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

باب کم فرضت فی الیوم واللیلة

باب دن اور رات میں کتنی نمازیں فرض کی گئی ہیں

اخیر ما فیئہ عن مثنب عن ابی سہیل عن ابیہ انا سمع طلحہ بن عبید اللہ یقول جاء رجل انی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اهل نجد فانہ الراس سمع دوی ہونہ ولا نعلم ما یقول حتی تنالنا فاذہو یسأل عن الاسلام فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس صلوات فی الیوم واللیلة قال ہن علی بن عیبر عن قال لا الا ان تطوع قال ہن علی بن غیرہ قال لا الا ان تطوع و ذکر لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الركاة قال ہن علی بن غیرہ قال لا الا ان تطوع فانہ الراس سمع دوی ہونہ ولا نعلم ما یقول و ذکر لہ لا یزید علی ہذا و لا نقص منہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیع ان صدق

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ہے روایت ہے کہ ایک شخص انہی نجد سے رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا کہ میں نے اسلام لے لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اس کی گنگلی آواز سننے سے متحیر سمجھتے تھے یہ تو میں تک کہ وہ شخص بالکل بزدلیک ہوا رسول اکرم ﷺ کے حجر وہ اسلام لے گا کہ ہم انہیں پوچھا تھا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں اس شخص نے کہا سائے ان کے میرے اوپر اور کچھ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ فعل پڑھے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور رمضان کے روزے کی پابندی کر کہ اس شخص نے کہا کیا اس کے علاوہ میرے ذرا اور کچھ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ بطور غل رکھو تو رسول اکرم ﷺ نے اس کے واسطے زکوٰۃ کا ذکر کیا اس شخص نے کہا کیا اس کے علاوہ میرے اور کچھ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ بطور غل صدقہ کرے روئی حدیث کہتے ہیں کہ جب وہ شخص اپنے لگا تو یہ کہہ ہوا چل دیا کہ تم ہے خدا کی نہ زیادہ کروں گا اس پر تم نہ کروں گا میں سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص مریاب ہو گیا اگر سچا ہے۔

اخیر ما فیئہ حدیثنا نوح بن قیس عن حماد بن قیس عن قتادة عن انس رضی اللہ عنہما قال سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کم افترض اللہ عزوجل علی عباده من الصلوات قال افترض اللہ علی عباده خمس صلوات خمس قال یا رسول اللہ هل قبلہن او بعد ہن شیئا قال افترض اللہ علی عباده صلوات خمس فحلف الرجل لا یزید علیہ شیئا ولا تنقص منہ شیئا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان صدق لیدعن الجدة

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو

نہی اور موت ہیں اور ان طرح کی بات میں گواہی دینا ہے۔ اس کی تعلیم دینی مولیٰ کی ایک ماسٹر فرم ہے، جسے درحقیقت کوئی
عبد اس آئینہ و قیام سے قائم نہیں کر سکتا۔ غرض کہ اگر ہم اپنی زندگی میں اب ہم کھٹے ہیں کہ اگر وہ چنانچہ خدا سے مستقل
وہابی رہتے ہیں تو یہ مہم جو کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنی زندگی میں سے غفلت و کوتاہی سے اپنے آپ کو محفوظ
رکھتے ہیں مگر ان کے اور خدا سے اس سے ان کے ساتھ ساتھ جو کچھ ان کے ساتھ ساتھ ہے یہ بھی ان کے ساتھ ساتھ ہے
محکمات کے لیے ان کی اپنی زندگی میں ان کے ساتھ ساتھ ہے۔

اس میں شک و شبہ نہیں کہ یہ وہی ہے جس نے اپنی قوم کو اس طرح کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
جس نے اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے

اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے

اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے

اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے

اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے
میں اس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے جس کی تعلیم دینا ہے

ثابت یہ ہے کہ وہ یہاں "الصلح و البیہ" اور برائی قسم سے نہیں ہے بلکہ قسم سے ہے یعنی قسم سے ہے یعنی اس وقت قسم کا ذکر صرف مضمون کلام کی تاکید اور اس کو مزید کرنے کے لئے ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اگرچہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ قسمیں نہ میری ہو کیا کر چاہے یعنی دنیا میں شی کا سیلاب ہے کہ اس کو خوشگوار اور پاکیزہ نہ کی گئی اور آخرت میں بھی عذاب سے نجات پانگا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

بعض محققین نے کہا کہ حدیث میں اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے بلکہ "کا" عذاب یہ ہے کہ "قل علی غیر من حسن هذه الاحکام" قرینہ اس کا یہ ہے کہ جواب میں ارشاد ہوا "لا الہ الا انت" تو دوسرے احکام سے یہ قول بھی خاص ہے اور نہ جواب میں بھی دوسری قسمیں کا بیان نہ رہتا ہے گا۔

باب البیعة علی الصلوات الخمس

پانچ نمازوں کی پابندی پر بیعت کا بیان

اخبرنا عمرو بن منصور حدثنا ابو مسهر حدثنا سعید بن عبد العزیز عن ربیعہ بن یزید عن ابی ادریس السجستانی عن ابی مسلمہ النخعی لانی قال اخبرنی الحبيب الامین عوف بن مالک الاسجعی قال کسا محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الاتبعون رسول الله صلى الله عليه وسلم فرددھا ثلث مرات فقد بنا اثینا فبیعھدہ فقالنا ما رسول الله قد بیعتک فعلى ما قال علی ان تعبدوا الله ولا تشربوا کواہر شربا و الصلوات الخمس واسم کلھہ حیضہ ان لا تفلوا انتم نبیا۔

ابو سلمہ خرمانی حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تم رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچے تھے آپ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے جو اس بات کو آپ سے تمین مرتبہ فرمایا پھر ہم نے اپنے ماتحتوں کو آپ کی طرف بڑھایا تو ہم نے آپ سے بیعت کی ہم نے کہا اب اللہ کے رسول پیگمہ ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو اس چیز پر ہم نے آپ سے بیعت کی آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے بیعت کی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور پانچ نمازوں کی محافظت کرو اور ایک وقت عید کی تلاویں کہ لوگوں سے کہیں پھر کا سوال نہ کرو۔

تفسیر ان تعبدوا الله الخ تمہارا عبادت سے، تو اس بات میں عبادت کا وہ تک نہیں جو دوسرے مذہب میں پایا جاتا ہے۔

عبادت کے لفظی معنی اپنی عاجزی و ندرت و مذہبی کا اظہار ہے اور شریعت کی احکامات میں خدا کے بزرگ و برتر کے سامنے اپنی بندگی اور عبادت کے لوازمات کو پیش کرنا اور اس کے احکام کو بجا لانا یعنی قرآن مجید میں جس جگہ عبادت کا متقاضی افکار استغفار اور غور و افعال تعالیٰ جواب اس پر "و الصلوات الخمس" کا مطلب نمازوں کا معنی یہ ہونے کے باب سے ہے۔

تشریح: اس حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص جس کی قیمت اچھڑے اور محل نام بعض نے مسعود بن ابی بن زید بن اسد اور بعض نے مسعود بن زید بن سبیح بن ابی اور بعض نے اس کا نام شخص بن مہر بن عبد بن عمارت حوالہ دیا جو بنی حارث کے طائف تھے۔

اسن سے ہے کہ اس کا انتقال حضرت عروفاً وقت یتیم کے اور خلافت میں ہوا کہتے تھے کہ ابوہریرہؓ ہے اس کو آپ اور آدمی نے بولی کہتا ہے تھا اور محمدؐ کی سے مشہور تھا اس لیے خدا کی سے کہہ کہ میں اس بات کی تحقیق و تصدیق کے لئے مغربہ جہاد میں مسرت ہوں کے جان پہنچا اور میں نے اس کو ابو محمد یتیم کے اس فتویٰ کی خبر دی حضرت عمار بن مسعود یتیم نے فرمایا کہ ابوجہ نے خط بولا ہے ابو محمد کی رائے میں نہیں ہے اپنے بہتیار اس خط کی ہے میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ پانچ نمازیں ہیں ان کا خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے الیٰ تحریر اللہ تعالیٰ۔

والہم الخروف کہتے ہیں کہ یہ پانچ فرضیں ہی ہیں اور اس حدیث سے ہے جب ہر کے فرض ہونے کی ہوتی ہے ہر اس حدیث سے عار جوب کی گئی نہیں ہو سکتی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں تو ہر فرض نہیں واجب ہے جیسے اولوں میں کی نماز اور اسی وجہ سے اس کا شکر کا فرض نہیں ہوتا ہے اور دش میں کے ہر کے لئے زمانہ بھی نہیں ہے البتہ یہ کہ چاہتا ہے کہ شاید عروفاً بن حارث یتیم نے ہر کے واجب نہ ہونے پر ارشاد فرمایا "میں جہاں بھی جمع" سے استدلال کیا اور اس لئے کہ ہر فرض پانچ نمازوں میں سے ہے اس لئے ہر فرض واجب فرمایا اور اگر پانچ نمازوں کے علاوہ بھی کوئی اور نماز فرض ہوتی تو یہ ہر نماز کو ہر پانچ نمازوں سے الگ کرنے پر مجبور کر دیتا۔

الغرض قرینہ صرف پانچ وقت کی نمازوں پر منحصر ہے یا کسی سرگروہی پر محل کا موجب ہو وہ وغیرہ احتیاط ہے اور حدیث کے الفاظ "ومن لم یأت بایہ بات بھی مانع" سے معلوم ہوا کہ ہر شخص شخص اور سستی کی وجہ سے نماز پھوڑا دے یہ وہ ایسا ہے کہ اگر وہ عار نہیں ہوتا بلکہ فاسد رہتا ہے اور "عذوب" کے معنی یہ ہیں کہ "خدا تعالیٰ چاہے تو اس کو ایک نماز کو ہفتہ اس کے گناہ کے عذاب دے گا اور" ان شاء او خطبہ الجنة " کے معنی یہ ہیں کہ اگر چاہے تو اتنا ہی میں اپنی مغفرت اور بخشش سے جنت میں داخل کر دے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

فضل الصلوات الخمس

پانچ نمازوں کی فضیلت کا بیان

اخیر ما قتیبہ حدیثنا الملیث عن ابن الہاد عن محمد بن ابراہیم عن اسی سلمۃ عن امی ہریرۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اوانتم لو ان نہر اباب احدکم یغتسل منه کل یوم خمس مرات مل بغنی من ذرہ شئی قالوا لا بغنی من ذرہ شئی قل فکذا الک مثل الصلوات الخمس یمحو اللہ بہن الخطایا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہاں اتر تم تنہا سے کسی ایک سے اور نہ پانچہر ہوا اور درود ادا کرنا اس میں پانچ بار نماز کے کیا اس کے مثل کچھ سے کچھ پائی رہتا ہے سکا ہے کہا کہ اس کے مثل کچھ سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس طرح سمجھ لو حال پانچوں نمازوں کا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہتھام سے من ہوں کو صاف کر دیتا ہے۔

تشریح اس حدیث میں جنہا فضیلت کا ذکر ہے وہ خیر امتیازی ملک پر نہیں رہتا امتیاز میں پہلو ہے اور وہ پانچوں وقت کی نماز اجتناب سے ادا کرنے کا عمل ہے اس کی اہمیت اور فضیلت کو رسول پاک ﷺ نے ایک ایسی مثال کے ذریعہ بیان فرمایا ہے جس کی حقیقت کا کوئی بھی فکرتہ محض تعظیم یافتہ ہو یا غیر تعظیم یافتہ انکار نہیں کر سکا کہ درود اللہ پانچ مرتبہ پائی کی نماز میں بنانے والے کے بدن پر جس طرح کچھ سیل کھیل باقی نہیں رہتا ہے اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے اسی طرح جو لوگ پورے اہتمام سے پانچ نمازوں پر دوام کرتے ہیں ان کے اسلئے اللہ تعالیٰ نمازی بندوں کے گنہگار بن کر رہتا ہے جو وہ گناہوں کے سیل کچھ سے صاف ستھرا ہو جاتے ہیں اور اگر گناہ نہ ہوں تو اس صورت میں اس کے درجہ بلند کئے جاتے ہیں۔

(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

باب الحکم فی تارک الصلوۃ

نماز چھوڑنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے اس کا بیان

احسننا الحسن بن حربث قال حدثنا الفضل بن موسیٰ عن الحسن بن واقد عن عبد اللہ بن بربیع عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العهد الذی مینا وبینہم الصلوۃ لمن ترکہا فقد کفر۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو عہد مجھ سے اور منافقوں کے درمیان ہے وہ نماز کا عہد ہے پس جس نے نماز چھوڑ دی اور کافر ہو گیا۔

احسننا احمد بن حنبلہ حدثنا محمد بن زعفران عن ابی جریج عن ابی الرییر عن حاتم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یس بین العهد و بین الکفر الا ترک الصلوۃ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عہد کفر کے درمیان فرق کر دینے والی کوئی چیز نہیں مگر ترک نماز۔

تشریح قاضی عیاضؒ نے کہا کہ ”یہ عہد“ کی تفسیر منافقوں کی طرف رائج ہے مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ ہم نے منافقوں کو امن و امان کے ساتھ زندہ ہی گزارا۔ نہ کی جو آزادی دے رکھی ہے کہ ان کو قتل و غیرہ نہیں کرتے اور احکام اسلام ان پر جاری کرتے ہیں اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ ان کو قتل ہو نہ نماز پڑھنے اور امتعت میں حاضر ہونے کے مستثنائوں کے

ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔ ”یہ تاریخی اسٹیشن نہایت بڑی تعداد مسلمان اور منافق کے درمیان ٹھیکہ روٹی ہے اس لئے کہ اس نے نماز پھردی ہو اور کافر بربر و ابابعد کھڑے کئے تھے یہ ہیں کہ اس نے اپنے کلمہ کو ظاہر کر دیا کہ منافق حق بات کا قیام نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے حق میں لڑنا کفر، استہزاء نہیں کیا اور اس معنی کی کوئی تائید و تصدیق نہیں کر سکتا۔ اس قول سے بوقتِ نبی کے الفاظ یہ ہیں ”الکفار استلذون فی قتل المسلمین الا انی نہیت عن القتل المصلیٰ“۔

اعراض مسلمانوں نے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے اور طہری و کلام کی تابعداری کے سبب منافقوں کو اس وقت کے ساتھ رہنے کی اجازت دی۔ اس وقت تک یہ وقت تک برقرار رہے کی سبب تک وہ موجبِ مہین کی پابندی کریں گے اور اگر انہوں نے نماز اور حکامِ تمام کی پابندی چھوڑ دی تو یہ شہ پڑے کفر کو نواک امر باغی ہے لہذا ظاہر کر دے۔ وہ اور کافر برابر ہوئے ابابعد کلمہ و غیرت جو مہین و مہین کا اشتقاق حاصل ہوا ان کو نہ رہا۔

بعض حضرات نے کہا کہ ”بہیم“ کی تفسیر ”مہلوکوں کی عرفہ“ بھی ہے مہینوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی خواہ وہ منافق ہوں یہ غیر منافق سب کو شامل ہے اب سب سب یہ ہوگا جس طرح منافق سے نماز چھوڑ دینے کی وجہ سے اس کی اور کافر و مشرک کی حالت میں کوئی فرق نہیں رہا۔ یہی مخرج از مہینوں منافق بھی جو ظہر اس نے نماز چھوڑ دی تو ظاہری صورت میں یکساں ہونے کی وجہ سے اس کے اور کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں رہا کیوں کہ یہی یقین تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

غرض یہ ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان فرق نہ رہے ہے اور جب نماز نہیں تو کیا فرق نہیں رہا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باطن میں بھی کفر ہو بلکہ وہ اگر منافق تھا تو باطن میں بھی کفر ہے نہ اگر مومن صادق تھا تو باطن میں ایمان ہے لیکن ظاہر میں منافق ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

باب الحساب علی الصلاة

اس بیان میں کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا

اخبرنا ابو داؤد قال حدثنا عمارون بن اسامعيل الحزاز قال حدثنا همام بن عوفة عن الحسن بن حوثة بن فيضة قال قدمت المدينة فالتفت اليه يسرلى جليسا صالحا فجمعت اليه من هروير قرضي الله عنه قال ففقت اني دعوت الله عروجلي ان يسرلى جليسا صالحا فحدثني بحديث سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن الله ان يتبعني به قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان اول ما يحاسب به العبد بصلاته فان صلحت فقد افرغ وانجح وان فسدت فقد غاب وخسر فان همام لا تدري هذا من كلام قتادة او من غيره وانه فان انتقص من ثمره بشي قال انظر اول هل بعدى من تطوع فيكمل به ما نقص من الفريضة ثم يكون سائر عمله على محو فانك حالفه ابو

جو کہ ان نفلوں سے فرض نماز کی کوپورا کر دو۔

تشریح

ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سب سے اہم نماز ہے اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے بندہ سے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر اس کی نماز حساب میں درست ہوگی تو اس کا پورا پورا ناکامہ اس کو حاصل ہوگا کہ اس نماز کے سبب سے مغفرت ہو جائے گی اور ترزا میں کوئی عبادت والا اسے بھی مکرر نماز کے سبب مغفرت اور سب نورانیت اور نہایت بچنے سے لے کر ضروری ہے کہ نماز سنت کے مطابق خوب اچھی طرح ادا کی جائے نماز کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت پائی جائے اور عبادت و باطن سکون و عاجزی سے بھرپور ہو تب اس کی نماز قیامت کے روز مکمل اور حساب میں درست ہوگی اور اگر اس کی نماز حساب میں ناقص تھی تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ شفقت و معاملہ فرمائے گا کہ حد تو چاہتا ہے کہ فرض نفل سے پورا نہ ہو اور جب پورا نہ ہو تو اسے جانی جائے مگر یہ بیان اللہ کی رحمت و احسان ہے کہ اگر بندہ کی فرضی نماز حساب میں خراب تھی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ شخص اسے فرشتوں کی سیامیرے بندہ کی ہر نماز میں بھی ناسے شامل میں ہیں اگر اس کی ہر نماز میں ہوں گی تو اس سے یعنی نوافل کے فرض نفل کی خرابی اور نقصان کو پورا کیا جائے گا پھر باقی فرض نفل کا اسی طرح حساب لیا جائے گا اور وہ نفل سے کئی درجہ زیادہ پائے گی۔

مثلاً فرض روزے میں کچھ نقصان ہوا ہو گا تو نفل روزوں سے اس کو پورا کر دیں گے اور اگر روزوں میں نقصان ہوا ہو گا تو اس کو بھی صدقات و خیرات سے پورا کر دیں گے اور اگر حج میں کوئی کمی ہوئی ہوگی تو نفل حج یا عمرے سے پورا کر دیں گے اور جس کے فرض نفل درست نہ ہوں گے اور نوافل بھی نہ ہوں گے تو اس کو عذاب دیا جائے گا یا ان کو اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرما کر بخش دے گا۔ یہ سب بات ہے۔

فرضی کی کوئی عبادت سے عبادت ہے کہ فرض عبادتوں کے ساتھ جو نفل عبادتیں لگی ہوئی ہیں ان کو وہ فرضوں سے پہلے ہوں یا بعد کی باتیں ہوں یا ان کے علاوہ نفل سب فرض نمازوں کے لئے لگے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان نفل عبادتوں سے اس ظاہری یا باطنی قراہی کو پورا کیا جائے گا جو فرض عبادت کے ادا کرنے میں نماز کی سے واقع ہوئی ہو وہ اس لئے نوافل سے ہے تو جس اور ہے پورا باطنی عبادت و عبادت کی نظر میں ناپسندیدہ عمل ہے اگرچہ اسے ناپسندیدہ نفس کے مکر و فریب سے اپنی کوتاہی اور لاپرواہی کا احساس نہیں ہو رہا ہے لیکن جب بندہ آخرت میں وقیم الحاکمین کی عدالت کے سامنے کھڑا ہو گا اور اس سے نماز کا حساب کیا جائے گا تو اس وقت مستجاب اور نفلوں سے ہے پورا ہی کا احساس نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فرض نفل پر مدد و استغاثہ ساتھ ساتھ نوافل ادا کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔

باب کی پہلی حدیث کے اخیر میں ہے "احسن الھدیٰ اسوال العوام" "مہمہ کامر جمع ہام ہے انہوں نے اپنے استاد قتادہ سے روایت کی ہے اور ابو العوام نے بھی قتادہ سے روایت کی ہے مگر ابو العوام کی مخالفت ہام سے اس میں ہے کہ تمام نے اس حدیث کو قتادہ سے وہ حسن سے وہ خیر سے بن قیوہ سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابو العوام نے اپنے فریہ ہام کی طرح حدیث بن قیوہ سے نہیں بلکہ انہوں نے قتادہ سے وہ حسن سے وہ ابو ہریرہ سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

میں نماز کے تمام لوازم یعنی تراویح، واجبات وغیرہ کو لازم یعنی مستحبات یہ سب اقامت کے منہموم میں داخل ہیں۔

حاصل یہ ہوا کہ نہایت اہل علم و اجہات اور مستحبات کی حمایت کے ساتھ پابندی کردار و کوآویز یا کردار باہم انکار میں جو تعلقات ہیں ان کو نہ توڑیں ان امور پر دوام و التزام سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے اب اہل حق کو چھوڑ دو اس شخص نے سوال کے وقت حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی کو روک لیا تھا جس پر آپ ﷺ سوار تھے جواب دینے کے بعد آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا تمہارا مطالبہ پورا ہو گیا اب سواری کے جانور کو چھوڑ دو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

باب عدد صلاة الظهر فی الحضر

حضر کی حالت میں نماز ظہر کی تعداد کا بیان

احمر بن قیس حدثنا شعبان بن ابن العکبر والبرہم بن مہسرة سمعنا انساً رضی اللہ عنہما قال صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم الظهر بالمدينة اربعاً ومائة ومضى بالعيلة العصر وركعتين ابن مسعود روى ان ابراهيم بن مسعود دونوں نے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور زنی اکلید میں عمر کی دو رکعتیں۔

تفسیر: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے سفر کا بیان ہے کہ آپ نے جب حج کے لئے مکہ کا ارادہ فرمایا تو ظہر کی نماز مدینہ میں پوری پڑھی پھر جب روانہ ہو گئے اور ذوالحجہ میں پہنچے تو نماز عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ظہر کی تین تک پڑھیں جو مدینہ سے تین گنا پر یہ حد قمر ہے بعد از رکعتیں عصر کی اس لئے پڑھیں کہ آپ ﷺ سفر حج کے ارادہ سے نکلے اور مذکورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مذہب یہی ہے کہ مسافر شریعی جب شہر کے مکانات سے نکلے تو قصر کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آبادی کے اندر اندر چلتے رہے تب تک مسافر نہیں اور جو آبادی کے باہر ہو تو وہ وہاں پہنچ کر مسافر ہو جائے گا۔

باب صلاة الظهر فی السفر

سفر میں نماز ظہر کا بیان

احمر بن محمد بن العتبی ومحمد بن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبان عن الحكم بن عتيبة قال سمعت ابا حنيفة قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم بالهاجرة قال ابن العتبی الی البطحاء فوضا وصلى الظهر ركعتين والعصر ركعتين وبين يديه عذرة.

عظمیٰ حیرت سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ سے سنا کہ رسول اکرم ﷺ دو پہر کے وقت نکلے اس حدیث کے راوی ابن اُمّی نے کہا کہ وہ پہر کے وقت عجماء کی طرف تشریف لے گئے پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور ظہر کی

کی مدد سے جس عظیم اشیائے اور بکارت کی خریدی ہے اس سے تم دیر جاتے ہیں یا تاکو بڑا خسارہ ہے جس کی کوئی حد نہیں اس کا احراز آخرت میں ہوگا اور وہاں صرف انھوں نے ہی نہیں کے بقدر تعاقب میں ہوں نمازوں کو ابتدا سے کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق دے گا۔

باب المحافظة علی صلوة العصر

نماز عصر کی محافظت (مدادوست) کا بیان

احمر بن عیسیٰ عن سالم بن عبد بن اسلم عن القعقاع بن حکیم عن اسی یوس مولیٰ عائشة روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال امرنی عائشة ان اکتب لہا مصحفاً فقالت اذا بلغت ہلم فہلم الایۃ فأذی حافظاً علی الصلوات والصلوة الوسطی فلما بلغت اذنتها فاملت علی حافظاً علی الصلوات والصلوة الوسطی وصلو العصر وقوموا لہ فانتین تم فالت سمعتها من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمایا سوائے اسی یوس سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ کو ان کے لئے مصحف (قرآن مجید) لکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ جب تم آیت ”و حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی“ پر پہنچو مجھے اطلاع دینا اور جب میں اس آیت پر پہنچوں تو ان کو اطلاع دیدی تو انہوں نے مجھ سے کہو اے حافظ! علی الصلوات والصلوة الوسطی وصلو العصر وقوموا لہ فانتین تم فالت سمعتها من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت۔

احمر بن محمد بن عبد اللہ عنی حدثنا خالد بن عبد اللہ بن شعیبہ قال اخبرنی قتادة عن اسی حسان عن عیبة عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال شغلونا عن الصلوة الوسطی حتی غریبت الشمس۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فرم: ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بازو رکھو جو کمر کیس نے صداؤا علی (نماز عصر) سے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

تشریح: پہلی حدیث میں آیا ہے ”حافظوا علی الصلوات الحج“ صلوات میں ملاؤ وسطی داغوں ہے پھر اس کا ترجمہ انتہائی غرض سے ہے پھر ملاؤ العصر کا مطلب صلاۃ الوسطی پر کیا ہے اور قاعدہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مقارنت جاتی ہے لہذا نماز عصر مقارنت ہوئی ملاؤ وسطی کے ساتھ لہذا یہ اس حدیث معنوں کے خلاف ہے نیز آئے قرآن ہے البتہ اگر مطلب کو تفسیر کے لئے آیا جائے تو پھر صحیح ہے اور ظاہر میں ہے کہ ملاؤ العصر تفسیر سے والصلوۃ الوسطی کی۔

نبی اکرم ﷺ نے اس کی تفسیر میں ”وصلو العصر“ فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو آیت کا حصہ سمجھ لیا

اے نبی! اے مومنین! تم میں سے جو شخص نے اپنے مال سے کچھ دیا تو اسے اپنے مال سے دینا چاہیے۔ اور جو شخص نے اپنے مال سے کچھ دیا تو اسے اپنے مال سے دینا چاہیے۔ اور جو شخص نے اپنے مال سے کچھ دیا تو اسے اپنے مال سے دینا چاہیے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[illegible]

باب من ترك صلاة العصر

باب دس شخص نے عسکر کی نماز چھوڑ دی

احسن: الخليفة لمانه بن سعيد حدثنا يحيى بن حماد قال: قال يحيى بن أبي خنيس عن أبي فلان قال: حدثني أبو المنيع قال: كنا مع سريفة في يوم ذي عجم فقبل بكرنا انصرفت فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ترك صلاة العصر فقد حرم عمله.

بی بی قادیانہؑ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے اب اس کی بے حد نیت بیاہن کی کہ نہ ہزار ہا سال تک رہے۔

تشریح: اس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص کسی اور کو دے گا تو اس کو دے گا۔

میں نے یہ مسک اہل سنت کا نہیں۔

[illegible]

بر اسحقی.

عمر اک بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے نوافل بن معاویہ سے یہ حدیث پہنچی کہ نوافل بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ نمازوں میں سات ایک نماز ایسی ہے کہ وہ جس سے فوت ہو جائے پس دیا کہ اس کے اتنی عزیں اور مال لوٹے گئے ہیں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا کہ وہ مصر کی نماز ہے۔

احمد بن عیسیٰ بن سعید بن ابیہم بن سعد قال حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن محمد بن اسحق قال حدثنی یزید ابن ابی حنیبل عن عمارک بن مالک قال سمعت یوفی بن معاویہ یقول صلاة من فاتته فکانت وتر اهلہ وماله قال ابن عمر قال وروی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی صلاة العصر

عمارک بن مالک سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نوافل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک نماز ایسی ہے کہ جس شخص سے وہ فوت ہو جائے تو گویا اس کے گھروے اور اس کا مال سب لوٹے گئے ہیں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مصر کی نماز ہے۔

تشریح باب کی پہلی حدیث کی تفسیر کتاب عدد صلاة الطلوع فی الحضر کے تحت گزر چکی ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص سے مصر کی نماز فوت ہو جائے وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھروے اور مال و دولت جھین لیا گیا ہو یعنی نماز عصر کا مٹا کر انعام کے اعتبار سے ایسا ہے کہ گویا اس کے گھروے اور مال و دولت جھین لیا گیا ہو اور سب کچھ لوٹ لیا گیا اور دو گنا دیا گیا اور گنا گزرا دیا ہو تو جتنا کھانا اور نقصان اس حالت میں ہے اتنی ہی جگہ اس سے بھی زیادہ مصر کی نماز کے چھوڑنے میں ہے یا جتنا رخ و غم اور صدمہ اس حالت میں ہو اتنی ہی اتنا ہی نماز عصر کے چھوڑنے میں ہونا چاہئے۔

اگر ایک شخص سے کوئی مستبر آدمی کہہ دے کہ بھائی ظالم راستہ نظر پاک ہے جو شخص اس راستہ سے جائے گا اس کو اس کو قتل کر دیتے ہیں اور مال لوٹ لیتے ہیں تو کون بجا رہے کہ راستہ کو اس راستہ سے گزرتے بلکہ راستہ تو درکنار ان کو بھی مشکل سے اس راستہ کو چلنے کا کمر ہمارا ہے تو جی اور لا پر دای کا یہ حال ہے کہ ہم صادق و معتمد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور کو شب و روز سنتے ہیں اس کے باوجود اس کا اثر ہم پر کس حد تک ہے ہر آدمی کو معلوم ہے۔

دوسری حدیث کے اخیر میں عبارت ”حافظہ یزید بن ابی حنیبل“ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح معظری بن یزید نے اس حدیث کو عمارک بن مالک سے روایت کیا ہے اسی طرح یزید بن ابی حنیبل نے بھی روایت کیا ہے مگر یزید نے سند اور متن دونوں میں معظری کی مخالفت کی ہے چنانچہ معظری کی روایت میں ہے ”ان لوفی بن معاویہ حدثہ“ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمارک کا سامع لوفی بن معاویہ سے ثابت ہے کیوں کہ لفظ ”حدثہ“ سے تاریخ پر دلالت کرتا ہے اور یزید کی روایت میں ہے ”عن عمر اک بن مالک انہ بلغہ ان نوافل بن معاویہ قال“ جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور

عراق بن مالک نے اس کو بذات خود نہیں سنا بلکہ بواسطہ سنا ہے کیوں کہ لفظ بلاغ اسی مضموم پر دلالت کرتا ہے لیکن تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ شاید یہ حدیث عراق کو پہلے بواسطہ یوحنا بن جعفر بذات خود نقل میں معاویہ سے کی ہو۔

(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

اور تم میں مخالفت یہ ہے کہ بخضر کی روایت میں "من طافہ صلوٰۃ العصر" کے الفاظ ہیں اور یزید کی روایت میں "من الصلوٰۃ صلوٰۃ من فاتقہ" کے الفاظ ہیں اس کی تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ بخضر نے اس حدیث کو دونوں افعالوں کے ساتھ سنا ہے اس لئے کبھی ایک لفظ سے روایت کرتے ہیں اور کبھی دوسرے غلط ہے۔ (واللہ اعلم)

خالفہ معہد بن اسحق: خاندان کی خبر راجع ہے ابیٹ کی طرف ہے کچھ بن ابیٹ کے ساتھی ہیں اپنے استاد یزید بن ابی صیب سے روایت کرتے ہیں اور میں مخالفت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سند اور تم میں دونوں میں ہے سند میں مخالفت اس طرح ہے کیا بن ابیٹ کی روایت میں "سمعت نوفل بن معاویہ" ہے اور لیث نے "عن عراق بن مالک انہ بلغہ ان نوفل بن معاویہ الخ" کیا۔

اور تم میں اس طرح ہے کہ ابن ابیٹ نے حدیث کو نوفل پر موقوف رکھا اور لیث نے مرفوع کیا۔ لیکن یہاں بھی تطبیق ممکن ہے کہ نوفل بن معاویہ نے اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے سنا اس لئے اس کو بخضر کے مرفوع بیان کرتے تھے اور بعض اوقات نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ وہ موقوفہ روایت کرتے تھے۔ (واللہ اعلم)

باب صلاة المغرب

مغرب کی نماز کا بیان

احمر ما محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبہ عن سلمۃ بن کھیل قال رأیت عبد بن جبیر یجمع اقام فصلی المغرب ثلاث کلمات لم اقام فلتسی یعنی العشاء رکعتین ثم ذکر ان ابن عمر صبح بهم مثل ذالک فی ذالک المکان و ذکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح من ذالک فی ذالک المکان

طریقہ تکمیل سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر کو دیکھا کہ مزدلفہ میں نماز مغرب کے لئے اقامت کی پھر تین رکعتیں مغرب کی پڑھیں پھر اقامت کی اور عشاء کی دو رکعت پڑھی پھر فرمایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کے ساتھ اس مکان میں وہی طرح نماز اور فرمائی اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اس مکان میں وہی طرح نماز اور فرمائی۔

تفسیر: لفظ جمع نیم کے زبر اور نیم کے سکون کے ساتھ ہے مزدلفہ کا ذکر انام ہے وہاں دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھا جاتا ہے اس لئے اس وسیع میدان کو جو پہاڑ کے دامن میں ہے جمع بھی کہہ دیتے ہیں جب نبی کریم ﷺ مزدلفہ تشریف لائے تو لوگوں کو دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھا گئیں۔

ابوابہ مسئلہ کراہت سے پڑھا نہیں یا واد اقامت سے اس بارے میں روایات مختلف ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کراہت سے پڑھا کی اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے واد اقامت سے اسی کو امام بخاری نے اختیار کیا اور اسی کو فتح ابن ابی نعیم نے ترجیح دی ہے کیوں کہ انکی تصریح صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ اور صحیح بخاری کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے تفصیل کتاب الحج میں انشاء اللہ آئے گی۔

باب فضل صلاة العشاء

نماز عشاء کی فضیلت کا بیان

اخبرنا معمر بن علی بن نصر عن عبد الاعلی قال حدثنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت اعم رسول الله هنيئاً عليه وسم مائشاء حتى زادنا عمر رضى الله عنه نام النساء والنساء فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اما ليس احد يصلي هذه الصلاة غيركم ولم يكن يومئذ احد يصلي غيرهن فالحمد لله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ عشاء کی نماز میں رسول اکرم ﷺ نے دیر لگائی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو پکارا کہ عورتیں اور بچے سو گئے پھر رسول اکرم ﷺ اٹھے اور فرمایا کہ سوائے تمہارے کوئی اس نماز عشاء کو نہیں پڑھتا اور اس وقت اہل مدینہ کے سوا کوئی اس نماز کو نہیں پڑھتا تھا۔

فتاویٰ ارشاد مبارک "اما ليس احد يصلي هذه الصلاة غيركم" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے تمہارے دوسرے اہل دین یعنی یہود و نصاریٰ میں سے کوئی بھی نہ اس نماز عشاء کو پڑھتا ہے اور نہ اس کا انتظار کرتا ہے یہ نماز صرف اس امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص ہے لہذا جتنا انتظار زیادہ کرو گے ثواب زیادہ پائے گی کیونکہ یہ آرام کا وقت ہے جس میں خلقت زیادہ سوتی ہے۔

بہر حال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ تاخیر عشاء کو پسند فرماتے تھے اس لئے یہ حدیث شافعیہ پر جست ہے جو اہل وقت شروع کرنے کو مستحب کہتے ہیں۔

باب صلاة العشاء في السفر

سفر میں عشاء کی نماز کا بیان

اخبرنا معمر بن يزيد قال حدثنا بهر بن اسد قال حدثنا شعبه قال اخبرني الحكم فان صلى بنا معبد بن جابر بجمع المغرب ثلاثا واقامة ثم سلم ثم صلى العشاء وكعب بن نمى ذكر ان عبد الله بن عمر فعل ذلك وذكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل ذلك .

تھم نے کہا کہ ہم کعبہ بن جابر نے مزدلفہ میں ایک اقامت سے مغرب کی تحن کر کہیں پڑھا کیں پھر سلام پھیرا پھر عشاء

کی دو رکعتیں پڑ جائیں پھر فرمایا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا ہی کیا تھا اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح نماز پڑھائی تھی۔

احمر بن عمرو بن یزید حدثنا یحییٰ بن اسد حدثنا شعبہ حدثنا سلمة بن کھیل قال سمعت سعید بن جبیر قال رأیت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یجمع لاقام لصلی المغرب ثلاثاً ثم صلی العشاء رکعتین ثم قال هكذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع فی هذا المكان۔

سعید بن جبیر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے مزدلفہ میں نماز پڑھی کہ پہلے اقامت کی پھر مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں پھر عشاء کی دو رکعتیں پڑھی پھر کہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی مکان میں ایسا ہی کرتے دیکھا۔
تفسیر: صریح کی دلالت مقدمہ پر پورا ہے اور چونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں نماز مغرب اور عشاء کی نماز اٹھی پڑھی اس لئے حضرت اسی عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ بھی ایسا سنت کے قصد سے اسی طرح پڑھتے تھے۔

باب فضل صلاة الجماعة

باجاماعت نماز کی فضیلت کا بیان

احمر بن قنبة عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یتھاقرون فیکم ملائکۃ باللیل وملائکۃ بالنهار ویجتمعون فی صلاة الفجر وصلاة العصر لم یخرج الذین یأولوا فیکم فیسألہم وهو اعلم بہم کیف ترکتم عبادی لیلو لولن ترکہم وهم یصلون وانما ہم وہم یصلون۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رشک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس فرشتے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں وہ فرشتے جو تمہارے ساتھ رہتے تھے ان کا رب ان سے پوچھتا ہے (بندوں کے اعمال کے بارے میں) حالانکہ وہ بندوں کے احوال خوب جانتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا فرشتے کہتے ہیں ہم نے ان کو اسی حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھتے تھے اور ہم ان کے پاس گئے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھتے تھے۔

احمر بن کلیر بن عبید حدثنا محمد بن حروب عن الزہدی عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تفضل صلاة الجمع علی صلاة احدکم وحده بخمسة وعشرين حصة اور یجتمع ملائکۃ اللیل والنهار فی صلاة الفجر وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہوداً۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز اس کے لیے نماز سے بھی

مذہب ہدایتی ہے اور ان اور امت کے فرشتے ہر کی نماز میں بیٹھتے ہیں اور پڑھا کرتے ہیں کہ ثبوت چاہیے ہو" وفسوا
الصحر الحج اور حج کی نماز میں اذان پڑھنے کے بعد جمع کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔

انحرنا عمرو ابن علی و یعقوب بن ابراہیم قالا حدثنا یحیی بن سعید عن اسماعیل قال حدثنی
ابو یسکر بن عمارۃ عن رومیۃ عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یلیح النار احد
صلی فی ظلوخ الشمس و قبل ان تغرب

حضرت علامہ ابن رومیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا ہر نماز میں نہیں ہو کا آگ
میں وہ نہیں نماز پڑھتا تھا۔ آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے۔

تشریح حدیث باب میں آیا ہے کہ عصر اور فجر کے وقت ان فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے جو انسان پر حفاظت پر اعمال
لکھنے کے لئے مقرر ہیں حج کی نماز میں فرشتوں کی دلوں پر عقیقہ جمع ہوتی ہیں ایک تو وہ جو رات کو کہتا ہے۔ بخدا ہے تھے اور
ایک وہ بدوں کے اعمال لکھنے کے لئے آتے ہیں یہ طریق عصر میں بھی ہوتا ہے یہ وہ کہ دن کو رہتے تھے اور وہ کہ رات کے لکھ
لکھنے کے لئے باخفا ظلمت کے لئے آتے ہیں۔ بجز رات کے وقت ہر وقت یہی حفاظت یا عمل لکھنے کے لئے رہتے تھے وہ حج کی نماز
کے بعد جاتے ہیں اور دن کے عصر کے بعد جاتے ہیں تو جب جاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر چھتا ہے (حالا کہ اس کو ظاہر و پوشیدہ سب
کاموں کا نوبت غم ہے) میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا
کہ ان نماز پڑھتے تھے اور نہ ان کے پاس اس حال میں گئے کہ وہ نماز پڑھتے تھے۔

ہر حال فرشتوں نے بندوں کے جن اعمال کی تیری وہی اللہ تعالیٰ کو ان کے پہلے ہی سے خوب بھی مخرج مہم ہے لیکن ہرنگ
فرشتوں نے اعتراض کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسم علیہ السلام کو یہ کرنا چاہا کہ اے لوگوں کو تیرا پیدا کرنا چاہتا ہے ہر
نماز میں اس کے روز میں میں خدا تیری کے دعا کی تعریف کی تھی کہ میری تعریف کا تقدیر کرتے رہے ہیں ان کے اپنے
بندوں کی فضیلت اور ان کی ملتی و فرشتوں کے سامنے غم کرنے کے لئے پوچھتے ہیں کہ "کیف قدر حکم عبدی الذی فلیح" کہ تم نے
میرے بندوں کو تمہارے حال میں چھوڑا فرشتے کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھتے تھے اور ہم ان کے پاس
گئے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھتے تھے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں کہا نماز پڑھنے پر جماعت کی نماز کو بھیج دو جب فضیلت
ہے اور بعض روایات میں ہے کہ تمہیں دو جب فضیلت ہے تو ان کے نماز پڑھنے والے کی نماز کو نہ مانسکر فرما یاں یا جماعت نماز کی
فضیلت بیان فرمائی خود کرنے کی بات ہے کہ اگر کسی کو ایک کے بھیجیں یا سنا نہیں رو پڑھتے ہوں تو کہا وہ اس ماضی کو چھوڑ دے گا
ہرگز نہیں لیکن انہوں کی بات ہے کہ کوئی اور ان کے بعد سب سے جماعت نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ بڑے ماضی سے غفلت
اور ہے تو بھی کی جاتی ہے اس کا سبب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ نماز کے طلب میں نماز کی غفلت اور دقت نہیں اگر غفلت اور
قدر دونوں کو بھی ان کی اتنی بڑی فضیلت سے غافل نہ ہوتے بلکہ مابقت کرتے۔

باب فرض القبلة

قبلہ کی فرضیت کا بیان

أخبرنا محمد بن بشير قال حدثني يحيى بن سعد حدثنا سفيان حدثنا أبو إسحق عن الزهري، قال

جاءني مع النبي صلى الله عليه وسلم نحو بيت المقدس ستة عشر شهرا أو سبعين عشرة شهرا شك سفيان

وعرف لي القصة

حضرت برادرین کا رُپ نیکو ہے۔ روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بیت المقدس کی طرف دو بار سفر کیا۔ وہ وقت نماز میں پھر آپ ﷺ کو قبل کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

حضرت محمد بن اسماعیل بن ابراہیم قال حدثنا اسحق بن یوسف الأزرق عن زکریا بن یحیی
زاندة عن ابي اسحق عن ابيہ عن عازب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہینۃ فیصلی نحر
بین المہینۃ من مئۃ عشر شہراً ثم اذ وجہ ابي الکعبہ فمر رجل قد کان علی مع النبی صلی اللہ علیہ
وسلم علی فوہ من الاصابۃ فقال تعبدان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد وجہ الی الکعبۃ
ذکرہ فی الکتبۃ

حضرت علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب میں کورمول کرم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے اور بہت افسوس کی طرف مائل ہوا تو رجب ہی بھر آپ رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور ایک شخص جس نے نبی کریم رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھنے والے نمازیوں کو گواہی دینا پسند نہ کیا تو اسے کورمول کرم رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی طرف متوجہ کرنے کا حکم دیا گیا یہی اسی وقت رسول اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

تشریح امام میں اعتقاد قبلہ فرض ہے اگر نماز میں کسی خاص سمت کا قیام نہ ہو تو اور عام اجازت دے دی جاتی ہے کہ جس جانب جس طرف چاہے وہ لوگ کے نماز اور کسی قیامت کی شکل میں یا شیخ زاد و بچہ جاتا اور نماز میں کسی وحدت صوری پر قائم رہے۔ اسی بنا پر ایک عہد میں ایک ہی وقت میں کوئی مشرق کی طرف کوئی شمال، کوئی جنوب کی طرف نہ کر کے ہڈا دھکا دیا۔ بعض محدثوں نے خلاف روئے کے علاوہ ایک قسم کی بھی زیارات الہیہ میں ہاتھی اس سے بہرہ مند میں ہڈی کے لئے کوئی نہ کوئی سمت خاص کرنی تھی ہے صاف جی سادہ ہر سمت لقب ثانی کی طرف منکر کرتے تھے اقباب کی پرستش کرنے والے سورہی کی طرف منکر کرتے ہیں۔ تہیں ہر سمت لوگ آگ کو سامنے رکھتے ہیں اور ہر سمت کوئی نہ کوئی سمت آگے رکھ لیتے ہیں۔

ابو بن یحییٰ نے اولیاء چاہئے والے اور ایک نے والے اپنی مرزا کی مسجد کو فتح کئے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں اس قسم کی مرزا کی مسجدیں دو تھیں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)، مسجد حرام (مکہ مکرمہ)، پہلی مسجد کی تولد (مسجد کو انتظام سپرد کرنا) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے سپرد تھی اس لئے ان کا وہ قنبر تھا۔

جس طرف بھی متوجہ ہوا نفل پڑھتے تھے لیکن تعمیرِ حرم کے وقت ان کی طرف کرتے اور آپ اس پر اشارہ سے نماز پڑھتے اور جب سے کے اشارے میں رکوع کے اشارے سے زیادہ جھکتے اس کا بیان بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے اور "فی المسح" کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نفل نماز سواری پر سفر کی حالت میں پڑھتے تھے۔

چنانچہ مسطور علم اس حدیث کی بنا پر غزنی شرح کے ساتھ سواری پر نوافل پڑھنا کہتے ہیں لیکن فرض نماز سواری پر جائز نہیں چنانچہ اس باب کی حدیث میں آیا ہے "عسر ان لا یصلی علیہا المکسوفہ" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض نماز سواری پر جائز نہیں ہے لیکن غزو سے فرض بھی جائز ہے مثلاً کے طور پر کچھ ایسی آواک منہ و جنس ہونے یا اپنے عیس اور اپنے مال پر ہلاکت اور گمراہیوں کا خوف ہو یا کانٹے سے دور پڑ جانے کا خوف ہو وغیرہ تو ان سب صورتوں میں فرائض بھی سواری پر جائز ہیں اور ضرورت میں مستحبی ہیں تو اہل شرع سے۔ (کنذلہ فی شروح الہدایہ)

اور خلیفہ کے نزدیک سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اب حدیث باب کے الفاظ "و سوسر علیہا" مسلک خلیفہ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سواری پر وتر پڑھتے تھے۔
اس کا جواب امام حنفی نے یہ دیا ہے کہ "نہی پڑھنا وتر پڑھنے کی وجہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ شاید شخص بے وقار کے استحکام ہوتا کہ یہ پچھنے سواری پر پڑھتے ہوں گے پھر جب اس کے بعد یہ کہہ فرمائی اور اس کے بعد پڑھنے کی رخصت نہیں دینی تو زمین پڑھنا کرتے ہوں گے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول "فمن سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ وہ سواری پر نماز پڑھتے تھے یعنی نوافل سواری پر پڑھتے تھے اور وتر زمین پر پڑھتے تھے اور فرماتے کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔
یہ امام نے صوفیوں میں بہت سے آثار صحابہ و تابعین نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات وتر کے لئے زمین پر نہرتے تھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

باب استبانه الخطاء بعد الاجتهاد

اجتهاد کے بعد خطا و ظاہر ہونے کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالك عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال سمعا الناس بقاء في صلاة الصبح جاءهم آت فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد انزل عليه الليلة وقد امر ان يستقبل الكعبة فاستقبلوها وكنت وجوههم الى التمام فاستدروا الى الكعبة آخر فرض الصلوات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب لوگ مسجد نبوی میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے تو اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ بیشک آج ذات کو رسول اکرم ﷺ پر تحویل قبۃ کا عہد ازل کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ جب کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا عہد کسی طرف منہ کرنا اس وقت ان کے پیرے شاہ کی طرف تھے پھر دو لوگ اسی وقت عہد کی طرف

پھر گئے۔

تشریح پیچھے حضرت براہ منہ ذب علیہ السلام کی روایت میں آچکا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سولہ ہاتھ بیٹے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم آگیا اب رہا یہ سوال کہ استقبال بیت المقدس کا حکم کیا قرآن سے ثابت ہے یا نبی کریم ﷺ کے اجتہاد سے؟

اس کے متعلق امام نووی نے لکھا ہے کہ اس بارے میں غناء کے قوال مختلف ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ استقبال بیت المقدس قرآن سے ثابت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔

اور قاضی عیاض نے فرمایا کہ اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ استقبال بیت المقدس کا ثبوت صرف اہادیث اور سنت نبویہ سے ہے قرآن کریم سے نہیں تو جو چیز سنت کے ذریعہ ثابت ہوئی تھی قرآن کریم کی قیادت نے اسے منسوخ کر کے بیت اللہ کو قبلہ بنا دیا اور نبی قول متاخرین میں سے اکثر اصولیوں کا ہے اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے اور دوسرا قول انکا اور غناء کی ایسی جماعت بھی اسی کے قائل ہے کہ قرآن کے ذریعے سنت سے ثابت شدہ امر کا نسخہ جاری نہیں ہے کیوں کہ سنت سے منسوخ کرنے والے سبب سے منسوخ ہوئی ہے لہذا کتاب سنت کو کسی طرح منسوخ کر سکتی ہے وہی غناء پر یہ حضرات کہتے ہیں کہ بیت المقدس کے منسوخ کے ذریعہ سے ممکن بلکہ وحی کے ذریعہ سے ہو اور اپنے قول کی دلیل میں یہ اہمیت پیش کرتے ہیں ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ﴾ النبی کنت علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر اس کے ذریعہ قبلہ کو اصلی قبلہ سے جس کا بیان اس سے آگے کی قیادت میں ہے منسوخ کر دیا۔

(واللہ اعلم)

کتاب المواقیت

نماز کے وقتوں کا بیان

اخبرنا قتیبہ قال حدثنا الثلب بن سعد عن ابن شہاب ان عمر بن عبد العزیز اخر العصر شیئاً فقال له عروة اما ان حیریں علیہ السلام قد نزل فیصلی امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر اعلم ما تقول یا عروة فقال سمعت بشیر بن اسی مسعود یقول سمعت اما مسعود یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نزل جبریل فاعنی فصلیت معہ ثم صلیت معہ ثم صلیت معہ ثم صلیت معہ بحسب ما صابہ حصی صلوات.

ان شہاب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے عصر کی نماز کو گدیر کر کے پڑھی تو عروہ نے ان سے کہا خبر دو بیشک جبریل ﷺ آئے اور نماز پڑھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یعنی حضور ﷺ کی امامت کی حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ اے عروہ تم کیا کہتے ہو جرات کہہ رہے ہو سوچ کچھ کہ عروہ نے کہا میں نے بشیر بن ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے میں نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جبریل رضی اللہ عنہ قرآن لائے اور میری امامت کی تو میں نے نماز پڑھی ان کے ساتھ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔

تشریح: مواقیت جمع ہے میقات کی اور وہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے حد مقرر کیا جاوے خواہ زمانہ سے جیسے نماز خواہ جگہ سے جیسے حج میں مواقیت احرام۔

قرآن کریم میں نماز کی پابندی محمدی مہداشت اور نبوت کے ایک خاص نظام معاہدات کا استعمال کیا گیا ہے جس کے لفظی معنی مگرانی کے ہیں مگر اس کی وحدت میں بشرانہ پابندی سے اور وقت پر اور اگر سب داخل ہیں فرمایا: "حافظتوا علسی السبلوات" نمازوں کی مگرانی رکھو اس کے علاوہ قرآن پاک میں اور بھی متعدد آیات ہیں جن سے ثابت ہوا کہ نماز ایک ایسا فرض ہے جو کسی حال میں حاف نہیں ہو سکتا اس کو ہمیشہ نہایت پابندی کے ساتھ وقت پر ادا کرنا چاہئے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا نماز کے لئے خاص خاص اوقات کی تعیین ضروری تھی یاں بیشک ضروری تھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ جس دین کو لے کر مبعوث ہوئے وہ ایک کامل اور مکمل دین ہے اس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ مکمل ہے محض نظری نہیں ہے اس دین نے نماز کی تعلیم دی تو محض اصول و نظریات کے لئے بلکہ اس لحاظ سے تعلیم دی کہ انسان عبادت کے ساتھ اس کو روزانہ مختلف اوقات میں ادا بھی کرے تو جب تک دین نماز کے اوقات نہ مقرر کر دے کبھی انسان اس کو

مستعدی کے ساتھ وہ ان کے لئے انجام نہیں دے سکتا اسی لئے ہر منظر یا خطبہ مرد و عورتی کے لئے اوقات کا تعیین ضروری ہے اور یہی طریقہ قرآن مجید نے اپنا ہر باب اور ہر شعر کا مبدء کے لئے اختیار کیا ہے اس میں اسلیٰ و ازلیہ ہے کہ جب انسان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کسی کام کے کرنے کے لئے چوبیس گھنٹوں کی مہلت ہے تو وہ پہلے غفلت اور لاپرواہی سے اس کام کو ایک وقت سے دوسرے وقت پر مانتا رہتا ہے یہاں تک کہ دن تمام ہو جاتا ہے اور آخری گھڑی بھی گزر جاتی ہے اور وہ اس کو انجام نہیں دے پاتا لیکن جب کاموں کے لئے اوقات تعیین ہو جاتے ہیں تو وہ ہر مقررہ وقت پر اپنے فرائض کو پابندی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

غرض یہ دین کا اور ایک عظیمی کارنامہ ہے کہ اس نے نماز کے سلسلہ میں اوقات نماز کی تعیین کر دی جب اس وقت میں ضرورہ میں درود اول کر کے آگے بڑھ کر اپنے کسی کوئی کھانا پینے کا کام یا کسی اور کام پر مگر وہ اوقات میں تبدیلی تو درکنار بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملت وقت مستحب سے تاخیر پر بھی روک ٹوک کرتے تھے چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے مصر کی نماز وقت مستحب سے تاخیر کر کے پڑھی تو اس پر انکار کرتے ہوئے حضرت عروہ نے کہا کہ خبر دو، اسی حسنین علیہ السلام قد نزل اللہ علیہم حضرت عروہ کا یہ قول کہ عمر بن عبد العزیز کو حضرت جبریل علیہ السلام کی امامت کرنے کی حدیث یہ وہاں کہیں کہیں روز و نیت میں نماز پڑھائیں جس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں اوقات کی کیا بیان کرتی ہے اس سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے لعل مذکور پر انکار کیسے کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مخاطب یعنی عمر بن عبد العزیز کو اوقات نماز معلوم تھے اس لئے اس حدیث میں بطور اجمال بیان کرنے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اوقات میں تفصیل سے بیان کرنے۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ میرا خیال اس کا یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز جیسے بلند مرتبہ کے علم اور فقیہ المسلمین سے اوقات نماز پر شدید علم تھے اور اوقات سے واقف تھے اس لئے انہوں نے اوقات سے انکار نہیں کیا البتہ ان کے خیال میں رسول اکرم ﷺ امامت سے زیادہ مستحق تھے اس لئے حضرت عروہ نے ان کو اس وجہ سے جو کچھ ﷺ کی خبر دی ہے اس کو اس عظیم خیر کے لئے اس سے انکار کیا ہے چہر حضرت عروہ نے پوری سند کے ساتھ حدیث سنائی اس سے دو بتا جاتا ہے میں کہ اس بات میں کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی امامت کی تمہینی دیکھا ہوں اور اس حدیث کو ایسے شخص سے سنا ہے کہ اس نے سنی ہے اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے۔

اول وقت الظهر

ظہر کے اول وقت کا بیان

اصحونا محمد بن عبد الاعلیٰ حدثنا خالد حدثنا شعبہ حدثنا مبار بن سلامۃ قال سمعت ابی ہشام

ابہرۃ عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت انت سمعته قال كما اسمعك الساعة فقال سمعت ابي يسأل عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كان لا يبدئي معش فاعبرها يعني المعشاء الى نصف الليل ولا يحب انوم قنہا ولا الحديث بعدها قال شعبة انه لقيته بعد فاذنہ قل كان يصلي الظهر حين نزول الشمس والمصر يذهب الرجل الى انفسى السبحة والشمس حید والمغرب لا ادرى ائی حين ذكر شو لقيته بعد ذلك فاذنہ فقال وكان يصلي الصبح فصراف الرجل فينظر الى وجه جليبه الذي يعرفه فيعرفه قال وكان يقرأ فيها بالمئين الى المائة .

یادین سلام سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا شعبة نے بیان کیا سلام سے پوچھا آپ نے اس حدیث کو سنا ہے انہوں نے جواب دیا تھا ہاں میں نے اس کو سنا ہے جس طرح اس وقت میں آگوند رہا ہوں۔ یادین سلام سے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ ﷺ فرض نماز میں کسی طرح پڑھتے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اکرم ﷺ عشاء کی نماز کو کچھ تاخیر سے (دو یا تین تک) پڑھنے کی پروا نہیں کرتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سوئے کو پینہ کھینچ فرماتے تھے اور نہ عشاء کے بعد بات چیت کو پسند فرماتے تھے شعبة نے کہا کہ مجھ میں نے اپنے شیخ یار سے ملاقات کی اور ان سے دوسرے فرماؤں کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ عہد کی نماز پڑھتے تھے جس وقت سورج ڈھل چا اور عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ آبی آپ کی اللہ اویس نماز پڑھ کر مدینہ منورہ کی آخری آبادی تک پہنچ جاتے اور آفتاب زندہ رہتا تھا جسی تعمیر سے صاف دور سارے کہا کہ مغرب کا کوئی وقت بتایا مجھے یا نہیں میں بھونچا یا مجھ میں نے بعد میں اپنے شیخ یار سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ آبی نماز سے غار غ کو کھولت چا تا اور اپنے ساتھی کے چہرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ وہ بچا سنا بچا جان لیتا تھا اور صبح کی نماز میں ساتھ آئیں سے ساتھیوں تک پڑھتے تھے۔

اخبرنا كثير من عبيد حدثنا محمد بن حرب عن الزهري عن الورد بن عبد الله قال قال الحسن بن علي بن فضال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج حين زالت الشمس فصلى بهم صلاة الظهر زهري سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ اللہ جس وقت آفتاب ڈھل گیا پھر لوگوں کو عصر کی نماز پڑھا۔

اخبرنا يعقوب بن ابراهيم حدثنا حميد بن عبد الرحمن قال حدثنا زهير عن ابي اسحق عن سعيد بن وهب عن حناب قال قال شكوا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حو الرمضاء فلم يشكنا قيل لاسحق في تعميلها قال نعم .

حضرت حناب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے نرمی کی شہادت کی شکایت کی آپ ﷺ نے

نہار کی شکایت کو دور نہیں کیا ابوا بھنسی سے پوچھا گیا کیا لوگوں نے شکایت قبیل طبر کے بارے میں کی تھی انہوں نے جواب دیا ہاں۔

تشریح: ان روایات سے معلوم ہوا کہ طبر کا وقت جب شروع ہوتا ہے کہ آفتاب کو زوال ہو یعنی دو پہر سے پہچم کی طرف گئے اور اسی ہی آسمان پہچان یہ ہے کہ سورج نکل کر جتنا اونچا ہوتا ہے تا پہر چرخ کا سایہ گھٹتا جاتا ہے اور جب گھٹنا سہوق ہو جائے اس وقت ٹھیک دو پہر کا وقت ہوتا ہے پھر جب سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ دن ڈھل گیا تو اسی وقت سے طبر کا اول وقت شروع ہوتا ہے اور اسی وقت رسول ﷺ طبر کی نماز پڑھتے تھے جیسا کہ اس حدیث میں اس کا بیان آیا ہے ”کسان سلسلی الطھر معین کرول الشمس“ کہ حضور اکرم ﷺ طبر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ٹھیک دو پہر سے پہچم کی طرف ڈھل جاتا۔

تیسری حدیث جس کے راوی حضرت جناب ﷺ ہیں اس میں آیا ہے کہ جب لوگ طبر کی نماز کے لئے نکلتے تو سورج کی سخت گرمی اور دھوپ کی تیزی سے بچتی ہوئی زمین پر چلنے کی وجہ سے ان کے قدموں کو جو تکلیف پہنچتی اس کی لوگوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور انہوں نے کچھ تاخیر سے طبر پڑھنے کی درخواست کی تو حضور اکرم ﷺ نے ان کا مدد قبول نہیں کیا حدیث کے راوی ابوا بھنسی سے پوچھا گیا کہ کیا طبر کی بغلیں میں پیروں کو تکلیف پہنچنے کی وجہ سے شکایت کی تھی انہوں نے فرمایا ہاں!

اس سے بھی معلوم ہوا کہ طبر کی نماز اول وقت میں پڑھنے کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اسی روایت سے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے (جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ طبر کی نماز میں جلدی کرنے والے تھے اور تم حضور ﷺ سے زیادہ عصر میں جلدی کرنے والے ہو) استدلال کرتے ہوئے حضرات شوافع کہتے ہیں کہ ہر موسم میں قبیل طبر مستحب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شوافع نے جس حدیث سے استدلال کیا وہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مندرج ہے انہیں آیا ہے کہ قبیل ابراہیم سے آنری امر حضور اکرم ﷺ سے ابراہیم، اسکو امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے یہ حدیث امام بخاری سے پوچھی گئی تو انہوں نے اسکو محفوظ کیا اور فرامام احمد نے بھی اسکی صحت کو ترجیح دی اسلئے یہ صریح دلیل ہے صحیح کی اور بخاری نے ازخود اس کا منسوخ ہونا بیان کیا ہے۔ اور امام غزالی نے فرمایا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہم لوگ زوال کے وقت طبر پڑھا کرتے تھے پھر حضور اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ تم ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وقت میں پڑھا کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ گرمی کے موسم میں قبیل پہلے ہی پھر منسوخ ہو گئی، اب رضی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث تو اس سے صرف قبیل محکم ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پیش طبر کی نماز جلدی پڑھا کرتے تھے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ سردی کے موسم میں قبیل مستحب ہے اور گرمی میں ابراہیم مستحب ہے اور ہماری دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے انہیں آیا ہے کہ جب سردی کا موسم ہوتا تو نبی کریم ﷺ طبر میں جلدی فرماتے اور جب گرمی ہوتی تو طبر ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وقت میں پڑھتے تھے، اور دیکھی دلائل ہیں جن سے مسلک احناف ثابت ہوتا ہے ان کا بیان آگے آئے گا (انتہاء اللہ) اور ابراہیم

کی حد یہ ہے ایک مثل سایہ ہونے سے پہلے نماز ختم ہو جاوے۔

باب تعجیل الظہر فی السفر

سفر میں ظہر کی نماز جلدی پڑھنے کا بیان

اخبرنا عبد اللہ بن سعید حدثنا یحییٰ بن سعید عن شعبۃ قال حدثنی حمزہ بن عمار فی قال سمعت انس بن مالک یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل منزل لاقم یرحل مدحی یصلی الظہر فقال ورجل وان کانت بنصف النہار۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی منزل پر ظہر سے کچھ پہلے اترتے وہاں سے کوچ نہ کرنے یہاں تک کہ ظہر کی نماز پڑھ لیتے ایک آدمی نے پوچھا کہ چروہ پر کواقت ہو تا جب بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر پانچ نماز کا وقت ہوتا تب بھی ظہر کی نماز جلدی پڑھ کر اگلی منزل کی طرف روانہ ہوجاتے۔

تشریح اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ سفر میں ظہر کی نماز جلدی ادا کرتے اور اگلی روایت سے ایک اور حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ آفتاب ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر تک موخر فرمادیتے جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث باب میں نبی کریم ﷺ کے عمل کی عام حالات کے لحاظ سے فرماتے ہوئے ہیں یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ حضور ﷺ سفر میں ہمیشہ قبل ظہر فرماتے بلکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ جب آپ ﷺ ظہر سے کچھ پہلے کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تو وہاں سے آگے کوچ نہ فرماتے جب تک ظہر کی نماز نہ پڑھ لیتے اب دونوں حدیثیں اپنی جگہ درست ہیں۔

بہر حال جب یہ حدیث بیان کی تو کسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر پانچ نماز کا وقت واقع ہو جاتا تو تب بھی یہی معمول تھا تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں "وان کانت بنصف النہار" یہ حقائق ہے فعل مقدر بعجل سے دو سیاق کاام سے سمجھا جاوے گا۔

بہر حال ان کا مطلب یہ ہے کہ اس خاص حالت میں نبی کریم ﷺ بدوین تاخیر کے بہت جلدی نصف نماز کے داخل فرضی وقت میں نماز قہر پڑھ فرماتے یہ مطلب نہیں ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت ادا فرماتے تھے اس لئے کہ نماز ظہر درست ہوئے پہلے سورۃ کا دل شرف ہے اور اگلا کائن پر اٹھتی ہے کہ وہاں آفتاب سے پہلے نماز ظہر درست نہیں کیونکہ روایت مشہورہ میں انکی ممانعت آئی ہے۔

تعجیل الظہر فی البود

سردی میں نماز ظہر جلدی پڑھنے کا بیان

اخبرنا عبد اللہ بن سعید قال حدثنا ابو سعید مولیٰ بنی ہاشم قال حدثنا خالد بن دہباج ابو خلدۃ

قال سمعت انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان الحر ابرد بالصلاة واذا كان البرد عاجل.

فالد بن دينار ابو ظفہ کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ جب گرمی کا موسم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھتے اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھتے تھے۔

تفسیر: اس حدیث سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے اس میں شدت حرارت کی قید نہیں بلکہ مطلقاً گرمی کے موسم میں نوافل گرمی سخت ہو جائے تو ظہر مستحب ہے اور شافعی پر حجت ہے ان کے نزدیک ہر موسم میں ظہر مستحب ہے اور مسلک حنفی پر تمام ائمہ اہل سنت میں تطبیق ہوگی۔

اذا براد بالظہر اذا اشتد الحر

سخت گرمی کے موسم میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا بیان

اخبرنا قتیبہ بن سعید قال حدثنا الليث عن ابن شهاب عن ابن السبب رابی سلمة بن عبد البر حمن عن ابی ہریرۃ انه قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا اشتد الحر فلا بدوا عن الصلاة فان شدة الحر من ليج جهنم.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب سخت گرمی پڑے تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھ لیا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بجائے ہے۔

اخبرنا ابو اہیم بن یعقوب قال حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابی ح واخبرنا ابو اہیم بن یعقوب قال حدثنا بسیم بن معین حدثنا حفص ح واخبرنا عمرو بن منصور حدثنا عمر بن حفص بن غیاث حدثنا ابی عن الحسن ابن عیاض عن ابو اہیم عن یزید بن اوس عن ثابت بن قیس عن ابی مرسیٰ یروہ قال ابردوا بالظہر فان الذي تجدون من الحر من فيج جهنم.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اس کو بطریق مرفوع روایت کرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو کیونکہ جو گرمی تم محسوس کرتے ہو وہ بے شک جہنم کی شدت حرارت سے ہے۔

تفسیر: فابردوا عن الصلاة: ابراد کے معنی ہیں "تھا حیدر الصلاة الیٰ ابرد النهار" اور لفظ من باء کے معنی میں ہے "رہیت عن القوس" میں باء کے معنی میں ہے لہذا ارشاد فرماتے ہیں "ابرودا بالصلاة" کے ہے۔

نماز کے اوقات کے تقسیم میں اس اصول کی رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ اوقات ایسے ہونے چاہئیں جن میں دوسرے کی نسبت سکون اور اطمینان میسر ہو تا ہو اسی لئے نماز ظہر کا اصل وقت اگرچہ ذوال کو نوراً بعد ہوتا چاہئے تاہم چونکہ اس وقت گرمی سخت ہوتی ہے اس لئے کچھ وقفہ کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ فرمایا کہ دو پہر کی گرمی کو یا جہنم کی آگ ہے اس لئے ظہر کی نماز کو ٹھنڈے

ابہر ہوا اشغال کہ چھتر بر وقت ہو جو ہے اور کچھ حرارت بھی ہر وقت ہے تو پھر فرق کیوں؟ کہیں گرمی علت ہے کہیں کم ہے اس کا جواب یہ ہے کہ گرمی نہ ہونے کی وجہ سے گرمی ہے لیکن اختلاف ٹھون اور زمین کے فطوس میں کسی ماضی سبب سے پیدا ہوا ہے جیسے بارش کی حالت میں میٹھا پانی کی کثرت کی وجہ سے خشک ہوا کی سبب کوئی اشکالی پانی نہ رہا۔ اور اگر آپ بھی کسی مطلوب المانے کی کوئی ٹھون اس کے لئے بجائے خشک سبب حدیث کے مجاز پر عمل کرنا ہی نہیں ہے یعنی آفتاب نہ ہونے کی حالت میں دیا جنہر کی ٹھ ہے اس لئے اس سے ذرا اور اس کے فاصلے سے بچو اور خشک کے بعد ظہر کی نماز پڑھو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آخر وقت الظہر

ظہر کے آخری وقت کا بیان

اخبرنا الحسن بن حربث قال اخبرنا الفضل بن موسى عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا حیریل علیہ السلام جاءکم یعلمکم دینکم فصلی الصبح حين طلع الفجر و صلی الظہر حين زاغت الشمس ثم صلی العصر حين رأى الظل مثله ثم صلی المغرب حين غربت الشمس و حتى فطر الصائم ثم صلی العشاء حين ذهب شفق الليل ثم صلی الفجر فصلی به الصبح حين اسفر قبل ان یصلی به الظہر حين كان الظل منه ثم صلی العصر حين كان الظل مثليه ثم صلی المغرب بوقت واحد حين غربت الشمس و حتى فطر الصائم ثم صلی العشاء حين ذهب ساعة من الليل ثم قال الصلاة ما بین صلاتک امس و صلاتک الیوم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام آئے ہیں ان میں صبح کی نماز پڑھائی جائے پھر طلوع ہوگئی اور ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ سورج ڈھل گیا پھر عصر کی نماز پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس سے برابر آتا ہے پھر مغرب کی نماز پڑھائی جب کہ سورج ڈھل گیا اور روزہ دار کے روزہ کو لئے کا وقت ہو گیا پھر عشاء کی نماز پڑھائی جس وقت شمس غائب ہوگئی پھر اگلے دن آئے اور اس دن صبح کی نماز پڑھائی جبکہ تھوڑی سی روشنی بچ گئی پھر عصر کی نماز پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا پھر عصر کی نماز پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے دو ٹھل ہوا پھر مغرب کی نماز پڑھائی جب کہ آفتاب غروب ہو گیا اور روزہ دار کے روزہ کو لئے کا وقت ہو گیا پھر عشاء کی نماز پڑھائی جب کہ رات کا یکو حصہ گزر گیا پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا نمازوں کا وقت کل اور آج کے دنوں کے درمیان میں ہے۔

اخبرنا ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن محمد الاذہمی قال حدثنا عبیدہ بن حمید عن ابی مالک الاشجعی سعد بن طارق عن کثیر بن مدرک عن الاسود بن یزید عن عبد اللہ بن مسعود قال کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر فی الصیف ثلثة اقسام الی خمسة اقسام و فی الشتاء خمسة

اقدام النی مبعۃ اقدام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ظہر کا انداز و گرمی کے موسم میں تین قدم سے پانچ قدم تک تھا اور سرانی میں پانچ قدم سے سات قدم تک۔

تشریح: امامت جبریل علیہ السلام کا وہ جو عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے یہ دو مکہ کا واقعہ ہے اور اس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام سے پہلے کا واقعہ ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقات نماز کی تعلیم دینے کے لئے لوگوں کے سامنے بیان فرمایا جو اس وقت آپ کی مجلس میں موجود تھے اور ان میں سے کسی سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو حاصل کیا اور واقعہ بیان کر دیا اسلئے یہ حدیث مرسل صحابی کی حدیث مرسل متصل کے حکم میں ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد جبریل علیہ السلام بارہا آئے ہوں اور حدیث بلا واسطہ کی جواب حدیث متصل ہو گئی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم۔ کہ فی ل علامۃ المسند صحی)

اوقات نماز کی تعیین میں اس روایت کے علاوہ دوسری روایات بھی آئی ہیں امام بخاری نے فرمایا کہ اوقات نماز کے متعلق سب سے زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آئی ہے۔

عنوان کے تحت کی روایت کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کا اول وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں اختلاف اس کے آخری وقت میں ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا آخری وقت برج کا سایہ سوائے زوال کے اوٹھل ہوئے تک رہتا ہے جمہور کے نزدیک ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب برج کا سایہ زوال کے سایہ کو چھو کر ایک مثل ہو جائے جمہور کی دوسری عنوان کے تحت کی روایت ہے جس میں آیا ہے "ثم صلی العصر حیث رانی الظل منبہ" یہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اول روز عصر کی نماز اس وقت شروع کی جب کہ برج کا سایہ اس کی ایک مثل ہو چکا تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت پہ ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے ظہر کا آخری وقت اوٹھل تک باقی رہا کسی حدیث میں نہیں آیا نہ صحیح حدیث میں نہ ضعیف میں اسی لئے اس مسئلہ میں امام اعظم کے دونوں شاگردوں امام ابو یوسف و امام محمد کا قول بھی امام ابوحنیفہ کے خلاف اور جمہور کے موافق ہے امام ابوحنیفہ کے قول کی تائید میں اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جس کو امام بخاری و امام مسلم نے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "انہم قد رانی الظل منبہ فان صدق العبر من فیض جبریل" اس سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے کلمہ یعنی منبہ میں ایسے وقت میں جب کہ برج کا سایہ ایک مثل ہو چکا تھا سخت کڑی ہوتی تھی اس لئے ظہر کو غنڈہ وقت میں پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ وقت دس کے بعد ہو گا اس لئے ایک مثل پڑھتے ہوئے اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مت جبریل علیہ السلام والی حدیث کے لئے ناخ ہے کیونکہ امامت جبریل علیہ السلام والی حدیث تو اوقات نماز کی تعیین میں سب سے پہلی حدیث ہے اس لئے ابراہامی حدیث سے حدیث امامت جبریل علیہ السلام منسوخ ہے اور جبکہ امام منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تو اول وقت عصر میں جبریل علیہ السلام نے امامت کی تھی وہ بھی منسوخ ہو گیا کیونکہ آیت "ان الصلوۃ كانت علی المؤمنین کما ما وفوا ناکہ کا قضا ہے کہ ہر نماز کا بعد وقت دس والے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ زوالِ آسمان و زمین کہ دوسری نماز کا وقت آجائے تخریب ہے لیکن دوسرے دن دو گنا سایہ ہونے پر حضرت جبریل علیہ السلام نے جو مصر کی امارت کی تھی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کا وقت تھا کہ یہ مشرق میں تھیں جو اللہ اکبر مانی رہے جو مصر کے اس مقررہ وقت کے شروع ہونے تک تخریب کا وقت ہوگا لیکن یہ استدلال نہ کہ ضعیف ہے نہ ہر اداس بات پر دلالت نہیں کرتی ہے کہ ایک محل سایہ ہونے کے بعد بھی تخریب کا وقت باقی رہتا ہے بلکہ وقت کی تکلیف ایک اضافی چیز ہے اصل شدت حرارت جو زوال کے وقت ہوتی ہے اور وقت زوال کے آگے کے مقابلہ میں ایک محل سایہ ہونے سے پہلے پہلے ہی تنگی و بھاری ہوتی ہے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ ان کے ملک میں ایک محل سایہ ہونے کے وقت گزرا یہ وقت سے زیادہ گزری ہوئی تھی تو پھر ارادے امر کا تقاضا ہے کہ شروع وقت میں نماز چاہی جائے کہ ایک محل سایہ ہونے کے وقت جو گرمی کی تیزی ہوتی ہے اس سے پہلے ہی نماز ہو جائے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

پھر واضح رہے کہ ابو نعیم سے مشہور روایت میں ہے ہوا پر غسل کی تہی ہے اکثر روایات میں اس کی کوالتیہ لکھا ہے لیکن درختار میں ہے کہ امام ابو نعیم سے ایضاً غسل کی روایت بھی ہے امام بخاری نے فرمایا کہ ہم اس کو لینے میں اس لئے کہ آخر صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محل پر ظہر کا وقت گزرتا ہے ہر بان میں ہے کہ یہی قول اخیر ہے کیونکہ جبریل علیہ السلام کا بیان موجود ہے اور وہی اس مسئلہ میں لکھا ہے لیکن اکثر میں ہے کہ اس دور میں لوگوں کا غسل اس پر ہے اور ان پر فتویٰ دیا جائے۔

موتوں کے تحت کی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گزری کے موسم میں نبی کریم ﷺ نے نماز ظہر کا اندازہ تھا کہیں قدم سے پہنچا قدم تک اور ساری میں پانچ قدم سے سات قدم تک کرنی کی اجازت سے ساری میں زیادتی نہ سے مونی ہے کہ اصل میں یہ موسم میں زیادہ ہوتا ہے اور گرمی میں خالص طور سے کہ اور حد میں ہوتا ہے ہونے پر وقت برابر ہیں۔

بہر حال یہ حدیث وقت زوال سے تکلیف کا تاخیر پر دلالت کرتی ہے اور قدم سے مراد یہ شخص نے قدم کا ہوا تو اس حد ہے۔

اول وقت العصر

عصر کے اول وقت کا بیان

ابن عمر رضی اللہ عنہما قال حدثنا عبد اللہ بن الحارث قال حدثنا قور حدیثی سلیمان بن موسیٰ عن عطاء بن ابی رباح عن حذیفہ بن یمان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن موافقت الصلاة قال صل معی فصلى الظهر حين راعت الشمس والعصر حين كان في كل شئ مثله والعصر حين غابت الشمس والعشاء حين غاب الشفق قال نه صلى الظهر حين كان في الانسان مثله والعصر حين كان في الشئ الانسان مثله والعشاء حين كان في غيبوبة الشفق قال عبد الله بن الحارث نه قال في العشاء نرى الى ثلث الليل

[illegible][illegible]

اصل یہ ہے کہ مثنوی شیعہ جس قدر اسی زمانہ میں ہوئی ہے، اسی زمانہ میں تعلیم اور ادب میں جس قدر ترقی ہوئی ہے، اسی زمانہ میں علم و ادب میں جو تبدیلیاں رونق پائی ہیں، ان کی روشنی میں اس کے لیے کیا درجہ لپیٹا جائے۔ اس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں یہاں کہ تعلیم و ادب میں جو تبدیلیاں رونق پائی ہیں، ان کی روشنی میں اس کے لیے کیا درجہ لپیٹا جائے۔ اس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں یہاں کہ تعلیم و ادب میں جو تبدیلیاں رونق پائی ہیں، ان کی روشنی میں اس کے لیے کیا درجہ لپیٹا جائے۔ اس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔

(فوق تہذیبیہ اہل حق)

تَعَجُّيلُ الْعَصْرِ

عصر کی نماز کو جلد کی پڑھنے کا بیان

نخبرناقیبہ قال حدثنا العیث عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشہ رضی اللہ عنہا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلاۃ العشر والنسب فی حجر نیاہ یطیع العقی من حجر نیاہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حجر نیاہ میں دیکھا کہ وہ اپنے رب کی راضی ہو میں نے کہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجر نیاہ کے اندر سے سورج کی روشنی اور وہ لوگ نکلتے تھے۔

احمر اسوبد بن نصر بن احمر ما عبادہ عن مالک قال حدثني ابرهہ بن اسحق بن عبادہ عن
انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يفتي العصبون ثم يذهب منه اثم الذي قباہ فقلت احدهما
فباي يذهب اثم يذهبون وفان لا خير وانتمس مرتفعه

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ مہاجرین کو اپنا چہرہ دیکھتے تھے، چہرے کو دیکھ کر ان کی طرف ہاتھ لگاتے اور ان سے کہتے تھے:

اس طرح اپنے ساتھیوں کو بچھڑے رکھا۔

تشریح: امام شافعیؒ اور آئمہ موافقین کے نزدیک نماز عصر کی قیامی جگہ یعنی اول وقت، اگر وہ انھیں ہے اور حنفیہ کے نزدیک نماز فجر سے پہلے صبح ہے امام شافعیؒ وغیرہ نے اپنے مسلک پر تہذیب و امتحان کے تحت کی روایت سے امامت الہیہ پر ہے حالانکہ ان روایات میں سے کوئی بھی روایت ایسی نہیں ہے جس سے واضح طور پر امامت مسلک سے یہ روایتوں کے اندر وہ دونوں مسلمہ مسودوں میں قیام عصر کا احوال بھی اور نماز فجر کی بھی۔

یعنی حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عصر کی نماز میں جبکہ آفتاب کی روشنی میرے حجرے کے گھنٹوں میں تھی اس سے ظہر پر معلوم ہوتا ہے کہ عصر کی نماز بہت جلد ہی آتی ہے اس سے پھر امام شافعیؒ وغیرہ کے ان کے مسلک کی تائید آتی ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے عصر کی قیامی جگہ پر استدلال درست نہیں تھا کہ نہ کوئی اور چھوٹی جگہ میں لے سورج دوبار کے آفتاب میں نہیں جاتا تھا اس لئے انکی صبح کا یہی وہ ایک حجرہ کے اندر نہ تھی بلکہ غروب کے قریب جو عصر کا آخری وقت ہے سورج دوبار کے آفتاب میں ہونے کی وجہ سے انکی صبح دوبار پر چڑھتی تھی اس لئے یہ بحث حدیث سے قیام عصر پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

اسی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آیا ہے کہ یہ کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر کوئی جانے والا نہ تھا، ان کی طرف سے اس وقت ان کو عصر کی نماز پڑھنے سے روک دیکھا اس سے شواہد وغیرہ کے قیام عصر پر استدلال کیا ہے کیوں کہ اگر یہ خبر غرض میں تھی تو حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر قبائلی طوائف بائیں والے کہنے آتے یہ زور دیا جاتا ہے پہلے وہاں تک پہنچنا ممکن نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ قیام فرماتے تھے۔

اسکے جواب میں حنفیہ کہتے ہیں کہ قیام عصر کے وہاں زیادہ فاصلہ نہیں ہے باقی اور شیخ سمودنی وغیرہ نے لکھ ہے کہ قیام عصر کے وہاں سے وہاں کی مسافت پر ہے اور یہ کوئی اتنا زیادہ فاصلہ نہیں جس کا مشین کے بعد قطع کرنا ممکن نہ ہو بلکہ اگر آپ فرض کریں کہ نبی کریم ﷺ دو محل پر عصر کی نماز پڑھتے تھے صبح بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد قبائلی طرف جاتے والے کے لئے اس قدر مسافت کا آفتاب زور سونے سے پہلے قطع کرنا اور اہل قبا کو غروب آفتاب کے قریب عصر اور نہ پہنچنے نماز پڑھنے کے لئے وہاں کوئی مشکل نہ تھا اس لئے اس حدیث سے قیام عصر کے آفتاب پر استدلال نہیں کیا جاسکتا اس کے لئے ایک روایت کی ضرورت ہے اس میں اور وہاں کی گواہی نہ ہو اور واضح طور پر قیام عصر پر روایت کرتی ہو۔

تیسری روایت بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس سے شواہد کے عصر کی قیامی جگہ پر استدلال کیا ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق لوگ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نماز عصر پڑھنے کے بعد جاتے والے غول غمہ چپے جاتے اس وقت سورج منڈی پر ہوتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ عصر کی قیامی جگہ یعنی اول وقت اور نماز پڑھتے تھے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ غول غمہ چپے کا یہی وہاں کی گواہی ہے جو شہر مدینہ کے بہت قریب ہے بلکہ عصر پڑھنا اور غول کی مسافت

ہوا اب ظہر کو چاندی پڑھتے تھے۔

دوسری دلیل: آخر مصر کے بارے میں ابو ذر کی روایت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ کئی مہینے پہلے میں کہ ہم غامہ سے مدینہ منورہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ عصری نماز میں تاخیر فرماتے تھے جب تک کہ قوس روشن نہ چھوڑا ہوا یعنی قوس میں کوئی تعمیر اور زوری نہیں آتی اس کا رنگ بالکل صاف ہوتا۔

[illegible]

اور کسی مسئلہ کے حوالہ سے مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے حضرت بنی مسعود رضی اللہ عنہم اور ام القلاب دارا نامی لکھی

باب التشديد في تأخير العصر

نماز عصر کی تاخیر پر وعید کا بیان

اخبرنا علي بن حجر بن عيسى بن مفضل بن مفضل بن خالد قال حدثنا اسمعيل قال حدثنا المعلاء انه دخل عني انس بن مالك رضي الله عنه في داره بالصرة حين انصرف من الطهر وداره بجانب المسجد لئلا دعنا عليه قال اهلتم العصر فلما لا انا انصرف الساعة من الظهر قال فصلوا العصر قال فقمنا فقلنا لعلنا انصرفنا قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذلك صلوة الصائغ جلس يرفق صلاة العصر حتى اذا كانت بين قنوبي الشيطان قام فبقر اربعاً لا يذكر الله عز وجل فيها الا قليلاً .

علاء الدین عبد الرحمن جب ظہر کی نماز پڑھ کر واپس لوٹے تو صبحہ میں حضرت انسؓ میں مانگنے کے گھر پہنچے تو انہیں نے کہا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی ہم نے کیا نہیں آہم تو ظہر پڑھا کر آ رہے ہیں حضرت انسؓ نے فرمایا عصر کی نماز پڑھ لو علماء نے عبد الرحمنؓ کہتے ہیں کہ ہم کھڑے ہوئے اور ہم نے عصر کی نماز پڑھی پھر جب ہم واپس لوٹے تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے یہ مسافر کی نماز ہے اور عصر کی نماز کا انتظار کرتے رہتا ہے یہاں تک کہ جب آفتاب شیطاں کے اوستگون کے ارمیاں ہوتا ہے تو نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور پڑھو گئیں، رایت ہے اور اس میں اللہ

بہر حال حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو پورے کے زور سے نہیں پڑھا ہے اس کا یہ عمل منافق کے فعل کے مقابل ہو، مسلمان کو منافق کی مشابہت ہے کہ چاہتا ہے اب رضی یہ بات کو اس حدیث سے جس قرآنی کے مسلک کی نہ رہ جاتی ہے۔

ثواب کے لئے اس حدیث کے تعمیل مصر پر استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب خلیفہ عمر ساقی کی غفلت سے تہ تعمیل ہو گئی
تو تعمیل ہو چکی ہے خلیفہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث سے تعمیل مصر پر استدلال ضعیف ہے کیونکہ حضرت اس سے پہلے
حدیث میں متناہی کی ناسخ کا جو ثبوت مذکور ہے وہ غائب آفتاب سے کچھ پہلے کا وقت ہے جب کہ آفتاب میں زلزلہ اور سرف
آجاتی ہے اس کو مگر مفسرین کی ناسخ کا وقت ظاہر کیا گیا ہے اور ان کی مشابہت ہے۔ یہ اعتقاد ہے کہ اسی وقت میں نماز
پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ مگر خلیفہ عمر آفتاب کے زلزلہ سے نہ گروہ ہے لیکن منافقین کی نماز کے وقت سے قبل کا
جو وقت ہے وہ منافقین کی نماز کے وقت سے بالکل مختلف ہے اس وقت سورج کے نہ رقیعہ ٹھیک آٹھ صاف و شہر ہوتا ہے اور ایسے
وقت میں ایک آدمی اصرار و دشواری سے آفتاب کے زلزلہ ہوتا ہے۔ یہ پہلے نماز عصر اور اگر کہتا ہے کہ اس وقت تک نماز عصر
کی نماز میں کوئی رنج نہیں ہے۔

[illegible]

آخر وقت العصر

تہماز عصر کا آخری وقت

احمر ما يرسف بر واضح حلتنا فدائمة يعنى ابن شهاب عن برد هو ابن سدر عن عطاء عن ابي رباح
عن جابر عن عبد الله ان جرير بن ابي النضر صلى الله عليه وسلم بعثه فمؤقت التملوه فتقدم جرير
ورسول الله صلى الله عليه وسلم خلفه والناس خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى الظهر حين
رالت الشمس واتاه حين كان الظل مثل شخصه فصع كما صبح فتقدم جرير برسول الله صلى الله عليه
وسلم خلفه والناس خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى العصر ثم اتاه حين رجت الشمس
فتقدم جرير برسول الله صلى الله عليه وسلم خلفه والناس خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى
المغرب ثم اتاه حين غاب الشفق فتقدم جرير برسول الله صلى الله عليه وسلم خلفه والناس خلف
رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى العشاء ثم اتاه حين اشرق الفجر فتقدم جرير برسول الله صلى

جبریل علیہ السلام کی اقامت میں نبی کریم ﷺ اور لوگوں نے جو نماز پڑھی وہ نفل پڑھنے والے کے چپے نہیں بلکہ فرض پڑھنے والے کی اقامت اور فرض پڑھنے والے کے چپے ہوئی۔

”فسمنا ثم قلنا الحج“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر علیہ السلام اس نماز میں ہر مرتبے لیکن مشہور بات یہ ہے کہ اس نماز کا واقعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں پیش آیا تھا اس لئے یہ جواب دیا جائے گا کہ یہ کلام اس شخص کا ہے جس سے حضرت جابر علیہ السلام نے حدیث کی ہے پھر اسکو حضرت جابر علیہ السلام نے حکایت کے طور پر بیان کیا ہے یا کہ کہیں کے کہہ کر واقعہ متعدد ہے جیسا کہ پیچھے ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں متعدد واقعہ کا قول ذکر کیا ہے اس دوسری توجہ پر حضرت جابر علیہ السلام کے قول ”یعلمہ موافقیت الصلاة“ کو زیادہ یقین اور حقائق کا لہجہ محمول کیا جائے گا۔

(واللہ اعلم بالصواب . کذا قال علامہ السندھی)

”ما بین ہاتھیں الصلاۃیں وقت“ یہاں پر اشکال یہ ہے کہ یہ عبارت ثابت کرتی ہے کہ اول اور آخر وقت میں دو نفل پڑھنا لازم ہے بات مقصود تعلیم کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اسی عورت سے لہول اور آخری وقت خارج ہو جائے تو پھر اور دو آخری وقت میں نماز کی ادائیگی غیر وقت میں واقع ہوئی لہذا جبریل علیہ السلام کی یہ تعلیم اور حکایت نماز کی تعلیم نہ ہوئی حالانکہ وہ نصیم دینے کی فرض سے آئے تھے لہذا لکھتے یہ معنی ہیں کہ وقت ان دونوں یعنی اول اور آخر میں ٹھہر نہیں ہم نے جو مل کیا ہے اسے حاضرین کو مٹانے کے لئے کیا ہے لیکن ان دونوں کے درمیان بھی وقت ہے لہذا جبریل علیہ السلام کا فعل طرفین کے لئے بیان ہے اور ان کا قول ”ما بین ہاتھیں الصلاۃیں وقت“ طرفین کے درمیان جو وقت ہے اس کیلئے بیان ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

من ادرك رکعتين من العصر

جس شخص نے عصر کی دو رکعتیں پائی اس کا کیا حکم ہے

ابوہریرہ محمد بن عبد اللہ علی حدیثنا معتمر قال سمعت معمرًا عن ابن طلحہ عن ابن عباس عن امی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرك رکعتين من العصر قبل ان تغرب الشمس او رکعة من صلاة الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرك.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے آفتاب اُڑنے سے پہلے عصر کی دو رکعتیں پائی یا آفتاب نکلنے سے پہلے صبح کی ایک رکعت پائی تو اس نے عصر کی پانچویں نماز پائی۔

ابوہریرہ محمد بن عبد اللہ علی حدیثنا معتمر قال سمعت معمرًا عن الزہری عن امی سلمۃ عن امی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرك رکعة من صلاة العصر قبل ان تغيب الشمس او ادرك رکعة من الفجر قبل طلوع الشمس فقد ادرك.

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس نے سورج چھینے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پائی یا اس نے سورج غروب ہونے سے پہلے جو کوئی ایک رکعت پائی تو اس نے عصر یا فجر کی اقصیت پائی۔

أخبرنا عمرو بن منصور حدثنا القاسم بن ذكوان حدثنا شيبان عن يحيى عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إذا أدرك أحدكم أول سجدة من صلاة العصر قبل أن تغرب الشمس فليتم صلاته وإذا أدرك أول سجدة من صلاة الصبح قبل أن تطلع الشمس فليتم صلاته.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ جو شخص نماز کو پورا کرے اور جب سورج طلوع ہوئے سے پہلے فجر کی نماز سے پہلے عصر کی نماز سے پہلے رکعت پائے تو اپنی فی زکوٰۃ پورا کرے اور جب سورج طلوع ہوئے سے پہلے فجر کی نماز سے پہلے رکعت پائے تو وہ اپنی نماز کو پورا کرے۔

اخبرنا قتيبة عن مالك عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن يسار بن سعيد عن ابي العروج
يعقوب بن ابي هزيمة عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ادرك ركعة من صلاة الصبح قبل ان
تطلع الشمس فقد ادرك الصبح ومن ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك
العصر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورن انگٹے سے چپے جمع کی نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے سچ کی فضیلت پائی اور جس نے سورن غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے عصر کی فضیلت پائی۔

احسب يا ابي داؤد حدثنا سعيد بن عامر حدثنا شعبة عن سعد بن ابراهيم عن منصور بن عوف عن حماد بن عيسى عن
حده معاذ بن عوف عن معاذ بن عوف عن ابي بصير عن ابي بصير عن ابي بصير عن ابي بصير عن ابي بصير عن ابي بصير عن
قال لا صلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس ولا بعد الصبح حتى تطلع الشمس

لغیر بنی فید الرحمن اپنے دادار معاذ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معاذ بن عمروؓ کے ساتھ طواف کیا مگر معاذ بن عمروؓ نے طواف کے بعد دو رکعت نماز نہیں پڑھی میں نے کہا کیا تم تمنا نہیں پڑھو گے انہوں نے جواب دیا کہ رسولی واکرم ﷺ نے فرمایا کہ عصر کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک کہ سورج غروب نہ ہو جائے اور جس کے بعد بھی کوئی نماز نہیں جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے۔

تشریح: عنوان کے تحت کی احادیث کے دو گھڑے ہیں ایک عمر کے متعلق دوسرا حجر کے متعلق معمر کے متعلق عنوان کے تحت کی پہلی حدیث میں حنفیہ کا لفظ یعنی روایتیں آیا ہے باقی دوسری روایات میں مفرد کا لفظ اسی طرح تمام روایات مشہورہ میں مفرد کا لفظ یعنی روایت ہے اور طائلسی اور دیگر روایات میں شک کے ساتھ روایتیں اور کچھ کا لفظ یہ ہے جو ممکن ہے کہ بعض روایتوں کو شک ہوا ہو اس لئے دونوں نقل کر دیے عمر اکثر کی روایات میں بدوں شک کے مفرد کا لفظ یعنی روایت آیا ہے اور جس روایت میں

مجلس کا نظا آیت نے انھیں سے کہ اس کے راہی نے ارشاد فرمایا ہے یہی تمھارا کہ تصور حد ہفت سے نصف مسئلہ کا اور ایک ہے اور دوسرا ہے۔ یہ ایک صورت مرصع میں اور لڑتیں ہیں تو راہی نے اپنی آجھ کے مطابق شکی کا غلط ثابت کر دیا، لہذا کثیر راہیوں نے مفرد کا رد کر دیا۔ رویت صحیحہ حدیث کے اس کے خاتم پر مگوئی کریں تو مطلب یہ نکالیں کہ اس نے مرصع اور حدیث یا فخری ایک روایت یا علیٰ قول اولیٰ اور پریشانی آئے یہ کچھ نہیں کی ضرورت نہیں حالانکہ حدیث میں سے کہیں کہ کوئی بھی مجتہد امام نہ ہوا ہے علیٰ نہیں۔

ابہ کلپ صیث یار وگ اس محبہ اختلاف ہوا ہے نام پٹائی اور ان کے ہوا قس سمور ان وقت کی قید لگاتے ہیں اس کے نزدیک تہہ رحمت سے حدت ابائی پول سے "فقد ادراک وقت العصر والمغرب" قبلہ ان کو توڑے نہیں بلکہ دوسری رحمت ملا کر اس کو توڑے۔ چرچا ہے بلکہ اب ایک رحمت کا وقت پایا تو نماز فرض ہوئی اور سب فرض ہوئی تو اس کی قسلی ضروری ہوئی اور اس "عادیث میں" ولیم صلیحہ "یا ہے ان کے ظاہر میں کیا ہے اور ان میں روایات میں "قرب کے قرب اور طہوج کے وقت نماز کی عادت آئی ہے ان کی کیا عادت کرتے ہیں کہ یہ اس حالت میں مکمل ہیں جب بغیر جب کے پیدہ و انست ان اوقات میں نماز پڑھائی جائے اس صورت میں ان کے نزدیک وہ شخص گنہگار ہوگا جو ان اوقات میں نماز پڑھے گا جس کو ان کا نماز درست نہ ہوئے گی۔

یہ حال امام شافعی وغیرہ حدیث مذہب کی بناء پر عصر اور فجر کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے بلکہ دونوں نمازوں کے دوران اگر سورج غروب یا طلوع ہو جائے اور باقی نماز غروب یا طلوع کے بعد رکی جائے تو نماز ادا ہو جاتی ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ ان دونوں صورتوں میں نماز کا سدھو جائے گی کیوں کہ نہیں نے احادیث میں کوئی دلیل پرکھا اور مشکل نماز قرار دیا اور حدیث 'میں ادا رک الفح' کی یہ دلیل ہے کہ یہ حدیث ان شخص کے حق میں ہے جو نماز کے بالکل آخری وقت میں غلو سے قریب یا غلو سے کچھ پہلے مسلمان ہو یا نہ ہو لہذا آخری وقت میں بالغ ہوا یا نہ ہو ایسے وقت میں شخص سے ہلکے برائی اس پر بخلاف ان کے ایک رکعت کی عذر دیا کہ وقت پایا ہی گئے ان کے ذمہ نماز فرض ہو چکی اگرچہ بھی ادا نہ کر سکے تب بھی ان پر اس وقت تک جو کسی بعد میں اس کی عذر دیا کہ میں نے لیکن اس تاویں پر اشکال ہے کہ یہ تاویل عنوان کے تحت کی اس حدیث میں نہیں آئی اس آیت میں اس آیت کے اس نے سورن غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پائی یا طلوع سے پہلے غروب کی ایک رکعت پائی تو اس کے لئے قسم ہے 'قلیبم صدقہ' کہ اپنی نماز کوئی کرے اس حدیث کو امام بخاری نے بھی ادا کر کے کیا ہے تو یہ سہ ہے نماز کے متعلق صحیح ہے کہ ایسے وقت میں نماز کی تکمیل کا حکم دیا جا رہا ہے اس لئے تاویں مذکور درست نہیں ہو سکتی پھر اس کا یہ جواب دیا ہے امام بخاری نے احادیث کو امام احمد بن حنبل کا احادیث میں سے منقول قرار دیا ہے پھر اس پر ابیحال کیا گیا کہ تاریخ کا وہ قسم نہیں اس لئے منقول قرار دیا کہ اسے نہیں تو تاریخ کا محد لا یونیا ہے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ احادیث تمام سے اہانت اور احادیث میں سے قرآن ثابت ہوتی ہے اور قاعدہ ہے کہ سب عمر سورہ سبع شیعہ جو نے تو اہل حرم پر ہو گا کیوں کہ قرآن مجید میں آئی ہے اس سے نہیں ان احادیث سے نماز پر ثابت ہوا کہ تاریخ قرار دیا ہے اور حال یہ تو وہ تاویں ہے جو امام بخاری نے نقل کی ہے۔

قیصر اہم مبلغ انفاق ہیں۔ ان سے خیرات کے لئے بے غور و غفلت کے ذریعہ جس قدر بھی جمع ہو نمازیں، اہم شائقین اور بھروسہ کے ساتھ

کہ وہ دیکھنے کی صورت میں وہ بہت سے مسائے سے فوت ہوتا ہے۔

دوسرے نکاح کا جواب یہ ہے کہ اوقات مکروہ میں نماز پڑھنے کی ممنوعیت بعض روایات میں مزید بھی ہے مگر تھوڑا دور
دوڑی ہے یہیہ کہ بخاری و مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لا صلوة بعد
الصبح حتی تطلع الشمس ولا صلوة بعد العصر حتی تغيب الشمس (مشکوٰۃ: شمارہ ۱/۸۶) اور مسلم نے عبد اللہ
امین بنی سے نماز عصر کے بارے میں روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا لا صلوة بعدھا حتی تطلع اشھد ”
(مشکوٰۃ: ۱/۸۷) اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا
ہے لا صلوة بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا بعد العصر حتی مغرب الشمس ” (مشکوٰۃ: ۱/۸۷) اب
ادایت کی اور اقوال والی حادہ میں تواریخ و مؤلفہ اسی کی طرف توجہ کریں گے جہاں کہ تھا عرض کا حکم ہے اور قیام کا جو
مقتضی ہے اس کی تفصیل اور پھر دیکھیں گے (یہ اور اور اس میں حریر تفصیل سے بیان کیا ہے میں نے اس کا فائدہ نہیں پایا ہے حکیم
الامت حضرت مولانا قاضی نے بڑی اچھی تحقیق تو فرمائی ہے)۔

باب کی آخری حدیث جو عمر بن عبد الرحمن نے اپنے جدِ حماد سے روایت کی ہے اس سے مسلکِ حنفی کی تید ہوتی ہے کہ
عصر اور فجر کی نماز کے بعد یہ نماز جو واجبِ فوری ہو یعنی واجبِ ذاتی نہ ہو جیسے نمازِ نوافل وغیرہ مکروہ ہیں اس طرح طواف کی
دونوں رکعتوں کا اور اگر بائیں سرخوہ ہے کیوں کہ ان کا واجب ہونا ذاتی نہیں بلکہ ختمِ طواف کی وجہ سے ہوا نیز طواف کرنے والے کا
نعل سے اس کے عصر اور فجر کے جدا ہونا اگر مکروہ ہے۔

اول وقت المغرب

مغرب کے اول وقت کا بیان

اخیر ما عمر وہی هشام قال حدثنا محمد بن یزید عن سفیان الثوری عن علفمة بن مرثد عن
سليمان بن بريدة عن أبيه قال جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأله عن وقت الصلوة
فقال الله معنا هذين المومنين فامر بلالا فأقام عده الفجر فصلى الفجر ثم امره حين زالت الشمس
فصلى الظهر ثم امره حين رأى الشمس بضاء فأقام العصر ثم امره حين وقع حاجب الشمس فأقام
المغرب ثم امره حين غاب الشفق فأقام العشاء ثم امره من العدة فنور بالفجر ثم امره بالظهر وأمره ان
يرد ثم صلى العصر والشمس بضاء وأخر عن ذلك ثم صلى المغرب قبل ان يغيب الشفق ثم امره
فأقام العشاء حين ذهب ثلث الليل فصلاها ثم قال ابن المنان عن وقت الصلاة وقت صلاحكم ما بين
وأنتهم۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ سے

پڑھتے تھے جب کہ آسمان کے کنارے پر پانی پھیل جاتی تھی اور افق اس وقت سیا پڑ جاتا ہے جب کہ شفق ابھی غائب ہو جائے۔

جو حال اس سے معلوم ہوا ہے جب تک سفیدی غروب ہو کر سیاہی نہ آجائے تب تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے اس سے یہ عشاء کی نماز نہ ہوگی۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس سے صرف یہ ثابت ہوا کہ عشاء کی نماز اس وقت پڑھے جب کہ آسمان کا کنارہ سیاہ ہو جائے مگر یہ ثابت نہ ہوا کہ وقت اب تک کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وقت سرفی کے بعد ہو گیا ہو مگر نماز عشاء واجب پڑھی ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث توالیہ اور آخر وقت محدو کرنے میں وارد ہوئی ہے لہذا یہی شرع وقت ہے تو سفیدی تک مغرب کا وقت تھا لہذا اسی شفق ہے اور یہ امام ابو حنیفہ کے نہ جب کی ترجیح میں مضبوط نہیں ہے اسی نے شیخ ابن ہرم نے کہا کہ بعض مشائخ نے حدیثیں نقلیں ہیں کہ روایت احمد بن عمرو بن ابی حنیفہ جو صاحبین کے قول کے موافق ہے پر فتویٰ دینے کو اختیار کیا ہے لیکن روایت و درایت اس کی مسندت نہیں کرتی ہیں روایت کی مسندت اس سبب سے نہیں کہ یہ حدیث صرف امام کے خلاف ہے اور روایت کی مسندت اس وجہ سے نہیں کہ امام ترمذی وغیرہ نے ابو اسحاق محمد بن فضال حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ مغرب کا وقت جب کہ سورج غروب ہو "وآخر وقتها حسن بسبب الافق" کہ اس کا آخری وقت جب کہ افق غائب ہو جائے اور شفق چھپ جائے کی وجہ سے افق چھپ جاتا ہے اور تقاضی اخبار اور اختلاف مسلمہ کی وجہ سے تردد پیدا ہو گیا کہ شفق سرفی ہے یا سفیدی اور شکہ پیدا ہونے کی وجہ سے اس کا قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وقت آخر ہو گیا اس لئے اقرب یہ ہے کہ شک سے وقت مغرب کا قطع نہیں ہوگا و احتیاطاً بھی تاخیر میں ہے تاکہ قطعی طور پر مغرب کا وقت نکل جائے اور عشاء کی آخری وقت سے پہلے نہ ہو۔

(فتح القدیر)۔

اور شیخ ابن ہرم کے شارح علامہ مسلم بن قاسم نے بھی فقہی تدریسی میں امام ابو حنیفہ کے قول کو ترجیح دی ہے اور فرمایا کہ روایت و درایت کے اعتبار سے ہماری کا قول زیادہ صحیح ہے "ولم یستجمعوا ای ابو حنیفہ النی قولی الصحابین"۔

لہذا اس کے امام ابو حنیفہ نے شفق کی جو تفسیر کی ہے اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی ہوئی ہے اور فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب میں سورۃ اعراف پڑھی (رواہ النسائی) اس سے معلوم ہوا کہ قرأت مسنونہ کے ساتھ مغرب کا وقت اس کی تکمیل تک رہتا ہے جب کہ شفق کی وہی تفسیر لائی جائے جو امام ابو حنیفہ نے فرمائی ہے۔

فرض کر لیں گے اعتبار سے امام صاحب کا مسلک کمزور نہیں بہت مضبوط ہے جس لئے ابن نجیم نے کہا کہ صحیح اور مستحب امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

تسجیل المغرب

مغرب کی نماز جلدی پڑھنے کا بیان

احمر بن محمد ابن شاذ حدیثاً محمد حدیثاً شعبة عن اسی بشر قال سمعت حسان بن ملال عن رجل من اسلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہم کانوا یصلون مع الی صلی اللہ علیہ وسلم المغرب ثم یجھون الی اھانہم الی القصی المذنبۃ یومون ویبتسون ثم یقع سہامہم

الوخر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حسن بن مال سے سنا ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے صحابہ سے روایت ہے ایک شخص سے روایت کی کہ صحابہ مغرب کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے پھر شہداء کی آخری باتوں میں اپنے گمراہوں کے پاس بات کر تیرے پیچھے اڑنے پڑنے کی باتوں کی باتوں کو دیکھتے تھے۔

تشریح یہ حدیث اس طرح پر تفسیر ہے کہ مغرب کی کھیل منتخب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں سب اتفاق ہے اور قبل کے مکی یہ کہ اذان وقت پر دینے کے بعد نوا اور اقامت کے درمیان سوائے ایک مختصر بیخلف سکوت کے کچھ نہ کرے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت ہمیشہ فلاح و صلاح کے ساتھ رہے گی یا مریا فطرت یعنی سنت پر رہے گی جب تک مغرب کی تاخیر نہ کریں یہاں تک کہ ستارے چھان ہو کر چمکیں۔

(رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

اور یہ حدیث عنوان کے تحت کی اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ مغرب میں بیعتی سورتیں پڑھی جاتی تھیں کیوں کہ انہوں نے جس بات کی قرآن کی کہ صحابہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کر دینے کی آخری باتوں میں اپنے مل و مال کے پاس لوٹنے کے بعد تیرے پیچھے اور کئے کی جگہ کو دیکھتے تھے یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جبکہ مغرب کی نماز جلدی پڑھی جائے اور اس میں چھوٹی سورتیں پڑھی جائیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

باب تاخیر المغرب

تاخیر مغرب کا بیان

احمر بن محمد بن شاذ حدیثاً الخلیف عن حیر بن نعم الحضری عن ابن ہیرہ عن ابی نعیم الجیشانی عن ابی نصرۃ الغفاری قال ملبی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العصر بالمخصص قال ان هذه الصلوة عرضت علی من کان فلیکم فلتبھوها ومن حفظ علیہا کان لہ اجرۃ مرتین ولا صلاۃ بعدہا حتی یطعن الشاہد والشاہد النجم

ابن ابی نعیم بخاری رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے ہم کو عصر کی نماز جمع میں پڑھائی پھر فرمایا ایک یہ نماز تم سے پہلے لوگوں پر پیش کی گئی تھی انہوں نے اس کو ضائع کر دیا (یعنی اس کا حق ادا نہیں کیا) جو شخص اس پر

بدادوست کرے گا اس کا دو ہزار ثواب ملے گا اور اس نماز کے بعد جو کوئی نماز نہیں پڑھاں تک کہ نفلے شاہد اور شاہد ستارے کو کہتے

تشریح تمس ایک جگہ کا نام ہے وہاں رسول اکرم ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "ان هذه المصلوة عروصت النعم" اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص عصر کی نماز پڑھ ادا وست کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو ہزار ثواب ملے گا ایک تو اس سبب سے کہ یہ ایک نیک عمل ہے اور شاہد کے مطابق ہر نیک عمل پر ثواب ملتا ہے اور دوسرا ثواب اگلے لوگوں کے برطانی نماز عصر کے استقامت سے ملے گا۔ (۷۷)

مصطفیٰ نے اس حدیث سے تاخیر مغرب کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ ستارے غروب آفتاب ہوتے ہی ظاہر نہیں ہوتے بلکہ کچھ دیر بعد چلتے ہیں تو اس سے مصطفیٰ مغرب کی تاخیر کا جواز ثابت کر رہے ہیں لیکن یہ استدلال کمزور ہے اس لئے کہ مغرب کی تقییل بزرگی کا سبب ہوا ہو تو اس کی تیسری تہ مشہور حدیثوں سے ہوتی ہے۔

لہذا اس حدیث کی وجہ سے انکار ترک کر دینا درست نہیں کیوں کہ اس حدیث سے مقصود بخیر کے بعد تعلویں والی ہے وقت مغرب کا بیان مقصد نہیں ہے یہاں کہ حضرت امام بیہقی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

آخر وقت المغرب

مغرب کے آخری وقت کا بیان

أخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا أبو داود حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت أبا أيوب الأزدي يحدث عن عبد الله بن عمرو قال كان فتاة يومه أميانياً وإحيانا لا يرفعها قال وقت صلوة الظهر ما لم تحضر العصر ووقت صلوة العصر ما لم تصغر الشمس ووقت المغرب ما لم يسقط نور الشفق ووقت العشاء ما لم ينتصف الليل ووقت الصبح ما لم تطلع الشمس.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے شعبہ کہتے ہیں کہ چارہ اس حدیث کو کبھی مرفوع روایت کرتے تھے اور کبھی مجملہ مرفوع روایت نہیں کرتے تھے انہوں نے (عبداللہ بن عمرؓ) فرمایا نہ ظہر کا وقت باقی رہتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آجائے اور عصر کا وقت باقی رہتا ہے جب تک آفتاب زرد نہ ہو جاوے اور مغرب کا وقت شفق کی مابقی غائب ہونے تک ہے اور عشاء کا وقت آج کی رات ہونے تک ہے اور صبح کا وقت آفتاب طلوع ہونے تک باقی رہتا ہے۔

اخبرنا عبدة بن عبد الله واحمد بن سليمان واللفظ له قال حدثنا ابو داود عن يدر بن عثمان قال
املاء علي حدثنا ابو بكر بن ابي موسى عن ابيه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم سائل يسأله عن
مواقب الصلوة فلم يرد عليه شيئا فامر بلالا فاذا بالصخر حين انشق ثم امره فاقدم بالظهر حين زالت
الشمس والبقابل يقول انصرف النهار وهو اعلم ثم امره فاقدم بالعصر والشمس مرتفعة ثم امره فاقدم

اصغر حبیب عین عربیت الشمس ثم امره فقام بالعشاء حين غاب الشفق ثم امره بالهجر من العدد حين اصغر والبقائل يقول طلعت الشمس ثم اخر الظهر الى قرب من وقت العصر بالامس ثم اخر العصر حين اصغر والبقائل يقول اصغر الشمس ثم اخر المغرب حتى كان عند سقوط الشفق ثم اخر العشاء الى ثلث الليل ثم قال الوقت فيعابن ههنا.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور نماز کے اوقات دریافت کئے آپ ﷺ نے یہاں جواب نہیں دیا پس حضرت بلاں رضی اللہ عنہ کو حکم دیا بلاں رضی اللہ عنہ نے ان دنوں فجر کی تکبیر کے بعد فجر طلع ہوئی پھر غروب ہوا بلاں رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان کی جب کہ قناب داخل ہوا اور بعض کہنے والا کہتا کہ ابھی تو ظہر دوپہر ہے حالانکہ حضور اکرم ﷺ ان سب سے زیادہ جاننے والے تھے پھر حکم دیا بلاں رضی اللہ عنہ نے عصر کی اذان کی اس وقت آقاب اوچھا تھا پھر بلاں رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو بلاں رضی اللہ عنہ نے مغرب کی اذان کی جب کہ سورج غروب ہو گیا پھر بلاں رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو بلاں رضی اللہ عنہ نے عشاء کی اذان کی جب کہ شفق چھپ گئی پھر اگلے دن فجر کی اذان کا بلاں رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جب حضور اکرم ﷺ نماز فارغ ہوئے تو کہنے والا کہتا تھا کہ آقاب لٹکا جاتا ہے پھر کبر میں تاخیر کی یہاں تک کہ کل کے وقت عصر کے قریب ہوئی پھر عصر میں تاخیر کی یہاں تک کہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو کہنے والا کہتا تھا کہ قناب میں غرق ہو گئی پھر مغرب میں تاخیر کی یہاں تک کہ شفق چھپنے کے قریب ہو گئی پھر عشاء میں تاخیر کی یہاں تک کہ تہائی رات کے وقت پڑھنی پھر پوچھنے والے سے فرمایا امیر بن نماز میں تم نے دیکھیں ان کے درمیان تمہاری نماز کے اوقات ہیں۔

اخبرنا احمد بن سلیمان حدثنا زيد بن الحباب حدثنا عازجة ابن عبد الله بن سليمان بن زيد بن ثابت قال حدثني الحسين بن بشير بن سلام عن ابيه قال دخلت الى محمد بن علي عني جابر بن عبد الله الانصاري فقلت له اخبرنا عن صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم وذاك زمن الحجاج بن يوسف قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى الظهر حين زالت الشمس وكان الغنى قبل الشراك ثم صلى العصر حين كان الغنى فمر الشراك وظل الرجل ثم صلى المغرب حين غابت الشمس ثم صلى العشاء حين غاب الشفق ثم صلى الفجر حين طلع الفجر ثم صلى من العدد الظهر حين كان الظل طول الرجل ثم صلى العصر حين كان ظل الرجل مثله فمر فابسبر الشراك سبر الشفق الى ذي الحيفة ثم صلى المغرب حين غابت الشمس ثم صلى العشاء الى ثلث الليل او نصف الليل شك زيد بن سليمان الفجر فاسفر

حسین بن بشیر بن سلام نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ان کے والد نے کہا کہ حجاج بن یوسف کی امارت کے زمانہ میں میں اور محمد بن علی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ہم نے ان سے کہا کہ کیا نبی کریم ﷺ کی نماز کے حلقہ اپنے تو نہیں نے کہہ کہ رسول اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی جبکہ آقاب داخل ہوا اور سایہ تر کے برابر

تھا پھر عصر کی نماز پڑھی جب کہ سایہ تسماء آوی کے سایہ کے برابر تھا پھر مغرب کی نماز پڑھی جب کہ آفتاب چھپ گیا تھا پھر عشاء کی نماز پڑھی جبکہ شفق غائب ہو گئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب کہ فجر طلوع ہو گئی پھر دوسرے دن ظہر کی نماز پڑھی جب کہ سایہ آوی کی لمبائی کے برابر تھا پھر عصر کی نماز پڑھی جبکہ آوی کا سایہ اس کے دو ٹکڑے کے برابر ہو گیا تھا کہ قارغ ہونے کے بعد اتنا وقت رہتا تھا کہ تیز رفتار دھنستہ وار غروب آفتاب سے پہلے ہی اٹھائیے تک چلا جاتا پھر مغرب کی نماز پڑھی جبکہ آفتاب ڈوب گیا تھا پھر عشاء کی نماز پڑھی جبکہ آوی رات با تہائی رات ہو چکی تھی پھر فجر کی نماز پڑھنی میں پڑھی۔

تشریح: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مغرب کا اہل وقت فقہاء کے نزدیک غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے البتہ اس کے آخر وقت میں کچھ اختلاف ہے ترمذی میں بعض اہل علم کا قول نقل کیا گیا ہے کہ نماز مغرب کے لئے صرف ایک ہی وقت ہے آخری وقت اس کے لئے نہیں ہے اور یہی قول ابن المبارک اور امام شافعی کا ہے انہوں نے اس حدیث جبرئیل ؑ سے استدلال کیا ہے جس میں مغرب کی نماز کی تعلیم آپ ہی وقت میں دینے کا بیان آیا ہے لیکن یہ قول غیر عام ہے دلائل کے اعتبار سے قول بخاری یہ ہے کہ مغرب کا وقت غروب شفق تک باقی رہتا ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ ؒ امام احمد اور جمہور فقہاء کا ہے بلکہ محققین شوافع بھی اسی کے قائل ہیں۔

چنانچہ حضرت امام ابوہریرہ نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین کا قول یہی ہے کہ اول وقت سے مغرب کی تاخیر میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ اس کی تاخیر غروب شفق تک جائز ہے اور اسی کو امام ابوہریرہ نے صحیح کہا ہے اور یہی امام شافعی کا قول قائم ہے۔
 عنوان کے تحت کی روایات سے جو حضرت عبداللہ بن عمر ؓ اور حضرت ابوموسیٰ ؓ سے مروی ہیں جمہور فقہاء کے قول کی تائید ہوتی ہے نیز قوی روایات سے بھی قولی جمہور کی تائید ہوتی ہے چنانچہ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت سے نبی کریم ؐ کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا ہے: "ان اول وقت المغرب حين تغرب الشمس وان آخر وقتها حين يعقب الشفق" اس سے واضح طور پر ملک جمہور کی تائید ہوتی ہے پھر جو حضرات آخر وقت مغرب کا غروب شفق تک رہنے کے قائل ہیں ان کا شکی کی تعمیر میں اختلاف کی وجہ سے مغرب کے آخری وقت میں اختلاف ہوا جس کی تفصیل دلائل کے ساتھ پیچھے گزر چکی ہے۔

کراہیۃ النوم بعد صلاۃ المغرب

نماز مغرب کے بعد سوئے مکروہ ہے

المسیرنا محمد بن یسار حدثنا یحییٰ قال حدثنا عوف قال حدثنا یسار بن سلامۃ قال دخلت علی ابی نرزة فسالته ایسی کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی المکتوبۃ قال کان یصلی الہجیر الی تدعوہا الا ویسی حين تدحض الشمس وکان یصلی العصر حين یرجع احدنا الی راحلہ فی الغلی السدینۃ والشمس حیا ونسبت ما قال فی المغرب وکان یسبح ان یرعر العشاء الی تدعوہا العصر

وكان يسكره السوء لطلبها والحديث بعدها وكان يثقل من صلوة العدا حين يعرف الرجل جنبه وكان يصر ما يسنين الى العانة.

میں ان سلامت کہتے ہیں کہ میں ابو زہرہ رحمہ اللہ کی حدیث میں جانتا ہوں تو میرے والد نے ان سے دریافت کیا کہ رسول اکرم ﷺ فرض نماز کس طرف پڑھتے تھے ابو زہرہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کھڑکی نماز جس کو تم نماز حسین کہتے ہو والی آفتاب کے بعد پڑھتے تھے اور عصر میں وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی آدمی مدینہ کے آخری کنارے تک نہ جاتا تھا پھر بھی آفتاب زندہ ہوتا تھا مغرب کے بارے میں راوی بیان کیا کہ وہ ان سلام کو بتایا یا نہ انکس راہ اور عثمانہ و جس کو قسم کہتے ہوئے تھے اسے ادا کرنے کو پسند فرماتے تھے اور عثمانہ سے پہلے سونے کو ادا کر کے بعد مشق کو پسند فرماتے تھے اور صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے اس وقت آدمی اپنے ساتھی کو پہچان لیتا تھا اور حضور ﷺ صبح کی نماز میں ساتھ سے سوئیاں تک پڑھتے تھے۔

تشریح اس حدیث کے راوی حضرت ابو زہرہ رحمہ اللہ جن کا اصلی نام حنظل بن عسید ہے وہ عظمیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زوالی آفتاب کے بعد ظہر کی نماز پڑھ فرماتے تھے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھ فرماتے تھے تحفہ ہے متفق ہے حدیث سے تو یہی مفہوم ہوتا ہے لیکن یہ امر بالا ہر دو کے خلاف ممکن ہے کیوں کہ ہو سکتا ہے زوالی آفتاب کے بعد عصر کی کمر میں پڑھتے ہوں گے یا صبح کی نماز سے پہلے یا بیان ہوا کے لئے پڑھتے ہوں گے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اس حدیث میں آیا ہے کہ مشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات کرنے کو نبی کریم ﷺ اچھا نہیں سمجھتے تھے کیوں کہ مشاء سے پہلے سونے کی صورت میں نہ پیش ہے کہ کسی جماعت میں وقت نہ ہو جائے اور باقی کرنا مشاء کے بعد اس لئے ممنوع ہے کہ انہوں میں مشغول ہو کر سونے میں دیر کرے گا تو اگر شب میں نیند کا غلبہ ہوگا جس کی وجہ سے صبح کی نماز باجماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہے اور اگر اس کا خطرہ نہ ہو تو کم از کم دن کے معمولات و حقوق واجب اور عبادات کی بجا آوری میں غور و غفلت اور سستی پیدا ہوئی اس لئے دونوں چیزیں شاربہ رحمہ اللہ کی نظر میں مکروہ ہیں جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا ہے جبکہ اس نے ہر گز بعض روایات سے دونوں کا جو معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام بخاری وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے عائشہ کی نماز میں دیر فرمائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پکارا یا رسول اللہ شریف اپنے عورتوں اور بچے سب کو کھینچ کر عورتوں اور بچوں کے مشاء سے پہلے سونے پر حضور ﷺ نے انکار نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاء سے پہلے سونا ممنوع نہیں جاتا ہے۔

اور مشاء سے بعد نبی کریم ﷺ نے ثابت ہے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے کہ آخر حیات میں حضور اکرم ﷺ نے مشاء کی نماز سے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ اچھا تم نے یہ رات دیکھی سو لو اب اس وقت دوئے زمین پر سو جاؤ میں ان میں سے کوئی ایک سویرے پر پائی نہیں رہے گا یعنی ایک صدی قلم ہونے پر ان میں سے کوئی بھی زندہ

نہیں۔ یہ کہ یہ حکم ان لوگوں کو شامل نہیں جو اس رات کے بعد پیدہ ہوں گے۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ رات تک اسرارِ مسلمین کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ باتیں کیا کرتے اور میں بھی شریک ہوتا تھا۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

تو ان روایات سے عشاء کے بعد باتیں کرنے کی اجازت ثابت ہے اب بظاہر تو فرض ہے اور قطعاً غرض کی صورت یہ ہے اگر عشاء سے پہلے ۲۰ یا ۲۵ غنیمتیں اور نماز میں شگافہ صلی کرنے کے قصد سے جو خصوصاً رمضان میں یا اقبال سے تحکات کی بہت سے ہو گیا جب کہ عشاء کے وقت پیدہ ہونے پر فوق ہو یا کوئی بچانے والا ہو تو اس وقت عشاء سے پہلے سو جائز ہے لیکن عادت بنانا حکیم نہیں ہے اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو گورہ ہے اور عشاء کے بعد صلی یا اطلاق (باتیں کرنے کی) گمانیت ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ قصد کوئی اور ہے نہ اور دنیا کی باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے دین کی باتیں کرنا اور احکام دین اور مرضیات الہی کا علم اور درود و سحر و جادو کہ جسے ان کا علم حاصل کرنا عشاء کے بعد جائز ہے جیسا کہ روایات مذکورہ سے معلوم ہوا ہے اب وہاں حضرت کی روایات میں کوئی تضاد نہیں رہا۔

اول وقت العشاء

عشاء کے اول وقت کا بیان

احمر یا سوبید من عصر حدثنا عبد اللہ بن المبارک عن حسین بن علی بن حسین قال احمری وھب من کسان حدثنا جابر بن عبد اللہ قال جاء جبریل علیہ السلام الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین رآب الشمس فقال قم یا محمد فصل الظهر حین مالت الشمس ثم مکث حتی اذا کان فی الرجل مثله جاءہ للعصر فقال قم یا محمد فصل العصر ثم مکث حتی اذا غابت الشمس جاءہ فقال قم فصل المغرب فقام فصلاھا حیر غابت الشمس سواہ ثم مکث حتی اذا ذهب الشفق جاءہ فقال قم فصلی العشاء فقام فصلاھا ثم جاءہ فحین سطع الفجر فی الصبح فقال قم یا محمد فصل فقام فصلی السبح ثم جاءہ فمر العبد حین کان فی الرجل مثلاً فقال قم یا محمد فصل فصلی الظهر ثم جاءہ فجبریل علیہ السلام حین کان فی الرجل مثلیہ فقال قم یا محمد فصل فصلی العصر ثم جاءہ للمغرب حین غابت الشمس وقفاً وحداً لم یزل عنہ فقال قم فصل فصلی المغرب ثم جاءہ للعشاء حین ذهب ثلث النبل الاول فقال قم فصل فصلی العشاء لم جاءہ فالصبح حین اسفر جلتا فقال قم فصلی الصبح فقال ما بین ھدین وقت کلمہ

حضرت بابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام زوالِ آفتاب کے وقت تشریف لائے اور فرمایا کہ اسے کچھ احوال پر نظر کر نماز پڑھ لیجئے جس وقت سورج ڈھل جائے پھر غمیر گئے حتیٰ کہ جب آدھی کا سایہ اس کے مثل ہو گیا (سوائے سایہ اصلی کے) تو عصر کے وقت تشریف لائے اور فرمایا کہ اسے کچھ احوال پر نظر کر نماز پڑھ لیجئے حتیٰ کہ جب سورج غروب ہو گیا تو

پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے محمد انھو مغرب کی نماز پڑھو تو آپ کھڑے ہوئے اور مغرب کی نماز پڑھی جب کہ غروب آفتاب ہو گیا پھر حضرت جبریل علیہ السلام غصہ کئے حتیٰ کہ جب شفق (سرخ یا سفیدی) غالب ہوئی تو آپ ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے محمد غصہ اور عداوت کی نماز پڑھو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور عشاء کی نماز ادا کی اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آئے جس وقت فجر صادق ظاہر ہوئی تھی اور فرمایا کہ اے محمد انھو نماز پڑھو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور صبح کی نماز ادا فرمائی پھر دوسرے دن حضرت جبریل علیہ السلام اس وقت آئے جب کہ آبی کا ساہ اس کے ایک شکل کے برابر تھا اور فرمایا کہ اے محمد انھو نماز پڑھو تو آپ ﷺ نے کلمہ کی نماز ادا فرمائی پھر اس کے بعد جبریل علیہ السلام اس وقت آئے جبکہ آبی کا ساہ اس کے دو شکل ہو چکا تھا فرمایا کہ اے محمد انھو نماز پڑھو تو آپ ﷺ نے عصر کی نماز ادا فرمائی پھر مغرب کے غروب آفتاب کے وقت آئے ایک ہی وقت میں اس سے قے پیچھے نہیں ہوئے اور فرمایا کہ اے محمد انھو نماز پڑھو آپ ﷺ نے نماز مغرب اور نماز پھر عشاء کے لئے اس وقت آئے جب کہ رات کا پہلا تہائی حصہ گزر چکا تھا اور فرمایا کہ اے محمد انھو نماز پڑھو تو آپ ﷺ نے نماز عشاء اور نماز پھر صبح کے وقت آئے جبکہ خوب روشنی ہوئی تھی اور فرمایا کہ اے محمد انھو نماز پڑھو تو آپ ﷺ نے صبح کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ ان دونوں باتوں کا درمیانی حصہ بھی نماز کا وقت ہے۔

تعجیل العشاء

نماز عشاء کو جلدی ادا کرنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن علي ومحمد ابن بشار قالا حدثنا محمد حدثنا شعبه عن سعد بن ابراهيم عن محمد بن عمرو بن حمرن قال قدم الحاج فائنا جابر بن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الظهر ما لها حورة والعصر والشمس بيضاء نقية والمغرب اذا وحيث الشمس والعشاء احيانا كان اذا انهم قد اجتمعوا عجلوا واذا انهم قد ابطلوا اخر

محمد بن عمرو بن حسن فرماتے ہیں کہ حاج بن یوسف باقوہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ علیہ السلام سے دریافت کیا نماز کے اوقات کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کلمہ کی نماز شروع و زوال کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے جبکہ سورج روشن صاف ہوتا تھا اور مغرب کی نماز پڑھتے تھے جب کہ آفتاب غروب ہو جاتا اور عشاء کی نماز بھی جلدی پڑھتے جبکہ کچھ لوگ جمع ہو گئے ہیں اور کبھی تاخیر سے پڑھتے جبکہ دیکھتے کہ لوگوں نے دیر کر دی۔

تشریح جابر بن یوسف اپنی مارت کے دور میں نمازیں بہت زیادہ تاخیر سے پڑھتا تھا اس لئے لوگوں نے حضرت جابر علیہ السلام سے نماز کے اوقات مستونہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے اس کا جواب دیا جس کی تفصیل اس حدیث میں ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ آدمی کی نماز ایک شخص کے ساتھ زیادہ ثواب رکھتی ہے اس کیلئے کی تہذیب سے اور وہ شخصوں کے ساتھ زیادہ ثواب رکھتی ہے ایک شخص کے ساتھ کی نماز سے اور کسی قدر زیادہ ہو تو زیادہ محبوب ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ شاید ای

کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ کا مشمول یہ تھا جو حدیث میں مذکور ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

باب الشفق

شفق کا بیان

احمد بن محمد بن قدامة قال حدثنا حريز عن وثقة عن جعفر بن ابیہ عن حبيب بن سالم عن
سليمان بن يسير قال اما علم الناس بعينيات هذه الصلاة عنداء الاخرة كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم يصلها لظهور القمر لثالثة

حضرت عثمان بن عفان فرماتے ہیں کہ میں اس نماز میں اس وقت کہ سب سے زیادہ نمازوں میں رسول اکرم ﷺ نماز کی
نماز تیسری اس کا پانچواں روپ ہونے کے وقت پڑھتے تھے۔

اخبرنا عثمان بن عبد الله حدثنا عثمان بن عوف عن ابي بشر عن شبيب بن ثابت عن حبيب بن
سالم عن العيص بن يسير قال واقه انبي لا علم الناس بوقت هذه الصلاة صلاة العشاء الاخرة كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم يصلها لظهور القمر لثالثة

حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے وہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ میں رسولوں میں سب سے زیادہ نمازوں میں نماز
عشاء کے وقت کتاب ﷺ یہ نماز تیسری اس کا پانچواں روپ ہونے کے وقت پڑھتے تھے۔

تشریح حاکم ابن حزم نے فرمایا کہ تیسری اس کا پانچواں روپ ہونے کے وقت پڑھتے تھے۔
اس سے نام شافعی کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ شفق سورتی دیکھنے میں جو وقت پانچواں روپ ہوتا ہے جب وہ چھپ جاتا ہے عشاء
اس وقت شروع ہوتا ہے۔ اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شفق عشاء کا فعل ہے۔

ضمیمہ کہتے ہیں کہ یہ قول علی بن ابی طالب سے ہے کہ وہ سورتی اس کا پانچواں روپ ہونے کے وقت
چھپ جاتا ہے کہ تیسری اس کا پانچواں روپ ہونے میں بھی چھپنے کا فعل ہو تا ہے اور بعض حضرات نے
کہا ہے کہ وہ سورتی چھپنے سے بھی زیادہ وقت گزرنے کے بعد تیسری اس کا پانچواں روپ ہوتا ہے جس میں شفق اس وقت کہ پانچواں
چھپ جاتی ہے لہذا اس حدیث سے حضرت ام شافعی وغیرہ کا مسلک ثابت نہیں ہوتا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ما يستحب من تأخير العشاء

تأخير عشاء مستحب ہونے کا بیان

اخبرنا مسعود بن بشر حدثنا عبد الله بن عوف عن سيار بن سلامة قال سمعت ابا ابي علي بن
برزة الاسدي يقول قال لي ابي اسما عن ابي جعفر كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصل العشاء المكتوبة قال
كان يصلي العشاء اسي يدعو فيها الاولي حين تدعى الخمس وكان يصلي العشاء ثم يجمع احداهما الى

رحمہ فی القصی المدینۃ والنفس حیة قال وبسبب مکالم فی المغرب قال وکان یستحب ان یتوضا صلاۃ
الغساء فربما یسجد فی الغشاء قال وکان یکرہ الصوم فیہا والمحدث بعدہا وکان یقتل من صلاۃ الغداء
حبس یعرف الرجل حبسہ وکان یقرأ بالفاتحۃ الی اللعانہ

حضرت یارہن امامت سے اس بات سے قنوت ہے کہ میں اور میرے دو ہزاروں حضرت یارہن، اہل بیت علیہ السلام کی
خدمت میں حاضر ہوں تو اس سے میرے والد سے فرمایا کہ میں اگلے دن کے صومل اللہ علیہ السلام فرماں گزیراں اس وقت و اوقات
تھے جنہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ دو پیرہاں نماز کو صوم کرنا پیشین کہتے ہوں ان آفتاب سے اس وقت و اوقات تھے اور
صوم نماز اور اس سے پھر ہم میں سے اہل بیت مدینہ منورہ کی آخری آبادی میں اپنی منزل تک پہنچتے تھے عانا کہ سورج زہرور
اور فرماں کہ مغرب کے ہاں میں جو کچھ آپ نے فرمایا وہ میں بھی بجا لیا اور فرمایا کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز میں کھڑے ہوتے
ہو اس وقت کے پڑھنا پڑھنا فرماتے تھے اور فرمایا کہ آپ ﷺ پڑھنا کرتے تھے عشاء سے کھڑے ہوئے اور عشاء سے بعد بات پڑھتے کہ
اور آپ ﷺ فرماتے کہ اس وقت فارسیہ تھے جب ہر آدمی اپنے ساتھی کو پہچان نہا کہ آپ ﷺ مانتے ہو
آپ تہمید پر مسمی تھے۔

احمد بن ابی نعیم بن الحسین و یوسف بن سعید والنسفی لہ قال حدثنا ججاج عن ابی جریج قال قلت
للعطاء بن حین احب البک ان اصلي الجمعة امام او حلقوا قال سمعت ابن عباس یقول نعم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ بالعمد حی رقد الناس واستبقوا اور قد را واستبقوا فقہم عمر فقال
انصلا انصلا قال عطاء قال ان عباس خرج سی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یظفر اظفرہ الا ان یفطر رأسہ
ماء ووضہ یدہ علی ساق واعد قال وانشاء فاستنت عطاء کیف وضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی
رأسہ فاروا الی کما انما ابن عباس قد دلی عطاء بین اصابعہ بطنی من تبدلہ ثم وضعها فانیہ اطراف
اصابعہ الی مڈم الراس ثم ضمت بمریہا کذا تک علی لراس حتی مست ایہا ما طرف الاذن معا یلی
اموحد ثم غشی المصدغ وراحۃ الحسین لا یعصر ولا یطش شیئا الا کذا تک ثم قال لولا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لا مرہم ان لا یصلوا الا کذا

ان جرح فرماتے ہیں کہ میرے حضرت عطاء سے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک عشاء کا کون سا وقت زیادہ محبوب ہے کہ
میں اس میں عشاء کی نماز پڑھا کر ان خود میں امام ہوں یا نہ پڑھا کر انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ
یہ فرماتے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات نماز عشاء کو تمام فرمایا کہ کھڑے ہو کر پڑھا کر اور پھر سوئے اور بیدار
ہوئے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اذان پڑھنے کے لئے تشریف لائے
حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اٹھ کر کھڑے ہوئے اس وقت آپ کو کھڑا ہوں
آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا اس حال میں آپ ﷺ اپنا ہاتھ اپنے سر کی ایک جانب رکھ کر کھڑے ہوئے تھے اس کو ابن

مہاشیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارت سے بتایا حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے روایت کی کہ ابن کرم رحمۃ اللہ علیہ اپنا ہاتھ سر پر کسی طرح رکھے ہوئے تھے تو انہوں نے مجھے اس طرح اشارت سے بتایا جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اشارہ کے طور پر بتایا تھا جس حضرت عطاء نے مجھے سمجھانے کے لئے ان اشیاں کھول لیں (محمودی ص ۱۱۲) انہوں نے اشیاں کھول کر پرانی طرح سے رکھا کہ انہوں نے عاتک سر کے کتے تک پہنچ گئے یہ انہوں کو لایا وہ ان کو سر پر اس طرح سے پھیرا جتنی کہ دونوں انگوٹھوں نے چھو یا ان کی اس بات کو جو چہرے سے متصل ہے اس کے بعد کھینچا اور پٹائی کے کنارہ پر پھیر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اُمّیہ اپنی امت کی مشقت کا خوف نہ ہو تو میں ابن کثیر کو تاکہ اس نماز کو اسی وقت میں پڑھا کرے۔

اخبرنا محمد بن منصور المکی حدثنا سفيان عن عمرو بن عطاء عن ابن عباس عن ابن جريج عن عبيد الله عن ابن عباس قال اخبرني صلى الله عليه وسلم العشاءات ليلة حتى ذهب من انبيل يوم عمر وحسب الله عه فنادى الصلاة يا رسول الله وقد الساء واولدان فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم والساء بفطر من راسه وهو يقول انه الوقت لولان اشق عني العشي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر عشاء کی نماز کو استقامت کا چھوٹا نمونہ بنا لیا اور فرمایا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور ان کی کمرہ میں آئے اور ان کے لئے عشاء کی عشاء کو پیش کیا اور پھر سب سوئے پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نام لکھے اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے پانی نکل رہا تھا اور فرمایا یہ سب وقت زیادہ خوب وقت نماز کا یہ ہے اُمّیہ میری امت پر مشقت کا باعث ہو تو ان وقت میں نماز پڑھنے کا حکم آیا۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا ابو الاحوص عن صفاك عن جابر بن سمرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤخر العشاء الاخرة

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سال و کرم رحمۃ اللہ علیہ کچھ عشاء کو کھانا پڑھا کرتے تھے۔

اخبرنا محمد بن منصور حدثنا سفيان ابو الزناد عن الامروء عن امي هروبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا لاشق علي امي لامرئهم تأخير العشاء والسواك عند كل صلاة حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اُمّیہ اپنی امت پر مشقت کا باعث نہ ہوتا انہیں عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے اور نماز کے وقت سواک کرنے کا قہر نہ پڑے۔

آخر وقت العشاء

عشاء کے آخری وقت کا بیان

اخبرنا عمرو بن عثمان قال حدثنا ابن ابي عمير حدثنا ابن ابي عمير عن الزهري و اخبرنا عمرو بن

عمر بن قاتل حدثی ابی عمر شعب بن لؤہری عن عروۃ عن عائشۃ قالت اعتمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبسۃ ماعنۃ لنادیہ عمر رضی اللہ عنہ نام السماء والارضان فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال وما یسقطہا غیرکم ولم یکن یصلی یومئذ الا بالمدینۃ ثم قال صلوا ما فیما بین ان یعب الشفق الی ثلث اللیل واللعظ لامن جمیر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمائی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دو رکعتیں پڑھی حضرت لڑکھنؤ نے رسول اکرم ﷺ کو چار دن سواریوں پر سوئے ہوئے دیکھے ہیں تو دوسرا نرم ﷺ باہر نکلے اور فرمایا تمہارے عاۓہ کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کرے اور اس وقت یہ عید میں عشاء کی نماز پڑھی جاتی تھی پھر عشاء فرمایا کہ اس نماز کو غروب شفق سے ثلث لیل تک کے درمیان وقت میں پڑھو اور یہ لیکن میرے الفاظ ہیں۔

احمر بن ابراہیم بن الحسن قال حدثنا حجاج قال قال ابن جریج واخبرنی یوسف بن سعید حدثنا حجاج عن ابن جریج قال اخبرنی الصغیرۃ بن حکیم عن ام کلثوم بنت ابی بکر ایہا اخبرونہ عن عائشۃ ام المومنین قالت اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ حتی ذهب عامۃ العین وحتى نام اهل المسجد لم یخرج صلی و قال انه لو فیہا ولان اشق علی انی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ نے عشاء کی نماز میں دو رکعتیں پڑھی کہ ان کے دھڑکنے اور ان کے سوجھنے پر حضور ﷺ شریف لائے اور نماز پڑھی پھر فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اسی وقت میں نماز عشاء اور آنے کا حکم دیتا۔

احمر بن اسحق بن ابراہیم اخبرنا جریر بن منصور عن الحکم بن زائع عن ابن عمر قال مکثنا ذات لیلۃ ننظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعشاء الآخرۃ فخرج علینا حبس فذهب ثلث اللیل او بعدہ فقال حسن خیر انکم تنظرون صلاۃ من یسقطہا اهل دین غیرکم ولو لان یغل علی امتی نصلیت بہم هذه الساعۃ ثم امر المؤمنون فاقام ثم صلی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک رات عشاء کی نماز کے لئے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرتے رہے پھر جناب رسول اللہ ﷺ اس وقت ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ تہائی رات گزر چکی تھی اس کے بعد پھر جب تشریف لائے تو فرمایا کہ تم لوگ ایسی نماز کا انتظار کرتے رہے کہ تمہارے عاۓہ کوئی دین والا اس کا انتظار نہیں کرتا اور اگر میری امت پر اس وقت نماز پڑھنا بھاری نہ ہوتا تو میں نہیں اسی وقت نماز پڑھاتا پھر موان کو حکم فرمایا اس نے اقامت کی پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔

اخبرنا عمران بن موسیٰ حدثنا داؤد عن ابی نصرۃ عن ابی سعید الخدری قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ المغرب لم یخرج الیہا حتی ذهب شطر اللیل فخرج

فصلی بهم نم قال ان الناس قد صلوا وامنوا وامنتم لم نؤاخر فی صلوة ما انتظرتم الصلاة ولو لا ضعف الضعيف وسقم السقيم لامرت بهذه الصلاة ان تؤخر لی شطر اللیل.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایسے مغرب کی نماز پڑھائی پھر نماز سے پانچویں رات گزرنے تک تخریف نہیں لائے اس کے بعد تخریف لائے اور ان کو نماز پڑھائی پھر فرمایا کہ بعض لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تم نماز میں مشغول رہے ہو جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہو اور اگر ضعیف کا ضعف اور بیمار کی بیماری نہ ہوتی تو میں ضرور اس نماز کے بارے میں یہ حکم کرنا کہ اسے آدھی رات تک مؤخر کیا جائے۔

اخبرنا علی بن حجر اخبرنا اسماعیل بن ح و اخبرنا محمد بن الحسن قال حدثنا خالد فلا حدثنا حميد قال سئل انس بن احمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتما قال نعم اخر لیلۃ صلاة لعلنا الاخرة الی فریب من شطر اللیل فنما ان صلی قبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا بوجه نعم قال انکم لی ترالوا ہی صلاة ما انتظروا فما قال من کما فی انظر الی ویس خالعه لی حدث علی وهو ابن حجر الی شطر اللیل حضرت امیر فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے انگوٹھی پہنی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایک رات آپ ﷺ نے عشاء آخرہ کو نصف شب تک کے قریب تک مؤخر کر دیا پھر جب نماز پڑھنے تو ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ انگوٹھی اچھڑا کر ہاتھ سے لے کر آؤ وقت تم نماز میں ہو تو یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو کیا کہیں آپ ﷺ کی انگوٹھی کی پک و دیکھ رہا ہوں علی بن حجر کی حدیث میں انی شطر اللیل کے الفاظ ہیں۔

تشریح یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ عشاء کا اول وقت شفق صوبہ جانے کے بعد سے شروع ہوتا ہے تاہم اس کے آخری وقت کے قیمن کے بارے میں احادیث میں لفظی اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایات میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات میں آیا ہے کہ آدھی رات ہونے تک مؤخر کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے تو تہائی رات تک تاخیر کر دیا بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں عشاء اربعہ کا لفظ فرمایا ہے یعنی حضور اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ پندرہ رات گزر چکی تھی یہ سب احادیث صحاح میں موجود ہیں۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام رات عشاء کی نماز کا وقت ہے لیکن مراتب کا فرق ہے اول وقت سے ایک تہائی رات تک افضل ہے اس کے بعد نصف رات تک فضیلت کم ہے اور نصف کے بعد سب سے کم درجہ ہے۔

فرض یہ ہے کہ کن اوقات میں سے کوئی وقت کر دہ نہیں ہے اور کیسے کر دہ ہوگا جب کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نصف رات اور دو تہائی رات تک بلکہ اس سے بھی بعد میں خود نبی کریم ﷺ نے عشاء پڑھی اب بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ نصف رات کے بعد وقت کر دہ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

مزید تفصیل شروحات پر ایہ میں ملاحظہ ہو۔

الرخصة في ان يقال لعشاء العتمة

عشاء کو عتمة کہنے کی رخصت کا بیان

اخبرنا عتبة بن عبد الله قال قرأت علي مالك بن انس والحارث بن مسكين قراءة عليه وأنا اسمع عن ابن القاسم قال حدثني مالك عن سفيان عن ابي صالح عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لو يعلم الناس ما في العشاء والنصف الاول لم يجلدوا الا ان يستهموا عليه لاستهموا ولو يعلم الناس ما في النهحر لاستبقوا اليه ولو علموا ما في العتمة والنصف لاتوجهوا ولو حو:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگ اس ثواب کو جان لیتے تو اذان اور صف اول میں ہے پھر بغیر قراءۃ اذان کے اسٹاپ نہ کر پاتے تو ضرور وہ لوگ قراءۃ اذان کرتے اور اگر لوگ ظہر کی نماز کے لئے سویرے جاتے تو ثواب کو جان لیتے تو ضرور وہ لوگ اس کی طرف دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے اور اگر لوگ اس ثواب کو جان لیتے ہر عمر (عشاء) اور صبح کی نماز میں ہے تو ان دونوں کی جماعت میں ضرور شامل ہوتے اگرچہ ٹھنوں کے بل چل پڑتے۔

الکراهية في ذلك

لفظ عتمة کی کراہت کا بیان

اخبرنا احمد بن سليمان حدثنا ابو داود هو الحفري عن سفيان عن عبد الله بن ابي ليبد عن ابي سلمة عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تغلبنكم الاعراب على اسم صلاحكم هذه فانهم يحتمون على الابل وانها العشاء.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعرابی تم پر تمہاری اس نر کے نام پر ہرگز غالب نہ آئیں کیوں کہ وہ لوگ دشمنوں کا درود پکارتے ہیں جب سے عشاء میں دیر کرتے ہیں اور میں لوگوں کو وہ حقیقت میں عشاء ہے۔

اخبرنا سويد بن نصر قال حدثنا عبد الله بن المبارك عن ابي عبيدة عن عبد الله بن ابي ليبد عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن ابن عمر وحضر الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول عني العنبر لا تغلبنكم الاعراب على اسم صلاحكم الا انها العشاء.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو خبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ تم پر اعرابی لوگ تمہاری نماز کے نام پر غالب نہ آئیں کیوں کہ وہ دشمنوں کا درود پکارتے ہیں۔

تشریح عرب کو اگر دشمن چھپ جائے کہ کچھ دشمنوں کا درود پکارتا شروع کرتے تھے اس لئے منافق کی نماز میں دیر ہو جاتی تھی اور سخت الجھڑا ہو جاتا تھا اس کے بعد وہ عشاء کو پڑھتے تھے اس لئے وہ اس کو صلوٰۃ احمد کہتے تھے عزہ کے معنی

میں راجہ کا غصہ اٹھ گیا۔

شریعت اسلام یہ اس مسئلہ کو پسند نہیں کرتی اس لئے مسلمانوں سے کہا گیا کہ تم عشاء بولا کر، سبوں کو قرآن پڑھانے میں کی کوئی گناہ ہے عصر حضور جاہلیت کا زمانہ ہے ان کی سوائت سے اجتناب کرو لیکن بعض روایات سے عشاء پہنچا جو ان معصوم ہر انسان کے ایک عقلی طریقہ پر کیا گیا ہے اور یہی بات دونوں قسم کی روایات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ بالکل نفس استغول کی مرمت نہیں فرمائی بلکہ ان سے منع کیا گیا ہے یعنی اس حد تک کہ ان کو نہ سے نہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے نہ کسی کے عذاب پر نہ تاب آجائیں کہ تم نے ان کی بولی بچنے میں جلد نہائی اس سے روکا گیا ہے نفس استغول کی مرمت نہیں ہوتی، عشاء پڑھا، احادیث کا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھتے تھے پھر عورتیں اپنی چادروں میں لپی ہوئی ہوتی تھیں اور تمنا کی کہ میرے لیے کی جہ سے پہنچائی نہ جاتی تھیں۔

اسرونا اسحق بن ابراہیم حدثنا سفیان عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت كن النساء يصلين مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح متلفعات بعمروطن فبرجعن فعابهن احد من الغلس.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ گورشم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتی تھیں اپنی چادروں میں لپی ہوئی ہونے کی حالت میں پھر وہ ہوتی تھیں اور اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

تفسیر: یہ ایسا ہی بات ہے کہ غلس اور اذان طلوع فجر میں نماز پڑھنا ہے بلکہ مصرف استجاب میں ہے امام شافعی اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک صبح کی نماز غلس میں پڑھنا افضل ہے در حقیقہ کے نزدیک اور غار میں جو محققین سے معلوم ہوا کہ اختلاف صرف الغلیت میں ہے روایات دونوں جانب ہیں۔

ایک تو یہ حدیث باب ہے جو شرط کے ذمہ داروں میں سے ایک مضبوط دلیل ہے اس سے غلس میں نماز پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے حقیقہ پڑھنا اسفار کو مستحب سمجھتے ہیں یہ حدیث ان کے خلاف ہے ان کی طرف سے بعض حضرات نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ غلس سے نماز مسجد کے اندر کی تاریکی سے گرچہ باہر اخذ ہوتا ہے چنانچہ اب بھی ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ مسجد کے اندر محبت کے پردہ میں تاریکی ہوتی ہے حالانکہ باہر محبت میں روشنی بھری جاتی ہے لیکن محققین کہتے ہیں کہ یہ کوئی غلط جواب نہیں ہوا کیوں کہ یہاں تو وقت نماز کا ہے نہ کہ مسجد کی روشنی اور چرکی کا اس لئے تقدیس مسجد پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔

نیز حدیث میں "فصرف النساء" کا لفظ آیا ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عدم شناخت مسجد چھوٹی ہونے اور بچی محبت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد رجوع کے وقت ایک دوسرے کو نہیں پہچان سکتا تھا بعض روایات میں ہے کہ بعض اور تہی بعض کو نہ پہچانتی تھیں حالانکہ اپنے ہم جنسوں کے لیے وجہ سے شناخت کوئی مشکل نہ تھی مگر ان کا نہ پہچاننا اس بات کی دلیل ہے کہ غلس کی وجہ سے نہ پہچانی جاتی تھیں غرض قصور کی تلاش سے معلوم ہوا کہ اکثر احادیث سے غلس میں پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے اب انہیں ضعیف قرار دینا یا سنو کہ دینا یا اپنے مسلک کے مطابق جاننے کے لئے خلاف ظاہر تاویل کرنا طریقہ اعتدال سے خارج اور انصاف کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ غلیس بلاشبہ ثابت ہے ایسا ہی روایات سے اسفار میں ثابت ہے جس کی افضلیت کے اختلاف کو کل ہیں چنانچہ اسی کتاب میں عنوان سابق سے متعلق باب اسفار کے تحت کی احادیث سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے اور یہی حدیث ہے یعنی فجر میں اسفار کا حکم دیا مع اس بیان کے کہ اس میں ثواب زیادہ ہے اور یہ حدیث ایک جماعت میں ہے۔ لکن بعض نے اس مقام کی حدیث میں غیر وزرا تاویل کی ہے چنانچہ فقہان و غیرہ سے منقول ہے کہ وہ اسلاف کے یہ معنی بتاتے ہیں کہ صبح صادق اور صبح کاذب میں خوب ابھی فروع شناخت کر لو اس طرح کہ شہر نہ ہے یہ تاویل بالکل نامناسب ہے اس لئے کہ جب تک صبح صادق ہوتا مکمل نہ جاوے تو نماز درست ہونے کا حکم ہی نہ دیا جائے گا پھر بڑا ثواب

تو در کنار پاچا لاکر روایت میں "فہامہ اعظم مالا جو" آیا ہے تو میں تفصیل لکھتا ہوں کہ اگر غلطی میں بھی ہے اس میں غلطی اور اختلاف اسرار میں ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ حدیث اسرار والی کی ضرورت ہے جو احادیث نے بیان کی کہ صبح کی نماز کو تاخیر سے اسرار کے وقت میں پڑھا جائے اس صورت میں حدیث تفصیل کا مفہوم اپنی جگہ صحیح رہے گا۔ خلاف اس معنی کے جو علامہ خطابی نے بیان کئے ہیں وہ حدیث کے سیاق و سباق کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہے۔

غرض کہ اس تقریر مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ احادیث سے تفصیل اور اسرار دونوں کا ثبوت ہے اب اگر شافعیہ تفصیل کو افضل کہیں کیوں کہ اس میں سادہ و سادہ ہے اور احتمال قوی ہے اور خلیفہ اسرار کو افضل کہیں کیوں کہ اس سے بکثیر جماعت ہوئی اور اس سے زیادہ خواب ہو گا تو دونوں کا قول صحیح ہے جیسا کہ ایک ہر تفسیر اور ایک ماہر حدیث کو دونوں میں وجہ افضل ہوں گے اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں کچھ لمبے اور جب دونوں فریق کا قول صحیح ہے تو پھر کسی پر تنقید نہیں کی جائے گی۔

علاوہ اس کے اصولی طور پر مسلک خلیفہ قابل ترجیح ہونا چاہئے کیوں کہ اسرار کی روایت قوی ہے اور غلطی کی روایات تمام لعل ہیں لہذا مقدمہ کے لحاظ سے تدریس کی صورت میں حدیث قوی کو نقلی پر ترجیح دینی جاتی ہے مگر مفسرین نے اس اصول کو نظر انداز کر کے اور طریقہ کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تمحیص ہے کہ چونکہ قوی حدیث کو نقل پر ترجیح ہے لیکن کیا یہی اصطلاح قوی حدیث کو نقلی پر ترجیح ہے یا کوئی تفصیل ہے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ حدیث قوی کا ایسے نفس پر ترجیح ہے جو احادیث (کچھ کچھ راوی ہوئے لیکن یہاں تو معاملہ اس کے برعکس ہے چنانچہ حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ انھار کی حدیث جو صحیح الہیہ ہے بخاری میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک بار صبح کی نماز کو غلطی میں پڑھا اور دوسری بار اسرار میں لڑا کیا پھر حضور ﷺ کی نماز تفصیل میں رہی یہاں تک کہ دنیا کو چھوڑا۔

(رواہ ابو داؤد وابن حبان)

تو اس روایت سے اور اسی طرح حضرت عائشہ خیرہ کی روایات سے راوی تفصیل ثابت ہوتی ہے لہذا ایسے راوی نفس پر ترجیح صحیح نہیں ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

امام غزالی نے ایک توجیہ یہ کی ہے اس کو حافظ ابن تیمیہ وغیرہ نے بھی پسند کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نماز فجر کی ابتدا غلطی میں اور ختم اسرار میں نہ جائے اب کوئی تعداد نہیں ہے دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنا اسی طرح سے ممکن ہے اور امام غزالی نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ لیکن اگر سے علامہ علامہ کا قول ہے مگر بدلے وغیرہ میں اگر سے علامہ علامہ رحمہ اللہ سے ظاہر روایت یہ بیان کی ہے کہ شروع نماز بھی اسرار میں اور ختم بھی اسرار میں ہو اب ظاہر امام غزالی کی روایت اور ظاہر روایت میں اختلاف ہے بعض محققین نے اس کو ختم کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ کچھ اختلاف نہیں ہے کیوں کہ اسرار کی ابتدا میں بہ نسبت ابتدا اسرار کے کچھ تاریکی ہوتی ہے تو امام غزالی نے اسی کو غلطی کہا ہے اور اشارہ کیا ہے کہ حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں لیکن غلطی مراد ہے نہ کہ وہ جو مطلقاً غلط ہوئے ہی مفید ہوتا ہے کیوں کہ یہ حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ کی تصریح کے خلاف وقت ہے اب خوب واضح ہو گیا کہ روایات

تغلبیں اور اسفار میں کوئی تعارض نہیں کیوں کہ مسافر وقت کو حضور کرم ﷺ نے "فارغ" یا "سختی" و "شاؤ مبارک" اسفروا بالغفر" الصبح "میں اس کو حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ نے غلبہ کے طور پر کہا ہے کیوں کہ اس وقت ایک طرح کی تیر کی سوتی ہے اب حدیث "اسفروا بالغفر" کا مطلب یہ ہوا ہے حضور ﷺ نے انگوٹوں کو شاؤ مبارک یا کفر کے طور پر لے لیا ہے نماز شروع نہ کرے بلکہ اس قدر ہونے دو تا اول وقت۔ فارغ میں شروع کرواں صورت میں نماز اسفار کمال میں ختم ہوگی کیونکہ اس وقت کچھ تلکائی نہیں ہوتی ہے بلکہ اول اس قدر کے کہ اس وقت کچھ تلکائی نہیں ہوتی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ نے اس کو غلبہ سے تعبیر کیا ہے۔

مگر ماکہ میں یہ ہوا کہ فجر کی نماز میں انصاف وقت پر کہ فجر طلوع ہونے کے فوراً بعد شروع نہ کرے بلکہ اول اس قدر ہونے کے بعد وقت شروع کرے۔ یہ ایک طرح کا غلبہ بھی ہوتی ہے اور تقییس کی روایات میں ان کو غلبہ سے کہا گیا ہے اور سنائی کی روایات میں ان کو اس قدر سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی غلبہ پر حضور کرم ﷺ کا دواوم رہا اور اسی مقدار پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے التزام کیا ہے "بہد انوں جسم کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

التغلبین فی السفر

حالت سفر میں اندھیرے میں نماز پڑھنے کا بیان

احمد بن اسحاق بن ابراہیم اخبارنا سفيان بن حرب حدثنا حماد بن زيد عن ثابت عن انس قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم خمير صلاة الصبح بعلس وهو لرب منهم فأنحار عليهم وقال الله اكبر خربت حيو مرنس اما اذا رلنا بمساحة قوم فساء صباح المنفرين۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خمیر کے دن صبح کی نماز پڑھائی اندھیرے میں اور آنکھیں مقام خمیر ان سے قریب تھیں ان پر حمد کی اور فرمایا اللہ اکبر پڑھا دو آخر دوسرے فرمایا تمہیں ہم لوگ جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ان کے مکے لوگوں کی طرح کی ہوتی ہے

باب الاسفار

اجالے میں صبح کی نماز ادا کرنے کا بیان

احمد بن عیسیٰ بن مسعود حدثنا یحییٰ بن ابن عجلان قال حدثنی عاصم بن عمر بن قتادة عن محمود بن لہید عن رافع بن خدیج عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اسفروا بالغفر۔
حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز ادا جانے میں پھر۔
احمد بن ابراہیم بن یحییٰ بن یحییٰ بن عجلان قال حدثنی ابو عثمان قال حدثنی زید بن اسلم عن عاصم بن عمر بن قتادة عن محمود بن لہید عن رافع بن خدیج عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اسفروا بالغفر۔
قال ما سقرتم بالغفر فانه اعظم بالاجر۔

حضرت محمود بن لبید اپنے قوم انصار کے بعض لوگوں سے دعا کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر کی نماز اور جب تک تم روشنی میں پڑھتے رہو گے تو تم کو اجر و ثواب بھی بہت زیادہ ملتا رہے گا۔

باب من أدرك ركعة من صلاة الصبح

باب جس نے صبح کی نماز میں سے ایک رکعت پائی ہو اس کا کیا قسم ہے

احسبنا انما اعيمن بن محمد ومحمد بن العباس واللفظ له قالوا حدثنا يحيى بن عبد الله بن معبد قال حدثني عبد الرحمن بن الاعرج عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من ادرك سجدة من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادركوها ومن ادرك سجدة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادركوها

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے صبح کی نماز ایک سجدہ چاہے طمع و آفتاب سے پہلے تو اس نے نماز کو پالیا اور اس نے غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر کے ایک سجدہ کو پالیا تو اس نے نماز عصر کو پالیا۔

احمرنا محمد بن رافع حدثنا زكريا بن عدي حدثنا ابن المبارک عن موسى بن مريد عن الزهري عن عروة عن عائشة عن انس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من ادرك ركعة من العجر قبل ان تطلع الشمس فقد ادركها ومن ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادركها

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے فجر کی ایک رکعت کو طلوع آفتاب سے پہلے پائی تو اس نے نماز فجر کو پالیا اور جس نے غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت کو پالیا تو اس نے نماز عصر کو پالیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے فجر کی ایک رکعت کو کھلوا آفتاب سے پہلے پاپ تو میں نے نماز فجر کو پاپا اور جس نے غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت کو پاپا تو میں نے نماز عصر کو پاپا۔

آ ف ر و ق ت الصبح

نماز صبح کے آخری وقت کا بیان

أخبرنا إسماعيل بن مسعود ومحمد بن عبد الله عن علي بن فضال عن حماد بن عمار عن أبيه عن
إسحاق بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الظهر إذا زالت الشمس ويصلي العصر
بين هاتين ثم يصلي المغرب إذا غربت الشمس ويصلي العشاء إذا غاب الشفق ثم قال على أتوه
ويصلي للصبح إلى أن ينقصر البصر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہیر میں وقت ادا فرماتے تھے جب کہ سورج ابھل چکا اور نماز عصر تیار ہی ہو، ان دنوں نمازوں کے درمیان لاگرتے تھے اور نماز شرب اس وقت ادا فرماتے تھے جب سورج غروب ہو چکا اور نماز عشاء اس وقت ادا فرماتے تھے جب شفق غائب ہو جاتی پھر اس کے بعد فرمایا اور نماز صبح اس وقت تک

